القول الفصل ما به هو هذا

بحسن توفیق خداوند عالم و طفیل حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم

باحقاق مذہب اہل سنت و ابطال عقائد اہل تشیع بمقدمۂ باغ فدک اول جزو حصہ دوم

آیات بینات

١٣١٥ھ ١٨٩٨ء

حسب اصول معتبرۂ اہل حدیث فریقین تصنیف لطیف و تالیف منیف جناب

نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خانصاحب بہادر عم فیضہ

مطبع مصطفائی واقع لکھنؤ میں چھپکر ١٣١٥ھ تیار ہوا
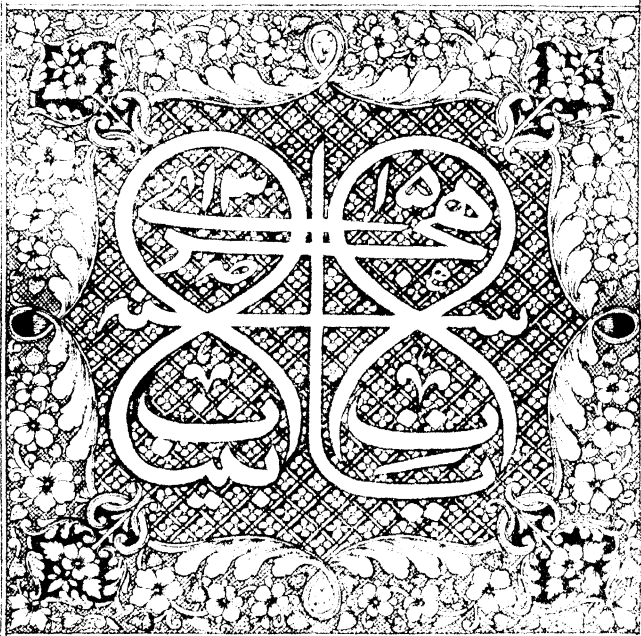
ومن یتوکل علی الله فهو حسبه
بحسن توفیقات حضرت مجیب الدعوات درین حسن ساعات بعد طبع جلد اول جزء اول جلد ثانی از کتاب هدایت آیات مسمی
سنہ ۱۳۱۵ ہجری
باہتمام اذل انام احقر الانام محمد عبد الواجد خلف محمد عبد الواحد خان بن محمد مصطفی خان غفر لهم المنان
مطبع مصطفائی
در ۱۳۱۵ مصطفا محمد خان طبع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحث فدک

اگرچہ بعد بیان کرنے فضائل صحابہ کرام کے اور خدا کی شہادت اور رسول کی گواہی
اور اماموں کے اقوال سے اوسے پایۂ ثبوت پر پہونچا دینے کے مطاعن کا ذکر کرنا اور اوسکی تردید
پر متوجہ ہونا غیر ضروری ہے - مگر اس خیال سے کہ حضرات شیعہ نے اوسکے متعلق ہماری روایتون
اور اقوال کو سنداً پیش کیا ہے - اور عوام کو اپنی کتابون کا نام سنکر اور اپنے
یہان کی روایتین دیکھکر خلجان پیدا ہوتا ہے اور شک وشبہہ کرنے لگتے ہین - اس لئے ہمارے
علماء کرام نے اسے ضروری خیال کیا ہے کہ اون مطاعن کی تردید کیجاے - اور مغالطہ
اور دھوکے کا وہ لباس جو اس قسم کے اقوال اور روایتون کو پہنایا گیا ہے دور کردیا
جاے - اور اصلی حقیقت اونکی بتا دیجاے - ہم بھی تقلیداً للعلماء الکرام مطاعن صحابہ
بحث کرتے ہین - اور چونکہ ان مطاعن مین فدک اور قرطاس کی بہت شہرت ہے
اس لئے سب سے اول انھین دو ضروری بحثون کو ہم لکھتے ہین - مگر قبل اسکے کہ اصل بحث
کیطرف متوجہ ہون چند مقدمات کا لکھنا ضروری اور مفید سمجھتے ہین اور وہ یہین وما توفیقی الا باللہ

پہلا مقدمہ

کوئی نبی اور کوئی امام اور کوئی بزرگ کسی مذہب مین بلکہ کوئی نامور آدمی کسی قوم مین
ایسا نہین ہوا جسپر معاندین نے اعتراض نکئے ہون اور اوسکی نیک باتون اور عمدہ کامون کو
عداوت کی نظر سے دیکھکر برا نہ جانا ہو۔ اور اونکے دوستون کے دلون مین شبہہ پیدا کرنے کے
لئے اونکی بعض غلطیون اور لغزشون کو نہایت آب وتاب سے بیان کرکے اوسے اون کی
بدنیتی سے منسوب نکیا ہو۔ یہودیون کو دیکھو کہ وہ حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ التحیۃ والسلام پر
کیسے طعنے کرتے ہین۔ اونکی ولادت کی نسبت اپنی ناپاک زبانون سے کیا کچھ کہتے ہین
اونکے معجزات کو کس طرح سحر و افسون سے منسوب کرتے ہین۔ اور اونکے حواریون کو کیسا
مکار جاہل و ناباز جانتے ہین عیسائیونکو دیکھو کہ وہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوات والتحیات
پر عیاری اور طمع دنیاوی کی کیسی تہمتین لگاتے ہین۔ اور آپکے متمم مکارم اخلاق کی نسبت کیسی
زبان درازی کرتے ہین۔ یہانتک کہ عیاذاً باللہ ایسے ہادی اور دنیا کے رہنما کو گمراہ کنندہ
عالم سمجھتے ہین۔ خوارج و نواصب پر خیال کرو کہ وہ اہل بیت کرام علیہم السلام کو کیسا برا
جانتے ہین۔ جناب امیر المومنین اور حضرت سیدۃ النساء اور حضرت حسنین علیہم السلام کو
جو کہ آنحضرت صلعم کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ اور خدا اور اوسکے محبوب کے پیارے۔ اونھین کو
معاذاللہ کافر کہتے ہین۔ کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝
اور اونسے عداوت رکھنے اور اونپر تبرا کرنیکو ذریعہ نجات خیال کرتے ہین۔ یہانتک کہ
ان اشقیا مین سے بعض نے ابن ملجم ملعون کی شان مین جو اشقی الاولین والآخرین تھا قصیدے
لکھے۔ اور جناب امیر کے شہید کرنے کو افضل ترین عبادت جانا جیسا کہ عمران بن حطان جو
خوارج کا سردار اور اونکا بڑا شاعر تھا ابن ملجم کی نسبت کہتا ہے ۝

يا ضربة تقي ما اراد بها الا	ليبلغ من ذي العرش رضوانا
اني لاذكره حينا فاحسبه	اوفى البرية عند الله ميزانا

یعنی "کیا اچھی ضرب ہے ایک مرد متقی (ابن ملجم) کی جس سے کوئی غرض اوسکی سواے اسکے
نہ تھی کہ صاحب عرش بریں کی خوشنودی حاصل کرے۔ مین جب اوسے یاد کرتا ہون تو ساری
خلق سے اوسکے ثواب کا پلہ خدا کے نزدیک بھاری پاتا ہون" غرضکہ یہ ایک معمولی بات ہے
کہ دشمن ہنر کو عیب سمجھتا ہے ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد	عیب نماید ہنرش در نظر

یہی حال حضرات شیعہ کا ہے۔ تعصب اور تقلیدی خیالات سے انصاف اور غور کا
مادہ گویا اونسے سلب ہوگیا ہے۔ اور زبانی محبت اہل بیت کے غلو سے اونکے قدم جادۂ
اعتدال سے نکل گئے ہین۔ وہ کوئی خوبی اور کوئی صفت صحابہ کی نہین دیکھتے۔ اونکی
اچھی بات بھی اونکو بری معلوم ہوتی ہے۔ اور اونکے ہنر بھی اونھین عیب نظر آتے ہین۔
اگر کوئی تعجب کرے کہ باوجود آیات و احادیث و اقوال ائمہ کے کیونکر ایک فرقہ مسلمانوں کا
صحابہ کے فضائل کا منکر ہوا۔ اوسے چاہیے کہ یہود و نصاری نواصب و خوارج کے حال پر
نظر کرے۔ کیا وجہ ہے کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف توریت مین دیکھتے
تھے۔ اور آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ اور آپ کو ایسا پہچانتے تھے کما یعرفون ابناءهم
مگر جب آپ نے نبوت کا دعوی کیا تو دشمن بن گئے۔ اور آپ کی صفات کے چھپانے۔ اور
آپ کی نسبت غلط الزام لگانے مین کوئی دقیقہ عداوت کا باقی نہ رکھا۔ اور کیا سبب ہے
کہ عیسائی باآنکہ انجیل مین جناب سرور کائنات علیہ التحیات والصلوات کی بشارت بہ تفصیل
دیکھتے۔ اور یاتی من بعدی اسمه احمد حضرت عیسی علیہ السلام کی زبان سے سن چکے تھے۔

اور رات دن اپنی کتاب میں اوسے پڑھتے تھے۔ مگر جب آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا۔ تو اون بشارتوں کو چھپانے۔ اور انجیل کی اون آیات کی جن میں آپ کا نام اور خبر تھی غلط تاویلیں کرنے لگے۔ اور اپنے نبی کے قول سے بھی پھر گئے۔ اور کیا باعث ہے اس کا کہ خوارج باوجود جاننے اس بات کے کہ اہل بیت کرام پیغمبر کی جان وجگر ہیں۔ قران اور حدیثیں اون کی فضیلتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اونکے دشمن ہوگئے۔ اور اونکو جو بہترین خلق خدا تھے نعوذ باللہ سب سے برا جاننے لگے۔ یہانتک کہ اونپر کفر وفسق کے الزام لگانے سے بھی باز نہ رہے۔ پس جو سبب ان گمراہ فرقوں کی گمراہی کا ہے وہی سبب حضرات امامیہ کے صحابۂ کرام سے عداوت رکھنے اور اونپر عیب لگانیکا ہے۔

فلا غرو ان یرتاب والصبح مسفر	اذا لم یکن للمرء عین صحیحة

دوسرا مقدمہ

وہ باتیں جو حقوق اہل بیت کے غصب کے متعلق امامیہ بیان کرتے ہیں۔ اگر صحیح سمجھی جائیں تو اون سے تمام مہاجرین وانصار اور کل اصحاب نبی کا اسلام اور ایمان و اخلاق بلکہ انسانی صفات سے بے بہرہ ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ [illegible] حقوق سے باز رکھتے اور اہل بیت اطہار پر ظلم کرنے میں اونکے شریک و معین ہوتے۔ یا وہ [illegible] اعانت آل رسول سے چشم پوشی نکرتے۔ تو دو شخص اور نیز اونکے ساتھی کیونکر ایسی جرأت کرسکتے تھے۔ اور اونھیں اپنے ظلم وستم میں کسطرح کامیابی حاصل ہوسکتی تھی۔ پس تمام مہاجرین وانصار اور صحابۂ کرام کو اسلام سے اور ایمان واخلاق سے بے بہرہ سمجھنا گویا منشائے مقصود حضرات امامیہ کا ہے۔ مگر اون خوفناک نتیجوں پر غور نہیں کرتے جو اس بات کے

ماننے سے پیدا ہوتے ہین- بلکہ اوسے صرف صحابہ کی ذات تک محدود سمجھکر اوسکے دعوی کرنے
مین کچھ پس وپیش نہین فرماتے- مگر وہ شخص جسکو خدا نے تھوڑی سی بھی سمجھ دی ہے- اور
جسکے قواے عقلی تعصب اور تقلید کے بوجھ مین دب نہین گئے- ضرور اون خوفناک نتیجون
کے خیال سے ڈریگا- اور اسلام پر اوسکا نہایت ہی برا اثر دیکھکر الامان الامان پکارے گا-
اس لئے کہ قرآن کے کلام آلہی اور حضرت صلعم کے مؤید من اللہ ہونے کا بڑا ثبوت جو کچھ
دیا جاتا ہے اور جسے زندہ معجزہ کہتے ہین- وہ صرف یہ ہے کہ قرآن نے لوگون کے دلون پر
بہت بڑا روحانی اثر کیا- اور آنحضرت صلعم کی ہدایت سے عرب کی حالت مین ایک عظیم تبدیلی
پیدا ہوگئی- قرآن مجید مین لوگون کے دلونکی تسخیر اور روحانی اور اخلاقی تعلیم کی وہ قوت
تھی جس نے حیرت انگیز ربانی کرشمے دکھاے- اور دائم الاثر حقانی نتیجے پیدا کیے- اور اس سے
یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ جس کلام کے ایسے عظیم الشان اور قوی اور قائم نتیجے ہون وہ بلاشبہہ
خدا کا کلام ہے- اور آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات کی نسبت یہی دعوی کیا جاتا ہے
کہ آپ ایسے زمانے مین پیدا ہوے- جبکہ دنیا ایک عجیب روحانی سکتے کی حالت مین
تھی- اور آپ ایسے ملک مین مبعوث ہوے جہان اخلاقی تعلیم کا کچھ سامان نہ تھا- اور ایسی
قوم کی اصلاح آپ کے ذمے کی گئی- جو سواے اوہام اور فاسد عقیدون اور باطل
خیالات اور غلط رایون اور وحشیانہ اعمال اور بداخلاقی اور نفاق اور جنگ جوئی کے
کسی قسم کی اخلاقی خوبی نہ رکھتے تھے- مگر آپ کے الہامی بیان اور خدائی قوت نے اونپر
ایسی عجیب وغریب تاثیر کی کہ اوس سے اونکی تمام ظاہری وباطنی حالتین بدل گئین-
برسون کے بہکے ہوے خدا کی راہ پر چل نکلے- اور مدتون کے سوے ہوے غفلت
کی نیند سے چونک پڑے- جو مشرک تھے وہ موحد ہوگئے- جو کافر تھے وہ ایمان لے آئے-

جو بت پرست تھے وہ بت شکن بن گئے۔ جو گمراہ تھے وہ خدا کی راہ دکھانے لگے۔ جاہلانہ حمیت اور وحشیانہ
عصبیت کا اونمین نام نرہا۔ خاندانی جھگڑے اور پشتینی عداوتین جاتی رہین۔ دماغ غرور ونخوت سے
خالی ہو گئے۔ اور اونکے دل صبر وتوکل۔ حلم وبردباری۔ زہد وپرہیزگاری۔ اور جمیع اخلاقی صفات
سے بھر گئے۔ آپکی تعلیم اور ہدایت نے ایک ایسا گروہ خداپرست۔ پاک طبیعت۔ راستباز نیک
دل۔ لوگون کا قایم کردیا جنکی کوششون سے شرک وبت پرستی کی آواز جو تمام جزیرہ نمای عرب
مین گونج رہی تھی بند ہو گئی۔ اور اوسکے بدلے ایک بےچون وبےچگون۔ بےشبہ وبےنمون۔
خدا کی منادی پھر گئی۔ بتون نے عدم کا راستہ لیا۔ بتخانون کا نشان مٹ گیا۔ آتشکدے
ٹھنڈے پڑ گئے۔ تثلیث کا طلسم ٹوٹ گیا۔ اوہام پرستی کا باطل خیال باطل ہو گیا۔ جَآءَ الْحَقُّ
وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝ اور اس سے اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ آپ حقیقت
مین سچے رسول اور خدا ہی کیطرف سے مؤید تھے۔ ورنہ انسان کا کام نہ تھا کہ وہ ایسا انقلاب عظیم عرب
کی روحانی اور اخلاقی حالت مین پیدا کردیتا اور ایسے جنگ جو ستم پیشہ لوگون کو جو بات بات پر
لڑتے اور جھگڑتے تھے۔ اخوت کے ایک رشتہ مین باندھ دیتا۔ اور اونکی پشتینی عداوتون اور
کینون سے اونکے دلون کو ایسا صاف کردیتا کہ اوس کا کچھ اثر باقی نرہتا۔ بلکہ دنیا مین اونکو اخلاق
اور انسانیت کا نمونہ بنا دیتا۔

پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹

قرآن مجید کے اس حیرت انگیز نتیجے اور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات کی ہدایت کے ایسی
عجیب وغریب تاثیر کو دیکھکر منکرین بھی اس بات کے معترف ہین کہ درحقیقت یہ بات بشری قدرت
سے خارج تھی۔ چنانچہ کوئی اونمین سے کہتا ہے کہ وہ پیام جو آپ لائے وہ ایک سچا اور حقیقی پیام تھا
جسکا مخرج وہی ہستی تھی جسکی تھاہ کبھی کسی نے نہین پائی"۔ کوئی لکھتا ہے کہ "قرآن ہی کی تعلیم کا یہ اثر ہے
کہ عرب کے رہنے والے ایسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کردیا ہو"۔ متعصب سے متعصب عیسائیون نے

سخت سا سخت متعصب یہ اقرار کرتا ہے کہ "دین مسیحی کی ابتدا سے آنحضرت کے وقت تک بھی حیات روحانی ایسی برانگیختہ نہوئی تھی جیسی کہ اسلام کی تعلیم سے ہوئی"۔ مگر یہ دائم الاثر تاثیر قرآن کی اور یہ غیر زوال پذیر اثر آنحضرت صلعم کی صحبت وہدایت کا اوسی وقت تک مانا جاسکتا ہے جبکہ ہمارے عقائد کے موافق صحابۂ کرام خصوصاً مہاجرین وانصار سب سے اول ایمان لانیوالے۔ اسلام مین پکے۔ اخلاق مین انسانیت کا نمونہ۔ پاک دلی اور نیک نیتی اور راستبازی مین کامل مانے جائین۔ مگر شیعون کے اصول کے مطابق یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ عجیب وغریب انقلاب جو آپ کی صحبت اور ہدایت سے صحابہ کی حالت مین ہوا تھا عارضی تھا۔ اور وہ اثر جو قرآن کی تعلیم نے اونپر کیا تھا ناپایدار تھا۔ وہ دل جو وحی والہام کی برکت سے پاک ہوگئے تھے جلد ارتداد کے لوث سے ملوث ہوگئے۔ اور وہ لوگ جو شمع نبوت کے پروانہ تھے اسلام اور ایمان کو جلد خیرباد کہہ بیٹھے۔ وہ خدائی روشنی جسنے سیکڑون دل روشن کردیے تھے جلد بجھ گئی۔ وہ حجاب نفاق وکفر کا جو اونکے دل سے اوٹھ گیا تھا پھر اونکے دلون پر پڑ گیا۔ اور مشکوۃ نبوت کی وہ شعاعین جو مہاجرین وانصار کے دماغ پر پڑین تھین جلد زائل ہوگئین۔ اور وہ خدائی آواز جو یاران نبوی نے دل کے کانون سے سنی تھی جلد بند ہوگئی۔ ایسی حالت مین مین نہین سمجھتا کہ وہ عظیم اور حیرت انگیز نتیجے جو خدا کے کلام کے بیان کیے جاتے ہین۔ اور وہ عجیب تاثیر آپ کی وعظ وہدایت کی جسکی دنیا مین دھوم ہے کیونکر صحیح سمجھی جائیگی۔ اور اسلام کی وہ خوبی جس کا غلغلہ زمین سے آسمان تک پہونچا کہان باقی رہیگی۔ ھَیْھَاتَ ھَیْھَاتَ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ۝

شیعون کے اس خیال کے مطابق اگر خدا کے کلام کو دیکھین تو معاذاللہ وہ جھوٹا نظر آتا ہے۔ اور جنکے محامد وصفات اوس مین بیان کیے گئے ہین وہ بدترین خلائق پائے جاتے ہین

جب ہم خدا کے کلام پر نظر کرتے ہین تو اوسے اوس خیال کے مطابق پاتے ہین جو صحابہ کرام کی نسبت ہمارا ہے۔ اور اونھین خوبیون سے اونکو متصف پاتے ہین جنکا ہم اونکی نسبت اعتقاد رکھتے ہین۔ ہم دیکھتے ہین کہ کہین خدا اونکے ایمان اور عبادت کی نسبت فرماتا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ٥ کہین اونکی شان مین کہتا ہے سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ کہین اونکی نسبت اپنی رضامندی ان لفظون سے ظاہر کرتا ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا کہین اون کے مصائب اور تکلیف پر صلہ دینے کی بشارت اس طرح سناتا ہے۔ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہین اونکے ایمان کی تصدیق فرماکر اونکو مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ ان لفظون سے فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ٥ کہین اونکی فضیلت تمام انبیا کی امتون پر ان لفظون سے ظاہر فرماتا ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ کہین اونکے مصائب اور تکلیف پر اونھین خلافت کا وعدہ دیکر یون تسلی فرماتا ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ کہین اونکی قلت سے کثرت پر پہونچنے کی ان دل خوش کن لفظون سے تمثیل دیتا ہے كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ کہین اونکی کثرت پر

یدخلون فی دین اللہ افواجاً ہ اور اونکے غلبہ ونصرت پر واثابھم فتحاً قریباً ہ ومغانم کثیرۃ یاخذونھا وکان اللہ عزیزاً حکیماً ہ فرماکر دنیا مین اسلام کی خوبی اور استحکام کا اشتہار دیتا ہے۔
لیکن اگر شیعون کے عقیدے سچ مین اور اونکے خیالات صحابہ کرام کی نسبت صحیح ہین تو ان آیتونکی تکذیب لازم آتی ہے۔ اور اگر یہ صرف اہل بیت کی شان مین سمجھی جاتین۔ یا اونکی نسبت جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انتقال کر گئے تھے۔ یا اونکی شان مین جو حسب عقیدہ شیعہ تحسین سن تک مرتد رہکر پھر امیر المومنین کے شریک ہو گئے تھے۔ تو اوس سے خدا کے کلام مین گویا تحریف معنوی کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ وکیف یجوز لاحد من المسلمین ان یتکلم بمثل ھذا او یبدل کلام اللہ من تلقاء نفسہ۔ ویحرفہ عن موضعہ۔ فیاحسرۃ علیہم ام لا یتفکرون فی ھذہ الآیات الیس فیہم رجل رشید
اور اگر ہم آیات قرآنی اور مذہبی خیالات سے درگذر کرین اور صرف انسانی عقل کو کام مین لائین تو شیعون کے عقیدے کے موافق مذہب اسلام سب مذہبون سے زیادہ کمزور۔ اور اوسکے بانی کے وعظ وہدایت کا اثر دیگر مذاہب کے پیشواؤن کی بہ نسبت زیادہ ضعیف معلوم ہو۔ کیونکہ جب ہم اس بات کو مانین کہ وہ لوگ جنھون نے بلا واسطہ قرآن سنا اور جبرئیل کا آنا دیکھا۔ اور آپکی صحبت کا فیض حاصل کیا۔ اور سب سے اول ایمان لائے۔ اور آپکے بعد بھی ساری عمر اشاعت اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ مین صرف کرتے رہے۔ وہ سب کے سب الا قلیلا منہم اپنے پیشوا کے انتقال فرماتے ہی بدترین افعال کیطرف جھک پڑے۔ اور دیانت وصداقت کے وہ اخلاق جو ہر جس سے اون کے دل مزین اور مزین ہو گئے تھے۔ اونکے سینون سے یک لخت جاتے رہے۔ تو سوا اسکے کیا نتیجہ اس سے ہم نکال سکتے ہین کہ مذہب اسلام جو بہترین مذہب کہا جاتا ہے۔ سب مذہبون مین ذلیل۔ اور امت محمدی جو سب امتون مین افضل سمجھی جاتی ہے۔ دیگر امتون سے بدتر ہے۔ اس لیے کہ جب ہم دوسرے مذہبون پر

نظر کرتے ہین یہان تک کہ بدھ اور یہود اور جین اور پارسی فرقہ کے ابتدائی معتقدین کے حالات
سنتے ہین تو ہم کسی مذہب مین یہ نہین دیکھتے کہ ان مذاہب کے ابتدائی معتقدین نے اپنے پیشواؤن کی ہدایت
اور نصیحت کو اس قدر جلد بھلادیا ہو- اور اونکے احکام سے ایسی سرتابی کی ہو جیسے کہ اسلام کے ابتدائی
ماننے والون کی نسبت حضرات شیعہ بیان کرتے ہین- جب ہم مشرکین اور کفار کے مذہب مین یہ مثال
نہین پاتے- اور اونکے طبقہ اولی کو اپنے رہنما کے بتائے ہوئے رستہ سے ایسا بھٹکتا اور گمراہی کے
قعر مین ایسا گرتا ہوا نہین دیکھتے- اور شیعون کے قول کے موافق اس قسم کی ضلالت اور بد اخلاقی
اور بد اعمالی کو اسلام ہی کے پہلے طبقہ مین پاتے ہین- تو سوا اسکے کیا چارہ ہے کہ اونکے اصول کے
موافق مذہب اسلام کو قدرت کے اس عام قاعدے سے بھی مستثنی سمجھین- اور اوسکے بانی کے
وعظ و ہدایت کو ایسا کمزور و ضعیف مانین کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانون مین سے سوائے تین چار
کے کسی پر وہ اپنا اثر قایم نرکھ سکا اور نہ بجز چند عزیزون اور دوچار اغیار کے کسیکو ارتداد اور رجعت
الی الکفر سے روک سکا- اور یہ وہ باتین ہین کہ مسلمان تو ایک طرف مخالفین اسلام بھی غلط سمجھتے
ہین- اونکو بھی صحابہ کے حالات نے اس کہنے پر مجبور کیا ہے کہ وہ اونکو نہ صرف پکا مومن سمجھین بلکہ
حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے اصحاب وحوارین پر بھی فضیلت دین-

اگر کوئی شخص اون تحریرون کو دیکھے جو منکرین نبوت نے باوجود انکار نبوت کے اسلام کی
نسبت اور صحابہ کرام کی متعلق کی ہین تو بے اختیار اوسکے دل سے یہی آواز نکلے گی کہ اون مسلمانون سے
جو صحابہ کو مرتد و کافر و منافق سمجھتے ہین وہی زیادہ منصف اور سمجھدار ہین جو صحابہ کی نسبت غیر متعصبانہ
رای ظاہر کرتے ہین- دیکھو سر ولیم میور ایسے متعصب عیسائی کیا لکھتے ہین- اور واقعات نے اونکو کس چیز
کی تحریر پر مجبور کیا ہے- وہ اپنی کتاب لیف آف محمد- کی جلد دوم مین لکھتے ہین- کہ "ہجرت سے
تیرہ برس پہلے مکہ ایک ذلیل حالت مین بے جان پڑا تھا- مگر اون تیرہ برسون مین کیا ہی اثر عظیم پیدا ہوا

فضیلت صحابہ باعتراف سرولیم میور

کہ سیکڑون آدمیونکی جماعت نے بت پرستی چھوڑکر خداے واحد کی پرستش اختیار کی - اور اپنے
اعتقاد کے موافق وحی الٰہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہوگئے - اوسی قادر مطلق سے بکثرت و بشدت
دعا مانگتے - اوسکی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے - اور حسنات و خیرات اور پاکدامنی اور انصاف
کرنے مین بڑی کوشش کرتے تھے - اب اونھین شب و روز اوسی قادر مطلق کی قدرت کا خیال
تھا - اور یہ کہ وہی رزاق ہماری ادنی حوائج کا بھی خبر گیران ہے - ہر ایک قدرتی اور طبعی عطیہ مین ہر ایک امر
متعلقہ زندگانی مین - اور اپنی خلوت و جلوت کے ہر ایک حادثے اور تغیر مین - اوسیکے ید قدرت کو
دیکھتے تھے - اور اس سے بڑھکر اس نئی روحانی حالت کو جسمین خوشحال او چمکنان رہتے تھے - خدا کے
فضل خاص و رحمت با اختصاص کی علامت سمجھتے تھے - اور اپنے کور باطن اہل شہر کے کفر کو خدا کے
تقدیر کیے ہوے خیرالابالی ان کی نشانی جانتے تھے - محمد کو جو اونکی ساری امیدون کے ماخذ تھے اپنا
حیات تازہ بخشنے والا سمجھتے تھے - اور اونکی ایسی کامل طور پر اطاعت کرتے تھے - جو اونکے رتبۂ عالی کے
لائق تھی - ایسے تھوڑے ہی زمانہ مین مکہ اس عجیب تاثیر سے دو حصون مین منقسم ہوگیا تھا - جو بلا لحاظ
قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے درپے مخالفت و ہلاکت تھے - مسلمانون نے مصیبتون کو تحمل و
شکیبائی سے برداشت کیا - اور گو ایسا کرنا اونکی ایک مصلحت تھی مگر تو بھی ایسی عالی ہمتی کے
بردباری سے وہ تعریف کے مستحق ہین - ایکسو مرد اور عورتون نے اپنا گھربار چھوڑا لیکن
ایمان عزیز سے اپنا موںھہ نہ موڑا - اور جب تک کہ یہ طوفان مصیبت فرو ہووے حبش کو ہجرت
کر گئے - پھر اس تعداد سے بھی زیادہ آدمی کہ اونمین نبی ہی شامل تھے اپنے عزیز شہر اور مقدس کعبہ
کو جو اونکی نظر مین تمام روے زمین پر سب سے زیادہ مقدس تھا چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر آئے -
اور یہان بھی اوسی جادو بھری تاثیر نے دو یا تین برس کے عرصہ مین ایک برادری واسطے
اُن لوگون کے جو نبی اور مسلمانون کی حمایت مین جان دینے کو مستعد ہوگئے تیار کر دی :-

خلفائے محمدی کی نسبت شہادت گاڈفری ہگنس مورخ نصرانی

ایک دوسرا عیسائی فاضل گاڈفری ہگنس اپنی کتاب موسومہ ''اپالوجی فار محمد'' مین لکھتا ہے
کہ ''باوجودیکہ محمد اور عیسیٰ کی ابتدائی سوانح عمری مین ایسے حالات ہین جنمین عجیب مشابہت پائی جاتی
ہے۔ لیکن بہت سے ایسے ہین جنمین بالکل اختلاف ہے۔ مثلاً عیسیٰ کے اول بارہ مریدون کو نہایت
یافتہ وکم رتبہ مانا گیا ہے۔ بخلاف محمد کے اول مریدون کے کہ بجز اوسکے غلام کے سب لوگ بڑے
ذی وجاہت تھے۔ اور جب وہ خلیفہ اور افسر فوج اسلام ہوے تو اوس زمانہ مین جو کچھ اونھون نے
کام کئے اونسے ثابت ہوتا ہے کہ اونمین اول درجہ کی لیاقتین تھین۔ اور غالباً ایسے نہ تھے
کہ آسانی دھوکہ کھاجاتے۔ عیسیٰ کے اول مریدونکی کم رتبگی کو موشیم صاحب دین عیسائی
کی خوبی سمجھتے ہین۔ مگر سچ پوچھو تو مین مجبوری مقر ہون کہ اگر لاک اور نیوٹن جیسے اشخاص
مذہب عیسوی کے اول محققین مین سے ہوتے تو مجکو بھی اطمینان کامل ویسا ہی ہوتا۔
پس اس سے ثابت ہے کہ ایک ہی شے مختلف شخصون کو کیسی مختلف معلوم ہوتی ہے۔
بڑے مشہور مورخ گبن نے بیان کیا ہے کہ پہلے چارون خلیفون کے اطوار یکسان
صاف اور ضرب المثل تھے۔ اونکی سرگرمی و دلداری اخلاص کے ساتھ تھی۔ اور ثروت واختیار پاکر
بھی اونھون نے اپنی عمرین ادائے فرائض اخلاقی و مذہبی مین صرف کین۔ یہی لوگ محمد کے
ابتدائی جلسہ کے شریک تھے جو پیشتر اس سے کہ اوسنے اقتدار حاصل کیا یعنی تلوار پکڑی اوسکے
جانب دار ہوگئے۔ یعنی ایسے وقت مین کہ وہ ہدف آزار ہوا اور جان بچاکر اپنے ملک سے چلا گیا۔
اونکے اول ہی اول تبدیل مذہب کرنے سے اونکی سچائی ثابت ہوتی ہے۔ اور دنیا کی سلطنتون کے
فتح کرنے سے اونکی لیاقت کی قوت معلوم ہوتی ہے۔''
اس صورت مین کوئی یقین کرسکتا ہے؟ کہ ایسے شخصون نے ایذائین سہین اور اپنے
ملک سے جلاوطنی گوارا کی اور اس سرگرمی سے اوسکے پابند ہوے۔ اور یہ سب امور ایک ایسے

شخص کی خاطر ہوئے ہون جسمین ہر طرح کی برائیان ہون! و اوس سلسلہ فریب اور سخت عیاری کے لئے ہون جو اونکی تربیت کے بھی خلاف ہو۔ اور اونکی ابتدائی زندگی کے تعصبات کے بھی مخالف ہو۔ اسپر یقین نہین ہو سکتا یہ خارج از حیطۂ امکان ہے۔"

"عیسائی اس بات کو یاد رکھین تو اچھا ہو کہ محمد کے مسائل نے اس درجہ نشۂ دینی اوسکے پیرون مین پیدا کیا کہ جسکو عیسی کے ابتدائی پیرووں مین تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ اور اوسکا مذہب اوس تیزی کے ساتھ پھیلا جسکی نظیر دین عیسوی مین نہین چنانچہ نصف صدی سے کم مین اسلام بہت سے عالیشان اور سر سبز سلطنتون پر غالب آگیا۔ جب عیسی کو سولی پر لیگئے تو اوس کے پیرو بھاگ گئے۔ اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجے مین چھوڑ کر چلدیے۔ اگر بالفرض اوسکے حفاظت کرنیکی اونکو ممانعت تھی تو اوسکی تشفی کے لیے تو موجود رہتے۔ اور صبر سے اوسکے اور اپنے ایذا رسانون کو دھمکاتے۔ برعکس اوسکے محمد کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد و پیش رہے اور اوس کے بچاؤ مین اپنی جانین خطرے مین ڈالکر کل دشمنون پر اوسکو غالب کردیا۔"

انتہی قولہ

کیسی حالت بدل جائے اور کس قدر اصلاح مذہبی حالات مین حضرات امامیہ کے ہوجائے اگر وہ اس بات کو یاد رکھین جسکے یاد رکھنے کی نصیحت یہ عیسائی مورخ اپنے بھائی عیسائیون کو کرتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے اصحاب حضرت عیسیٰ کے حواریون سے زیادہ دل کے قوی۔ اور ایمان مین زیادہ پکے۔ اور اخلاص مین زیادہ ثابت۔ اور اپنے نبی کی حفاظت مین جان کے قربان کرنے والے تھے۔ مگر افسوس کہ وہ ان تاریخی واقعات کو جسے منکرین اسلام تک مانتے ہین نہین مانتے۔ اور اسلام کے اون نتائج سے جس سے اوسکی عظمت اور صداقت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے انکار کرتے ہین۔

سر ولیم میور پھر اپنی کتاب لیف آف محمد مین جہان اونھون نے حضرت عیسیٰ کے حواریین اور مہاجرین و انصار کے حالات کا مقابلہ کیا ہے لکھتے ہین کہ "جس زمانے تک مقابلہ کرنا ممکن ہے اوس مین

تکلیفات کی برداشت کرنے اور دنیاوی لالچون کے قبول نکرنے مین دونو (حضرت مسیح اور آنحضرت) برابر
ہین۔ لیکن محمد کے تیرہ برس کے موعظہ نے بمقابلہ کل زمانۂ زندگی مسیح کے ایک ایسا انقلاب پیدا کیا جو ظاہر
مین لوگون کی نظر مین بہت بڑا معلوم ہوتا ہے۔ مسیح کے تمام پیرو خوف کی آہٹ معلوم ہوتے ہی بھاگ گئے۔
اور ہمارے خداوند کی تعلیم نے اون پانسو آدمیون کے دل پر جنھون نے اونکو دیکھا تھا خواہ کیسا ہی گہرا اثر
پیدا کیا ہو۔ مگر ظاہر مین اوسکا کچھ نتیجہ دکھائی نہین دیا۔ اونمین سے کسی نے بھی اپنی خوشی سے اپنا گھر نہین
چھوڑا۔ اور نہ سیکڑون نے مسلمانون کیطرح بالاتفاق مہاجرت اختیار کی۔ اور نہ ویسا پرجوش ارادہ ہی
کسی سے ظاہر ہوا۔ جیسا کہ ایک غیر شہر (یثرب) کے نومسلمون نے اپنے خون کے عوض اپنے پیغمبر کے
بچانے مین کیا"

یہ چند روایتین کہ اوپر ہمنے نقل کین وہ عام مہاجرین و انصار اور اصحاب نبوی کی نسبت تھین۔
اب ہم بالتفصیل اوس رائے کو بیان کرتے ہین جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کی نسبت سر ولیم میور
نے ظاہر کی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کی نسبت وہ اپنی کتاب موسومہ ارلی خلافت مین یہ لکھتے ہین۔

"آخری دم تک ابو بکر کے دل و دماغ کی صفائی اور طاقت کا مطلع مکدر نہونے پایا۔ جیسا کہ
ہم ذکر کر چکے ہین۔ انھون نے اپنی زندگی کے آخری دن بار یابی دی۔ اور معاملات کی نازک صورت کو
جانچکر عمر کو حکم فرمایا کہ جس قدر جلد ممکن ہوسکے ایک دستہ فوج تیار کرکے جانب عراق روانہ کرین
۔ بیماری کی حالت مین زندگی کی بے ثباتی اور ناپائداری زینت کے متعلق ان اشعار کا مضمون اونکی
زبان پر جاری رہا۔ (یہ ترجمہ سر ولیم میور کی کتاب سے انگریزی اشعار کا نظم مین کیا گیا ہے) ؎

کون ایسا ہے یہان جو حشمت و مال و متاع	اپنے وارث کو نہین جاتا ہے چھوڑ انجام کار
ایکدن اوس شخص کا بھی مال لوٹا جائیگا	جسنے ہو کر بے دھڑک کی ہے بہت سی لوٹ مار
لوٹکر آجائے گا اکدن سفر سے بالضرور	گر مسافر نے سفر کوئی کیا ہے اختیار

موت کے رستہ سے لیکن لوٹنا ممکن نہین	سخت جان فرسا ہے اور ہیبت بھرا یہ رہگذر

ایک شخص نے جو آپ کے بستر مرگ کے پاس بیٹھا ہوا تھا زمانہ جاہلیت کے ایک شاعر کے کچھ اشعار مناسب حال پڑھے۔ آپ ناراض ہوے اور فرمانے لگے کہ ایسا مت کہو بلکہ یون کہو وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۝ آخری کام جو اونھون نے کیا وہ یہ تھا کہ عمر کو اپنے پاس بلایا اور اونھین ایک طول طویل نصیحت کی۔ اور فرمایا کہ یہ میری آخری وصیت ہے کہ درشتی اور سختی کو نرمی اور لینت کے ساتھ ملاے رکھنا۔ تھوڑی دیر کے بعد اونپر غشی کا عالم طاری ہونے لگا۔ اور نزع کے وقت کو قریب پہونچتا دیکھکر ان الفاظ کو زبان پر لاکر جان بحق تسلیم ہوے۔ یا اللہ اسلام پر کر کے مجھ سچا مومن مرون۔ یا اللہ مجھے اُن لوگون کے گروہ مین اوٹھا جنکو تو نے برکت بخشی ہے۔

ابوبکر نے دو برس اور تین مہینے عہد حکومت کے بعد ۲۲۔ اگست ۶۳۴ء کو رحلت فرمائی۔ آپ کی خواہش کے بموجب غسل میت اونھین اونکی بی بی اسما اور آپکے بیٹے عبدالرحمن نے دیا۔ تکفین آپکی اونھین کپڑون مین ہوئی جو وفات کے وقت وہ پہنے ہوے تھے۔ کیونکہ اونھون نے فرمایا تھا کہ نئے کپڑے زندون کے لیے موزون ہین اور پرانے کپڑے جسم بے جان کے لیے جسے کرمونکا طعمہ ہونا ہے۔ جن اصحاب نے رسول اکرم کے جنازے کو کندھا دیا تھا وہی ابوبکر کے جنازہ بردار ہوے۔ اونھین اوسی مزار مین دفن کیا جسمین رسول اللہ آرام فرما تھے خلیفہ مغفور کا سر اپنے آقا کے بازو کے برابر تکیہ زن تھا عمر نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ جنازہ کو بہت دور جانا نہین تھا۔ صرف مسجد نبوی کا صحن طے کرنا تھا۔ کیونکہ ابوبکر نے اوسی مکان مین انتقال فرمایا جو رسول اللہ نے اونکے رہنے کے لیے اپنے مکان کے سامنے تجویز فرمایا تھا۔ اور جہان سے مسجد نبوی کے کشادہ صحن پر نگاہ پڑتی تھی۔ ابوبکر نے اپنی خلافت کے زمانیکا اکثر حصہ اسی مکان مین بسر کیا۔ رسول اللہ کی وفات کے بعد چھ مہینے تو البتہ پہلے کیطرح زیادہ تر سنح مین

ملے اور ان کی بیوی موت کی تحقیق [illegible]

انکا قیام رہا جو مدینے کے نواح مین واقع ہے - یہان پر انکا مسکن ایک سادہ سا مکان تھا جو کھجور کے تختون سے بٹا تھا - اس مکان مین وہ اپنی بی بی حبیبہ کے اعزہ واقارب کے ساتھ رہتے تھے - حبیبہ سے انکی شادی اوسوقت ہوئی جبکہ وہ مدینے مین تشریف لائے تھے - انکی وفات پر انکی یہ بی بی حمل سے تھین اور کچھ تھوڑے عرصہ بعد انکے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی -

ہر صبح ابوبکر سوار ہوکر یا پیادہ پا مسجد نبوی کیطرف جہان رسول اللہ اپنی حین حیات مین فرمان روا رہے تشریف لیجاتے تھے تاکہ امور مملکت کو انجام دین - اور انکی غیر حاضری مین عمر انکے قائم مقام ہوتے تھے - ہان جمعہ کے دن جبکہ کوئی خطبہ یا وعظ کہنا ہوتا تھا تو وہ دوپہر تک گھر مین رہتے تھے - اس دن وہ اپنے سر اور داڑھی کو خضاب لگاتے تھے - اور لباس کے پہننے مین ذرا زیادہ احتیاط اور صفائی کو مدنظر رکھتے تھے - اس سیدھے سادے مکان مین اپنے اوائل عمر کی سادگی اور روکھی پھیکی طرز زندگی کو مرعی رکھا - گھر کی بکریون کے لیے چارہ آپ خود لاتے تھے - اور اونکا دودھ آپ خود دوہتے تھے - اول اول تو آپنے اپنی خانگی اخراجات کے کفالت کے لئے تجارت کا سلسلہ جاری رکھا مگر جب آپکو معلوم ہوا کہ ایسا کرنے سے انتظام سلطنت مین فرق آتا ہے - آپ نے اور سب کامون کو چھوڑ دیا اور اپنے گھر کے خرچ کے لیے چھ ہزار درہم سالانہ کی رقم قبول کرنا منظور فرمالیا -

چونکہ سنح مسجد نبوی سے بہت فاصلے پر واقع تھا اور مسجد نبوی مین رسول اللہ کے زمانہ سے سلطنت کے امور طے ہوتے چلے آتے تھے اس لیے آپ نے یہان نقل مکان کرلیا - اور ساتھ ہی بیت المال کو بھی یہین لے آئے - اسلام کا بیت المال اون دنون مین نہایت سادہ سا ہوتا تھا - نہ تو اوسکے لئے پہرہ اور چوکیدار کی ضرورت ہوتی تھی - نہ حساب کے دفتر کی احتیاج - خراج کی آمدنی غربا مین تقسیم کردیجاتی تھی یا سامان جنگ اور اسلحہ پر صرف

ہوتی تھی مال غنیمت اور سونا چاندی خواہ وہ گانون سے آتا خواہ اور کہین سے آتے ہی یا آنیکے بعد دوسری صبحکو تقسیم کردیا جاتا۔ اس تقسیم مین سب کا حصہ برابر ہوتا تھا۔ نومسلم اور دیرینہ مسلم ذکور واناث غلام و احرار سب مساوی حصہ کے مستحق تھے۔ بیت المال اسلام پر ہر مومن عرب کا ایک سا دعوی ہوتا تھا۔ جب کوئی یہ کہتا کہ اسلام پہلے قبول کرنیکے باعث مجھے ترجیح حاصل ہے اور اسلئے مجھے زیادہ حصہ ملنا چاہیے تو ابوبکر فرماتے کہ یہ اللہ کا کام ہے۔ اللہ ہی اون لوگون کو جنھون نے ترجیح حاصل کی ہے دوسری دنیا مین نیک اجر عطا فرماے گا۔ یہ انعام واکرام محض موجودہ زندگی سے علاقہ رکھتے ہین۔ آپکی وفات پر عمر نے بیت المال کو کھلوایا تو معلوم ہوا کہ صرف ایک دینار باقی ہے جو شاید باتفاق تھیلیون مین سے گر پڑا تھا۔ یہ دیکھکر سب کے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ اور اونھون نے آپ کے لئے دعاء مغفرت مانگی اور برکت بھیجی۔ آپ نے بیت المال مین سے جو کچھ بطور وظیفہ لیا تھا اوسے بھی آپکی کانشینس نے روا نہ رکھا۔ لہذا وفات کے وقت آپ نے حکم صادر فرمایا کہ بعض حصص اراضی جو میری ملکیت سے ہین فروخت کیجائین اور جو قیمت وصول ہو اوسمین سے بقدر اوس رقم کے جو مین نے بیت المال مین سے لیا ہے بیت المال مین واپس داخل کردیا جاے۔

ابوبکر کی طبیعت نہایت ہی حلیم اور نرم واقع ہوئی تھی۔ عمر کا قول تھا کہ ایسا اور کوئی شخص نہین جسپر لوگ اپنی جان اس شوق سے نثار کردینگے جیسی ابوبکر پر۔ آپ یہانتک نرم دل تھے کہ لوگون نے آپ کو "ٹھنڈی سانس بھرنے والا" کا خطاب دے رکھا تھا۔ باستثناء ایک دفعہ کے جبکہ آپنے ایک مفسد قزاق کو آگ مین جلوادیا اور جسکا آپ کو ہمیشہ افسوس رہا اور کوئی بے رحمی آپ سے کبھی ظہور مین نہین آئی۔

ابوبکر کی زندگی دربار مین بھی اسی سادگی اور قناعت کے رنگ مین رنگی ہوئی تھی جیسے حضرت محمد کی۔ آپ کے دربار پر یہ مصرعہ صادق آتا تھا ؏ گیرودار حاجب و دربان درین درگاہ نیست

تزک و احتشام اور عظمت و شان جو درباروں کے ساتھ لازمی طور پر وابستہ ہوا کرتے ہیں انکے دربار میں نام کو نہ تھے - امور مملکت کے طے کرنے میں وہ نہایت مستعد اور سرگرم تھے - وہ اکثر راتوں کو اکیلے نکل جایا کرتے تاکہ محتاجوں اور ستم رسیدوں کی حاجت برآری اور شنوائی کریں - اور عمر نے ایکدفعہ انھیں ایک اندھی غریب بیوہ کا پرسان حال پایا جسکی حاجت برآری کے لئے خود تشریف لائے تھے - محکمہ عدالت عمر کے سپرد کیا گیا - مگر روایت ہے کہ سال بھر کے عرصے میں مشکل سے دو مدعی بھی مقدمہ کے لئے نہیں آئے - ریاست کی مہر پر الفاظ نعم القادر اللہ کندہ تھے - خط و کتابت کا کام علی کے سپرد تھا - اور ابوبکر زید (رسول اللہ کے میر منشی اور جامع قرآن) اور عثمان سے یا کسی اور اہل قلم سے جو وقت پر پاس ہوتا مدد لے لیا کرتے تھے - اعلی عہدوں اور اعلی فوجی خدمتوں کے لئے اپنے نائبوں کے انتخاب میں آپ نے کبھی طرفداری یا رعایت کو مد نظر نہیں رکھا - اور چال چلن کے اندازہ لگانے میں انکی رائے ہمیشہ سلیم اور صائب ہوتی تھی -

ابوبکر میں عزیمت اور استقلال کی کچھ کمی نہیں ہوتی تھی - اسامہ کے زیر کمان فوج روانہ کرنا اور مشرک قوموں کے برخلاف مدینے کو محفوظ رکھنا اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ آپ تن تنہا تھے اور چاروں طرف گویا ایک کالی گھٹا چھا رہی تھی اوس جرأت اور عزم کا شاہد ہے جو فتنہ و فساد کی آگ بجھانے اور بغاوت کے فرو کرنے میں بہ نسبت کسی بات کے زیادہ کارآمد ثابت ہوا ابوبکر کی قوت کا راز وہ ایمان راسخ تھا جو آپ حضرت محمد پر لائے تھے - آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خلیفۂ خدا مت کہو میں رسول خدا کا خلیفہ ہوں - آپ کو ہمیشہ یہی سوال مد نظر رہتا تھا کہ حضرت محمد کا کیا حکم تھا؟ یا اسوقت وہ ہوتے تو کیا کرتے؟ اس سوال کے جواب پر عمل کرتے وقت وہ سرمو تجاوز نفرماتے تھے - اور اسطرح پر آپ نے شرک اور بت پرستی کو پامال کر دیا - اور اسلام کی بنیاد استوار قایم فرمائی - آپ کا عہد مختصر تھا مگر رسول اللہ کے بعد اور کوئی ایسا نہیں ہوا جس کا اسلام کو ان سے زیادہ

ممنون اور مرہون احسان ہونا چاہیے۔ چونکہ ابوبکر کے دل میں رسول اکرم کا اعتقاد نہایت راسخ طور پر متمکن تھا
اور یہی عقیدہ خود رسول اکرم کے خلوص اور سچائی کی ایک زبردست شہادت ہے لہذا مین نے آپ کی حیات
وصفات کے تذکرہ کے لیے کچھ جگہ زیادہ وقف کی ہے۔ اگر حضرت محمد کو ابتدا سے اپنے کذاب ہونے کا یقین ہوتا
تو وہ کبھی ایسے شخص کو دوست اور عقیدتمند نہ بنا سکتے۔ جو نہ صرف دانا اور ہوشمند تھا بلکہ سادہ مزاج اور صفائی
پسند بھی تھا۔ ابوبکر کو نفسانی عظمت و شوکت کا کبھی خیال نہیں آیا۔ انھیں شاہانہ اقتدار حاصل تھا
اور وہ بالکل خودمختار تھے مگر وہ اس طاقت و اقتدار کو صرف اسلام کی بہتری اور کافۂ انام کے فائدہ
پہونچانے میں عمل میں لایا کیے۔ انکی ہوشمندی اس امر کی مقتضی نہ تھی کہ خود فریب کھائیں۔ اور وہ خود
ایسے متدین تھے کہ کسیکو دھوکا ندے سکتے تھے۔" انتہی قولہ

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسبت سر ولیم میور یہ لکھتے ہیں۔

"۲۶ ذی الحجہ ۲۳ سنہ ہجری کو عمر نے ساڑھے دس سال کی عہد حکومت کے بعد انتقال فرمایا۔
رسول اللہ کے بعد سلطنت اسلام میں سب سے بڑے شخص عمر تھے۔ کیونکہ یہ انھیں کی دانائی و استقلال کا
ثمرہ تھا کہ ان دس سال کے عرصے میں شام مصر اور فارس کے علاقے جنپر اوس وقت سے اسلام کا
قبضہ رہا ہے تسخیر ہوگئے۔ ابوبکر نے مشرک اقوام کو مغلوب تو کرلیا تھا لیکن اونکے عہد میں افواج
اسلام صرف شام کی سرحد تک ہی پہونچین تھین۔ عمر جب مسند خلافت پر بیٹھے تو اس وقت
انکے قبضہ مین صرف عرب تھا مگر جب آپنے انتقال فرمایا تو آپ ایک بڑی سلطنت کے خلیفہ تھے
جو فارس۔ مصر۔ شام۔ باشائن اپنے سلطنت کے بعض نہایت ہی زرخیز اور دلکشا صوبون پر
مشتمل تھی۔ مگر باوجود ایسے عظیم الشان سلطنت کے فرمان روا ہونیکے آپ کو کبھی اپنی فراست اور
قوت فیصلہ کی متانت کے میزان مین پاسنگ رکھنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ آپ نے سردار عرب
کے سادہ اور معمولی لقب سے کسی زیادہ عظیم الشان لقب سے اپنے آپ کو ملقب نہیں کیا۔ دور دراز

صوبون سے لوگ آتے اور مسجد نبوی کے صحن کے چارون طرف نظر دوڑا کر استفسار کرتے کہ خلیفہ کہان ہین حالانکہ شاہنشاہ یعنی خلیفہ سادہ لباس مین اونکے سامنے بیٹھے ہوتے تھے۔

عمر کی سوانح عمری کا نقشہ کھینچنے کے لیے صرف چند خطوط کی ضرورت ہے۔ سادگی اور پابندی فرائض انکے اصول کے اعلی ارکان تھے۔ اپنی اہم خدمت کے بجالانے مین کسیکی رعایت نرکھنا اور سرگرمی سے کام لینا آپ کا خاصہ ہوگیا تھا۔ اور اوس بڑی جوابدہی کا بار آپ کو ایسا گران معلوم ہوتا تھا کہ بسا اوقات آپ فرماتے کہ ع کاشکے مادر نزادے مرمرا ❋ اے کاش بجاے اسکے مین گھانس کا تنکا ہوتا۔

آپ کا مزاج ناصبور اور جلد مشتعل ہوجانے والا تھا۔ اور ایام جوانی مین بلکہ رسول اللہ کی زندگی کے آخری حصہ مین بھی آپ انتقام کے سخت مؤید اور حامی خیال کیے جاتے تھے۔ تلوار کو نیام سے نکالنے کے لیے آپ ہروقت طیار رہتے تھے۔ اور آپ ہی نے جنگ بدر کے خاتمے پر یہ صلاح دی تھی کہ تمام قیدیون کو تہ تیغ کیا جاے۔ لیکن عمر اور رتبہ نے انکے مزاج کی تندی اور درشتی کو مبدل بحلم کردیا تھا۔ عدل اور انصاف انمین بکسان تھا۔ اور سواے اُس سلوک کے جو آپنے غیر فیاضانہ اشتعال کے ساتھ خالد سے کیا اور وہ بھی اس لئے کہ آپ کو خالد کی وہ نامعقول حرکت جو اوس سے ایک مغلوب دشمن سے بدسلوکی کرنے مین سرزد ہوئی نہایت قابل نفرین معلوم ہوتی اور کسی ایسے فعل کا آپ سے ظہور مین آنے کا پتا نہین چلتا جس سے بے انصافی یا ظلم مترشح ہو۔

فوج کے سردارون اور گورنرون کا انتخاب آپنے بلا رو و رعایت کیا۔ اور مغیرہ اور عمار کو چھوڑ کر باقی سب کا تقرر نہایت مناسب اور موزون ہوا۔ سلطنت کی متفرق قومین اور جماعتین جو مختلف الاغراض اور مختلف المقاصد تھین آپکی قوت اور دیانت پر کامل بھروسہ رکھتی تھین۔ اور آپ کے تنومند بازو نے قانون کے قواعد کو جاری اور سلطنت کو نہایت عمدگی سے سنبھالے رکھا۔

بصرہ اور کوفہ کی مخاصمت آئین مقامات کے گورنرون کے تغیر و تبدل مین البتہ آپ کی کچھ کمزوری

ظاہر ہوتی ہے لیکن پھر بھی بدوون اور قریش کی متضاد دعاوی پر آپ نے ایک دباو ڈالے رکھا۔ اور اونھون نے اسلام مین آپ کی حین حیات مین کبھی فتنہ برپا کرنیکی جرأت نکی۔ صحابہ مین سے جو زیادہ ممتاز تھے اونھین آپ اپنے پاس مدینے مین رکھتے تھے۔ جسکی وجہ کچھ تو بلا شبہہ یہ تھی کہ صلاح و مشورہ سے آپ کو تقویت دین اور کچھ اسلئے (جیسا کہ آپ کا قول تھا) کہ مین نہین چاہتا کہ انکو اپنے سے کم رتبہ دیکر انکی شان و عزت مین فرق لاؤن۔

ہاتھ مین تازیانہ لیکر آپ مدینے کی گلیون اور بازارون مین پھرا کرتے۔ اور جو قصوروار ہوتا اوسے وہین سزا دیتے یہ بات ضرب المثل ہوگئی تھی کہ عمر کا تازیانہ دوسرے کی تلوار سے زیادہ خوفناک ہے۔ مگر باین ہمہ آپ نہایت نرم دل تھے۔ اور بے تعداد واقعات آپکے حلم اور مہربانی کے مذکور ہین مثلاً بیوا اور یتیمون کی حاجت براری کرنا۔ ایک مثال ہم یہان درج کرتے ہین۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ قحط کے سال مین عرب مین سفر کر رہے تھے۔ آپ کا گذر ایک غریب نادار عورت پر ہوا۔ جو بچون کو لئے چولھے کے پاس بیٹھی تھی اور بچے بھوک کے مارے بلبلا رہے تھے۔ چولھے پر ایک خالی ہنڈیا بچون کی تسلی کے لیے بیچاری عورت نے چڑھا رکھی تھی۔ عمر نے جب یہ دیکھا تو آپ بھاگتے ہوے دوسرے گانون مین گئے گوشت اور روٹی لائے گوشت خود ہنڈیا مین چڑھایا اور خوب سا کھانا پکا کر بچون کو کھلایا اور اونھین ہنستا کھیلتا چھوڑکر تب آگے روانہ ہوے" انتہی قولہ

مجھے امید ہے کہ ناظرین حق پسند ان تحریرون کو دیکھکر تسلیم کرینگے کہ واقعات نے عیسائیون تک کو اسلام کی تعریف اور صحابہ کرام کے مکارم اخلاق اور محامد و صفات کے ظاہر کرنے پر مجبور کیا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ خود اسلام کے مدعی ان واقعات سے انکار کرین اور عموماً صحابہ کرام کو اسلام اور اخلاص سے بے بہرہ بتائین۔ افسوس انسان کیسا ہی دانشمند اور عالم ہو مگر مذہبی تعصب اور آبائی تقلید اوسکو سچ بات کے قبول کرنے اور کم سے کم اوسکے اقرار کرنے سے ہمیشہ مانع ہوتی ہے۔ آفتاب کو دیکھتے ہین کہ روشن ہے مگر اوسکا اقرار

نہین کرتے - آنکھون پر کچھ ایسا پردہ پڑجاتا ہے کہ اوسے دیکھتے ہی نہین - بعینہ یہی حال حضرات امامیہ کا ہے کہ صحابہ کا اسلام اور اونکا اخلاص آفتاب نیمروز کیطرح روشن ہے - قرآن آوازبلند اوسکا اشتہار دے رہا ہے - اسلام کے دشمن تک اوسکی تصدیق کررہے ہین - مگریہ وہ ہین کہ اپنے تعصّب اور ضد پر قائم ہین - اور ایک لاکھ چودہ ہزار اصحاب نبوی کے مرتد اور منافق کہنے مین سرگرم بلکہ اوسپر نازان ہین -

کیا اسلام کی بنیاد صرف اس بات سے مضبوط اور مستحکم مانی جاسکتی ہے کہ تیئیس برس کی مدت مین جو کوشش رسول خدا صلعم نے ایمان اور اخلاق کی تعلیم پر فرمائی - اور جس خدائی قوت اور آسمانی مدد سے آپنے لوگون کو ہدایت کی اوسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آپنے اپنی وفات کے بعد قریب سوالاکھ آدمیون کے اسلام کے نام لینے والے چھوڑے مگر اونمین چند عزیزون کے سوا چار آدمیونسے زیادہ کوئی سچا مسلمان اور رکا مومن اور دل سے خدا اور رسول کا ماننے والا اور اونکے حکمون پر چلنے والا نہ تھا - باقی نہ صرف منافق اور ایمان سے بے بہرہ تھے بلکہ ایسے ظالم - سفاک - سنگدل - بے رحم تھے کہ آپکے وفات فرماتے ہی سب نے اوسی سردار کے گھر کو لوٹنا شروع کیا جسکے سایۂ عاطفت مین پرورش پائی تھی - اور اوسیکی اولاد پر ظلم وستم کرنے لگے جن سے محبت رکھنا اور جنکی اطاعت کرنے کا اونھون نے بارہا اقرار اور دعوی کیا تھا - اور ظلم بھی ایسے کئے کہ کبھی چشم فلک نے نہ دیکھے تھے - اس قسم کے خیالات سے جو خود مسلمانونکا ایک فرقہ رکھتا ہے منکرین نبوت کو اس بات کے کہنے کا موقع ملیگا کہ رسالت کا مقصود صرف دنیاوی سلطنت کا قائم کرنا تھا اور لوٹ مار کی طمع اور امارت اور ریاست کی حرص نے ایک گروہ خودغرض بدنفس طامع اور حریصون کا اوسکے بانی کے ارد گرد جمع کردیا تھا - اون ہزارون آدمیون کے دلون پر جو رات دن پیغمبر خدا صلعم کی صحبت مین رہتے تھے نہ قرآن کی تعلیم کا کچھ اثر ہوا تھا - نہ خدا کے رسول کے وعظ ونصیحت نے اونپر کچھ تاثیر کی تھی - نہ بانی اسلام اور اسلام کے ماننے والون مین کوئی رشتہ اخلاص واطاعت اور ایمان اور محبت کا جیسا کہ کسی سچے پیغمبر اور اوسکے ایمان لانیوالون مین ہوتا ہے قائم تھا - بلکہ دونون

اپنے اغراض کے حاصل کرنے مین سرگرم اور مستعد تھے اور دو مختلف اور متناقض قوتین اپنے اپنے مقاصد کے پورا کرنے مین کام کرتی تھین - سردار تو یہ چاہتا تھا کہ جو سلطنت اور ریاست اوسکی قوت بازو سے قائم ہو وہ اوسیکے گھر مین رہے کسی دوسرے کا اوس پر تسلط نہونے پاوے - اور اوسکے ساتھی اس فکر مین تھے کہ اونکی محنت اور کوشش کا صلہ خود اونکو حاصل ہو اور ریاست کی مسند پر اپنے سردار کے بعد خود قابض ہون -

میرا یہ کہنا حقیقت مین نہ مبالغہ [illegible] شیعون کے عقائد پر بیجا الزام لگانا بلکہ اون واقعات اور حالات سے جنکو حضرات امامیہ سچ سمجھتے اور جن پر اونکے مذہب کی بنیاد قائم ہے یہی نتیجہ نکلتا ہے - اونکے خیال کے موافق سوا اسکے اور کیا بات معلوم ہوتی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو بعثت کے روز سے وفات کے وقت تک یہ تھی کہ جناب امیر اونکے بعد خلیفہ ہون اور الی یوم القیام نسلاً بعد نسل وبطناً بعد بطن دینی اور دنیاوی سلطنت پر انھین کے خاندان کا قبضہ رہے چنانچہ شیعون کے اعتقاد کے موافق اس آرزو کو آپنے طرح طرح سے ظاہر کیا اور اسکے لئے کوئی دقیقہ سعی اور کوشش کا اوٹھا نہ رکھا - کوئی موقع خلوت مین اور جلوت مین سفر مین اور حضر مین - صلح مین اور جنگ مین - صحت مین اور بیماری مین - ایسا نہین چھوڑا جس مین اپنی یہ خواہش اشارۃً یا صراحۃً ظاہر نفرمائی ہو - اور خدا کے احکام اور اوسکے پیام اسکے متعلق نہ سنائے ہون - اور اس حکم کے ماننے والون کے فضائل اور اونکے لئے انواع واقسام کے ثواب - اور اوس سے عدول کرنے والونکے معائب اور اونکے واسطے طرح طرح کے عذاب بیان نکئے ہون - یہانتک کہ آخری کوشش آپکی وہ تھی جو خم غدیر مین ظاہر فرمائی کہ ایک لاکھ آدمیون کے مجمع مین اوسکا اعلان صاف صاف لفظون مین فرما دیا - اور جناب امیر کی امامت اور خلافت کا اشتہار دیکر سب سے اقرار لے لیا - اور اپنے سامنے اپنی جانشینی کو ہر طرح سے قوی اور مستحکم کردیا - چنانچہ اسپر مبارک سلامت کی آوازین بھی چارون طرف سے بلند ہوگئین اور خوشی کے شادیانے بھی بج گئے - مگر اللہ رے بغض ونفاق اور اتفاق صحابہ کا کہ تین چار آدمیون کے سوا ایک نے بھی

اوس کا خیال نرکھا - اور کسی نے بھی امیر المومنین کی خلافت اور امامت کا جو اسقدر زور شور سے قائم کی گئی تھی اقرار نکیا - بلکہ آپکی آنکھ بند ہوتے ہی سب کے سب اوس عہد سے پھر گئے - اور اوس پر غضب یہ ہے کہ اصل واقعہ کے واقع ہونے سے بھی ناواقفیت جتانے لگے - سب نے کچھ ایسا اتفاق کرلیا کہ گویا وہ مہتم بالشان واقعہ واقع ہی نہوا تھا - اور خم غدیر مین علی رؤس الاشہاد بر سر منبر آپ نے اپنی جانشینی کا اعلان فرمایا ہی نہ تھا - اوس تمام واقعہ کی یادگار مین اگر کسیکی زبان پر کچھ باقی رہا تو صرف آپ کا یہ ارشاد کہ انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اور اوس تمام تقریر مین اگر کسی نے اقرار کیا تو صرف آپ کے اس قول کا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور اس کا مقصد اور ماحصل بیان کیا تو صرف یہ کہ اونسے محبت رکھنا اور اونکی خاطر داری کرنا چاہیے مگر اسپر بھی عمل نکیا - اور بجاے محبت کے کھلم کھلا عداوت ظاہر کرنے لگے - اور پرانے کینے اور پشتینی رنج کے بدلے لینے لگے - اور رسول خدا کی وصیت کو بھلا دیا - اور قرآن کو پس پشت ڈالدیا - اور جو عہد کئے تھے اونھین توڑ دیا - اور اسطرح سے وہ دین سے خارج اور اسلام سے باہر ہوگئے -

ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ ایسی حالت مین رسالت اور شریعت پر کیا اطمینان رہے گا - اس لئے کہ یہی لوگ جنکے اخلاق اور خصائل ایسے برے تھے وہی اسلام کے ارکان تھے - اونھین کے سلسلہ سے ہمکو قرآن پہونچا - اونھین کے ذریعہ سے رسول خدا صلعم کے حالات ہمکو معلوم ہوے - اور اونھین کے وسیلہ سے وحی کا آنا اور جبرئیل ع کا نازل ہونا اور پیغمبر خدا صلعم کا ملکوتی صفات سے متصف ہونا ثابت ہوا - تو کیا تعجب ہے کہ ایسے بد دین اور بد اخلاق - ستم پیشہ - سفاک - ناخداترس - بدعہد - بد باطن - بد طینت - اور طماع اور حریص لوگون نے باہم سازش کرکے دنیا کمانے اور خلق خدا لوٹنے کے لئے کسیکو سردار بنالیا ہو - اور لوگون کو دھوکا دینے کے لیے اوسکے جھوٹے حالات مشہور کردیے ہون - اور اوسکے نام سے جھوٹے احکام جاری کیے اور جھوٹے قواعد وضوابط بناے ہون - اور لوگون کو

دوسری [illegible] عترت اہلبیت [illegible] مین جنکا مولے ہون علی [illegible] مولی ہین ۱۲

دام مین پھنسانے کے لئے اونکی رسالت ونبوت کو شہرت دیدی ہو- اور قرآن کو چند لائق فصیح و بلیغ لوگون سے لکھواکر ونکی طرف منسوب کردیا ہو کیونکہ جس گروہ کا یہ حال ہو کہ بداخلاقی کے علاوہ سازش مین بھی ایسے پکے ہون کہ جو بات عمر بھر اونکا سردار بیان کرتا رہا- اور جسکے لئے ہمیشہ قرآن کا نازل ہونا بیان فرماتا رہا- اور جسکی تاکید سرًّا وجہرًا ہمیشہ اونکا پیشوا کرتا رہا ہو- اور اپنی وفات سے چند روز پہلے اوسکا اعلان ستر ہزار یا ایک لاکھ چودہ ہزار آدمیونکے سامنے اس طور پر کردیا ہو کہ زمین و آسمان- ملک و فلک- شجر و حجر- جن و انسان سب نے سنا ہو- اور نہایت فصیح و بلیغ اور پر زور اور پرجوش خطبے مین آخری حجت پوری کرنیکے لئے جانشینی کا مسئلہ پورے طور پر کردیا ہو- اور سبکے سامنے خم غدیر مین اپنے جانشین کے خلافت کی بیعت بھی لے لی ہو- اور خدا نے آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کی مہر بھی خلافت کی سند پر کردی ہو- باوجود اسکے ایسے متواتر اور غیر پوشیدہ رہنے والی باتکو اونھون نے چھپا ڈالا- اور اوسپر عمل کرنا بیک طرف اوسکے ہونے اور اوس واقعہ کے وقوع مین آنے ہی سے انکار کردیا- اور ایسی امامت کی نسبت جو نہایت شد و مد کے ساتھ قائم کی گئی تھی نص جلی بلکہ نص خفی سے بھی منکر ہوگئے- تو ایسے لوگون سے جنکی سازش خلاف انسانی فطرت کے ہو اور جو ایسی متواتر اور مشہور بات کو جو ستر ہزار آدمیون کے سامنے ہوئی ہو پوشیدہ رکھ سکتے ہون کیا بعید ہے کہ اونھون نے رسالت کے نام سے ایک جھوٹا کارخانہ کھڑا کیا ہو- اور بے بنیاد باتونکو مشہور کرکے کسیکو رسول اور نبی بنالیا ہو- اور اگر ہم تسلیم بھی کرین کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم خود اوسنے بیزار تھے اور اونکے احکام و شریعت کے جاری کرنیوالے اونکے اہل بیت اور چند خاص لوگ تھے تو ایسے لوگ اتنے کم تھے کہ اونکی تعداد عشرات کے درجہ سے بھی زیادہ نہین تھی اور اونکے ذریعہ سے جو کچھ لوگون کو معلوم ہوا وہ نہایت قلیل گروہ پر محدود رہا- تمام دنیا مین جو اسلام پھیلا- اور جو حقیقت اسلام کی اور بانی اسلام کی لوگون کو معلوم ہوئی وہ اونہین لوگون کے ذریعہ سے جو مہاجرین و انصار اور اصحاب نبی کہلاتے تھے-

۵
آج مین پورا
دیچکا تمکو
دین تمھارا
اور پورا کیا [illegible]

اور جبکہ اونکی یہ کیفیت تھی کہ جو چاہتے وہ ظاہر کرتے۔ اور جو چاہتے وہ جاری کرتے۔ اور انہین سے چند لوگون کا رعب و داب ایسا تھا کہ باقی تمام لوگ اونکی اطاعت کرتے یا اونکے دھوکے مین آجاتے تھے تو جسطرح اونسے یہ ہوسکا کہ اونھون نے بسبب حسد یا عداوت کے امیر المومنین کے امامت کی نص جلی کو چھپا ڈالا اور حقوق اہل بیت کے غصب کرنیکے لئے جھوٹی حدیثین بنا کر لوگون کو اپنا ساتھی کرلیا یہ بھی اونسے ہوسکتا تھا کہ شریعت کو بدل دیا ہو۔ اور جو کچھ پیغمبر نے فرمایا ہو اوسکے خلاف شہرت دی ہو۔ قرآن مین کمی و زیادتی کردی ہو۔ نمازین بڑھا یا گھٹا دی ہون۔ حج و زکوۃ کے اصلی احکام چھپا کر اپنی مرضی کے موافق اور بنا دیے ہون۔ اور اگر یہ باتین جائز سمجھی جائین۔ اور کیونکر نہ جائز سمجھی جائین اسلئے کہ جن باتون کو ہم بالفرض و التسلیم بیان کرتے ہین شیعون کے عقائد مین داخل ہین۔ تو انجام اسکا سوا اسکے اور کیا ہوسکتا ہے کہ شرع پر سے بالکل بھروسہ اوٹھ جائیگا اور اسلام کی کوئی بات بھی قابل وثوق اور یقین کے باقی نہ رہے گی۔

اگر حضرات شیعہ صحابہ کو بداخلاق اور مرتد سمجھکر اس نتیجہ پر راضی ہین تو خیر وہ جانین اور اونکا خدا مگر اسلام پر اعتقاد رکھنے والیکے بدن پر تو صرف اس خیال سے لرزہ آتا اور الحذر الحذر پکارتا۔ اور اسلام کے ساتھ ان خیالات کا جمع ہونا ناممکن سمجھتا ہے۔

تیسرا مقدمہ

اگر فدک کے غصب کرنے اور جناب سیدۃ النساء پر ظلم و ستم کرنے کی وہ روایتین صحیح مانی جائین جو اس باب مین حضرات امامیہ بیان فرماتے ہین تو اوس سے حضرت امیر المومنین پر اور تمام بنی ہاشم پر جنکی غیرت و عصبیت اور غیرت و حمیت مین ضرب المثل تھے سخت الزام آتا ہے۔ اور اونکے مقابلہ بلکہ مقاتلہ نکرنے اور نہایت عاجزی اور بیکسی سے تمام باتون کی برداشت کرنے پر حیرت ہوتی ہے اسلئے کہ جو ظلم و ستم حضرت سیدہ پر کئے گئے وہ کچھ معمولی نہ تھے۔ نہ اوسپر صبر و تحمل کرنا۔ شرعاً و عقلاً و اخلاقاً و عرفاً قابل ستائش تھا

بلکہ نا بہ امکان اوسکا روکنا اور مقابلہ کرنا واجبات مین سے تھا۔ اگر صرف فدک غصب کرلیا جاتا یا مال کو
وہ چھین لیتے تو اوسپر صبر ہوسکتا تھا۔ مگر جبکہ حضرت سیدہ کو جسمانی ایذائین پہونچائین۔ اونھین طمانچے
لگاے۔ اور لاتین مارین۔ اور محسن کو شہید کیا۔ اور بعد سیدہ کی وفات کے ام کلثوم کو غصب کیا۔
تو یہ وہ باتین ہین جنپر سکوت کرنا ہرگز جائز نہین ہوسکتا۔ اسکا جواب حضرات امامیہ چند طرح سے
دیتے ہین۔ ایک یہ کہ جو کچھ آپنے عمل کیا اوسپر آپ مجبور تھے اس لئے کہ خدا کا یہی حکم تھا۔ اور آپ کو
خدا کیطرف سے اسی بات کی وصیت تھی۔ اور وصیت بھی ایسی شدید اور سخت کہ آپ اوس سے
انحراف نہین کرسکتے تھے۔ اسلئے کہ اصول کافی کلینی مین صریح روایت موجود ہے کہ جبرئیل ع
خدا کیطرف سے ایک لکھا ہوا نامہ جسپر مہرین تھین اور جسکے ساتھ ملائکہ مقربین تھے آنحضرت صلعم کے پاس
لاے اور کہا کہ اے محمد سب آدمیون کو باہر کردو اور سواے تمھارے اور تمھارے وصی علی بن
ابی طالب کے کوئی نرہے تاکہ وہ فرمان آلہی ہم سے لین اور آپ کا وصی ہمین گواہ کرے۔ کہ آپنے وہ
نامہ اونکو دیدیا اور وہ ضامن ہون کہ جو کچھ اوسمین لکھا ہوا ہے اوسپر عمل کرینگے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم
نے سب لوگون کو باہر کردیا سواے علی بن ابی طالب کے۔ اور حضرت فاطمہ پردے مین بیٹھی ہوئی تھین جب
گھر اغیار سے خالی ہوگیا اوسوقت جبرئیل نے کہا کہ اے محمد آپ کا پروردگار آپ کو سلام بھیجتا ہے اور فرماتا
ہے کہ یہ وہ نامہ ہے کہ جسکا شب معراج وغیرہ مین مین نے عہد کیا تھا اور آپ سے شرط کی تھی۔ اور اپنے
ملائکہ کو اس بات پر گواہ کیا تھا گو کہ مین گواہی کے لیے کافی تھا۔ یہ الفاظ جبرئیل سے سنکر حضرت خوف
آلہی سے کانپنے لگے اور آپ کے بدن کے اعضا پر لرزہ پڑگیا۔ اور کہا کہ اے جبرئیل میرا خدا تمام
نقصون سے سالم ہے۔ اور اوسنے اپنے عہد کو وفا کیا ہے۔ اب آپ وہ نامہ دیجیے۔ جبرئیل نے
وہ نامہ آپکو دیا اور کہا کہ امیر المومنین ع کو حوالہ کرو۔ پیغمبر خدا صلعم نے اوسکے موافق جناب امیر کو دیا اور
فرمایا کہ پڑھو۔ حضرت امیر المومنین نے اوسے حرف بحرف پڑھا۔ تب رسول خدا نے فرمایا کہ یہ خدا کا

عہد ہے اور اوسکی شرط ہے جو مجھ سے لی ہے اور اوسکی امانت ہے جو مجھے دی ہے اور مین نے اوسے پہونچا دیا۔ اور جو کچھ امت کی خیر خواہی تھی اوسے عمل مین لایا۔ اور خدا کی رسالت ادا کی۔ حضرت امیر نے بھی اسکی تصدیق کی۔ اور کہا کہ میرے کان اور آنکھ اور گوشت و خون اسپر گواہ ہین۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ مین بھی اون باتون کا گواہ ہون جو تم دونون نے کین۔ پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یا علی تمنے یہ وصیت مجھسے لی اور اوسے سمجھ لیا اور اسکی ضمانت کرتے ہو خدا کے واسطے کہ ایسا ہی کروگے۔ اور اس عہد پر پورے پورے طور پر عمل آور رہوگے۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ میرے مان باپ آپ پر قربان ہون مین اسکا ضامن ہون اور مین اقرار کرتا ہون کہ اوسپر عمل کرونگا اور خدا مجھے اوسپر عمل کرنیکی یاری و توفیق دے۔ پھر رسول خدا نے فرمایا کہ اے علی مین چاہتا ہون کہ اسپر تمسے گواہی لون کہ جب قیامت کے دن تم میرے پاس آؤ تو وہ گواہ گواہی دین کہ مین نے تمپر حجت تمام کر دی۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ جبرئیل و میکائیلؑ اور یہ ملائکہ مقربین جو اسکے ساتھ آئے ہین اسپر گواہ ہین جنھین خدا نے اونکو گواہ کیا۔

اور منجملہ اون باتون کے جن پر جبرئیلؑ نے خدا کیطرف سے آنحضرت سے شرط لی تھی یہ بھی کہ اے علی اس بات کو قبول کرتے ہو اور اسپر عمل کروگے کہ جو خدا اور رسول کا دوست ہے اوسے دوستی کرنا اور جو اونکا دشمن ہے اوس سے دشمنی کرنا اور جو حق تمھارے چھینے جائین اور تمھارا خمس غصب کیا جائے اور تمھاری حرمت ضائع کیجائے اون سب پر صبر کروگے اور غصہ نکروگے۔ جناب امیر نے کہا ہان یا رسول اللہ پھر حضرت امیر نے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جسنے خلائق کو پیدا کیا مین نے جبرئیلؑ سے یہ سن لیا جو اونھون نے آپ سے کہا کہ انکو آپ آگاہ کر دین کہ انکی حرمت کو برباد کرینگے حالانکہ انکی حرمت حرمت خدا و رسول ہے۔ اور انکی ریش مبارک انکے سر کے خون سے رنگین کرینگے۔ اور یہ کہکر حضرت امیر نے فرمایا کہ جب مین نے یہ کلمے جبرئیلؑ سے سنے تو مین بیہوش ہوگیا

اور مونھہ کے بل گر پڑا اور کہنے لگا کہ ہان یا رسول اللہ مین نے اسے قبول کیا اور مین راضی ہوا گو وہ میری حرمت کی ہتک کرین اور آپکی سنت کو معطل۔ اور خدا کی کتاب کو پارہ پارہ۔ اور کعبہ کو خراب۔ اور میری ڈاڑہی سر کے خون سے رنگین کرین۔ ہر حال مین صبر کرون گا اور اوسکے جزا کی امید سواے پروردگار کے کسی سے نرکھون گا جب تک کہ مظلوم اوسکے پاس آون۔ پھر حضرت رسول خدا نے فاطمہ اور حسنین کو بلایا اور اونکو بھی آگاہ کیا جسطرح پر کہ حضرت امیر کو کیا تھا۔ اونھون نے بھی یہی جواب دیا۔ اسکے بعد وصیت نامے پر بہشت کی مہرون سے مہر کی جسکو آگ نے نچھوا تھا۔ اور پھر وہ مہر شدہ نامہ حضرت امیر کو سپرد کر دیا حضرت امام موسی بن جعفر جب یہانتک فرما چکے تو راوی نے پوچھا کہ آیا اوس وصیت مین یہ بھی لکھا تھا کہ منافقین خلافت کو غصب کرینگے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہان قسم خدا کی جو کچھ اونھون نے کیا سب اوسمین لکھا تھا کیا تمنے نہین سنا خدا کا یہ کلام إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۔ پھر رسول خدا نے کہا کہ اے علی و فاطمہ تم سمجھے جو مین نے تمسے کہا اور اوسے قبول کیا اور اوس پر عمل کروگے۔ اون دونون نے کہا بَلٰی وصبرنا علی ماساءنا وغاظنا کہ ہان ہمنے قبول کیا اور صبر کرینگے جو کچھ کہ ہمکو ایذا پہونچے گی اور جو رنج دیا جاے گا۔

ہم اس جواب کو تسلیم کر لیتے اگر ہمکو اس کے خلاف کوی عمل حضرت امیر المومنین اور جناب سیدہ ع کا معلوم نہوتا۔ مگر ہم دیکھتے ہین کہ ایک طرف تو حضرات امامیہ نے جناب امیر کے صبر و سکوت اور تحمل و برداشت کے درجے کو اعلی درجے پر پہونچانیکے لئے وصیت نامہ تحریری اور مہری خدا کا پیش کیا۔ اور اس سے گویا اون تمام جاہلانہ اعتراضات کے جواب دیدیے جو سنی ناصبی اپنی بیوقوفی اور جہالت سے کر سکتے تھے کہ حضرت امیر نے باوجود شجاعت اور عصبیت کے ایسے مظالم کو کیون جائز رکھا۔ اور بضعۂ رسول پر ایسی تکلیفین دیکھکر کیون سکوت اختیار کیا۔ اور دوسری طرف بعض مواقع پر

وہ روایتیں بیان کی ہین جنسے کہ شیر خدا کی حیدری صولت اور غضنفری سطوت اچھی طرح ثابت ہوتی ہے
مگر خدا کا مہری و دستخطی وصیت نامہ باطل ہوا جاتا ہے - اور مثل دیگر روایات کے اس قسم کی روایتونکا
تناقض دیکھنے والے کو خلجان مین ڈالتا ہے -

چنانچہ منجملہ اون روایات کے ایک یہ ہے کہ جب فدک سے ابو بکر صدیق نے حضرت فاطمہ کے
کارندے کو موقوف کردیا اور اوسکی جگہ اشجع کو مقرر کیا - اس شخص نے رعایا کو ستایا اور وہ حضرت
امیر کے پاس فریادی آئے حضرت امیر کو ایسا غصہ آیا کہ معہ چند عزیزون اور ہمراہیون کے وہان
گئے اور اوسکو بلا کر قتل کرادیا اور خالد بن ولید سے اوسی موقع پر ایسی گفتگو کی کہ اونکے
بدن پر لرزہ آگیا اور اونھون نے منت سماجت کرکے پیچھا چھوڑایا - اس موقع پر آپ نے
نہ خلیفہ وقت کا خیال کیا نہ خالد سے جنگ ہونے کا اندیشہ فرمایا بلکہ اپنا ہاشمی دبدبہ اور قریشی
جوش اور حیدری سطوت اور اسد اللہی ہیبت ایسی دکھائی کہ نہ صرف خالد بلکہ ابو بکر و عمر
بھی دم بخود ہو گئے -

دوسری روایت یہ ہے کہ ابو بکر صدیق نے خالد بن ولید کو حکم دیا تھا کہ جب علی فجر کی
نماز مین مشغول ہون تم اونکو قتل کردینا مگر بین نماز مین سلام پھیرنے سے قبل ابو بکر نے کچھ سوچ
سمجھکر خالد کو منع کردیا اور دوسرے موقع پر اس کام کو ملتوی رکھا اور جب ابو بکر سلام سے فارغ ہوے
تو علی نے خالد سے کہا کہ کیا تم اوس کام کو پورا کرتے جو تم سے کہا گیا تھا اونھون نے کہا بلا شک اسپر
حضرت علی نے اپنی دونون اونگلیون سے ایسا دبایا کہ قریب تھا کہ اونکی آنکھین نکل پڑین مگر شفاعت
سے لوگونکی آپ نے اونھین چھوڑ دیا لیکن خالد ایک دوسرا موقع ڈھونڈتے اور چاہتے تھے کہ اگر علی
اتفاقاً کہین ملجائین تو اونھین قتل کردین - اور آخر اونکو ایسا موقع ملا مگر شیر خدا نے خالد کی جس طرح پر خبر لی
اور جس طرح اونکو اپنے ارادے کی سزا دی وہ بحار الانوار اور ارشاد القلوب مین منقول ہے جو کہ انکے کل تتمے

کے نقل کرنیسے ناظرین اسکا لطف نہین اوٹھا سکتے اس لئے ہم اوسے بجنسہ بیان کرتے ہین۔ ملا باقر مجلسی کتاب العقین مین لکھتے ہین کہ ابوبکر نے ایک لشکر خالد کے ہمراہ کہین کو روانہ کیا جب سب لوگ مدینے سے نکلکر باہر آگئے خالد مسلح تھے اور اونکے آس پاس شجاع لوگ تھے جنکو حکم دیا گیا تھا کہ جو خالد کہین وہ کرین اتنے مین خالد نے حضرت علی کو دیکھا کہ اپنی زمین مزروعہ پر سے تنہا بے ہتھیار آرہے ہین۔ جب قریب پہونچے اوسوقت خالد کے ہاتھ مین ایک لوہے کا گرز تھا۔ اونھون نے گرز اوٹھا کر حضرت علی کے سر پر مارنا چاہا لیکن حضرت علی نے اونکے ہاتھ سے چھین کر گردن مین خالد بن ولید کی لپیٹ دیا اور ہار کیطرح پہنا دیا۔ تب خالد ابوبکر کے پاس لوٹکر آئے لوگون نے ہرچند اوسکے توڑنیکے ذریعے پیدا کئے لیکن نہ ٹوٹ سکا۔ اسکے بعد بہت سے لوہارون کو بلایا اون سب نے کہا کہ بغیر آگ مین گلانے کے اسکا نکلنا ممکن نہین ہے اور اسمین اونکے مرجانے کا اندیشہ ہے۔ جب لوگون نے اونکی کیفیت دیکھی تو کہا کہ حضرت علی ہی اس سے نجات دیسکتے ہین جیسے اونھون نے انکی گردن مین اسکو ڈالدیا ہے۔ اور خدا نے تو انکے لئے لوہے کو نرم کردیا ہے جیسے حضرت داؤد کے لئے نرم کردیا تھا۔ تب ابوبکر نے حضرت علی سے سفارش کی اور حضرت علی نے ہاتھ سے پکڑکر گرز کا ایک ایک ٹکڑا الگ کردیا۔ (بحارالانوار صفحہ ۹۶)

ارشاد القلوب مین جابر بن عبداللہ انصاری اور عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ہم ابوبکر کے پاس اونکے زمانہ حکومت مین بیٹھے ہوے تھے اور دن خوب چڑھ گیا تھا دفعتہً خالد بن ولید مخزومی ایک ایسے لشکر کے ساتھ آئے جسکا غبار بلند تھا اور بکثرت اوس لشکر کے گھوڑے ہنہنا رہے تھے۔ کہ ایک چکی کا پاٹ خالد کی گردن مین لپٹا ہوا ہے خالد سامنے آتے ہی اپنے گھوڑے سے اوتر کر مسجد کے اندر آگئے اور ابوبکر کے سامنے آکر کھڑے ہوے لوگون نے اپنی آنکھین اونکی طرف بلند کین کہ اوسکے دیکھنے سے خوب معلوم ہوا۔ پھر خالد نے کہا اے ابوقحافہ کے بیٹے انصاف کر اس لئے کہ خدا نے تجکو ایسی جگہ پر بٹھایا ہے جسکے تو لائق نہین ہے اس جگہ پر تو اسیطرح بلند ہوا ہے جیسے پانی پر مچھلی ابھر آتی ہے وہ جبھی

اوبھری تب ہے کہ جب اومین چلنے پھرنے کی طاقت نہین رہتی۔۔۔ اسکے بعد خالد نے طائف سے اپنے لوٹنے
کی کیفیت اور حضرت علی کے ملنے کی کیفیت کے بعد یہ بیان کیا کہ حضرت علی نے اپنا ہاتھ میرے حلقوم پہ مارا اور
مجکو گھوڑے سے نیچے اوتار لیا اور مجکو گھسیٹتے ہوئے لیگئے۔ اور حارث بن کلاہ ثقفی کی چکی منگائی اور اوسکا
موٹا سا پاٹ اوٹھایا اور میری گردن کھینچکر دونون ہاتھون سے اوس پاٹ کو گردن مین لپیٹ دیا اور وہ ایسا لپٹتا
جاتا تھا جیسے گرم کی ہوئی لاکھ۔ اور سب میرے ہمراہی کھڑے ہوئے تھے اونسے کچھ نہوسکا خدا اونکو
سزا دے۔ یہ حضرت علی کو ایسا دیکھتے تھے جیسے اپنے ملک الموت کو۔ اوسکی قسم جسنے آسمانون کو بغیر ستونون کے
بلند کیا کہ قریب سو آدمیون کے بلکہ زیادہ نہایت مضبوط مضبوط عرب لوگ اس پاٹ کے علیحدہ کرنے کے لئے
جمع ہوئے تھے لیکن اونسے وہ جدا نہوسکا۔ تب لوگون کے عاجز ہونے سے معلوم ہوا کہ اوسنے جادو کیا ہے یا
اوسمین فرشتے کی قوت ہے۔ اسکے بعد ابوبکر نے عمر کو بلایا۔۔۔۔ اور پھر قیس بن عبادہ انصاری کو اوس
چکی کے پاٹ جدا کرنیکے لئے بلایا مگر قیس سے بھی جدا نہوسکا۔۔۔۔ اور خالد اوسی حالت سے کہ پاٹ اونکی
گردن مین پڑا ہوا تھا مدتون تک مدینے مین پھرتے رہے۔ چند روز کے بعد پھر ابوبکر کے پاس آئے
اور کہا کہ حضرت علی ابھی سفر سے آئے ہین اونکی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا ہے اور چہرہ سرخ ہے۔ یہ سنکر ابوبکر نے
اقرع بن سراقہ باہلی کو اور اشوش بن اشجع ثقفی کو بھیجا کہ حضرت علی کو ہمارے پاس مسجد مین بلا لاؤ وہ دونون حضرت
علی کے پاس گئے۔ اور پیام دیا کہ ابوبکر تمکو ایک خاص امر کے لئے بلاتے ہین جسکے سبب سے اونکو رنج ہے وہ چاہتے ہین
کہ آپ مسجد نبوی مین اونکے پاس چلین حضرت علی نے اسکا کچھ جواب نہین دیا۔ اونھون نے کہا کہ آپ اوسکا کچھ جواب
نہین دیتے جسکے لئے ہم آئے ہین۔ حضرت علی نے کہا کہ تمھارا برا طریقہ ہے مسافر پہلے اپنے مکان کو جاتا ہے
پھر کسی سے ملتا ملاتا ہے۔ بہرحال وہ دونون حضرت علی کے پاس سے لوٹ آئے اور پھر ابوبکر ایک جماعت کے ساتھ
حضرت علی کے مکان پر گئے اونمین خالد بن ولید بھی تھے۔ اونکو دیکھکر حضرت علی نے کہا کہ اے ابوسلیمان تمھاری گردن مین
کیا عمدہ ہار ہے اور پھر اون دونون مین ہتیک گفتگو کدورت آمیز ہوتی رہی۔۔۔۔ تب ابوبکر نے کہا کہ ہم اس لئے نہین

آتے ہین ہم تسے کہتے ہین کہ خالد کی گردن مین سے اس لوہے کو کھول لو اسکے بوجھ سے انکو تکلیف ہے
اور انکے حلق پر اوسکا اثر ہو گیا ہے - اور تمنے تو اپنے سینے کی سوزش بجھا لی ہے - حضرت علی نے کہا کہ
اگر مین سینے کی سوزش بجھانا چاہتا تو تلوار مین بیماری کا پورا علاج تھا - اور یہ لوہا جو اوسکی گردن مین
ہے مین اوسکو جدا نہین کر سکتا - اسکو خالد خود جدا کرلین یا تم لوگ اوسکو جدا کرلو - بہرحال بریدہ اسلمی
اور عامر بن اشجع اور عمار وغیرہ نے التجائین کین لیکن کسی کا کہنا حضرت علی نے نمانا اور اخیر مین ابوبکر نے
کہا کہ خدا کیواسطے اور اپنے بھائی مصطفی رسول اللہ صلعم کیواسطے خالد پر رحم کرکے یہ لوہا علیحدہ کردو -
جب اسطرح پر ابوبکر نے درخواست کی تو حضرت علی شرمندہ ہوگئے - کیونکہ اونمین حیا بہت تھی - تب خالد کو
اپنی طرف کھینچا اور اوس طوق کا ایک ٹکڑا توڑ کر اپنے ہاتھ پر لپیٹتے جاتے تھے وہ موم کیطرح لپٹتا
جاتا تھا - پہلے ٹکڑے کو اونھون نے خالد کے سر پر مارا اور پھر دوسرے کو جب اونکے سر پر مارا تو
خالد نے کہا یا امیر المومنین حضرت علی نے کہا کہ تونے ناخوشی سے اس لفظ کو کہا ہے اگر تو اسکو نہ کہتا
تو مین تیسرے ٹکڑے کو تیرے نیچے سے نکالتا - اور وہ ایسے ہی برابر لوہے کو توڑتے رہے یہانتک
کہ سب کو کھول دیا - سب حاضرین تکبیر اور تہلیل کرنے لگے اور اونکی قوت سے سبکو تعجب ہوا -

ایک اور موقع پر غالب علی کل غالب مطلوب کل طالب امیر البررہ قاتل الکفرہ شیر خدا علی مرتضی نے
وصیت کے خلاف اپنے چچا عباس کی حمایت مین اپنی ہاشمی قوت اور قریشی دبدبہ دکھایا اور تلوار لیکر قتل و
جہاد پر مستعد ہوگئے اور یہ وہ موقع ہے جب حضرت عباس کے مکان کا پرنالہ حضرت عمر نے نکلوا دیا -
اسلئے کہ جب جمعہ کی نماز کو وہ جایا کرتے تو اوس پرنالے کے پانی سے اونکے کپڑے خراب ہو جاتے -
حالانکہ یہ پرنالہ بحکم خدا خاص آنحضرت صلعم نے لگا دیا تھا - حضرت عباس کو جب یہ معلوم ہوا کہ عمر نے اوس
پرنالے کو اوکھڑوا دیا ہے اور یہ بھی کہدیا ہے کہ اگر کوئی پھر اسے لگائیگا تو مین اوسکی گردن ماردونگا - وہ
اپنے دونون بیٹون عبداللہ اور عبید اللہ پر تکیہ کیے ہوے بیماری کی حالت مین لرزتے کانپتے

حضرت امیر کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مین دو آنکھین رکھتا تھا ایک تو جاتی رہی یعنی پیغمبر خدا صلعم
اور دوسری باقی ہے یعنی تم۔ اور مین نہین گمان کرتا کہ تمھاری زندگی مین مین مصیبت مین پڑون۔
جناب امیر نے فرمایا کہ آپ آرام سے گھر مین تشریف رکھیے اور دیکھتے رہیے کہ کیا ہوتا ہے۔ یہ کہکر
آپ نے قنبر کو حکم دیا یا قنبر علی بذی الفقار کہ اے قنبر ذوالفقار حاضر کرو۔ اور آپ نے ذوالفقار
حمائل فرما کر اور چند آدمیون کو اپنے ساتھ لیکر مسجد مین تشریف لائے اور قنبر کو حکم دیا یا قنبر اصعد فرد
رد المیزاب الی مکانه کہ اے قنبر چڑھ جاؤ اور میزاب کو اپنی جگہ پر لگا دو۔ قنبر نے ایسا ہی
کیا اور پھر حضرت علی نے فرمایا وحق صاحب هذا القبر والمنبر لئن قلعه قالع لاضربن
عنقه وعنق الآمر له بذلك ولاصلبنه فی الشمس حتی یتقدّد کہ قسم کھاتا ہون
صاحب قبر و منبر یعنی رسول خدا کی کہ اگر کسی نے اس نالے کو پھر اپنی جگہ سے نکالا تو مین اوسکی اور زیر حکم
دینے والے کی گردن ماردون گا اور جلتی ہوئی دھوپ مین صلیب پر چڑھا دونگا۔ یہ خبر عمر کو پہونچی
وہ مسجد مین آئے اور دیکھا کہ میزاب پھر اپنی جگہ پر لگا ہوا ہے مگر دیکھکر کچھ نکر سکے اور ڈر کے مارے
صرف یہ کہنے لگے کہ خدا نکرے کہ کوئی ابو الحسن کو غصے مین لائے۔ صبح کے وقت امیرالمومنین نے
حضرت عباس سے پوچھا۔ کیف اصبحت یا عم کہ آج کیسی گذری۔ اونھون نے جواب دیا
کہ جب تک تم زندہ ہو مین چین و آرام سے ہون۔ اسپر جناب امیر نے فرمایا یا عم طب
نفسك وقر عینا فوالله لو خاصمنی اهل الارض فی المیزاب لخصمتهم ثم لقتلتهم
بحول الله وقوته کہ اے چچا قسم ہے خدا کی اگر تمام اہل زمین اس میزاب کے معاملے مین مجھ سے
جھگڑا کرین تو مین سب کا مقابلہ کرون اور سبکو ماردون آپ بے فکر رہیے۔ حضرت عباس نے
آپکی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا جسکے تم مددگار ہو اوسے کیا غم ہے۔

ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے جسمین حضرت علی کے مقابلے و مقاتلے کے لئے آمادہ ہونا

بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت فاطمہ کا انتقال ہوگیا اور حضرت علی نے رات ہی مین آپکو دفن کر دیا
اوسکی جسکو ابوبکر و عمر اور کچھ مہاجرین و انصار حضرت علی کے مکان پر آئے تاکہ جنازے کی نماز پڑھین
مقداد بن اسود نے کہا کہ فاطمہ کو کل رات ہی مین دفن کر دیا۔ عمر نے ابوبکر کیطرف مونہہ کرکے کہا
الم اقل لك انهم سيفعلون ذلك کہ مین نے تم سے نہین کہا تھا کہ یہ ایسا ہی کرینگے۔ عباس نے
کہا کہ حضرت فاطمہ کی وصیت یہی تھی کہ تم اونپر نماز نہ پڑھو۔ عمر نے کہا کہ اے بنی ہاشم اپنے پرانے
کینے تم نہین چھوڑتے۔ قسم خدا کی اگر ہم چاہین تو قبر سے نکال کر فاطمہ پر نماز پڑھین۔ یہ سنکر اسد اللہ
غضب مین آئے اور فرمانے لگے واللہ لو رمت ذلك يا ابن ضحاك لارجعت اليك
يمينك لئن سللت سيفي لاغمدته دون ازهاق نفسك - کہ اے پسر صہاک
قسم ہے خدا کی اگر تم ایسا ارادہ کرو تو پھر تم اپنے آپ کو بچاؤ اس لیے کہ اگر مین تلوار نکالون تو جبتک
تمھارا خون نہ بہالون پھر اوسے میان مین نکرون۔ عمر یہ سمجھکر کہ ضرور علی اپنی قسم پوری کرینگے
چپ رہگئے اور کچھ نبولے۔ اور اسی خبر کو دوسرے طور پر یون لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ کو جب دفن
کر دیا تو مہاجرین و انصار بقیع مین گئے وہان چالیس قبرین ایک قسم کی پائین ورا ونمین حضرت
فاطمہ کی قبر پہچانی نجاتی تھی۔ اسمین بعضے کہنے لگے کہ ہم ان سب قبرون کو کھود کر فاطمہ کی نعش باہر
نکالین گے اور نماز پڑھین گے۔ جب یہ خبر حضرت علی کو پہونچی تو آپ مثل شیر خشمناک گھر مین سے
باہر آئے آپکی آنکھین غصے سے سرخ تھین اور گردن کی رگین پر خون۔ اور وہ زرد جامہ کہ
خاص لڑائی کے دن آپ پہنا کرتے تھے پہنے ہوے اور ذوالفقار حمائل کئے ہوے بقیع
مین تشریف لائے۔ لوگون نے یہ حالت دیکھکر ایک دوسرے سے کہا کہ دیکھتے ہو کس جوش
اور کس حالت سے علی آرہے ہین۔ اور قسم کھائی ہے کہ اگر کسی نے ایک پتھر کو بھی قبر سے اوٹھایا
تو تمام جماعت کو از اوّل تا آخر قتل کر دونگا پھر جب عمر معہ اور لوگون کے آپکے سامنے آئے

تو عمر نے کہا کہ یا ابو الحسن آپکو کیا ہو گیا ہے ہم تو فاطمہ کو قبر سے نکال کر جنازے کی نماز ضرور پڑھینگے - آپ نے
یہ سنکر عمر کیطرف ہاتھ بڑھایا اور اونکے کپڑے پکڑ کر اونکو ایسی جنبش دی کہ وہ زمین پر گر پڑے اور زمین پر گراکر
آپ نے کہا کہ اے سیاہ لونڈی کے بچے خلافت جو میرا حق تھا تمنے لے لیا اور مین کچھہ نبولا اس خیال سے
کہ لوگ مرتد ہو جاینگے - اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھینگے - لیکن قسم ہے اوسکی جسکے قبضے مین علی کی جان ہے کہ
اگر تمنے فاطمہ کی قبر کو کھودنے کا ارادہ کیا تو زمین کو تم لوگون کے خون سے سیراب کر دونگا - اب اگر چاہتے
ہو تو اچھا آگے بڑھو اور قبر کو ہاتھ لگاؤ - اسپر ابو بکر نے آگے بڑھکر آپ کو قسم دلائی کہ اے ابو الحسن آپ کو
رسول خدا اور عرش کے پیدا کرنیوالے کی قسم ہے عمر کو چھوڑ دیجیے - ہم کوئی کام ایسا نکرینگے جو آپ کے
ناگوار خاطر ہو - اسپر جناب امیر نے اونکو چھوڑ دیا - اور لوگ چلے گئے اور علی اپنے گھر کو تشریف لے آئے -

یہ روایتین اگرچہ جناب امیر المومنین کی شجاعت اور ہمت اور غیرت اور حمیت اور اسد اللہی کی
شان کے مطابق ہین اور اس سے آپ کا سطوت و جلال بلا شبہہ ثابت ہوتا ہے لیکن اوسکے ساتھہ وصیت نامہ
خدا کا بھیجا ہوا بہا انتشر اہوا جاتا ہے اور وہ اقرار اور عہد جو جناب امیر نے رسول خدا سے کیا تھا اور
جسپر جبریل و میکائیل اور ملائکہ مقربین کی گواہی ہوئی تھی کہ مین صبر کرونگا اگرچہ میری حرمت کو ہتک
کرین اور میرا ننگ و ناموس برباد ہو اور خانہ کعبہ خراب کیا جاے باطل ہوتا ہے - اس لیے کہ گو اون
مواقع پر جہان شرعاً و عقلاً غیظ و غضب ظاہر کرنیکی ضرورت تھی آپنے ایسا تحمل فرمایا جو انسانی طاقت سے
باہر ہے مگر دوسرے موقعون پر جو بمقابل اوسکے نہایت ہی خفیف تھے آپ نے ایسی اسد اللہی دکھائی
کہ زمین و آسمان مین لرزہ پڑ گیا - اور تمام مہاجرین و انصار کانپ اوٹھے - اور فقط غیظ و غضب ظاہر ہی
نہین کیا بلکہ بعض موقع پر ذو الفقار علی کے جوہر دکھانے اور خون کے بہانے سے بھی دریغ نہین فرمایا -
یہ مختلف حالتین جناب امیر کی جو مختلف روایتون سے شیعون کی پائی جاتی ہین ہماری انسانی سمجھ سے
باہر ہین - درحقیقت یہ اون اسرار امامت سے ہین جنکو نہ فرشتے سمجھ سکے نہ انبیاء اولوالعزم پھر دوسرے لوگ

کیونکر سمجھ سکتے ہین - ہم تو اگر کچھ سمجھ سکتے ہین تو صرف یہ کہ یہ روایتین محض بے بنیاد ہین اور ہر موقع اور ہر محل کے
مناسب بنالی گئی ہین - اور الف لیلہ کی کہانیون اور امیر حمزہ کی داستانون سے کچھ کم نہین ہین - اور اگر عقل کو
ذرا بھی دخل دیا جاے تو خدا اور اوسکے رسول اور ائمہ کی شان سے یہ تمام باتین نہایت بعید معلوم ہوتی ہین -
اور ہرگز قیاس مین نہین آتا کہ جس خدا نے پیغمبر خدا صلعم کو تبلیغ رسالت کے لئے مامور فرمایا ہو اور جس نے
صیانت اسلام اور حفاظت مسلمین کے لیے سیف و سنان سے کام لینے کا حکم دیا ہو وہ خلیفہ بلافصل اور وصی
رسول اور ابو الائمہ اور اسد اللہ کو تاکید پر تاکید کرے کہ خلفا کی مخالفت نکرنا اور وہ کیسے ہی ظلم و ستم
کرین یہانتک کہ اہل بیت نبوی کی ناموس برباد کرین خانہ کعبہ کو ڈھادین قرآن کو پارہ پارہ کرین مگر چون
نکرنا - اول تو اسلام کے اصول اور خدا کی عام ہدایتون اور رسول خدا کے طرز عمل اور امامت کے مقصود سے
اس وصیت کو کچھ مناسبت معلوم نہین ہوتی - بلکہ یہ وصیت سراسر اوسکے مخالف پائی جاتی ہے - اور بالفرض
اگر وصیت صحیح ہو اور جس شان سے اور جس اہتمام سے وصیت نامہ بھیجا گیا جو کہ تنزیل قرآن سے بھی بڑھکر
ہے یعنی قرآن کی کوئی سورت یا ایک آیت نہ لکھی ہوئی نازل ہوئی نہ مہر شدہ - اور یہ وصیت نامہ اس اہتمام سے
بھیجا گیا کہ جبرئیل پر بھی خدا نے اطمینان نکیا شاید خیال کیا ہو کہ وہ کچھ بدل نہ دین لکھا لکھایا عرش سے
نازل کیا - اور اس لئے کہ کوئی کھول نہ لے اور قرآن کیطرح اوسمین تحریف نکر دے اوسپر مہرین بھی جنت
کی لگائی گئین اور ملائکہ مقربین حفاظت کے لئے اوس کے ساتھ کئے گئے اور پیش کرنیکے وقت سواے
وصی رسول کے تمام لوگ خواہ وہ اہل بیت ہی مین سے ہون ہٹا دیے گئے - اور بجز علی کے کوئی
حاضر نہ رکھا گیا - اور پھر اوسکی تمہید ایسی لفظون سے جبرئیل امین نے شروع کی کہ رسول خدا کانپ اوٹھے اور
ایک ایک جوڑ آپکے بدن کا ہلنے لگا - اور پھر جب علی مرتضی وصی رسول اور شیر خدا نے اوسے
سنا تو مارے دہشت اور خوف کے زمین پر گر پڑے اور بیہوش ہو گئے - اور خداوند تعالی کو اوس وصیت نامے
کی شدت اور سختی اور غیر ممکن التعمیل ہونے پر خود اس قدر خیال تھا کہ فقط رسول خدا کا کہدینا اور جناب امیر کا

اقرار کر لینا کافی نسمجھا بلکہ جبریلؑ و میکائیلؑ و ملائکہ مقربین کی اوسپر شہادت لی اور بغیر شہادت لئے اون اقرار کے
وفا کرنیکے عہد کو کافی نہ خیال کیا۔ جبکہ ایسے اہتمام سے اس وصیت نامے پر عہد لیا گیا او سکی تعمیل غصب فدک اور غصب
خلافت پر محدود رہی۔ اور دیگر مواقع پر اوسکا کچھ بھی خیال نرکھا گیا نہ وہ عہد پورا کیا گیا۔ عہد تو ایسا سخت تھا کہ غصّہ
کرنیکی بھی اجازت نہ تھی۔ اور بڑے سے بڑے واقعات پر چون وچرا کرنیکی ممانعت تھی۔ مگر کس آسانی سے
خلاف اوسکے کرنا اور اوس عہد کا توڑنا بیان کیا جاتا ہے کہ خفیف سے خفیف معاملات پر نہ صرف اظہار
غیظ و غضب پر جناب امیر نے کفایت فرمائی بلکہ ذوالفقار علی سے بھی کام لیا اور کام لینے کا ڈر دکھایا اور
اون عہود و مواثیق کا جن پر ملائکہ عرش بریں کی شہادت تھی کچھ خیال نہ کیا۔ افسوس ہر کہ اس قسم کی روایتیں
بیان کرنے اور ہر موقع کے لئے ایک داستان گڑھ لینے سے بجز مذہب کی ہنسی کرانے اور خدا اور رسول پر
تہمت لگانیکے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور تناقض اور اختلاف ان روایتون کا اس طرح ہر اوں کا کذب
ظاہر کر دیتا ہے کہ دوسرے کو اوسکی تردید اور تکذیب کی وجہ پیش کرنیکی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

پھر یہ بات بھی خیال مین نہین آتی کہ اوس وصیت نامہ کا مضمون کُلاً یا جزءًا کیونکر ظاہر ہوا اور
کس طرح راویون کو علوم ہوا کہ اوس مہری اور دستخطی وصیت نامے کا یہ مضمون تھا جو اوپر بیان کیا گیا۔
اوسکے مضمون کا افشا کرنا بدعہدی تھا اور اسلیے یہ نہین مانا جا سکتا کہ ائمہ نے کسی سے اوسکا ذکر
کیا ہو۔ اسلیے کہ جیسا کہ روایت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا یہ وصیت خود ایک راز سربستہ تھی اور اوسکے
پوشیدہ رکھنے اور کسی پر ظاہر نہونے کے لئے خاص اہتمام خدا کی طرف سے کیا گیا تھا۔ اول یہ کہ وہ لکھا ہوا
تھا اور سواے خدا کے کوئی دوسرا اوسکا لکھنے والا نہ تھا۔ دوسرے سربمہر تھا اور گو جبریل امین اور
ملائکہ مقربین اوسے لاے اور کوئی اندیشہ اوسکے مضمون کے ظاہر ہونے کا نہ تھا جسکے لئے مہر کی
ضرورت ہوتی مگر مزید احتیاط سے اوسپر جنت کی مہر لگائی گئی تھی اور پھر جب جبریلؑ امین رسولِ خدا کے
پاس پہونچے تو اسکو ہٹا دیا اور خدا کیطرف سے اول ہی یہ حکم سنایا کہ سواے علی کے کوئی نرہنے پاوے

البتہ حضرت فاطمہ پس پردہ بیٹھی تھین اور اونسے بھی آخر یہ عہد لیا گیا تھا۔ جبکہ ایسی پوشیدہ کارروائی اس وصیت نامے کے متعلق کیگئی تو اس وصیت نامے کا مضمون کسنے فاش کیا اور حضرات امامیہ تک کیونکر پہونچا۔ جناب امیر یا حضرت فاطمہ یا حسنین کی نسبت تو کوئی خیال بھی نہین کر سکتا کہ وہ ایسے سر مکتوم اور وصیت مختوم کو کسی پر ظاہر کرین اور بعد اونکے یہ وصیت نامہ صرف ائمہ کرام کے ہاتھ مین رہا وہ بھی اوسکے اخفا پر ویسے ہی مامور تھے جیسے کہ جناب امیر۔ پھر امام موسی کاظم یا امام جعفر صادق نے کسی شخص سے گو وہ اونکے شیعیان خالص ہی مین سے کیون نہو کسطرح ظاہر کیا اور کیونکر ایسی عہد شکنی گوارا کی۔ غرضکہ یہ روایت ایسی لطیف اور دلکش اور دلخوش کن ہے کہ جس پہلو کو اوسکے دیکھیے عجیب تماشا نظر آتا ہے۔ اور جس بات پر نظر کیجیے تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے۔

جناب امیر نے جسطرح ہدایت وصیت نامے پر عمل کیا اوسکا حال تو ناظرین کو معلوم ہوگیا اب سنیے کہ جناب سیدہ نے کہ وہ بھی اوسکے عمل کرنے پر مامور تھین کسطرح پر تعمیل کی۔ اوسکا حال یہ ہے کہ کافی مین عبداللہ بن محمد جعفی نے امام باقر اور امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ ان دونون امامون نے فرمایا کہ جب ہوا جو کچھ ہونیوالا تھا تو حضرت فاطمہ نے عمر کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ اے ابن خطاب واللہ اگر مجکو پسند ہوتا کہ بے گناہ بھی مصیبت مین پڑجائینگے تو مین خوب جانتی ہون کہ اگر خدا پر قسم کھا بیٹھونگی تو وہ میری دعا فورًا قبول کریگا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اس خیال نے کہ بے گناہ بھی عذاب مین مبتلا نہوجائین حضرت فاطمہ نے بد دعا نہین کی۔ مگر صبر کے درجہ پر بھی قدم ثابت نہین رکھا اس لئے کہ غیر محرم کا گریبان پکڑ کر کھینچنا شان سے حضرت سیدہ کی نہایت بعید ہے اور اسیوجہ سے ہم اس روایت کو غلط کہ سکتے ہین۔

ایک روایت مین اس سے بڑھکر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہ حسنین کا ہاتھ پکڑ کر فریاد کے لیے مرقد مبارک پر پہونچین حضرت امیر نے سلمان سے کہا کہ جاؤ دختر محمد کی خبر لو مین دیکھتا ہون کہ مدینے کی دیوارین ہلنے لگی ہین اور اگر وہ بالون کو کھول اور گریبان کو پھاڑ کر رسول کی قبر پر فریاد کریگی تو فورًا مدینہ معہ اوسکے رہنے والون کے زمین مین دھنس جاے گا۔ اور ان لوگون کو بالکل مہلت نہ ملے گی پس سلمان

۷ عن عبد اللہ بن محمد الجعفی عن ابی جعفر و ابی عبد اللہ قالا ان فاطمۃ لما ان کان من امرہم ما کان اخذت بتلابیب عمر فجذبتہ الیہا ثم قالت اما واللہ یا ابن الخطاب لولا انی اکرہ ان یصیب البلاء من لا ذنب لہ لعلمت انی ساقسم علی اللہ ثم اجدہ سریع الاجابۃ

۸ [illegible]

فوراً اونکے پاس پہونچے اور کہنے لگے کہ حضرت امیر نے فرمایا ہے کہ آپ واپس جائیں اور صبر کریں اور اس امت پر
عذاب کی باعث نہ بنیں۔ فاطمہ نے کہا کہ اگر اونھون نے کہا ہے تو اچھا میں لوٹی جاتی ہون اور صبر کرونگی۔
اور ایک دوسری روایت میں حضرت امام جعفر صادق سے یہ منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہ نے
اپنے سر کے بال کھولنے کا ارادہ کیا تو سلمان کہتے ہیں کہ میں اونکے پاس موجود تھا اور بخدا میں نے دیکھا
کہ مسجد کی دیوارین جڑ سے اوکھڑ گئیں اور اتنی اونچی ہوگئیں کہ اونکے نیچے سے آدمی گذر سکتا تھا پس میں
اونکے پاس گیا اور کہنے لگا کہ سیدۂ من و خاتون من خدا نے تمہارے والد بزرگوار کو جملہ عالم کے لئے رحمت
بنایا تھا تم سبب نزول عذاب مت بنو۔ اسپر حضرت فاطمہ مسجد سے باہر چلی گئیں اور دیوارین اپنی جگہ پر آگئیں
دیوارون کے بلند ہوجانے اور اپنی جڑ چھوڑ دینے اور پھر اپنی اصلی حالت پر آنے سے جو خاک اوڑی وہکی
گرد ہماری ناکون میں پہونچی فقط۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ نے اپنی طرف سے نہ صبر فرمایا
اور نہ وصیت کا کچھ ذکر کیا اور نہ اوسکی رعایت کی بلکہ یا ترحماللناس یا حضرت علی کے کہنے یا سلمان کے
عرض کرنے سے اپنے ارادے سے باز رہیں اور لوگونکو ہلاک کرنے اور عذاب نازل کرنے کی دعا نکی۔
اگر وصیت کی روایت صحیح ہوتی تو جناب سیدہ خود ہی صبر فرماتیں اور اس قسم کا ارادہ ہی نکرتیں۔
یا وصیت کی یاد کرکے اس ارادہ سے باز رہتیں۔ نہ کہ دیگر وجوہ سے۔

علاوہ برین بعض روایتون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی تو صحابہ کا ظلم دیکھکر صبر کرچکے
تھے اور محزون اور مظلوم بیٹھے رہتے تھے مگر حضرت فاطمہ اونکے اس سکوت اور خانہ نشینی کو اور اپنے
حق طلب نفرمانے کو پسند نکرتی تھیں اور اسپر غصہ کیا کرتیں۔ یہانتک کہ ایکروز ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت
فاطمہ امیر المومنین سے اس بات پر رنج کا اظہار کررہی تھیں کہ یکایک مؤذن نے اذان دی اور اشهد
ان محمدا رسول اللہ کی آواز سنائی دی تو حضرت علی نے فاطمہ سے کہا ایسرک زوال هذا
النداء من الارض قالت لا قال فانه لا اقول لک کہ کیا آپ اس باتکو پسند کرتی ہیں کہ

یہ نام زبان پر نہ آوے اور یہ نواسانی نہ پڑے۔ حضرت فاطمہ نے کہا نہیں تب آپ نے فرمایا کہ اسی کا تو مجھے خوف ہے کہ اگر مین اپنے حق کے لئے مقابلہ اور مقاتلہ کرون تو خوف ہے کہ یکبارگی سب آدمی مشرک ہو جاوین۔

اور سب سے بڑھکر دمیت کی روایت کو جو چیز باطل کرتی ہے وہ جناب امیرالمومنین کا خطبہ شقشقیہ ہے اور یہ وہ خطبہ ہے جسکو امامیہ قرآن مجید کی برابر سمجھتے ہین اور اوسکی صحت مین شبہہ کرنا گویا قرآن مین شبہہ کرنا خیال کرتے ہین۔ اوسمین حضرت امیر فرماتے مین اما واللہ لقد تقمصہا فلان وانہ لیعلم ان محلی منہا محل القطب من الرحی ینحدر عنی السیل ولا یرقی الی الطیر فسدلت دونہا ثوبا وطویت عنہا کشحا وطفقت ارتئی بین ان اصول بید جذاء او اصبر علی طخیۃ عمیاء یھرم فیہا الکبیر و یشیب فیہا الصغیر ویکدح فیہا مومن حتے یلقی ربہ فرایت ان الصبر علی ہاتا احجی فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب ابو بکر نے خلافت لے لی باوجودیکہ وہ خوب جانتے تھے کہ نظام خلافت کا مدار مجھپر ہے اور تمام علوم اور حکمتین اور تدبیرات اور تصرفات مجھ سے خلق پر ایسے نازل ہوتے ہین جسطرح کسی بلند پہاڑ سے پانی گرتا ہو۔ میرے کمالات کو کوئی پہونچ نہین سکتا۔ اور جب میرے اس درجے کو جانکر خلعت خلافت خود پہن لیا تو مین نے صبر کا جامہ پہنا اور اوسکی طلب سے ہاتھ کھینچا اور اوسکی طرف التفات نکیا کیونکہ مین نے اس معاملے مین خوب فکر کی اور اچھی طرح اسپر غور کیا کہ دو کامون مین سے مجھے ایک کام کرنا چاہیے یا تو کٹے ہوے ہاتھ سے حملہ کرنا یعنی بے معاون و ناصر کے اونسے مقابلہ کرنا یا صبر و شکیبائی اختیار کر کے چپ رہجانا۔ اور صبر بھی اوس تاریکی کی حالت پر جسمین امور خلافت مشتبہ ہو رہے ہون اور لوگ قعر ضلالت مین مثل اندھون کے گر رہے ہون۔ اور نیز ایسے زمانے تک کہ جسمین جوان بوڈھا اور بچہ جوان ہو جاوے اور مومن رنج و مصیبت اوٹھاتا رہے یہانتک کہ اپنے خدا سے ملے۔ ان دو راہون پر

جب مین نے غور کیا تو مجھے بھی مناسب معلوم ہوا کہ اس شدت وظلمت مین صبر کرنا قرین عقل ہے اس لئے مین نے صبر کیا اور منازعت اور محاربے کو چھوڑا حالانکہ میری آنکھون مین خار کھٹکتا تھا اور حالت دیکھکر میرا عیش منغص تھا۔

ملا فتح اللہ شرح فارسی نہج البلاغت مین فسدلت دونہا ثوبا اور اوسکے بعد کے فقرونکے ترجمہ اور شرح مین لکھتے ہین کہ پس فرو گذاشتم نزد آن خلافت جامۂ صبر را و دست از طلب آن باز داشتم و در نوردیدم ازان تہی گاہ را و بیک جانب شدم یعنی اعراض نمودم ازان و اصلا التفات بجانب او نکردم و در ایستادم بفکر کردن درامر خود و جولان دادن فکر میان آنکہ حملہ آرم بدست بریدہ - این کنایت ست از عدم معاون و ناصر یعنی در ملازمت او بیش از دو وازدہ کس نبودند - یا صبر نمایم و شکیبائی پیشہ کنم بر ظلمتی کہ متصف بصفت کوری ست - و این کنایت ست از شدت التباس در امور خلافت یعنی یا شکیبائی ورزم بر تاریکی التباس امور خلافت کہ خلق آن مہتدی نمی شوند بحق و بواسطۂ آن در وادی ضلالت می افتند مثل کوری کہ بآن راہ نبرند در چاہ ہلاکت افتند - و آن چنان ظلمتی کہ بنہایت پیری میرسد دران بزرگ سال بحال پیری میرسد دران خورد سال بسبب عدم انتظام امور معاش - و تعب و رنج میکشد دران مومن بجہت سعی و اجتہاد در حصول حق و دفع فساد و نمی رسد بآن تا ہمیرسد بپروردگار خود و چون حال برین منوال بود پس دیدم کہ صبر کردن درین شدت ظلمت اقرب ست بعقل و اولی و الیق ست بآن بسبب انتظام اسلام بواسطۂ عدم معاون و کثرت معاند پس صبر کردم و ترک منازعت و محاربہ نمودم درحالتیکہ در چشم من خاشاک بود و غبار ازان ایذا می یافتم و متاذی می شدم و در گلو استخوان گرفتہ بود کہ ازان منغص بود عیش من - این ہر دو فقرہ کنایت اند از شدت غصہ و غم و مرارت صبر و الم انتہی بلفظہ -

اور ابن میثم بحرانی وطفقت بین ان اصول کی شرح مین فرماتے ہین بریدا نی جعلت اجیل الفکر الخ یعنی جناب امیر کا مقصود یہ ہے کہ امر خلافت کی تدبیر مین مین نے اپنی راے کو دو نقیضونکے درمیان پایا یا تو یہ کہ جو لوگ میرے سوا امامت کے غاصب ہین اونسے لڑون یا امامت کو چھوڑدون اور ان

دونون باتون مین بڑا خطرہ دیکھا اس لئے کہ کٹے ہوے ہاتھ سے یعنی بے معاون و معین کے مقابلہ کرنا جائز
نہین کیونکہ اس مین علاوہ اپنے نفس کو ایذا دینے کے نظام مسلمین کو بے فائدہ تشویش مین ڈالنا ہے اور اوسکو
چھوڑ دینے مین حق و باطل کی تمیز باقی نہین رہتی - اور معاملات کا التباس اور اختلاط مین پڑجانا اور اس کا
دیکھنا نہایت تکلیف دہ ہے - پھر آپ نے اپنی ترجیح رائے کا اظہار دوسرے امر کے اختیار کرنے یعنی امامت سے
صبر کرنے اور اوسکے چھوڑ دینے پر آپنے اس قول سے فرمایا کہ امامت پر صبر کرنے کو مین نے زیادہ اچھا خیال کیا اور
انتظام اسلام کے لئے زیادہ مناسب جانا تاکہ دین قائم رہے اور اوسکے قواعد قانون مستقیم پر جاری رہین اور امور
خلق کا انتظام جو شارع عم کا مقصود ہے بنا رہے اور بے یار و مددگار کے آپ کا لڑنا امامت کے قائم رہنے
کے لئے مفید نہ تھا کیونکہ اگر لڑائی ہوتی تو اس سے مسلمانون کے امور پراگندہ ہو جاتے اور اونکی ایک بات
بنی نرہتی اور اونمین فتنہ و فساد بڑھتا اسلیے کہ اسلام کی محبت اکثر لوگون کے دلون مین راسخ نہوئی تھی اور
ابھی حلاوت اسلام سے وہ واقف نہوے تھے اور منافق اور اعدا اور مشرکین اپنی نہایت قوت کے
ساتھ اقطار عالم اور مسلمانون مین موجود تھے تو باوجود ان حالات کے ملاحظہ کرنیکے امامت کے لئے
لڑائی اور منازعت پر جسارت کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا اور صبر کرنا اور امامت کے لئے نہ لڑنا اگرچہ اسمین بھی آپکی رائے
کے موافق دین کا خلل اور اپنے مقصود کے برخلاف تھا اسلئے کہ اگر آپ امامت پر قائم ہوتے تو انتظام قوام دین
پوری طرح پر ہوتا مگر یہ خلل بہ نسبت اوس خلل کے جو امامت کے لئے لڑائی کرنے اور آپکی طلب امامت مین ہوتا
کم ہے کیونکہ بعض برائی دوسری برائی سے آسان ہوتی ہے فقط ان الفاظ سے جو جناب امیر نے اس خطبہ مین
فرماے وصیت کی روایت کی پوری پوری تردید ہوتی ہے - اسلیے کہ آپ نے مقابلہ اور مقاتلہ سے اسلئے ہاتھ
نہین اوٹھایا کہ اوسکے نکرنیکی وصیت تھی اور نہ اس معاملے مین خلافت کے آپ کے لئے خدا کیطرف سے
کوئی ہدایت تھی کیونکہ اس خطبہ مین آپ صاف صاف فرماتے ہین کہ مین نے دونو پہلو پر نظر کی اور دونو مین
خرابیان پائین مگر ترک منازعت کو زیادہ آسان پایا اور مقابلے مین اسلام کی خرابی دیکھی اور اسلئے آسان تر خرابی

یعنی ترک منازعت کو اختیار کیا۔ پس یہ فیصلہ آپ نے صرف اپنی راے سے کیا اور جسطرح ایک دانشمند اور دوراندیش نیک طینت خیرخواہ خلق اور بے نفس و بے غرض آدمی معاملات کے ہر ایک جانب اور ہر ایک پہلو کو دیکھکر اہون اور اسہل چیز کو اختیار کرتا ہے۔ آپ نے بھی ترک مخالفت کو اختیار کیا اگر خدا کا حکم ہوتا اور آپ کے لئے کوئی خاص وصیت خدا کیطرف سے ہوتی تو پھر راے اور قیاس کو دخل دینے کی نہ ضرورت تھی اور نہ دخل دینا جائز تھا کیونکہ خدا کے حکم اور وصیت مین راے اور قیاس کا کیا کام ہے پس اس خطبے سے جسکو حضرات امامیہ معتبرین کلام جناب امیر کا سمجھتے ہین اور جسکے کسی ایک لفظ اور ایک حرف مین شک نہین رکھتے وصیت نامیکی روایت غلط ہونے مین کوئی شبہہ باقی نہین رہتا بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گو آپکی خلافت ہونے سے انتظام دین زیادہ مستحکم ہوتا مگر دوسرون کے خلیفہ ہوجانے سے بھی انتظام اسلام کا قائم رہا اور لوگ مسلمانی پر ثابت قدم رہے اور منافقین اور اعدا اور مشرکین کی قوت کا اثر اسلام پر نہ بڑھنے پایا۔

دوسری وجہ جناب امیر کے مقابلہ اور مقاتلہ نکرنے اور ہر طرح کے ظلم و ستم سہنے کی یہ بیان کیجاتی ہے کہ آپ کے اعوان و انصار نہ تھے۔ اور گو کوئی شخص کیسا ہی شجاع اور دلیر اور باہمت اور باغیرت ہو مگر اوسکا ساتھ دینے والے اور اوسکی اعانت و مدد کرنیوالے لوگ نہون تو اوس سے کچھ نہین ہوسکتا۔ اگر جناب امیر کے ساتھ دینے والے اہل بدر کی تعداد کی برابر بھی ہوتے تو آپ بلاشبہہ مقابلہ اور مقاتلہ کرتے۔ اور وجہ معاون و انصار کے نہونیکی یہ ہے کہ تمام مہاجرین و انصار اور سارے اصحاب پیغمبر خدا صلعم کے وفات پاتے ہی مرتد ہوگئے تھے۔ بحار الانوار مین رجال الکشی سے بروایت سدیر امام باقرؑ سے یہ روایت لکھی ہے کہ تمام آدمی بعد نبی کے مرتد ہوگئے الا تین شخص اور وہ مقداد بن اسود اور ابوذر غفاری اور سلمان فارسی تھے۔ ان تین مین عمار بن یاسر کا نام نہین ہے مگر ایک اور روایت مین آخر کو انکا نام بھی مرتدین سے خارج کیا گیا ہے۔ ابوبکر حضرمی نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بجز تین شخصون سلمانؓ ابوذر و مقداد کے سب مرتد ہوگئے تھے۔ مین نے کہا کہ عمار کا کیا حال ہوا تھا

اونھون نے جواب دیا کہ پہلے اونھون نے حق سے عدول کیا تھا لیکن پھر حق کیطرف رجوع کر گئے۔ بعد اسکے امام نے فرمایا کہ اگر تو ایسا شخص چاہتا ہے کہ جسنے بالکل شک نکیا ہو اور اوسکے دل مین کوئی وسوسہ نہ آیا ہو تو صرف مقداد ہین ورسلمان کے دل مین عارضی طور پر یہ بات آئی تھی کہ حضرت علی کے پاس اسم اعظم ہے اگر وہ اوسکو اپنی زبان سے نکالین تو سب مخالف زمین مین دھنس جائین اور یہ بات بھی ٹھیک تھی۔ پھر اسی روایت مین آگے چلکر یہ لکھا ہے کہ اسکے بعد ابوساسان انصاری اور ابو عمرہ اور شبیرہ تین آدمیون نے حضرت علی کیطرف رجوع کی غرضکہ جن لوگون نے حضرت امیرالمومنین کا حق پہچانا وہ سات آدمی تھے۔

(بحار الانوار کتاب الفتن صفحہ ۴۶ و ۴۷) عبدالملک بن اعین سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہین کہ مین نے امام جعفر صادق سے صحابہ کے ارتداد کے متعلق سوال کرنا شروع کیا اور برابر سوال کرتا رہا یہانتک کہ مین نے آپ سے کہا کہ اس صورت مین تو سبھی ہلاک ہوگئے امام نے فرمایا ہان بخدا اے ابن اعین سب ہلاک ہوگئے۔ مین نے کہا کہ کیا جو شرق کے رہنے والے تھے وہ بھی اور جو غرب کے رہنے والے تھے وہ بھی ہلاک ہوے۔ آپنے جواب دیا کہ ہان خدا کی قسم سوا ے تین کے سب ہلاک ہوگئے۔ لیکن بعد کو ابوساسان اور عمار اور شتیرہ اور ابو عمرہ آملے تھے اور سب ملکر سات شخص ہو گئے تھے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بعد بیعت ابوبکر کے مہاجرین وانصار نے جناب امیر سے بیعت کرنیکی خواہش ظاہر کی مگر ثابت قدم نرہے جیسا کہ ابوبصیر نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ بعد اسکے مہاجرین وانصار وغیرہ حضرت علی کے پاس آے اور کہا کہ آپ ہی امیرالمومنین ہین اور خلافت کے مستحق آپ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہین حضرت علی نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو کل سر کے بال منڈواکر میرے پاس آؤ مگر سواے سلمان اور مقداد اور ابوذر کے کسی نے بال نہ منڈاے اور پھر دوسری مرتبہ آے اور بیعت کرنیکے لئے آمادگی ظاہر کی پھر حضرت نے وہی فرمایا اور پھر بھی اونھون نے اوسکی تعمیل نکی۔ راوی کہتا ہے کہ مین نے حضرت سے پوچھا کہ کیا عمار ان لوگون مین داخل نہ تھے جنھون نے حضرت کے حکم کی تعمیل کی تھی فرمایا نہین پھر مین نے کہا کہ عمار بھی مرتدین مین

داخل ہین۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بعد اسکے حضرت علی کیطرف سے لڑے۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ گو وہ اوسوقت مرتد ہو گئے تھے مگر پیچھے حضرت علی کے ساتھ دینے اونکی طرف سے لڑنے کے سبب اون کا ایمان قائم رہا۔

اور کافی مین ابو الہیثم بن تیہان سے روایت ہے کہ امیر المومنین علی نے مدینے مین لوگون کے سامنے ایک خطبہ پڑھا جسمین بعد حمد کے آنحضرت صلعم کے فضائل بیان کئے اور یہ فرمایا کہ آپ نے اپنی پیغمبری کا کام پورا کیا اور راہنمائی کے راستے مقرر کئے۔ اے لوگو جنکو فریب دیا گیا اور وہ فریب مین آگئے اور فریب دینے والیکے مکر کو پہچان گئے اور جان بوجھکر اوسی پر اڑے رہے اور ہوائے نفس کا اتباع کرتے رہے حق اونکے لئے ظاہر ہوا لیکن وہ اوس سے باز رہے اور کھلا ہوا راستہ اونکے سامنے تھا اور وہ اوس سے پھر گئے۔ اوس ذات کی قسم جسنے دانے کو اوگایا اور بچے کو پیدا کیا اگر تم علم کو معدن علم سے حاصل کرتے اور شیرین پانی پیتے اور نیکی کی توقع سے نیکی کا ذخیرہ کرتے اور صاف صاف راستے اختیار کرتے اور کھلے ہوئے حق کے۔ رستے پر چلتے تو صاف صاف راستے تمپر کھل جاتے اور تمھارے سامنے نشانیان ظاہر ہو جاتین اور اسلام تمھاری نظر مین روشن ہو جاتا۔ خوشی اور مزے سے تم کھاتے اور کوی شخص تم مین سے تنگ حال نہوتا۔ اور کوی مسلمان اور وہ شخص جس سے عہد کیا گیا ہوتا ستم رسیدہ نہوتا لیکن تم لوگ ظلم کے راستے پر چلے اس واسطے باوجود فراخی کے دنیا تمپر تاریک ہوگئی اور علم کے دروازے تمھارے سامنے سے بند ہوگئے۔ تمنے اپنی خواہشون سے گفتگوئین کین اور اپنے دین مین مختلف ہوگئے۔ اور بغیر علم کے دین الٰہی مین فتوی دیے اور کج طبع لوگون کا تمنے اتباع کیا اونہون نے تمکو گمراہ کردیا اور تم نے امامون کا ساتھ چھوڑا اونھون نے تمھارا ساتھ چھوڑدیا۔ تم عنقریب اپنی بوئی ہوی چیزون کو قطع کروگے اور اوسکی ناگواری معلوم کروگے جو تمنے گناہ کئے اونکا ناگوار مزہ چکھوگے قسم ہے اوس

ذات کی جسنے دانے کو اوگا یا اور بچے کو پیدا کیا کہ بیشک تم جانتے ہو کہ مین تمھارا صاحب اور حاکم
اور عالم ہون۔ مین وہ شخص ہون کہ تمھاری نجات میرے علم پر موقوف ہے۔ تمھارے پیغیبر سرور عالم صلعم
کا وصی ہون تمھارے پروردگار نے مجکو منتخب کیا ہے۔ عنقریب آہستہ آہستہ وہ مصیبتین تمپر
نازل ہونگی جنکا وعدہ کیا گیا ہے اور پہلی امتون پر وہ نازل ہوچکی ہین۔ واللہ اگر میرے پاس
طالوت کے ساتھیون کی برابر یا اہل بدر کی تعداد کی برابر لوگ ہوتے تو مین تمکو تلوار
سے ایسا مارتا کہ تم حق کیطرف سب رجوع کرتے اور صدق کیطرف متوجہ ہوتے اوسوقت مین
بند وبست کرتا اور لطف اور نرمی سے کام لیتا۔ اے بارخدایا تو ہم مین حق بات کا فیصلہ کردے
تو سب حاکمون مین بہتر ہے۔ اس خطبہ پڑھنے کے بعد حضرت علی مسجد کے باہر آئے اور
اونکا گذر ایک بکریون کے گلے پر ہوا جسمین تیس بکریان تھین۔ تب حضرت علی نے
کہا کہ اگر میرے پاس ان بکریون کی تعداد کی برابر خدا و رسول کے خالص دوست ہوتے
تو مین اکلۃ الذبان کے بیٹے (ابوبکر) کو حکومت سے نکال دیتا۔ پھر شام کیوقت تین سو ساٹھ
آدمیون نے مرجانے پر اونسے بیعت کی۔ حضرت علی نے کہا تم صبح کیوقت مقام احجار الزیت
مین (نام مقام قریب مدینہ) سر منڈاکر آؤ۔ حضرت علی نے سر منڈا لیا لیکن اون لوگون مین سے
سوائے ابوذر اور مقداد اور حذیفہ اور عمار کے کسی اور کو سر منڈا ہوا نہ پایا۔ اخیر مین
سب کے سلمان آئے۔ پھر حضرت علی نے اپنے دونون ہاتھ آسمان کیطرف اوٹھاکر کہا بارخدایا
اون لوگون نے ہمکو کمزور پالیا ہے جیسے کہ بنی اسرائیل نے حضرت ہارونؑ کو ضعیف پالیا تھا
بارخدایا تو اون چیزون کو بھی جانتا ہے جنکو ہم چھپاتے ہین اور اونکو بھی جنکو ہم ظاہر کرتے ہین
کوئی چیز زمین و آسمان کی تجھپر مخفی نہین ہے تو مجکو اسلام پر موت دے اور نیک لوگون سے
مجکو ملادے۔ قسم ہے بیت اللہ کی اور حج کے لئے بیابان مین نکلنے والی کی اور مزدلفہ کی کہ اگر مجکو اوس

عہد کا خیال نہوتا جو آنحضرت نے مجھ سے لیا تھا تو مین مخالفون کو موت کی خلیج تک پہونچا دیتا۔ اور مین اونپر موتکی بدلی موسلا دھار پانی برساتی ہوئی اور گرجتی ہوئی بھیجتا۔ اور مینک بہت جلد اونکو معلوم ہو جاے گا؛

عمرو بن ثابت سے روایت ہے کہ مین نے ابو عبداللہ سے سنا کہ آنحضرت کا انتقال ہوگیا تو سب لوگ مرتد ہوگئے صرف تین مسلمان رہے سلمان مقداد اور ابوذر۔ اور نیز روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد چالیس آدمی حضرت علی کے پاس آئے اونھون نے کہا واللہ ہم تمھارے بعد کسیکی کبھی اطاعت نکرینگے۔ حضرت علی نے کہا کیا وجہ۔ اونھون نے کہا کہ روز غدیر ہمنے تمھارے حقمین سنا ہے۔ حضرت علی نے کہا تم ایسا کروگے۔ اونھون نے کہا ہان۔ حضرت علی نے کہا تو کل تم میرے پاس سر منڈا کر آجاؤ۔ ابو عبداللہ نے کہا کہ بجز ان تینون کے اور کوئی نہین آیا۔ ابو عبداللہ کہتے ہین کہ عمار بن یاسر بعد ظہر کے آے تو اونکے سینے پر حضرت علی نے ہاتھ مارا اور فرمایا ابھی وقت نہین آیا کہ تم غفلت کی نیند سے جاگو۔ جاؤ مجھکو تمھاری کچھ حاجت نہین ہر تمنے سر منڈانے مین تو میرا کہنا مانا نہین لوہے کے پہاڑون سے جنگ کرنے مین تم میرا کیا کہا مانوگے تم چلے جاو مجھے تمھاری کچھ حاجت نہین۔ ان روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ سواے تین کے سب لوگ مرتد ہوگئے تھے۔ مگر کافی مین ایک اور روایت ہے جو اسکے مخالف ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مرتد نہو جانیکے خیال سے حضرت علی نے اپنے حقوق کا دعوی نہین کیا اور ترحما للناس تمام مصائب اپنے اوپر گوارا کئے۔ زرارہ نے امام باقر سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب لوگون نے ابوبکر سے بیعت کر لی اور کیا جو کچھ کیا تو حضرت علی نے لوگون کو رحم دلی کی وجہ سے اپنی طرف نہین بلایا اونکو اندیشہ تھا کہ ایسا نہو کہ لوگ اسلام سے پھر جائین اور بت پرستی کرنے لگین اور کلمہ شہادت ترک کردین بلکہ آپکو یہی پسند ہوا کہ لوگ اسلام سے مرتد نہون اور اپنی حالت پر قائم رہین اس لئے جن لوگون نے

قصداً بیعت آپکی نہین کی تھی اور لوگونکی دیکھا دیکھی بغیر علم اور بغیر عداوت امیر المومنینؑ ابوبکر کی بیعت کر لی تھی وہ لوگ اس بیعت کی وجہ سے کافر نہین ہو سکتے۔ اور نہ دائرۂ اسلام سے نکل سکتے ہین اسیواسطے حضرت علی اپنی حالت کو چھپا گئے اور باکراہ خود بھی بیعت کر لی۔ چونکہ یہ حدیث بالکل منافی اور مناقض احادیث سابقہ کے ہے کیونکہ اونسے تمام مسلمانونکا مرتد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس حدیث سے حضرت علی کا دعوی نکرنا اور مقابلہ نفرمانا صرف اس خیال سے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو اندیشہ تھا کہ ایسا کرنے سے لوگ مرتد ہو جائینگے۔ اس لیے جناب ملا باقر مجلسی اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہین کہ اسلام سے مرتد نہونے کے معنی یہ ہین کہ ظاہرا اسلام کی پابندی کرین اور کلمۂ شہادت پڑھتے رہین۔ اس لئے کہ امت کی بھلائی اسی مین تھی کہ وہ اسلام پر باقی رہین۔ تاکہ مدتون کے بعد اونکو یا اونکی اولاد کو حق کے قبول کرنے اور ایمان مین داخل ہونے کا موقع مل سکے۔ اِس صورت مین یہ قول اوس قول کے منافی نہین ہے کہ صرف تین ہی آدمی ارتداد سے بچ گئے تھے۔ اِس لئے کہ مرتد ہونیکے وہان یہ معنی ہین کہ اونھون نے عموماً دین کو فی الحقیقت چھوڑ دیا تھا اور یہان اسکے معنی یہ ہین کہ اونمین اسلام کی صورت باقی تھی اگرچہ وہ اکثر احکام واقعی کے لحاظ سے کافرونکے حکم مین داخل تھے۔ اور یہ بھی اون لوگون کے لئے ہے جنھون نے حضرت علی کی امامت کے نص کو نسنا ہو اور اوسے حضرت علی سے بغض و عداوت نہو۔ مگر جس شخص نے ان باتونمین سے کوئی ایک بات بھی کی وہ گویا پیغمبر کے قول کا منکر ہو گیا۔ اور ظاہر مین بھی کافر اور کوئی حکم احکام اسلام کا اوسکے لئے باقی نرہا اور وہ واجب القتل ہے۔

جناب عمدۃ المتکلمین و زبدۃ المتاخرین مولوی سید حامد حسین صاحب استقصا کی جلد دوم مین بھی اسی کی تائید کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ حدیث ارتدت الصحابۃ کلھم الا ثلاثۃ و امثالہ ہرگز اہل حق محمول بر ردت شرعی و کفر ظاہری نمی سازند چنانچہ در عبارت بحار کہ آنفاً منقول شد صریح

مذکور ست کہ مراد از ارتداد درین احادیث ارتداد در دین واقعست یعنی نہ ارتداد از دین در ظاہر - بالجملہ مراد از ارتداد در امثال این احادیث ارتداد بمعنی عام ست کہ منافی اسلام ظاہری نیست و در معنی عام ارتداد ہمہا داخل می توانند شد ہم مرتدین شرعی و ہم کسانیکہ بر اسلام ظاہری باقی ماندند واز ایمان بدر رفتند - پھر آگے اسکے مولوی صاحب ممدوح فرماتے ہین کہ وتوضیح مقام این ست کہ ارتداد در اد و معنی ست یکی عام و یکی خاص - اما ارتداد عام پس بمعنی لغوی ست یعنی برگشتن از چیزی و این معنی شامل ست جمیع انواع ارتداد را - خواہ ارتداد از اسلام باشد خواہ ارتداد از ایمان - خواہ ارتداد از اخلاق حسنہ و عادات جمیلہ و امثال ذالک - واما ارتداد خاص پس ارتداد شرعی ست یعنی برگشتن از اسلام و اختیار کردن کفر کہ موجب جریان احکام کفار در دار دنیا بر صاحب آن توانند شد - اور اسکے بعد جناب ممدوح نے خلفاء ثلثہ کی نسبت دونو قسم کے ارتداد کا دعوی کیا ہے اور فرمایا ہے فان کفرھم وارتدادھم واضح لاسترۃ فیہ

غرضکہ حضرات امامیہ نے ارتداد کی دو قسمین کی ہین ارتداد حقیقی یعنی ظاہراً و باطناً مرتد ہوجانا اسمین خلفاء ثلثہ کو نعوذ باللہ من ذالک اور سامعین نص کو شریک کیا ہے - اور دوسری ارتداد باطنی یعنی بظاہر اسلام پر قائم رہنا اور اسمین اون لوگونکو داخل کیا ہے جنھون نے بغیر علم اور بغیر عداوت جناب امیر کے دھوکے مین آکر یا اور لوگونکی دیکھا دیکھی خلفاء ثلثہ کی بیعت کی اور پھر اس قسم کے لوگونکو جبکہ وہ شریک جناب امیر کے ہوگئے مسلمانون اور مومنین مین داخل کرلیا ہے - اوّل تو یہ تقسیم ہماری سمجھ مین نہین آتی اس لئے کہ ارتداد اصلی یہ ہے کہ خدا اور اوسکے رسول اور ماجاء بہ النبی سے انکار کیا جاے اور ایسا انکار صحابہ کی نسبت ثابت نہین خصوصًا خلفاء ثلثہ رضہ - اور اونکے اعوان و انصار کی نسبت - اس لئے کہ اونکے اسلام ظاہری پر قائم رہنے کی تصدیق خود حضرات امامیہ کے اکثر اقوال سے ہوتی ہے جیساکہ علم الہدی صاحب

مغنی کے جواب مین لکھتے ہین کہ یہ کہنا قاضی کا کہ جسطرح امام حسین نے یزید سے مخالفت کی اور اوسکی
برائیان ظاہر کین جناب امیر کو بھی چاہیے تھا کہ اپنے مخالفین سے مخالفت کرتے اور نکیر یعنی اعتراض
اور انکا اظہار کرتے اور لوگونکو اوسکے خلاف مین برانگیختہ فرماتے۔ بعید از صواب ہے اس لئے
کہ جو خوف یزید سے تھا مثل اوس خوف کے نہین تھا جو خلفا سے کیا جاتا اس لئے کہ یزید فسق و
فجور کا اعلان کرتا اور بیدینی و بیداری سے بہرہ ور تھا اور سب جانتے تھے کہ اوسمین امامت اور خلافت
کی قابلیت نہین ہے۔ اور کوئی شرط شرائط امامت مین سے اوسمین پائی نہین جاتی۔ بخلاف
خوف کرنیکے ایسے شخص سے جو بزرگ اور مقدم قوم ہوا ور حسن ظاہر مین متصف اور حکم غفیر اوسے
امامت کے لائق جانتے ہون بلکہ اوسکے رتبے کو خلافت سے بڑھکر سمجھتے ہون پس قیاس ایک کا
دوسرے پر قیاس مع الفارق ہے۔ اس مین جناب علم الہدیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کی نسبت
ان باتون کو تسلیم کیا ہے کہ وہ مقدم اور معظم قوم تھے اور بحسن ظاہر متصف اور امامت کو لوگ
اونکے رتبے سے کم سمجھتے تھے چنانچہ اونکے الفاظ یہ ہین وکیف یکون الخوف من مظہر الفسق
والخلاعة ولا شبهة فی ان امامته مات وغلبة وانه لا شرط من شرائط
الامامة فیه کالخوف من مقدم معظم جمیل الظاهر یری اکثر الناس ان الامامة
دونه وانها ادنی منازله وما الجمع بین الامرین الا کالجامع بین الضدین اور محقق جیلانی
فتح السبل مین لکھتے ہین کہ سبب دیگر در تقویت حسن ظن مردم بعاقدین بیعت آن شد کہ آنہا
نفوس خود را از اموال باز داشتند و شیوۂ زہد در دنیا پیش گرفتند و رغبت بدنیا و زینت آن را
ترک کردند و قناعت بقلیل و اکل خشن و لباس کرباس ملک خود ساختند در حالیکہ اموال برای
ایشان حاصل و دینار و کردہ بود و آن را درمیان قوم قسمت می کردند و خود را بآن اصلا آلودہ
نمی کردند پس دلہای مردم بایشان مائل شد و ایشان را دوست داشتند و ظنون مردم بایشان

نیک شد وہر کس راکہ دربارۂ ایشان شبہہ درخاطر بود یا توقفی داشت باخود گفت کہ اگر ایشان ہواے نفس مخالفت نص پیغمبر کردہ بودند بایست اہل دنیا باشند وترک اموال ولذات نکنند تا خسران دنیا و آخرت ہر دو برای ایشان نباشد وا ینہا اہل عقل ورای صحیح اند چگونہ خسران دنیا وعقبی ہر دو را پسندیدہ باشند پس فعل ایشان صحیحست وکسی را شکی در صلاح ایشان باقی نماند واعتقاد بولایت ایشان کردند وافعال ایشان پسندیدند انتہی بلفظہ پس یہ تو کہا نہین جا سکتا کہ خلفا اور اونکے اعوان وانصار نے اسلام کو بالیقین ترک کر دیا کہ وہ خدا ورسول کے منکر ہو گئے ہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ امامت جو حق علی مرتضی کا تھا وہ اونکو نہ دی اور نہ صرف منکر امامت بلکہ غاصب امامت ہو گئے۔ اس لحاظ سے اونکو شیعہ اپنی اصطلاحی ارتداد کے مطابق مرتد کہین تو کہین۔ مگر یہ سمجھ مین نہین آتا کہ دوسرے صحابی جنکی تعداد ہزارون سے کچھ کم نہ تھی اور جو جناب امیر کے زمانے مین اونکے شریک ہوے کیون شروع مین علی مرتضی سے پھر گئے اور اونکی اعانت اور مدد نکی۔ اگر یہ کہا جاے کہ وہ دھوکے مین آ گئے تو یہ بات سمجھ مین نہین آتی اسلئے کہ حضرت علی کی امامت کا معاملہ پیغمبر خدا صلعم نے اس اعلان کے ساتھ طے کیا تھا اور اوسکا اس خوبی سے اشتہار دیا تھا کہ کسیکو کوئی موقع عذر کا یا دھوکے مین آنیکا باقی نرہا تھا۔ خم غدیر مین صاف صاف لفظون مین ستر ہزار آدمیون کے سامنے آپ نے علی کو امام بنایا اور اونکو اپنا ولی عہد کیا اور سب سے بیعت لی اور سب نے مبارکباد دی۔ اور پھر پیغمبر خدا صلعم نے اس عہد پر قائم رہنے والون کے درجے ثواب کے اور اس سے پھر جانے والون کے عذاب جو خدا نے مقرر کئے ہین وہ بھی صاف صاف بتا دیے اور مثل خدا پر ایمان لانے اور اوسے معبود مطلق سمجھنے کے امامت کے مسئلے کو بھی اسلام اور ایمان کے لئے لازمی قرار دیا۔ ایسی صورت مین سواے دیوانون اور بے سمجھ بچون کے کوئی جاہل اور بدوی بھی دھوکے مین نہین آ سکتا تھا۔ نہ ایسی نص جلی اور خبر متواتر

بلکہ مشاہدے سے انکار کرسکتا تھا۔ بجز اون لوگون کے جنکو ایمان اور اسلام سے بہرہ نہو۔ اور جنکو حرص دنیا نے غصب خلافت پر آمادہ کیا ہو یا اون غاصبون کے ساتھ دینے کو اپنے لئے مفید سمجھتے ہون اور ان تمام صورتومین جسطرح پر خلفا اور اونکے معاون و انصار مطابق اصول شیعون کے دائرۂ اسلام سے خارج ہین اسیطرح پر تمام صحابہ اور سارے مسلمان جنھون نے خلفا کا ساتھ دیا اور اونکی خلافت پر بیعت کی اور کسی کا کوئی عذر مقبول نہین ہوسکتا۔ اس لئے کہ اگر اونھون نے نص بھی سنی ہوتی تاہم جناب امیر نے علی رؤس الاشہاد اپنی خلافت کا دعوی کیا اور خلفا کو غاصب اور ظالم ٹھہرایا اور سب سے اعانت و مدد مانگی اور حسنین اور فاطمہ کو لئے لئے گھر گھر پھر ا کئے۔ کوئی دقیقہ اپنے حق کے مطالبے کا بقول شیعون کے باقی نہین رکھا۔ ایسی صورتمین کسیکو دھوکے مین آنے کا موقع باقی نہ تھا اور نہ اونکا یہ عذر سماعت ہوسکتا ہے۔ اور بالفرض اگر خلافت اولی مین دھوکے سے بیعت کرلینے کا عذر قبول بھی کیا جاے تو دوسری اور تیسری خلافت مین غاصبین خلافت سے بیعت کرنی اور اونکی خلافت ماننے کے لئے کیا عذر ہوسکتا ہے۔ بجز اسکے کہ تمام مہاجرین اور کل مومنین و مسلمین اوس زمانے کے سوا ے تین کے مرتد قرار دیے جائین مطابق اصول شیعون کے کسیطرح اونکا اسلام ثابت نہین ہوسکتا۔ اور اسلئے اگر حضرات امامیہ اس دعوے پر ثابت قدم رہتے اور سب صحابہ کو سوا ے تین چار کے خواص ہون یا عوام مکی ہون یا مدنی حضری ہون یا بدوی مرتد مانتے اور کسیکو کسی عذر سے خارج نکرتے توبھی مقابلہ اور مقاتلہ نکرنے اور ظلم و ستم سہنے کی وجہ کچھ خیال مین آتی۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اس بات پر بھی تو حضرات امامیہ ثابت قدم نہین رہتے بلکہ اپنی شوکت اور اپنے مذہب کے حامیونکی کثرت اور عظمت دکھانیکے لئے دو ر و آئین بیان کرتے ہین جس سے یہ تمام اقوال باطل ہو جاتے ہین اور اون لوگونکی جو اسلام اور ایمان پر ثابت قدم رہے بہت بڑی تعداد معلوم ہوتی ہے۔ اور نیز بہت سے قبیلے حامی اور مددگار حضرت

علی کے پائے جاتے ہین۔

چنانچہ ریاض السالکین شرح صحیفۂ سجادیہ مین صدرالدین حسنی حسینی روضۂ چہارم مین جہان ذکرحضرت امام زین العابدین کی اوس دعا کا ہے جوآپ نے اصحاب رسول پر کی ہے لکھتے ہین کہ پیغمبر خدا صلعم کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابی موجود تھے۔ اور بحوالہ کتاب الخصال رئیس المحدثین کے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کرتے ہین کہ بارہ ہزار اصحاب پیغمبر کے جنمین سے آٹھ ہزار مدنی اور دو ہزار غیر مدنی اور دو ہزار طلقا مین سے ایسے تھے جنمین نہ کوئی قدری تھا نہ خارجی نہ معتزلی نہ صاحب الرائے۔ رات دن رویا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ قبل اسکے کہ ہم خمیری روٹی کھا دین خدایا ہماری روح قبض کرلے اور اوس اور خزرج اور بنوحنیف اور ہمدان اور نخع اور ربیعہ اور مضر اور ازد اور وائل اور خزاعہ اور طی یہ سب قبیلے شیعیان علی مین سے تھے۔ اور ایسے صادق العقیدہ کہ جنکی خلوص عقیدت اور مددگاری و نصرت کا خود جناب امیر نے اپنے اشعار مین ذکر کیا ہے اور اونکی تعریف کی ہے۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی مجالس المومنین کی مجلس دوم مین جسکا عنوان ہے "مجلس دوم در بیان حال طائفۂ چند کہ بہ تشیع مشہور و درسلک ایمان مذکور اند" فرماتے ہین کہ اوس و خزرج دو بڑے قبیلے انصار کے ہین کہ اونکا حال غایت اشتہار کیوجہ سے محتاج اظہار نہین ہے اور اخلاص خصوصاً سعد بن عبادہ خزرجی اور اونکی اولاد امجاد کا نسبت علی مرتضی کے سب پر ظاہر ہے۔ چنانچہ شارح دیوان مرتضوی قاضی میر حسین شافعی کہتے ہین کہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ جب حضرت علی مرتضی متوجہ حرب معاویہ ہوے تو نوے ہزار آدمی ہمراہ تھے۔ اونمین سے آٹھ سو انصار اور نو سو اہل بیعت رضوان سے۔ اور جنکی نسبت حضرت علی نے فرمایا ہے ؎

الاوس والخزرج القوم الذین ہم		اووا فاعطوا فوق ما وھبوا

یعنی اوس و خزرج اوس قوم کے لوگ ہین کہ جن لوگون کو اپنے یہان پناہ دین تو اونکے ساتھ ابھی

استطاعت سے زیادہ سلوک کرتے ہین۔ اور قبیلہ ہمدان کی نسبت حضرت امیر المومنین نے فرمایا ہے ؎

ونادی ابن ھند ذا الکلاع ویحصبا	وکندۃ فی لخم و حی جزام
یتممت الھمدان الذین ھم ھم	اذا ناب امر جنتی وسھامی
جزی اللہ الھمدان الجنان فانھم	سھام العدی فی کل یوم خصام
فلو کنت بوابا علی باب جنۃ	لقلت لھمدان ادخلی بسلام

کہ جب ابن ہندہ یعنی معاویہ نے ذوالکلاع اور یحصب اور کندہ کے قبیلون کو بلایا مین نے ہمدان کے قبیلون کو پکارا کیونکہ وہی لوگ ہین کہ سخت وقت پر میری ڈھال اور تلوار ہین۔ خدا قبیلہ ہمدان کو اوسکے صلہ مین جنت دے کہ وہی ہر لڑائی کے دن دشمنون کے تیر رہے ہین۔ اگر مین جنت کا دربان ہونگا تو ہمدان سے کہدونگا کہ بے دھڑک چلے آؤ۔ اور قبیلہ ازد کی نسبت حضرت امیر المومنین نے فرمایا ہے ؎

الازد سیفی علی الاعداء کلھم	وسیف احمد من دانت لہ العرب
قوم اذا فاجلوا وفوا وان غلبوا	لا یحجمون ولا یدرون ما الھرب

ان اشعار کا ترجمہ ملا صاحب نے فارسی مین یہ کیا ہے ؎

یاران من اند اہل شمشیر ہمہ	مائل بخدا از جہان سیر ہمہ
معنی گریختن ندانند کہ چیست	باشند بروز حرب چون شیر ہمہ

اور نیز حضرت امیر المومنین کا اصل شعر قبیلہ ازد کی نسبت نقل کرکے اوسکا ترجمہ یون کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی میفرماید۔ اے جماعت ازد بدرستی کہ من از ہمہ شما خوشنودم و شما سرہای کار خلافت من آید ہرگز نا امید نشوید از راحت و آمرزیدن۔ وخدا نگاہ دارد ایشانرا از ہر جاکہ روند۔ پاکید شما در حالیکہ نو آید چنانکہ پاکست اول شماو خارجید نشود از سر شاخ انگور۔

کوئی شخص یہ نہین کہہ سکتا کہ یہ تعریفین جو قبائل انصار کی مجالس المومنین مین بیان کی گئی ہین یہ چونکہ

انساب سمعانی وغیرہ کتب عامہ وغیرہ سے لیگئی ہین شیعون کے مقابلے مین پیش نہین ہوسکتین۔ اسلئے
کہ ملا باقر مجلسی نے ان تمام قبائل کو مخلصین اور شیعیان علی مین داخل سمجھکر ان اقوال کو اوس کے
ثبوت مین پیش کیا ہے۔ اور ایسی حالت مین یہ اقوال حضرات امامیہ پر اوسیطرح حجت ہوسکتے ہین
جسطرح خود اونکے مورخین کے اقوال۔ اور اس سے غرض اصلی ملا باقر کی یہی ہے کہ وہ ثابت کرین
کہ شیعیان علی کچھ کم نہ تھے۔ اور بہت سے قبائل حامی اور مددگار جناب امیر کے تھے۔ لیکن اگر حضرات
امامیہ جناب ملا باقر مجلسی کی تحریر کو رد کرین اور اوسے نمانین اور جن قبائل کا شیعیان علی مین سے ہونا
اونھون نے بیان کیا ہے اوسے غلط سمجھین اور اونکو بھی اعدا اہل بیت مین شمار کرین تاہم وہ اسے تو
رد نہین کرسکتے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار صحابی بعد پیغمبر خدا صلعم کے موجود تھے۔ اور اسکی بھی تکذیب
نہین کرسکتے کہ بارہ ہزار صحابی حسن اعتقاد کی صفت سے موصوف تھے۔ اور رات دن خدا
کی عبادت مین مشغول رہتے تھے۔ اگر یہ سب کے سب سوائے تین چار کے مرتد ہوگئے تھے تو بس اسلام پر
فاتحہ پڑھنا چاہیے اور کسیکے سامنے اسلام کی خوبی کا نام نہ لینا چاہیے۔ مگر اس بات کا کہ حضرت علی
کی حمایت مین نہ صرف عام صحابہ تھے بلکہ اونکے ساتھ بڑا لشکر جرار مہاجرین و انصار و تابعین
باحسان کا تھا حضرات امامیہ انکار ہی نہین کرسکتے۔ کیونکہ اوسکا ثبوت اون کتابون سے
ہے جنکو مثل خدا کی کتاب کے حضرات امامیہ صحیح سمجھتے ہین۔ دیکھو نہج البلاغت جناب امیرالمومنین
معاویہ کو ایک خط مین لکھتے ہین کہ تمنے اپنے خط مین یہ لکھا ہے کہ ہمارے بیچ مین شمشیر آبدار کے
سوا اب دوسری چیز فیصلہ کرنیوالی نہین ہے اسنے مجھے بہت ہنسایا اور نہایت متعجب کیا۔
کیا کبھی بنی عبدالمطلب دشمنون سے خائف ہوے ہین اور تلوار سے ڈرے ہین بلکہ وہ
اس جنگل کے شیر ہین اور میدان جنگ کے مرد۔ اب تم دورمت سمجھو اسے کہ جسے تم طلب کرتے
ہو وہ تمھین طلب کرے اور جسے تم دور سمجھتے ہو وہ تمھارے پاس پہونچے۔ یعنی مین تمھارے طرف

آرہا ہون ایک ایسے لشکر جرار اور فوج بیشمار کے ساتھ اور اوس لشکر بیشمار مین کون ہین وہ مہاجرین و انصار اور تابعین باحسان ہین کہ جنکا گروہ قوی ہے اور جنکا غبار بلند ہے اور جو موت کے پیراہن پہنے ہوے ہین اور جو خدا کی موت کو سب سے زیادہ چاہتے اور اوسکی آرزو رکھتے ہین۔ اور اونکے ساتھ ہین ذریہ بدریہ اور سیوف ہاشمیہ یعنی اہل بدر کی اولاد اور شمشیر ہاے ہاشمی۔ چنانچہ اس خط کے الفاظ کا ترجمہ فارسی مین جو ملا فتح اللہ نے کیا ہے یہ ہے "ویاد کردہ در نامہ خود آنکہ نیست مرا و نہ مر اصحاب مرا نزد تو مگر شمشیر آبدار پس ہر آئنہ بخندہ آوردی مرا و یاران مرا پس از اشک فرو آوردن باین گفتار۔ یعنی ہر کہ شنید این گفتار ترا از مومنین خندید از روی تعجب بعد از گریستن ایشان بر دین جہت تصرف بے وجہ تو در او۔ کجا یافتہ شدند پسران عبدالمطلب کہ از دشمنان واپس رفتگان بودہ باشند از جہت جبانت و بشمشیر ترسانیدہ شدہ باشند وہراسان۔ چہ ایشان شیران بیشۂ رجولیت اند و از روباہ صفتان چہ اندیشہ دارند پس درنگ کن اندکی تا ملحق شود بصف جنگ حمل بن بدر۔ و این مثلی ست براے وعید اعدا الحرب۔ و قائل آن حمل بن بدر ست و او مردی بود از قشیر کہ شتران او را بغارت بردہ بودند و در میان ہیجا رفت بدلاوری و شتران خود را باز ستد از اعدا پس زود باشد کہ طلب کند ترا کسیکہ طلب میکنی او را و نزدیک شد بتو آنچہ دوری میجوئی از و۔ و من شتابندہ ام بجانب تو در لشکر عظیم بسیار از مہاجرین و انصار و تابعان بنیکوی کہ سخت ست انبوہ ایشان مرتفع ست غبار ایشان۔ گویند کہ نود ہزار کس بودند و در بر کنندگان پیراہنہاے مرگ را این کنایت ست از زرہہا و جوشنہا کہ در بر داشتند ہمچو پوشش اکفان۔ و دوست ترین ملاقات بسوے ایشان ملاقات کردن ایشان ست برحمت پروردگار خود بتحقیق کہ ہمراہ ست ایشان را ذریہ بدریہ یعنی فرزندان بدری خونخوار و سیوف ہاشمیہ یعنے شمشیر ہاے ہاشمی آتشبار۔ انتہی"

جبکہ خود جناب امیر مہاجرین و انصار اور اصحاب و تابعین کے ایک لشکر جرار کا اپنے ساتھ ہونا

بیان فرماتے ہین اور اونکے ثبات قدم اور شجاعت و مردانگی اور جہاد فی سبیل اللہ کی تعریف کرتے ہین اور شارحین نہج البلاغت نوے ہزار آدمیون کا اوسوقت آپ کے ساتھ ہونا بیان کرتے ہین توکیونکر سمجھ مین آوے کہ یہ لوگ مسلمان نتھے اور اونکے دل ایمان کے نور سے اور اہل بیت کی محبت سے خالی تھے۔ یا کسی زمانے مین کسی سبب سے وہ مرتد یا دشمن اہل بیت ہوسکتے تھے۔ یا کسی کے دہوکے مین آکر وصی رسول کا ساتھ چھوڑ سکتے تھے۔ کیا یہ بات سمجھ مین آسکتی ہے کہ اگر حضرت علی نے خلفاء سابقین کی خلافت کو نہ قبول کیا ہوتا اور اونکو غاصب اور مرتد جانا ہوتا تو وہ مقابلے اور مقاتلے کا ارادہ نفرماتے۔ اور اگر ارادہ فرماتے تو کیا ایسے جان باز اور جان نثار جنکی تعریف اس خطبہ مین جناب امیر نے کی ہے وہ جناب امیر کا ساتھ نہ دیتے اور اونکے دشمنون سے مقابلہ نکرتے۔ اور حضرت علی کی حمایت پر آمادہ نہوتے۔ مگر بات یہ ہے کہ درحقیقت جناب امیر نے نہ اون خلفا کو غاصب تصور کیا نہ اونکے ساتھ مقابلے اور مقاتلے کا ارادہ فرمایا بلکہ جو کچھ ہوا اوسے تسلیم کیا اور مثل دوسرونکے خود بھی خلفاء سابقین کی مدد دینے مین معین اور شریک رہے اور مہاجرین و انصار کے اتفاق کو ہمیشہ رضا الٰہی کے مطابق سمجھا۔ اور یہ خیال ہمارا کچھ قیاسی نہین ہے بلکہ خود جناب امیر کے اون بیانات پر مبنی ہے جو آپ نے کئے اور جس پر اپنی خلافت کی حقیّت پر استدلال کیا۔ کیا حضرات امامیہ اوس خط پر غور نہین فرماتے جو جناب امیر نے معاویہ کو لکھا تھا کہ میری بیعت کرنیوالے وہ لوگ ہین جنھون نے ابوبکر اور عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی اور یہ وہ لوگ ہین کہ جنکے اتفاق کر لینے پر نہ کسی اوس شخص کو جو اوسوقت موجود تھا عدول کرنا جائز ہے اور نہ کسی غائب اور غیر حاضر کو اختیار ہے کہ اوسے رد کرے بلکہ شوریٰ حق مہاجرین و انصار کا ہے جب وہ کسی آدمی پر اجماع اور اتفاق کرلین اور اوسے امام بنالین توسمجھنا چاہیے کہ وہی مرضی خدا کی تھی اگر اونکے اجماع کے بعد کوئی کسی طعن یا بدعت کیوجہ سے باہر ہوجاے تو اوسے مردود سمجھو اور اگر وہ انکار کرے تو اوس سے مقاتلہ کرو کیونکہ اوسنے وہ راے اختیار کی جو مومنین

کی نہین ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ جو نہج البلاغت مین منقول ہین وہ یہ ہین ومن کتاب له
علیه السلام الی معاویة انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان
علی ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوری للمهاجرین
والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان ذلک لله رضی فان خرج من امرهم خارج بطعن
او بدعة ردوه الی ما خرج منه فان ابی قاتلوه علی اتباعه غیر سبیل المؤمنین وولاه الله ما تولی
اور یہ کہنا شارحین نہج البلاغت کا کہ یہ خطاب آپ نے معاویہ سے مطابق اون لوگون کے
خیال کے کیا تھا جو خلافت کو شورے پر مبنی سمجھتے تھے یا یہ کہ مدارات وتقیہ کے طور پر آپ نے
یہ لکھا تھا۔ صحیح نہین ہے۔ اسلئے کہ اوّل تو کوئی لفظ اس خیال کے ثبوت اور تصدیق کے متعلق
پایا نہین جاتا۔ اور اگر آپکی خلافت پر نص ہوتی تو اوسکے اظہار کا یہ موقع تھا۔ اور آپ کے
دعوے کے لئے وہ ایک عمدہ اور قوی دلیل تھی۔ اور آپ اپنے حق پر ہونیکے ثبوت مین یہ فرما سکتے
تھے کہ میری خلافت منصوص ہے اور علی رؤس الاشہاد پیغمبر خدا صلعم غدیر خم مین مجھے اپنا خلیفہ
کر گئے تھے۔ اس صحیح اور قوی دلیل کو تو آپ نے چھوڑ دیا اور اوس بات سے استدلال کیا جسکو
آپ غلط اور جھوٹ جانتے تھے۔ اور جس سے خلفاے سابقین کی خلافت غصبی کی حقیت کا ثبوت
ہوتا تھا۔ ان هذا الشیٔ عجاب۔

۔ہا یہ خیال کہ معاویہ اور اونکے ساتھی اس استدلال کو مانتے اسلئے جھوٹی اور غلط بات سے
اونکے عقیدیکے موافق آپ نے استدلال فرمایا قابل تسلیم نہین ہے۔ اس لئے کہ آخر وہ لوگ
پیغمبر خدا کی تصدیق فرماتے تھے اور اونمین نص کے سننے والے بھی موجود تھے بالفرض اگر وہ
نہ مانتے تو آپ کے ساتھ جتنے مہاجرین وانصار اور نوے ہزار آدمی تھے وہ تو آپکی تصدیق فرماتے۔
اور جبکہ یہ لوگ آپ کے ساتھ جان دینے اور خون بہانے پر آمادہ تھے اور اپنے قول کو اپنے عمل سے

ثابت کر رہے تھے تو کیا وہ آپ کے حقمین نص خلافت کی تصدیق نکرتے اور اس دلیل کو اپنے مخالفین کے سامنے پیش کرنے سے باز رہتے۔ بلکہ اگر ایسی نص صریح ہوتی تو حامیان جناب امیر بالضرور اسکو آپکے ساتھ دینے کے لئے اپنے حق پر ہونیکے ثبوت مین پیش کرتے اور کہتے کہ ہمنے جو انکا ساتھ دیا ہے وہ صرف پیغمبر خدا صلعم کے حکم کی تعمیل ہے۔ اور جو کچھ ہم کرتے ہین اور انکے ہمراہ ہوکر اپنی جانین قربان کر رہے ہین وہ اسی لئے ہے کہ پیغمبر خدا نے جنپر ہم ایمان لائے اور جنھون نے ہمکو ہدایت کی اونکے حکم کو پورا کرین اور اونکے مقرر کئے ہوئے امام کے ساتھ دینے پر اپنا اسلام اور ایمان دکھا دین۔ اس سے حضرت علی کے استدلال کو اور قوت ہوتی اور ایک ایسے گروہ کثیر کی بات سے انکار پر امیر معاویہ کو جرات نہوتی۔ پس ایسے استدلال کو چھوڑنا اور جھوٹی اور غلط بات کو سند مین پیش کرنا درحقیقت جناب امیر کی عصمت بلکہ صداقت مین شک پیدا کرنا ہے۔ رہا تقیہ تو اوسکا موقع اور محل ہی کیا تھا اس لئے کہ اگر وہ روایتین حضرات امامیہ کی صحیح ہین جنمین صحابہ کی برائیاں برسر منبر اور علی رؤس الاشہاد جناب امیر نے بیان کین تو پھر خوف کسکا تھا کہ جھوٹی اور غلط تعریفین صحابہ کی کرتے اور مہاجرین و انصار کی شان مین ایسے فقرات تعریف کے لکھتے۔ غرضکہ اگر عقل سلیم کو دخل دیا جاوے تو اسمین کچھ شبہہ نہین رہتا کہ جناب امیر بھی خلافت کو غیر منصوص سمجھتے تھے۔ اور مہاجرین و انصار کبھی اونکے مخالف نہ تھے۔ اور خلافت مہاجرین و انصار اور اہل حل وعقد کے اتفاق پر مبنی تھی۔ جبکہ آپ کا وقت آیا مہاجرین و انصار نے آپ سے بیعت کی اور آپ کو خلیفہ قرار دیا اور آپکی مدد و اعانت مین کوئی دقیقہ سعی وکوشش کا اوٹھا نہ رکھا۔ اور اسی سے ہر غیر متعصب منصف اس باتکو تسلیم کریگا کہ اگر لوگون نے آپ کا حق چھینا اور فدک کو غصب اور حضرت فاطمہ پر ظلم وستم کیا ہوتا تو بلاشبہہ حضرت امیر مقابلے اور مقاتلے پر آمادہ ہوتے۔ اور وہ لوگ جنھون نے آپ کی خلافت مین آپ کا ساتھ دیا ضرور آپ کے ساتھ ہوتے۔ اور جس طرح

امیر شام کے مقابلے مین اپنی جانین علی مرتضی پر قربان کین اوس سے بڑھکر حضرت فاطمہ کا ساتھ دیتے اور اونپر ظلم وستم کرنیوالون سے مقابلہ کرتے۔ اور اپنی محبت اہل بیت کے ساتھ دکھاتے۔ اور اس سے ہر شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ وہ روایتین جسمین ظلم وستم کے واقعات نہایت مبالغے سے بیان کیے گئے ہین بے اصل اور غلط ہین۔

علاوہ اون امور کے جنکا ہمنے اوپر ذکر کیا یہ بات بھی بہت غور کرنیکے لائق ہے کہ صحابہ کے دو بڑے گروہ تھے ایک مہاجرین دوسرے انصار۔ مہاجرین کی نسبت حضرات شیعہ کہتے ہین کہ اونھین جناب امیر کے ساتھ اس لئے عداوت تھی کہ اونکے عزیز و قریب اکثر جہادون مین حضرت علی کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ اور اسی بات کا رنج اون لوگون کے دلونمین چلا آتا تھا اسی لئے مہاجرین نے آپ کا ساتھ نہ دیا اور آپکے حقوق غصب کرنیوالون کے ساتھ ہو گئے۔ یہ بات بچون کے ہنسنے کے لائق ہے اس لئے کہ اول تو تنہا حضرت علی مرتضی ہی جہاد کرنیوالون مین نہ تھے۔ اور نہ صرف ایک اونھون ہی نے سب لوگونکو قتل کیا تھا۔ بلکہ خود مہاجرین نے اپنے عزیزون اور قریبون کو چھوڑ دیا تھا اور پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ جہادونمین شریک ہوکر اپنے خویش و اقارب کے قتل کرنے مین دریغ نہ کیا تھا۔ علاوہ برین جو کچھ حضرت علی نے کیا اور جنکو جہادون مین مارا وہ سب پیغمبر خدا صلعم کے حکم سے کیا۔ اس لئے چاہیئے تھا کہ مہاجرین سب سے زیادہ جناب سرور کائنات سے عداوت رکھتے اور اونھین کی رسالت کے منکر ہوتے۔ نہ یہ کہ پیغمبر خدا پر تو اپنی جانین نثار کرتے اور شمع نبوت پر پروانہ وار قربان ہوتے رہتے۔ اور حضرت علی سے جنھون نے صرف پیغمبر خدا کے حکم سے اور اونکی مدد کے لیے مہاجرین کے خویش و اقارب کو قتل کیا عداوت رکھتے۔ اسکے سوا اگر حضرت علی نے قتل بھی کیا تو مہاجرین کے خویش و اقارب کو کیا تھا۔ انصار کے گروہ مین سے تو کوئی ایسا نہ تھا جس کے عزیز اور رشتہ دارونکو حضرت علی نے قتل کیا ہو

پھر اونکو آپ کے ساتھ عداوت رکھنے کا کیا سبب ہے - کیونکہ جو علت عداوت کی بیان کیجاتی ہے وہ انصار مین موجود ہی نہ تھی - بلکہ انصار کا وہ معزز فرقہ ہے کہ جسکو اپنی وفات کے اخیر وقت تک جناب پیغمبر خدا صلعم چاہتے رہے اور اونکی نصرت و مدد کا شکریہ ادا فرماتے رہے - یہانتک کہ آپنے انصار کی شان مین فرمایا کہ یہ میری عیال و فرزند ہین اور اونکے ساتھ نیکی کرنے اور اچھی طرح سے پیش آنیکی آخری دم تک وصیت فرمائی - ایسے لوگونکو جناب امیر کے ساتھ خاص محبت اور ایک خصوصیت ہونی چاہیے تھی نہ کہ دشمنی اور عداوت -

کیا حضرات امامیہ اپنے یہانکی اون روایتون کو ملاحظہ نہین فرماتے جنمین انصار کے فضائل اور انصار کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت پیغمبر خدا نے فرمائی ہے - ذرا تفسیر منہج الصادقین اور مجمع البیان طبرسی ہی اوٹھا کر دیکھیئے کہ اوسمین خود مفسرین امامیہ نے کیا لکھا ہے - یہ موقع نہین ہے کہ مین تمام روایتین اسکے متعلق یہان نقل کرون صرف ایک روایت منہج الصادقین کی بیان کرتا ہون - مفسر منہج الصادقین لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۙ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ حنین و اوطاس کی غنیمت سے پیغمبر خدا صلعم نے مؤلفۃ القلوب کو حصہ دیا اور مہاجرین کو زیادہ اور انصار کو کم - اس تقسیم سے انصار غمگین اور رنجیدہ ہوے اور بعضے کہنے لگے کہ پیغمبر نے تمام غنیمت کا مال اپنی قوم کو دیا اور ہمکو محروم کیا - آنحضرت صلعم کو اسکے سننے سے نہایت رنج ہوا اور انصار کو جمع کرکے فرمایا کہ تم دوزخ کے کنارے پر تھے خداوند تعالی نے میرے واسطے سے تمکو اوس سے نجات دی کیا یہ سچ نہین ہے - سب نے کہا یا رسول اللہ یہ سچ ہے - اسیطرح آپ نے چند اور باتین فرماکر یہ کہا کہ تم بھی اسکے جواب مین کہہ سکتے ہو کہ مین تنہا آیا تھا اور تمنے میری مدد کی اور مین خائف تھا تمنے امان دی - اور لوگ میری تکذیب کرتے تھے تمنے تصدیق کی - انصار یہ بات سنکر رونے لگے اور ہاے ہاے کرنے لگے اور پیغمبر خدا کے پاؤن پر گرگر

کہنے لگے کہ یارسول اللہ تن وجان ومال ہمارا آپ پر قربان ہے۔ ہمارا مال بھی آپ کے اختیار مین ہے اگر آپ چاہین اپنی قوم کو عطا فرمائین۔ اور جو کچھ اونکی نسبت ہم لوگون مین سے بعض نے کہا ہے وہ بے ادب اور ادنی درجے کے لوگ ہین اور اب وہ توبہ کرتے ہین آپ اونکے لئے استغفار فرمائیے۔ تب آپ نے ہاتھ دعا کے لئے اوٹھایا اور فرمایا اللھم اغفر للانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار یا معشر الانصار اما ترضون ان ینصرف الناس بالشاۃ والغنم وفی سھمکم رسول اللہ قالو ابلے یارسول اللہ یعنی شما راضی نیستید کہ مردمان بازگردند و نصیب ایشان گوسفند وچارپاے باشد ودر نصیب شما رسول خدا باشد گفتند بلی رضینا باللہ وعنہ وبرسولہ پس فرمود ﮧ الانصار کرشی وعیبتی لوسلک الناس وادیا وسلک الانصار شعبا لسلکت شعب الانصار انصار سر من اند وخواص من اند اگر مردمان بوادی سلوک کنند وانصار شعبی من بطریق انصار سلوک کنم (صفحہ ۱۰ جلد دوم مطبوعہ ایران) ماحصل اسکا یہ ہے کہ پیغمبر خدا نے انصار سے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے راضی نہین ہوکہ اور لوگون کے حصے مین مویشی اور بکریان ہون اور تمھارے حصے مین خدا کا رسول۔ انصار کہنے لگے کہ ہان ہم راضی ہین خدا سے اور اوسکے رسول سے۔ اسکے بعد آپنے فرمایا کہ انصار میری عیال و فرزند اور صاحب اسرار ہین اگر لوگ کسی ایک راستے پر چلین اور انصار دوسرے راستے پر تو مین اوسی راہ پر چلونگا جس پر انصار چلے ہون۔ اور مجمع البیان طبرسی مین اسی روایت مین یہ الفاظ اور بیان کئے گیے ہین کہ بعد اسکے آپنے فرمایا ولولا الھجرۃ لکنت امرأمن الانصار اللھم ارحم الانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار فبکی القوم حتی اخضبت لحاھم کہ اگر ہجرت نہوتی تو مین بھی ایک آدمی منجملہ انصار کے ہوتا اور پھر آپ نے یہ دعا کی کہ خدایا رحم کر انصار پر اور اونکے بیٹون اور پوتون پر یہ سنکر انصار رونے لگے یہانتک کہ اونکی ڈاڑھیان تر ہوگئین۔

اور احتجاج طبرسی مین ابو المفضل محمد بن عبد اللہ شیبانی سے یہ روایت ہے کہ پیغمبر خدا

ﮧ کرش عیال و فرزندان خود

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے قریب مرض کی حالت مین فضل بن عباس اور اونکے غلام ثوبان پر سہارا لگائے ہوئے نماز کے لئے آئے اور بعد نماز کے مکان کو واپس تشریف لیگئے اور ثوبان سے کہا کہ تم دروازے پر بیٹھے رہو اگر کوئی انصار مین سے آوے تو اونھین اندر آنے سے منع نکرنا۔ اور پھر آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ اتنے مین انصار آئے اور کہا کہ ہم پیغمبر خدا کے پاس جانا چاہتے ہین حاجب نے جواب دیا کہ آپ پر اسوقت غشی طاری ہے اور ازواج مطہرات آپ کے پاس ہین یہ سنکر انصار رونے لگے۔ جب رسول خدا نے اونکے رونیکی آواز سنی پوچھا یہ کون لوگ ہین جواب مین عرض کیا گیا کہ انصار ہین آپ یہ سنکر علی و عباس پر سہارا لگا کر باہر تشریف لائے اور یہ خطبہ فرمایا یامعشر الناس انه لم یمت نبی قط الا خلفت ترکة وقد ترکت فیکم الثقلین کتاب الله واهل بیتی فمن ضیعهم ضیعه الله الا وان الانصار کرشی وعیبتی التی اوی الیها وانی اوصیکم بتقوی الله والاحسان الیهم فاقبلوا من محسنهم وتجاوزوا عن مسیئهم یعنی اے لوگو کسی نبی نے دنیا سے انتقال نہین کیا جسنے کچھ ترکہ نچھوڑا ہو مین تمھارے واسطے ترکے مین دو چیزین چھوڑتا ہون اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت کو جو اونھین چھوڑ دیگا اللہ اوسے خراب کردیگا اور خبردار یہ انصار میرے عزیز اور میرے چھوٹے بچون کی موافق ہین اور میرے بھید کے لوگ اور میرے محرم اسرار ہین مین تمکو اللہ کے خوف اور اونکے ساتھ نیکی کرنیکی وصیت کرتا ہون جو انمین نیک ہین اونکی نیکی قبول کرو اور جنسے خطا ہو اوسے درگذر کرو۔ یہ آپ کے آخری الفاظ ہین جو شان مین انصار کے فرمائے۔ افسوس ہے اون لوگون پر کہ جو پیغمبر خدا کو خدا کا رسول سمجھین اور اوسپر ایمان لانے کا دعوی کرین اور ان کلمات کو آپکی زبان مبارک سے خود ہی نقل فرماوین اور انصار کی شان مین ایسی بیت پیغمبر خدا کیطرف سے بیان کرین اور پھر اونکو مرتد اور دشمن اہل بیت اور خارج از دائرۂ ایمان قرار دین۔ کیا کوئی آدمی الکی سخطہ کے لئے مان سکتا ہے کہ یہ گروہ انصار کا جنکو رسول خدا نے اپنے عیال

اور فرزندان خود کہا ہو وہ جناب امیر سے عداوت رکھیں گے اور بلا سبب اونکا ساتھ چھوڑ کر دشمن
کے شریک ہونگے- اور نص جلی سنکر اپنے گروہ میں سے سعد بن عبادہ کو امام بنانے کا ارادہ کرینگے-
اور جناب امیر کی شان مین جو نص جلی تھی اوسے ایسا بھلا دینگے کہ کسی وقت اوسکا ذکر بھی زبان پر
نہ لاوین اور اوسے ایسا نسیاً منسیا کردین کہ کسی موقع پر اوسکا خیال نہ رکھیں- حاشا ثم حاشا
اس کے جواب مین قاضی نور اللہ شوستری نے احقاق الحق مین یہ فرمایا ہے کہ انصار نے حضرت
علی کی شان مین جو نص ہے اوسے سنا تھا اور آپس مین اوسکا ذکر کیا تھا لیکن اونھون نے بنی سقیفہ بنی
ساعدہ مین اوسے ابوبکر پر بطور حجت کے بوجہ اوس شبہہ کے پیش نہیں کیا جو ابوبکر کے دوستون وغیرہ
نے لوگون کے دلون مین ڈالدیا تھا اور وہ یہ تھا کہ علی نے خلافت کا خیال چھوڑ دیا ہے اور وہ
گھر مین بیٹھ رہے ہین- اور اون لوگون نے جو علی سے منحرف تھے اوس وقت جبکہ آپ رسول خدا کی
تجہیز وتکفین مین مشغول تھے اورون کے دلون مین یہ بات جمادی کہ آپ پر آنحضرت کی وفات
کی مصیبت کا ایسا اثر ہوا ہے کہ آپنے خلافت کا ارادہ ترک کردیا ہے- اور آپ نے خانہ نشینی
اختیار کی ہے- چنانچہ خزیمہ بن ثابت انصاری آیا اور اوسنے جو علی کا حال سنا تھا وہ اپنی قوم
سے کہا اور یہ بھی ذکر کیا کہ خلافت کے لئے کوئی ہونا چاہیے- اور علی کے سوا کوئی قرشی ایسا نہین
جو اسکے لائق ہو- اوسوقت انصار کو خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ اونپر بلوہ زیادہ ہو جاے اور
خلافت کا متولی کوئی ایسا درشت خو قریشی ہو کہ اونسے جاہلیت کے خونون اور بدر کے
کینون کا بدلا لے- اس خیال سے وہ سعد بن عبادہ سردار انصار کے پاس آے- اور سقیفہ
مین آکر اونسے خلافت کے قبول کرنیکے لئے کہا- سعد نے بوجہ علی کے موجود ہونیکے انکار کیا اور یہ
کہا کہ وہی اللہ ورسول کیطرف سے منصوص بالخلافت ہین- قریش نے یہ بات سنی اور ابوبکر کیطرف
رجوع کی اور انصار سے طوعاً وکرہاً ابوبکر کی بیعت کے لئے التماس کیا- تب انصار نے کہا کہ

جب تم اللہ و رسول کی نص کو ترک کرتے ہو تو ہم مین اور تم مین علی بن ابی طالب کے بعد کوئی اور اولی نہین اسلئے ایک امیر ہم مین سے ہوگا اور ایک تم مین سے۔ ابوبکر اور اونکے یارون نے اس سے انکار کیا اور یہ حجت بیان کی کہ امام قریش ہی مین سے ہوگا۔ الی آخر القصہ۔ اور علامہ ابوالسعادات حلی نے شرح دعاء صنمی قریش مین یہ روایت کی ہے کہ سقیفہ کے دن ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ ہر ایک اپنے لئے امارت چاہتا اور بظاہر دوسرے کا نام لیتا تھا۔ اسپر انصار نے انکار کیا اور باصرار تمام اوس سے مخالفت کی اور رسول اللہ نے علی کے باب مین اور اونکی امامت کے لئے جو کئی مواقع پر تاکیدین فرمائی تھین اوس سے احتجاج کیا اور کہا کہ رسول اللہ نے اونکو حکم دیا ہے کہ امارت مومنین کو علی کے سپرد کرین ابوبکر نے کہا کہ ہان ایسا ہی تھا لیکن رسول اللہ نے اپنے اس قول سے اوسے منسوخ فرما دیا ہے کہ ہم وہ اہل بیت ہین کہ خدا نے ہمکو نبوت سے سرفراز کیا اور دنیا کو ہمارے لئے ناپسند فرمایا اور یہ کہ اللہ تعالی ہمارے لئے نبوت اور خلافت کو جمع نکریگا۔ عمر و ابوعبیدہ نے اونکی تصدیق کی اور علی کے گھر مین بیٹھ رہنے اور تجہیز و تکفین مین مشغول رہنے کی یہی وجہ بیان کی کہ علی جانتے ہین کہ خلافت اونسے محول ہو چکی ہے۔ اسپر انصار نے کہا کہ منا امیر و منکم امیر انتہی۔

اِن روایتون سے ثابت ہوتا ہے کہ انصار جناب امیر کے مخالفین مین سے نہ تھے نہ خود خلافت کے خواہان۔ اور جو ارادہ سعد بن عبادہ نے کیا تو وہ صرف دھوکا تھا اور علی کی نسبت جو نص اونھون نے سنی تھی اوسے اونھون نے چھپایا نہین تھا۔ بلکہ اوسے سقیفہ بنی ساعدہ مین پیش کیا تھا اور اوس سے جناب امیر کی خلافت کا استحقاق بتایا تھا۔ مگر جب اونکو یہ دھوکا دیا گیا کہ علی نے فرط غم سے خلافت کا ارادہ چھوڑ دیا ہے تب اونھون نے کہا کہ ایسی حالت مین ہم کسی دوسرے قریش کی امامت منظور نہ کرینگے۔ اور اسی لئے مجالس المومنین مین اَوس و خزرج دونو قبیلہ انصار کو خاص شیعیان علی مین سے شمار کیا ہے اور سعد بن عبادہ مدعی امامت کو

جناب امیر اور اونکی اولاد امجاد کے مخلصین خاص مین نقل فرمایا ہے جیساکہ ملا باقر مجلسی فرماتے ہین کہ الاوس والخزرج دو قبیلہ بزرگ اند از انصار کہ حال ایشان از غایت اشتہار حاجت باظہار ندارد واخلاص این دو طائفہ خصوصا سعد بن عبادہ خزرجی و اولاد امجاد او نسبت بحضرت علویہ مرتضویہ غایت ظہور دارد پس اگر حضرت علی درحقیقت مقابلے ومقاتلے کا ارادہ کرتے اور اپنے حقوق کے لیے غاصبین کی مدافعت چاہتے تو کیا انصار اونکی اعانت نکرتے اور اونکا ساتھ ندیتے۔

انصار کی کیفیت اور اونکے ایمان اور اسلام کی حقیقت اور اہل بیت کرام کے ساتھ محبت کی حالت تو یہ ہے جسکو ہم حضرات امامیہ کی روایتون سے دکھا چکے۔ رہا دوسرا گروہ قریش کا جنمین مہاجرین داخل ہین اور جنکو حضرات امامیہ اسلام اور ایمان دونو سے خارج سمجھتے ہین۔ خصوصًا حضرات شیخین اور اونکے خاص معاونین کو۔ اونکی کیفیت یہ ہے کہ اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان خلیفہ ہوے اور اونکے زمانۂ خلافت مین اسلام نے بہت ترقی کی اور انھین کے عہد مین بہت کثرت سے جہاد ہوے۔ اور انھین کے ہاتھون کسری اور قیصر کے ملک مسلمانون کے ہاتھ آئے۔ یہ وہ واقعات ہین کہ انکا کوئی انکار ہی نہین کرسکتا۔ فرق یہ ہے کہ حضرات امامیہ فرماتے ہین کہ یہ لوگ ایمان سے بے بہرہ تھے اور منافق اور مرتد۔ اور جو کچھ اونکے زمانے مین ہوا اوس سے اونکا ایمان و اسلام ثابت نہین ہوتا۔ بہت سے دنیا دار اور ظالم بادشاہ ہوے ہین کہ باوجود اونکے فاسق و فاجر ہونیکے مسلمانون کو فتح ہوی۔ اور کفار کے ملک مین اسلام پھیلا۔ اسلئے اونکی لڑائیان مثل اور دنیا طلب بادشاہون کے دنیاوی لڑائیون مین داخل ہین نہ کہ جہاد فی سبیل اللہ مین۔ اور ہم اہل سنت وجماعت اونکے جہاد اور فتوحات کو اونکی خلافت کی حقیت کی دلیل سمجھتے ہین اور بموجب خدا کے اس وعدے کے کہ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ ان فتوحات کو

خدا کی بشارت اور وعدے کے موافق خیال کرتے ہین - اب یہ امر دیکھنا باقی ہے کہ آیا حضرات امامیہ کی مستند اور معتبر کتابون اور ائمہ کرام کے اقوال سے ہمارا اعتقاد صحیح ثابت ہوتا ہے یا حضرات امامیہ کا - اوسکے لیئے ہم ایک حدیث کافی کی پیش کرتے ہین جس سے تمام معتقدات حضرات امامیہ کے جو نسبت خلفاء راشدین کے ہین ہباءً منثورا ہو جاتے ہین - اور خلفاء راشدین کا ایمان اور اعمال حسنہ سے متصف ہونیکا ثبوت ایسا ہوتا ہے کہ اوسکا کوئی معقول جواب ہی نہین دیسکتے - وہ حدیث یہ ہے کہ فروع کافی مین باب من یجب علیہ الجہاد و من لا یجب مین ابو عمیر زبیری نے امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ مین نے امام سے پوچھا کہ خدا کیطرف بلانا اور اوسکی راہ مین جہاد کرنا کسی خاص قوم سے مخصوص ہے یا ہر موحد اور مومن اوسکا مجاز ہے - آپ نے جواب دیا کہ نہین وہ ایک خاص لوگون سے مخصوص ہے اور کوئی دوسرا نہین کرسکتا مین نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہین - آپ نے جواب دیا کہ وہ لوگ جنمین وہ شرائط موجود ہون جو خدا نے مجاہدین اور داعین الی اللہ کے مقرر فرمائے ہین جسمین وہ شرائط نپائے جامین نہ اونسے دعوت الی اللہ کی اجازت ہے نہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیئے ماذون ہے - تب مین نے کہا کہ اون شرائط کو بیان فرمایئے آپ نے فرمایا کہ خدائے عزوجل نے اوسکے درجے مقرر کیئے ہین - اول خدا تعالی نے اپنی طرف اس دعوت کا بیان فرمایا ہے کما قال وَاللّٰهُ يَدْعُوٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کہ اللہ جنت کی دعوت دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے - بعد اوسکے پیغمبر خدا صلعم دعوت کے لیئے ارشاد کیا کما قال اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ کہ بلاؤ اپنے رب کی راہ کیطرف حکمت اور اچھی وعظ سے اور مجادلہ کرو اون سے اچھے طریقے سے - پھر ایسی قوم کو دعوت کی اجازت دی ہے جو نیک ہون اور امر بالمعروف اور نہی منکر کرتے ہون کما قال وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

جناب امیر اور اونکی اولاد امجاد کے مخلصین خاص مین داخل فرمایا ہے جیساکہ ملا باقر مجلسی فرماتے ہین کہ الاوس والخزرج دو قبیلہ بزرگ اند از انصار کہ حال ایشان از نہایت اشتہار محتاج باظہار ندارد و اخلاص این دو طائفہ خصوصا سعد بن عبادہ خزرجی و اولاد امجاد او نسبت بحضرت علویہ مرتضویہ غایت ظہور دارد پس اگر حضرت علی درحقیقت مقابلے و مقاتلے کا ارادہ کرتے اور اپنے حقوق کے لیے غاصبین کی مدافعت چاہتے توکیا انصار اونکی اعانت نکرتے اور اونکا ساتھ نہ دیتے۔

انصار کی کیفیت اور اونکے ایمان اور اسلام کی حقیقت اور اہل بیت کرام کے ساتھ محبت کی حالت تو یہ ہے جسکو ہم حضرات امامیہ کی روایتون سے دکھا چکے۔ رہا دوسرا گروہ قریش کا جنمین مہاجرین داخل ہین اور جنکو حضرات امامیہ اسلام اور ایمان دونوسے خارج سمجھتے ہین۔ خصوصا حضرات شیخین اور اونکے خاص معاونین کو۔ اوسکی کیفیت یہ ہے کہ اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان خلیفہ ہوے اور اونکے زمانۂ خلافت مین اسلام نے بہت ترقی کی اور انھین کے عہد مین بہت کثرت سے جہاد ہوے۔ اور اونھین کے ہاتھون کسری اور قیصر کے ملک مسلمانون کے ہاتھ آئے۔ یہ وہ واقعات ہین کہ انکا کوئی انکار ہی نہین کرسکتا۔ فرق یہ ہے کہ حضرات امامیہ فرماتے ہین کہ یہ لوگ ایمان سے بے بہرہ تھے اور منافق اور مرتد۔ اور جو کچھ انکے زمانے مین ہوا اوس سے اونکا ایمان و اسلام ثابت نہین ہوتا۔ بہت سے دنیا دار اور ظالم بادشاہ ہوے ہین کہ باوجود اونکے فاسق و فاجر ہونیکے مسلمانون کو فتح ہوئی۔ اور کفار کے ملک مین اسلام پھیلا۔ اسلئے اونکی لڑائیان مثل اور دنیا طلب بادشاہون کے دنیاوی لڑائیون مین داخل ہین نہ کہ جہاد فی سبیل اللہ مین۔ اور ہم اہل سنت وجماعت اونکے جہاد اور فتوحات کو اونکی خلافت کی حقیت کی دلیل سمجھتے ہین اور بموجب خدا کے اس وعدے کے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ ان فتوحات کو

خدا کی بشارت اور وعدے کے موافق خیال کرتے ہین - اب یہ امر دیکھنا باقی ہے کہ آیا حضرات امامیہ کی
مستند اور معتبر کتابون اور ائمہ کرام کے اقوال سے ہمارا اعتقاد صحیح ثابت ہوتا ہے یا حضرات امامیہ
کا - اوسکے لئے ہم ایک حدیث کافی کی پیش کرتے ہین جس سے تمام معتقدات حضرات امامیہ کے جو
نسبت خلفاء راشدین کے ہین ہباءً منثورا ہو جاتے ہین - اور خلفاء راشدین کا ایمان اور اعمال حسنہ
سے متصف ہونیکا ثبوت ایسا ہوتا ہے کہ اوسکا کوئی معقول جواب ہی نہین دیسکتے - وہ حدیث یہ ہے کہ فروع
کافی مین باب من یجب علیه الجهاد و من لا یجب مین ابو عمیر زبیری نے امام جعفر
صادق سے روایت کی ہے کہ مین نے امام سے پوچھا کہ خدا کیطرف بلانا اور اوسکی راہ مین جہاد کرنا
کسی خاص قوم سے مخصوص ہے یا ہر موحد اور مومن اوسکا مجاز ہے - آپ نے جواب دیا کہ نہین وہ
ایک خاص لوگون سے مخصوص ہے اور کوئی دوسرا نہین کرسکتا - مین نے پوچھا کہ وہ کون لوگ
ہین - آپ نے جواب دیا کہ وہ لوگ جنمین وہ شرائط موجود ہون جو خدا نے مجاہدین اور داعین الی اللہ
کے مقرر فرمائے ہین - جسمین وہ شرائط نپائے جائین نہ اونسے دعوت الی اللہ کی اجازت ہے نہ وہ
جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ماذون ہے - تب مین نے کہا کہ اون شرائط کو بیان فرمایئے آپ نے
فرمایا کہ خدائے عزوجل نے اوسکے درجے مقرر کئے ہین - اول خدا تعالی نے اپنی طرف اس دعوت کا
بیان فرمایا ہے کما قال وَاللّٰهُ يَدْعُوٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ
کہ اللہ جنت کی دعوت دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے - بعد اوسکے پیغمبر خدا صلعم
دعوت کے لئے ارشاد کیا کما قال اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ
بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کہ بلاؤ اپنے رب کی راہ کیطرف حکمت اور اچھی وعظ سے اور مجادلہ کرو اون سے
اچھے طریقے سے - پھر ایسی قوم کو دعوت کی اجازت دی ہے جو نیک ہون اور امر بالمعروف اور نہی
منکر کرتے ہون کما قال وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یعنی تم مین سے ایسے لوگ ہونا چاہیین کہ بھلی بات کی دعوت دین اور اچھی بات کا حکم کرین اور بُری بات سے منع کرین - اور یہی لوگ فلاح کو پہونچنے والے ہین - پھر اس امت سے اون لوگون کو ماذون بدعوت فرمایا ہے جو ذریت ابراہیمؑ اور ذریت اسمعیلؑ سے ہون حرم کے رہنے والونمین سے جنھون نے سوائے خدا کے کبھی کسیکی عبادت نکی ہو - اور جنکی نسبت فرمایا ہے اَذْهَبَ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيْرًا کہ اونسے نجاست کو دور کیا اور اونکو خوب پاک کردیا - بعد اسکے رسولخدا کے اتباع کرنیوالون کو دعوت کا اذن دیا گیا ہے - اور یہ وہ لوگ ہین جنکی نسبت خدا نے فرمایا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ یعنی محمدؐ اللہ کے رسول ہین اور جو لوگ اونکے ساتھ ایمان والے ہین وہ کافرون پر سخت اور آپس مین نرم ہین - تو اونکو رکوع اور سجدے مین دیکھتا ہے کہ وہ اوس سے اللہ کا فضل اور اوسکی رضا چاہتے ہین سجدون کے اثر سے اونکی پیشانی پر نشان ہین - یہ مثل ہے اونکی توریت و انجیل مین - پھر اون مومنین کی صفت بھی بیان کی تاکہ جو لوگ اوس صفت سے موصوف نہون اون مین شامل ہونیکی توقع نکرین - اور وہ صفت یہ ہے اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ کہ وہ لوگ اپنی نماز مین خشوع کرتے ہین اور لغو بات سے اعراض کرتے ہین اور اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہین شامل کرتے ہین - پھر اون لوگون کو اسمین داخل کیا جو ان مومنین کی سی صفات رکھتے ہون کما قال اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰي مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ۭ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا

يُبَايِعُكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۔ یعنی اللہ نے مومنین سے اونکی جانین اور مال جنت کے بدلے مین خرید لئے ہین کہ وہ اللہ کی راہ مین جہاد کرین پھر مارین اور مارے جاوین۔ یہ خدا پر وعدہ ہے سچا جو توریت و انجیل و قرآن مین مذکور ہے۔ اور کون ہے اللہ سے زیادہ اپنے عہد کا پورا کرنیوالا تو تم اپنے اوس بیع سے جس کا تمنے اوس سے معاملہ کیا ہے بشارت حاصل کرو اور یہی ہے بڑی مراد کو پہونچنا۔ جب آیہ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ نازل ہوئی تو ایک آدمی نے کھڑے ہوکر پیغمبر خدا صلعم سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص تلوار لیکر جہاد مین لڑے یہانتک کہ مارا جاوے گو وہ مرتکب محرمات ہوگیا وہ بھی شہید و نمین داخل ہوگا۔ اوسوقت خدا نے یہ آیت نازل کی اَلتَّائِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ پھر آپ نے اسکی تفسیر فرمائی کہ شہادت اور جنت کے لائق گناہون سے توبہ کرنے والے اور سوائے خدا کے دوسرے کی عبادت کے لئے سر جھکانے والے اور تنگی و فراخی مین خدا کے شاکر اور روزہ رکھنے والے اور برابر نماز پنجگانہ پڑھنے والے اور امر معروف اور نہی منکر بجالانے والے اور یہی لوگ مبشر بشہادت و جنت ہین۔ پھر خدائے عز و جل نے خبر دی کہ جہاد کا حکم نہین دیا گیا مگر اونہین لوگونکو جنمین یہ شرائط پائے جاتے ہون اور فرمایا اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۔ کہ اجازت دیگئی اون کو جن سے لوگ لڑتے ہین اس وجہ سے کہ اون پر ظلم کیا گیا اور یہ کہ اللہ اونکی مدد دینے پر قادر ہے وہ وہ لوگ ہین کہ اپنے شہرون سے ناحق نکالے گئے اس قصور مین کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ یہ اسلیے ہے کہ جو کچھ آسمان اور زمین مین ہے واسطے خدا اور رسول اور اتباع رسول کے ہے۔ اور جو کچھ کہ دنیا مین مشرکین و کفار اور ظالمین و فاجرین کے ہاتھ مین ہے

وہ سب مومنین کے لئے ہے۔ اور جہاد کی اجازت اون مومنین کو جو موصوف ان شرائط سے ہون
نہین دیگئی مگر اونھین کو جو مظلوم ہون اور مظلوم نہین ہوتا مگر مومن۔ اور مومن نہین ہو سکتا
مگر وہ جو جامع ہو اون شرائط کا جو مجاہدین کے لئے قرار دیئے گئے ہین۔ اور جبکہ آیہ اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ
یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا نازل ہوئی تو اون لوگون کو جہاد کا حکم دیا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ
مین نے امام سے پوچھا کہ مہاجرین نے اہل مکہ سے لڑنیکی اجازت اسلئے پائی کہ وہ ظلم کئے گئے
تھے۔ مگر وہ کسریٰ اور قیصر اور دیگر مشرکین کے جہاد پر کیون متوجہ ہوے۔ امام نے جواب
دیا کہ اگر اتنی ہی اجازت ہوتی۔ تو وہ کسریٰ اور قیصر پر جہاد کبھی نکرتے۔ اس لئے کہ اونھون نے
کچھ مہاجرین پر ظلم نکیا تھا بلکہ ظالم تو اہل مکہ تھے اور اگر فقط مراد مہاجرین سے ہوتی تو متاخرین اس
حکم سے خارج رہتے اس لئے کہ متاخرین کے وقت نہ ظالمین مکہ مین سے کوئی رہا نہ مظلومین مین سے
یہ بات وہ نہین ہے جو تم سمجھے ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مہاجرین دو طرف سے مظلوم ہین ایک اہل مکہ
سے دوسرے کسریٰ اور قیصر سے کیونکہ سلطنت مہاجرین کا حق تھا بس مہاجرین کا جہاد کسریٰ
و قیصر پر بھی خدا کے حکم سے تھا۔ اور اسی دلیل سے ہر زمانے کے مومنین جہاد کر سکتے ہین۔ لیکن اذن
جہاد اونھین لوگون کو ہے جو جامع شرائط ہون تاکہ ایمان اور مظلوم اور ماذون ہونا پایا جاسے۔ اور
جو ایسا نہین ہے وہ ظالم ہے نہ مظلوم نہ داعیٔ مجاہد۔ بلکہ مومنین مامور ہین کہ اوس سے قتال کرین۔
انتھی ملخصا۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کسریٰ و قیصر پر بھی جہاد بحکم خدا ہوا تھا اور مہاجرین
جنھون نے جہاد کیا وہ ماذون من اللہ تھے۔ اور اس حدیث مین یہ بیان بھی کر دیا گیا ہے کہ ماذون
بجہاد نہین ہوتے مگر وہ مومنین جو متصف بصفات اَلتَّآئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ
السَّآئِحُوۡنَ الخ کے ہون۔ اور جبکہ مہاجرین کسریٰ و قیصر کے جہاد پر ماذون من اللہ تھے تو امام کے بیان
سے اونکا ان صفات سے متصف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ ثبوت ایسا ہے کہ اس سے انکار ہی نہین

ہوسکتا۔ اسلیے کہ اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ مہاجرین کسریٰ وقیصر پر جہاد کرنے والے تھے۔ اوراس سے بھی انکار نہین ہوسکتا کہ امام نے اس جہاد کو ماذون من اللہ فرمایا! وراوسکی وجہ اور دلیل بیان کی۔ اگر اونکا جہاد بلا اذن خدا ہوتا توراوی کے سوال کے جواب مین امام یہ فرماتے کہ یہ جہاد نہ تھا اور نہ وہ لوگ جہاد کے لئے ماذون تھے۔ برعکس اسکے امام نے اونکا ماذون من اللہ ہونا اور ماذون من اللہ ہونیکی دلیل صاف صاف لفظون نہین بیان کی۔ اور چونکہ ماذون من اللہ جہاد کے لئے نہین ہوسکتے الا وہ لوگ جو ایمان اور اعمال حسنہ کے جامع ہون اس لئے منطقی دلیل سے صاف یہ نتیجہ نکلا کہ امام نے اون مہاجرین کو جنھون نے کسریٰ وقیصر پر جہاد کیا تھا مومن اور جامع شرائط جہاد قرار دیا۔

اس حدیث کے جواب مین علماے امامیہ کو نہایت دقت پیش آئی اور کچھ جواب اسکا بن نہین آیا۔ مجتہد صاحب تشئید المبانی مین بجواب مولوی حیدر علیصاحب کے اس حدیث کے متعلق فرماتے ہین کہ نہایت آنچہ ازین حدیث ظاہر می شود این ست کہ مہاجرین ماذون بجہاد کسریٰ وقیصر بودند وحقیت خلافت خلفا ازان اصلا مستفاد نمی شود زیرا کہ دراحادیث متعددہ اہل سنت وارد شدہ کہ جناب رسالت مآب مسلمین را خبر تسلط خلفا جور دادہ امر باطاعت آنہا نمودہ بود انتہی۔ یعنی اس حدیث سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مہاجرین کسریٰ وقیصر کے جہاد کے لئے ماذون تھے مگر اس سے خلفا کی خلافت کی حقیت ثابت نہین ہوتی کیونکہ سنیون کی حدیثون مین آیا ہے کہ پیغمبر خدا نے خلفا جور کے تسلط کی خبر دیکر اونکی اطاعت کا حکم فرمایا تھا۔ اس جواب سے اتنا تو ثابت ہوا کہ جناب مجتہد صاحب کو اس حدیث کی صحت مین کلام نہین ہے نہ اوسکے مضمون مین کچھ عذر ہے۔ اور ہمارے مقصود کے لئے یہی کافی ہے۔ آیندہ ناظرین حدیث خود غور کرکے اس کا تصفیہ کرسکتے ہین کہ مجتہد صاحب کے جواب سے ہمارا دعوی جو اس حدیث کی دلیل پر مبنی ہے ثابت

ہوتا ہے یا باطل - اور چونکہ اونھون نے کوئی جواب اسکا نپایا - نہ مہاجرین کے کسری وقیصر پر
جہاد سے انکار کر سکے نہ اونکے ماذون من اللہ ہونے پر اعتراض فرما سکے - اور نہ ماذون من اللہ ہونے
کے لیئے جو شرائط امام نے فرماے اوسکے انکار کی جرأت کر سکے - جب کوئی رستہ نہ ملا تو اہل سنت کی کتابون
کی طرف رجوع کرنے لگے - مگر اس سے نفس حدیث کا مطلب کیونکر باطل ہو سکتا ہے - مانحن فیہ مین
یہ بحث نہین ہے کہ سینونکی روایتون کے مطابق خلفا راشدین خلفاء جور تھے یا خلفاء برحق - بلکہ
بحث طلب امر یہ ہے کہ اس حدیث سے اون مہاجرین کا جنھون نے کسری وقیصر پر جہاد کیا ماذون
من اللہ ہونا اور ماذون من اللہ ہونیکی وجہ سے اونکا صاحب اعمال صالحہ ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہین -
اور اس ثبوت کی تردید نہین ہو سکتی جب تک دو بدیہی باتون سے انکار نکیا جاے - ایک مہاجرین
کے جہاد کرنے سے کسری اور قیصر پر دوسری امام کے اس ارشاد سے کہ مہاجرین جہاد کے لیئے
ماذون من اللہ تھے - اگر حضرات امامیہ کو یہ جرأت ہو کہ وہ فرما سکین کہ جہاد مہاجرین نے نہین
کیا - نہ کسری اور قیصر کا ملک مہاجرین کے قبضے مین آیا بلکہ اونپر جہاد کرنیوالے ایران کے شیعہ
یا لکھنو کے مومن تھے تو خیر ہم خود اپنے دعوی کی غلطی تسلیم کر لینگے - یا یہ کہ سکین کہ امام نے
مہاجرین کو ماذون من اللہ ہونا نہین بیان کیا بلکہ ممنوع من الجہاد ہونا فرمایا تھا تب بھی ہمارا دعوی
اور ہماری دلیل دونو باطل ہو سکتی ہین و اذلیس فلیس

چونکہ مجتہد صاحب بھی اسے خوب سمجھ گئے تھے کہ اونکا جواب نہایت کمزور ہے اس لیئے جناب
نے اس حدیث کا ایک اور جواب دیا ہے اس سے بھی زیادہ عمدہ اور زیادہ مدلل اور ناقابل تردید
ہے - وہ یہ ہے کہ یہ جہاد بمشورے و مرضی مبارک جناب امیر کے ہوا تھا بس گویا ماذون بجہاد
جناب امیر تھے اور اونھین کے اذن سے مہاجرین نے کسری و قیصر پر جہاد کیا تھا - ہم بھی اس
جواب کی داد دیتے ہین - اور تاکہ دیکھنے والونکو ہماری طرف سے بدگمانی نہو اور جناب مجتہد صاحب

کی طرف ایسے پاکیزہ جواب دینے میں کوئی شبہہ کرے ہم اصل عبارت تشئید المبانی کی لکھتے ہیں وہ یہ ہے - وو دیگر عامہ را دیگر یست کہ تعرض آن ضرور ودرآن این ست کہ خلیفہ ثانی بلکہ خلفا ثلاثہ چون برای العین مشاہدہ نمودہ بودند کہ جناب ولایت مآب افضل و اعلم صحابہ ہست لہذا در اکثر امور عظام مثل جہاد واجرای حدود وغیرہ بطریق مشورہ مرضی مبارک جناب امیر دریافت مینمودند چنانچہ این امر بر متتبع خبیر ظاہر وروشن ست وکلام صدق نظام خلیفہ ثانی لولا علی لهلك عمر ومعضلة لا ابا حسن لها کہ در کتب معتبرہ اہل سنت وارد شدہ نیز دلالت صریح بران دارد ودر خصوص جہاد فارس فاضل دہلوی نیز مشورہ نمودن خلیفہ ثانی بآن حضرت مذکور ساختہ پس برین تقدیر ماذون بودن مہاجرین وانصار برای جہاد فارس وشام وغیرہ مستغنی عن البیان ست وانچہ جناب امام جعفر صادق در باب اذن آنہا فرمودہ بسبب اذن دادن جناب امیر بودہ نہ بسبب حقیت خلافت ثلاثہ - انتہی

جناب قبلہ وکعبہ کے جواب سے بجائے اسکے کہ ہمارا دعوی ضعیف ہوا وہ قوی ہوتا ہے اسلئے بموجب منطق کی شکل اول کے اس حدیث کا صغری اور کبری یہ ہوتا ہے کہ مہاجرین ماذون بجہاد تھے - اور ماذون بجہاد نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو جامع شرائط ایمان اور مورد آیہ التائبون العابدون الحامدون الخ کے ہوں پس اس کا نتیجہ نکلا کہ مہاجرین مومن اور جامع شرائط اور داخل زمرہ التائبون العابدون الحامدون کے تھے - وهذا هو المقصود اگر جناب قبلہ وکعبہ اس حدیث سے انکار فرماتے یا اوسکے جواب میں یہ کہتے کہ مہاجرین ماذون من اللہ نہ تھے تب البتہ ہمارا دعوی باطل ہوتا - مگر مولانا ممدوح نے اس بات کو کہ مہاجرین ماذون من اللہ تھے نہ صرف تصدیق کیا بلکہ اوسے اور قوی کر دیا - اسلئے کہ آپ فرماتے ہیں کہ وہ جناب امیر کی طرف سے ماذون تھے اسلئے کہ خلفا ایسے معاملات میں جناب امیر سے مشورہ لیتے اور آپکی مرضی مبارک دریافت کرتے اس لحاظ سے خلفا کا اذن در پردہ بلکہ درحقیقت اذن جناب امیر تھا اور جناب امیر کے اذن کو خدا کا اذن سمجھنا چاہئے اسلئے کہ اگر مہاجرین

جامع اون شرائط کے نہوتے جو مجاہدین کے لئے ضروری ہین تو حضرت امیر اونکو جہاد کا اذن نہ دیتے۔ اور صلاح اور مشورہ لینے والون سے علیحدہ رہتے۔ اور اونکے جہاد کو فتنہ و فساد اور اونھین کو واجب القتال سمجھتے۔ جیساکہ اس حدیث کا منشا ہے۔

اور جناب قبلہ وکعبہ کا یہ ارشاد کہ اس سے خلافت ثلاثہ کی حقیت ثابت نہین ہوتی نہایت حیرت انگیز ہے اس لئے کہ جو لوگ اون شرائط کے جامع ہون جو اس حدیث مین مذکور ہین یعنی ایمان مین کامل اور اعمال حسنہ سے متصف اور التائبون العابدون الحامدون مین داخل تو بالضرور وہ خدا اور اوسکے رسول کی مرضی پر چلنے والے ہونگے۔ اور اہل بیت سے محبت رکھنا اور اونکو مدد دینا اور اونکے مخالفین اور اعدا سے بیزار رہنا اونکا فرض ہوگا۔ اور یہ فرض اوسیوقت پورا ہوتا ہے جبکہ ہمارے اعتقاد کے موافق خلفاء ثلاثہ اگر مہاجرین سے افضل نہ مانے جاوین تاہم کم سے کم اونکی برابر اور اونکے زمرے مین تو ضرور محسوب ہون۔ ورنہ کیا وہ لوگ جو ایمان اور حسن اعمال مین کامل ہون ایسے شخصون کی سرداری اور امامت کو تسلیم کرینگے جو ایمان سے بے بہرہ اور حسن عمل سے بے نصیب اور منافقین اور مرتدین مین داخل اور اہل بیت کے دشمن اور اونکے حقوق کے غاصب اور بضعہ رسول کے ایذا دینے والے ہون۔ ایسے لوگونکی اطاعت تو وہی لوگ کرینگے جو کہ اونکی طرح منافق یا مرتد اور ایمان سے بے بہرہ ہون اور چونکہ اس حدیث نے مہاجرین کا جہاد کے لئے ماذون من امیرالمومنین ومن اللہ ہونا ثابت کردیا اور ماذون من اللہ ہونے سے اونکے ایمان اور اعمال اور تمام صفات حسنہ کا ثبوت ہوگیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ایسے گروہ کے سردار اور خلیفہ بھی ایمان اور اعمال اور تمام صفات حسنہ سے متصف اور التائبون العابدون الحامدون مین داخل تھے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

مہاجرین کا اس حدیث سے جہاد کے لئے ماذون من اللہ ہونا تو خود جواب سے جناب قبلہ وکعبہ کے ثابت ہوگیا۔ اب ہم ایک اور روایت پیش کرتے ہین جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو جہاد

خلفاء ثلاثہ کے زمانے مین ہوئے اور جو ملک اونھون نے فتح کئے اونکی بشارت پیغمبر خدا صلعم نے پہلے ہی سے دیدی تھی - اور اونکی فتوحات کو اپنی فتوحات سے تعبیر فرمایا تھا - ابن بابویہ روایت کرتے ہین کہ جنگ احزاب مین جسکو جنگ خندق بھی کہتے ہین حضرت سلمان فارسی کی صلاح سے خندق کھودی گئی - خندق کھودتے وقت ایک ایسا سخت پتھر نکلا کہ کدال اوسپر کچھ کام نہین کرسکتا تھا اور نہ وہ ٹوٹتا تھا حضرت صلعم کو اسکی اطلاع دیگئی اور آپ نے دست مبارک مین کدال لیکر اوس پتھر پر ایک ضرب لگائی اوس سے ایک روشنی نکلی اور آپنے اوسے دیکھکر فرمایا کہ اللہ اکبر شام کی کنجیان خدانے مجھے دین - اور قسم ہے خدا کی اوسکے سرخ محل مین دیکھ رہا ہون بعدہ دوسری ضرب لگائی اور ایک تہائی پتھر اوس سے ٹوٹا آپ نے فرمایا اللہ اکبر خدانے فارس کے ملک کی کنجیان مجھے دین اور قسم ہے خدا کی کہ مدائن کے سفید قصر کو مین دیکھ رہا ہون - اور جب تیسری چوٹ لگائی اور وہ پتھر ٹوٹ گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اکبر یمن کی کنجیان مجھے دین اور قسم ہے خدا کی کہ صنعا کے دروازے کو مین دیکھ رہا ہون - یہ روایت[1] صفحہ ۲۷۶ حیات القلوب کی دوسری جلد مطبوعہ نولکشور اور ناسخ التواریخ کی کتاب دوم جلد اول مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۱۶ مین نقل ہے - اور اخیر روایت کے الفاظ یہ ہین کہ بالجملہ در ایام حفر خندق قطعہ از سنگی سخت پدید شد کہ مردم از شکستن آن بیچارہ گشتند و سلمان این خبر برسول خدا برداشت جابر بن عبداللہ انصاری گوید درین ہنگام رسول خدا در مسجد فتح بر پشت خوابیدہ بود و از شدت جوع سنگ بر شکم مبارک بستہ داشت چہ سہ روز میرفت کہ بحکس بطعامے دست نیافت با این ہمہ چون این قصہ بشنید متین برگرفت و بخندق درآمد براء بن عازب گوید چون با متین بر سر سنگ آمد فرمود بسم اللہ و بضرب نخستین یک ثلث آن سنگ را بیفگند و گفت اللہ اکبر و برقی از سنگ جستن کرد پیغمبر فرمود مفاتیح شام مرا دادند سوگند باخدای کہ شام را با قصور احمر مشاہدت میکنم و در ضربت دوم ثلث دوم را فرود آورد و نیز برقی بجست فرمود اللہ اکبر مفاتیح فارس مرا دادند سوگند باخدای

اتصور را بعین۔ این را می نگرم۔ در ضربت سیم سنگ را بجملہ پراگندہ ساخت و نیز برقی بجہید و رسولخدا ای فرمود
اللہ اکبر مفاتیح یمن بہرہ من افتاد سوگند بخدای کہ ابواب صنعا نظارہ کنم در ہر کرت مردم با پیغمبر موافقت می کردند
و بانگ تکبیر برمیداشتند۔ آنگاہ روی با سلمان کرد و صفت کوشک مدائن را تمامت باز گفت سلمان
عرض کرد بدان خدای کہ ترا براستی فرستادہ این ہمہ صفت کوشک مدائن ست و گواہی میدہم کہ تو رسولخدائی
پیغمبر فرمود بعد از من امت من این ممالک بگشایند و خزائن کسری و قیصر را نفقہ دہند۔ انتہی

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے شام اور فارس اور یمن کے فتوحات کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ میری امت کے لوگ اور مسلمان اسے فتح کرینگے۔ اور نیز ان فتوحات کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور ارشاد کیا کہ خدا نے ان ملکوں کی کنجیاں مجھے عنایت کین۔ اگر خلفا کی خلافت باطل ہوتی اور وہ اون کے ساتھ دینے والے اور اون کے حکم پر لڑنے والے جنکے ہاتھ پر یہ ملک فتح ہوا منافق یا مرتد ہوتے اور دائرہ اسلام سے خارج تو کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونکے فعل کو اپنی طرف منسوب کرتے۔ اور اونکی فتوحات کو اپنی فتوحات سمجھتے۔ اسکے جواب مین مجتہد صاحب تشئید المبانی مین فرماتے ہین کہ نہایت آنچہ ازین روایت ثابت می شود این ست کہ ملک شام و یمن وغیرہ در قبضۂ اسلام خواہد آمد و ازان ظاہر نمی شود کہ کسانیکہ در ایام حکومت آنہا این ممالک در قبضہ خواہد آمد خلیفہ بحق خواہند بود زیرا کہ از جملہ احادیث معتمدۂ اہل سنت ست کہ ان اللہ یؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر پس اگر قوت دین و رواج شرع متین در عہد حدی دلیل حقیت او باشد لازم آید حقیت خلافت ہر بادشاہ فاجر و جابر وھو خلاف مزعوم المجیب انتہی

اس جواب مین مجتہد صاحب نے پہلی حدیث کے موافق جو ابھی اوپر بیان ہو چکی پھر اہل سنت کی حدیث کو پیش کیا۔ حالانکہ اونکو اس روایت کے متعلق جواب دینا چاہیے تھا۔ جو کچھ جواب انھون نے دیا

اوس سے بحمد اللہ تعالی اس روایت کی تصدیق ہوگئی۔ اور سنیون کی پیش کردہ حدیث سے مجتہد صاحب کو کچھ حاصل نہین ہوا۔ اسلئے کہ جب اس روایت مین یہ لکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے تین دفعہ یہ فرمایا کہ خدا نے فلان ملک کی کنجیان میرے ہاتھ مین دین اور ہر مرتبہ خوش ہوکر تکبیر فرمائی۔ پس اگر خلفا فاجر ہوتے تو کیونکر پیغمبر خدا اپنے مبارک ہاتھ کو اونکا ہاتھ کہتے اور کسطرح خوش ہوکر بشارتا اصحاب سے خطاب فرماتے کہ خدا نے یہ ملک مجھے دیا اور میری امت کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔ کیا وہ پاک رسول جسکے ہاتھ کو خدا نے اپنا ہاتھ کہا ہو اور جسکی شان مین اِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فرمایا ہو اون فاجرین کے افعال پر جنھون نے دین کو بدل دیا اور اہل بیت نبوی کے حقوق غصب کر لئے اور جو فسق و فجور کے درجے سے گذر کر مرتد اور کافر ہوگئے بلکہ ایسے لوگونکی نسبت جنکو حضرات شیعہ کبھی مسلم او رمومن سمجھتے ہی نہین اور ابتدا ہی سے اونکو منافق جانتے ہین اظہار بشارت فرماوے اور انکے مساعی جمیلہ سے جو ملک فتح ہون اور اسلام ترقی پاوے اوسپر فخر و مباہات کرین۔ اور اسپر بھی تعجب ہے کہ جس حدیث سے اہل سنت کی جناب قبلہ وکعبہ نے استمساک فرمایا ہے وہ بھی اونکے مفید مطلب نہین۔ اسلئے کہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ بعد میرے خلفا ہونگے یعنی خلفا حق اور اوسکے بعد امرا ہونگے اور اوسکے بعد ملوک جابر۔ پس سنیونکی حدیث کے مطابق اس حدیث کا اطلاق خلفاء کرام پر ہو ہی نہین سکتا۔ اور اگر اس طرح پر احادیث کی معنوی تحریف کیجاوے اور اوسکے مصداق کو غلط ٹھہرایا جاوے تو جو حدیثین حضرت امام مہدیؑ کی شان مین ہین کہ اونسے دین کو تقویت ہوگی اور وہ ساری دنیا مین اسلام پھیلا دینگے اوسکی نسبت بھی خوارج اس حدیث کو جو کہ شیعون کے یہان بھی منقول ہے یہی کہہ سکتے ہین اور نعوذ باللہ حضرت امام مہدی کے زمانے کی فتوحات پر بھی ان اللہ يؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر کہکر اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرسکتے ہین۔ پس جو جواب حضرات امامیہ اونکو دین اوسی کو ہماری طرف سے بھی سمجھین۔

انصار اور مہاجرین دو گروہ کی نسبت ہم ثابت کر چکے کہ وہ مومنین خاص اور مخلصین با اخلاص سے تھے اور ان جوابات سے جو علماء امامیہ نے دیے ہین یہ بات بھی ہم ظاہر کر چکے کہ اون روایات کی تکذیب نہین کرتے بلکہ تاویل جو معنوی تحریف کے درجے تک ہوپنچ جاتی ہے فرماتے ہین۔ البتہ مہاجرین و انصار کی شان مین جو احادیث ہین اوس سے خلفاء راشدین کی خلافت کی صحت تسلیم نہین کرتے۔ مگر خود خلفاء راشدین کی نسبت بھی ایسی احادیث شیعونکی کتابون مین موجود ہین جس سے اونکا ایمان اور اخلاص ہین اور مومنین کی صفات سے متصف ہونا بلکہ اسلام مین اونکا بہت بڑا درجہ ہونا اور اونکی وفات سے اسلام کو سخت نقصان ہوپہنچنا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ان مین سے بعض روایتین ہم حصۂ اول کے جزو اول مین اس کتاب کے بیان کر چکے ہین اور بعض مختلف موقعون پر دوسرے جزو مین بیان کی ہین اور کچھہ اس وقت بیان کرتے ہین۔ نہج البلاغت مین جناب امیر کے وہ اقوال منقول ہین جنسے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے خیالات حضرت عمر کی نسبت نہایت اعلی درجے کے تھے وہ اونکو عرب کا مرجع اور قطب سمجھتے اور اونکی سلامتی کو غنیمت جانتے تھے اور اونکو دوستانہ صلاح اور مشفقانہ مشورے دیا کرتے تھے چنانچہ اوس وقت جبکہ حضرت عمر نے فارس کی لڑائی پر خود تشریف لیجانے کا ارادہ کیا اور جناب امیر سے مشورہ لیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ اسلام کی نصرت و عدم نصرت فوج و لشکر کی کمی و بیشی پر موقوف نہین ہے یہ خدا کا دین ہے جسے وہ خود ہی غالب کرتا ہے۔ اور اسلام کا لشکر وہی کا لشکر ہے جسکی خود ہی اعانت اور امداد فرماتا ہے۔ یہانتک کہ اسلام اس حد کو ہوپنچا اور دنیا مین پھیل گیا۔ اور ہم سے اللہ نے وعدہ کیا ہے اور خود ہی اوسکا پورا کرنے والا اور اپنے لشکر کی مدد دینے والا ہے۔ اور خلیفہ بمنزلہ اوس دھاگے کے ہے جسمین موتی پروئے گئے ہون کہ اونکی لڑی اوسیوقت ثابت رہ سکتی ہے جب تک کہ وہ دھاگا سلامت ہے۔ اگر وہ ٹوٹ جاے تو سب دانے موتیونکے بکھر جائین اور پھر جمع نہین ہوسکتے۔ آج کل عرب اگرچہ کم ہین لیکن بوجہ اسلام کے زیادہ اور بسبب اجتماع کے

نالب مین - تم قطب ہوکر رہو اور عرب کو گھیرے رہو تمھارے بغیر عرب مین لڑائی کی آگ بھڑک
اوٹھے گی کیونکہ اگر تم اس زمین سے چلے جاؤگے تو عرب اطراف و جوانب سے تمپر ٹوٹ پڑینگے اور جن
چیزون کو تم پیچھے چھوڑ جاؤگے وہ زیادہ اہم اور نازک ہو جائینگی بہ نسبت اوسکے جسکے لئے جاتے ہو کیونکہ
عجمی جب تمھارا آنا دیکھینگے تو کہینگے عرب اسیقدر ہی تھے - اور وہ زیادہ دلیری اور طمع کرینگے - اور تم
جو یہ کہتے ہو کہ اہل فارس مسلمانون پر چڑھکر آئے ہین تو خدا تعالی کو تم سے بھی زیادہ اونکا چڑھکر آنا بُرا
معلوم ہوتا ہے اور جس بات کو وہ بُرا جانتا ہے اوسکے دور کرنے پر وہ قادر ہے - اور تمنے جو اونکی
کثرت بیان کی تو ہم پہلے بھی کچھ کثرت کے بھروسے پر نہین کیا کرتے تھے بلکہ خداوند تعالی کی مدد اور نصرت کے بھروسے پر

نہج البلاغت مین ایک خط حضرت علی کیطرف سے بنام معاویہ کے منقول ہے جس کا آغاز یہ ہے
فاراد قومنا قتل نبینا الخ اوسکی نسبت ابن میثم بحرانی اپنی شرح مین لکھتے ہین کہ یہ ایک جزو اوس
خط کا ہے جو جناب امیر نے معاویہ کو اونکے خط کے جواب مین لکھا تھا اور جس مین اونھون نے قاتلان
عثمان کو طلب کیا تھا - اور یہ بھی اوس مین لکھا تھا کہ مسلمانون مین سب سے برتر پہلے خلیفہ تھے پھر
دوسرے پھر تیسرے - اور جناب امیر پر یہ طعنہ کیا تھا کہ تمنے سب پر حسد کیا اور سب سے باغی رہے
اور ہمیشہ خلافت کی طمع مین سرداین بھرتے رہے - اور بیعت کو تم ہمیشہ ٹالتے رہے یہانتک کہ
جس طرح نکیل پکڑ کر زبردستی اونٹ کھینچا جاتا ہے تم کھینچے گئے وغیرہ وغیرہ - یہ خط معاویہ نے
ابو مسلم خولانی کے ہاتھ جناب امیر کے پاس بھیجا اوسکے جواب مین آپ نے ایک طولانی خط لکھا جسمین
خلفا کے متعلق یہ جواب تھا وذکرت ان اللہ اجتبی لہ من المسلمین اعوانا ایدھم بہ فکانوا
فی منازلھم عندہ علی قدر فضائلھم فی الاسلام وکان افضلھم فی الاسلام
کما زعمت وانصحھم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق
ولعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بھما لجرح فی الاسلام شدید

یرحمهما اللہ وجزاهما اللہ باحسن ما عملا" کہ تم یہ کہتے ہو کہ خدا نے رسول خدا کے لئے مسلمانون مین سے ایسے اعوان و انصار دیے جنھون نے آپکی تائید کی اور وہ لوگ اپنے اپنے درجے کے موافق اسلام مین خاص مرتبہ رکھتے ہین اور اونمین سے افضل جیسا کہ تمنے گمان کیا اور سب سے بڑھکر نصیحت کرنیوالے اللہ و رسول کے لئے خلیفہ صدیق اور فاروق تھے۔ مین بھی اپنی جان کی قسم کھاکر کہتا ہون کہ اون دونون کا مرتبہ اسلام مین بہت بڑا ہے اور اونکے صدمے (یعنی وفات) اسلام کے لئے بہت سخت مصیبت ہے۔ خدا اون دونو پر رحم کرے اور اونکے اعمال کا اونھین نیک بدلہ عنایت کرے۔

نہج البلاغت مین لکھا ہے کہ جب حضرت عثمان پر باغیون نے ہجوم کیا تو جناب امیر حضرت عثمان کے پاس گئے اور اونسے کہا کہ لوگون نے مجھے سفیر بناکر آپ کے پاس بھیجا ہے مگر مین نہین جانتا کہ آپ سے کیا کہون کوئی چیز مین ایسی نہین جانتا جو تم نجانتے ہو اور کوئی شے ایسی نہین بتا سکتا جو تم نہ سمجھتے ہو تم وہی جانتے ہو جو ہم جانتے ہین کسی چیز مین ہمنے تم سے سبقت نہین کی جو ہم تمھین بتا دین تمنے وہ سب دیکھا ہے جو ہمنے دیکھا اور تمنے وہ سب سنا ہے جو ہمنے سنا تمنے رسول اللہ کی ویسی ہی صحبت پائی ہے جیسی کہ ہمنے۔ نہ ابن ابو قحافہ تمسے بڑھکر تھے نہ ابن خطاب تمسے زیادہ مستحق۔ کیونکہ تم رسول اللہ کے زیادہ قریب ہو اور اونکی دامادی کا شرف رکھتے ہو۔ جو اونکو حاصل نہین تھا۔ پھر اسکے بعد اور باتین کہین اور اونکو سمجھایا۔ مگر ہمارا مطلب اسوقت اون الفاظ کی نقل سے ہے جنسے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر نے کسی بات مین اپنے آپ کو حضرت عثمان سے افضل نہین فرمایا۔ بلکہ صاف صاف کہا کہ جو مین جانتا ہون وہی آپ جانتے ہین جو مینے دیکھا ہے وہی آپ نے بھی دیکھا۔ جو مینے سنا وہی آپ نے بھی سنا۔ اور جو عزت صحبت نبوی کی مجھے حاصل ہے وہی آپ کو بھی۔ چنانچہ آپ کے اصل الفاظ یہ ہین واللہ ما ادری ما اقول لك ما اعرف شيئا تجهله ولا ادلك على امر لا تعرفه انك لتعلم ما نعلم والله ما سبقناك الى شی فنخبرك عنه ولا خلونا

لشیٔ فنبلغکہ وقد رایت کما رایناو سمعت کما سمعنا وصحبت رسول اللہ صلعم کما صحبنا وما ابن ابی قحافۃ ولا ابن الخطاب باولی بعمل الحق منک وانت اقرب رسول اللہ صلعم وشیجۃ رحم وقد نلت من صہرہ مالم ینالا۔

یہ اقوال جناب امیر کے اور وہ روایتیں ائمہ کرام کی جو اوپر ہمنے معتبر کتابوں سے امامیہ کے نقل کی ہین غالبا دیکھنے والون کو اس اب مین کچھ شبہہ باقی نہ رہیگا کہ مہاجرین وانصار خدا اور رسول کے ممدوح تھے اور خلفاء راشدین کے مناقب اور محامد زبان پر ائمہ کے جاری تھے اور اونکے حسن اعمال کا صلہ خدا سے چاہتے تھے۔ اور اونپر رحمت بھیجتے تھے۔ کیا وہ لوگ جنکی نسبت جناب امیر نے فرمایا کہ ولعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصائب بہما لجرح فی الاسلام شدید ایمان سے خارج اور اسلام سے بے نصیب تھے۔ اور کیا وہ خلفا جنکے حقمین علی مرتضی نے یرحمہما اللہ وجزاہما اللہ باحسن ما عملا کہکر دعا کی ہو ناصب ور ظالم خیال کئے جا سکتے ہین اور بجائے رحمت بھیجنے کے اونکی شان مین کسی قسم کے بے ادبانہ الفاظ کسی مسلمان کی زبان سے نکل سکتے ہین اور کیا وہ داماد رسول کہ جنکی نسبت جناب امیر نے واللہ ما سبقناک الی شیٔ وقد رایت کما رایناو سمعت کما سمعنا وصحبت رسول اللہ کما صحبنا وانت اقرب رسول اللہ فرمایا ہو وہ نعوذ باللہ کافر اور منافق تھے۔ اور وہ انصار جنکی نسبت رسول اللہ نے الانصار کرشی وعیبتی فرمایا اور ولو سلک الناس وادیا وسلک الانصار شعبا لسلکت شعب الانصار ارشاد کیا ہو اور جنکے حقمین اللہم اغفر الانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار دعا مین فرمایا ہو۔ اور وہ مہاجرین جنکو امام نے جہاد کے لئے ماذون من اللہ فرمایا ہو اور جنکو التائبون العابدون الحامدون السائحون مین شمار کیا ہو شیعون کے عقائد کے مطابق مرتد ہو گئے ہون اور پیغمبر خدا کی وصیت کو ایسے لوگون نے بھلا دیا ہو اور اہل بیت سے پھر گئے ہون

اور کسی نے جناب امیر کا جو وصی برحق اور خلیفہ بلافصل تھے ساتھ نہ دیا ہو۔ یہ ایسی باتین ہین کہ سوائے اوس حالت کے جبکہ انسان مذہبی تعصبات کے جوش مین آکر عقل و فہم کو خیرباد کہدے۔ اور بدیہیات کے انکار مین کچھ پس و پیش نکرے۔ ہوش و حواس کی حالت مین کسی انسان کی زبان سے نہین نکل سکتے ہین نہ کسی سمجھدار آدمی کے خیال مین آسکتی ہین۔ اگر اس قسم کے خیالات اور اقوال کی قباحت کسی کے خیال مین نگذرے تو اوسے مرفوع القلم سمجھکر اوس کے حق مین دعا کرنی چاہیے کہ خدا سمجھ عطا کرے۔ اور سفسطہ اور بدیہیات کا پردہ اوسکے دل اور آنکھون سے اوٹھا دے۔

چوتھا مقدمہ

علماء امامیہ نے مطاعن صحابہ کے ثابت کرنے مین اکثر وہ روایتین ہمارے یہانکی پیش کی ہین جو جھوٹی ہین یا ضعیف اور اون کتابون سے استدلال کیا ہے جو غیر مستند اور نامعتبر ہین۔ جب ہمارے علماء نے اس قسم کی روایتونکی تکذیب کی اور ایسی روایتون کے پیش کرنے اور ایسی کتابونسے سند لانے کو ناجائز اور دھوکا قرار دیا تو اوسپر عموماً علماء امامیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ سنیون کی یہ عادت ہے کہ جب کوئی ایسی روایت اونکی کتابونسے پیش کیجاے جس سے اون کے اصول مین خلل واقع ہو اور جسکا جواب اونسے نہ بن پڑے تو یا اوس روایت کی تکذیب کرتے ہین یا اوسے ضعیف کہدیتے ہین۔ اور یا اوس کتاب کے مولف پر تشیع یا میلان تشیع کی تہمت لگاکر اپنے فرقے سے خارج بتاتے ہین۔ اور اگر بوجہ شہرت ایسا نہ کر سکین تو کبھی یہ کہکر کہ وہ محقق نہین ہے اور کبھی یہ فرماکر کہ وہ محدث نہین ہے غرضکہ کسی نہ کسی طرح سے اوسے مطعون بناکر اوسکے روایت کے تسلیم مین سو حیلے نکالتے ہین۔ چنانچہ اس اعتراض کو قاضی نور اللہ شوستری اور اور مجتہدین لکھنو اور جناب مولوی حامد حسین صاحب نے اپنی اپنی کتابون مین بہت زور شور سے بیان کیا ہے۔

درحقیقت یہ اعتراض اونکا کہنا صحیح نہین کیونکہ کوئی مذہب دنیا مین ایسا نہین ہے جسمین تمام علما اور کل مصنفین پاک عقیدہ عالی دماغ اور محقق گذرے ہون - نہ کسی مذہب کی تمام کتابین ایسی ہین جو معتبر اور مستند اور مذہبی مباحثون مین قابل استدلال ہون - بلکہ ہر مذہب مین مذہبی عقائد کے ساتھ رسوم اور اوہام اور الہامی اقوال اور صحیح اخبار کے ساتھ قصص اور حکایات ملے جلے پائے جاتے ہین - اور ہر مذہب مین دنیا طلب یا فاسد العقیدہ یا کم علم لوگونکی وجہ سے صحیح روایتون کے ساتھ جھوٹی باتین بھی مشہور ہوگئی ہین - اسلام ایک ایسا مذہب ہے جسمین صدہا فرقے ہوگئے اور ہزارہا بلکہ لکھوکھا عالم گذرے - اور ہر فرقے نے اپنے مذہبی عقائد کی تائید اور اپنے اصول مذہب کی حمایت مین کتابین تصنیف کین - اور اونمین سے بہت سے ایسے ہوے جنھون نے اپنی دلیلون کو تقویت دینے کے لئے روایتون کا بنانا اور بانی مذہب اور بزرگان ملت کیطرف سے وضعی اقوال کا مشہور کرنا شروع کیا - اور امتداد زمانہ اور ترقی اختلاف سے یہ عادت ایسی بڑھ گئی کہ ہر فرقے مین معتبر کتابون کے ساتھ نامعتبر کتابون کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہوگیا - ہمارے یہان بھی ہزارہا عالم گذرے اور ہزارہا کتابین تصنیف ہوئین - مگر سب عالم نہ ایک درجے کے تھے اور نہ سب کتابین ایک قسم کی ہین - بعض عالم ایسے ہوے ہین جو تحقیق کے اعلی درجے پر پہونچے اور بعض ایسے ہوے جو دھوکے اور غلطی کے عمیق گڈھے مین گرے - کسی نے نیک نیتی سے حق کی تحقیق مین بہت کوشش کی کسی نے نفسانی خواہشون یا غلط رایون یا دنیا طلبی کے خیال سے اظہار باطل مین تامل تک نکیا - اور جھوٹ کو سچ سے جدا کرنے مین تکلیف نہ اوٹھائی اور پھر بعض ایسے بھی ہوے جو حقیقت مین فاسد عقیدے رکھتے تھے - اور زنسن کا لباس پہنکر ہمارے علما مین داخل ہوگئے - اور لوگون نے اونکی ظاہری حالت اور اونکے علم اور کمال کو دیکھکر اونکے اقوال اور روایتون کے لینے مین دھوکا کھایا - غرضکہ جب ایسے مختلف الخیال اور مختلف المراتب مصنف ہوے ہون

تو اون سبکی نقل روایت کا ذمہ دار ہمارا مذہب نہین ہوسکتا - اور نہ ہر شخص کی تصدیق صرف اسوجہ سے
کہ وہ عالم اور مصنف تھے کیجا سکتی ہے - ہان مذہب ضرور اس بات کا ذمہ دار ہے جو اوس کتاب
مین لکھی ہو جسکی شان ہے لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ط تَنْزِیْلٌ مِّنْ
حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ ۝ یا اوس مبارک منہ سے نکلی ہو جسکی نسبت خدا نے فرمایا ہے وَمَا یَنْطِقُ
عَنِ الْهَوٰی ط اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ؕ بس جو کچھ ہمارے یہانکی کتابونسے ہمارے مقابلے مین پیش
کیا جاتا ہے وہ ہمپر حجت نہین ہوسکتا تا آنکہ وہ کوئی آیت آیات قرآنی سے یا آنکہ کوئی صحیح حدیث
احادیث نبوی سے سالم عن المعارض و محفوظ عن الشذوذ نہو - مگر ہم دیکھتے ہین کہ بجاے اسکے حضرات امامیہ کے پیش کردہ روایتون کا
ماخذ یا کتب تاریخ ہین یا تفاسیر غیر مستند حدیث کی کتابین اور ان تینون قسم کی کتابون کا حال ہے
تاریخ کی کتابونکی نسبت جیساکہ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے بجز اسکے کچھ نہین کہا جاتا کہ گرچہ
بڑے لائق مسلمان مورخون نے کثرت سے تاریخ کی کتابین لکھی ہین - مگر وہ لغو اور باطل روایات
اور وہمیات اور قصص و حکایات سے بھری ہوئی ہین اور سواے چند ابتدائی تاریخون کے
باقی تواریخ کی کتابون مین جو روایتین لکھی گئی ہین اونمین نہ اسناد درج ہین نہ روات کا
سلسلہ بیان کیا گیا ہے جس سے معلوم ہو کہ اونکے بیان کرنیوالے سچے ہین یا جھوٹے - مذہب
حق پر ہین یا اہل بدعت - اور اگر کہین سلسلہ روات کا مذکور بھی ہے تو تنقیح سے معلوم ہوتا ہے
کہ اکثر روایتون کے بیان کرنے والے غیر معتبر اور مشتبہ اور مجہول تھے - متقدمین مین سے بڑے
نامور مورخ مثل واقدی وغیرہ کے جو امام المورخین کہلاتے ہین خود اونکی کتابین بیہودہ اور غلط
روایتون سے بھری ہوئی ہین - اور متاخرین کا تو یہ حال ہے کہ وہ صرف اونھین کی بیان کی
ہوئی روایتون اور کہانیون کے نقل کرنے والے ہین - اونھون نے جو لوچ پوچ روایتین اور
واہی تباہی کہانیان پچھلی کتابون مین دیکھین یا ادھر اودھر سے سنین اونھین ہم تک پہونچا دیا -

نہ اونکے ماخذ کو تحقیق کیا نہ اونکے مطالب کو غور و تامل سے دیکھا۔ خصوصاً اون مورخین نے جو
پہلے سے کسی رائے یا کسی مذہب کے معتقد یا اوس طرف مائل تھے اونھون نے بمقتضائے طبیعت کے
اپنی رائے اور مذہب کے موافق جن خبرون کو سنا قبول کر لیا اور اونکا اعتقاد درمیان اونکی بصیرت
کی آنکھ کا پردہ ہوگیا۔ اور وہ جھوٹی بات کے قبول کرنے اور راویوں کے نقل کرنیکی مصیبت مین پڑگئے
اور راویون پر خوش اعتقادی اور حسن ظن کی وجہ سے اعتماد کرنے اور اونکے حالات کی تحقیق نکرنے
نے اس مصیبت کو عام اور پورا کردیا۔ اونھون نے نقل کرنیوالون اور راویون پر ایسا بھروسہ کیا
کہ نہ تنقیح روایت کے اصول کا لحاظ رکھا نہ درایت کے قواعد کو کام مین لائے اگر راویون سے
خود دھوکا کھایا۔ یا سمجھ کی غلطی سے وہ مطلب صحیح ادا کرسکے اوسکو بھی بجنسہ نقل کردیا اور بے
احتیاطی اور شہرت کی خواہش اور اہل ہوا اور بدعت کے اختلاط نے تواریخ کی کتابونکو قصے اور
کہانی بنا دیا۔ یہ قول ابن خلدون کا محتاج دلیل نہین ہے بلکہ تاریخ کی کتابین اور اونکے قصص و حکایات
اسپر شاہد ہین۔ مگر باوجود اسکے حضرات امامیہ نے اس قسم کی تاریخون سے اکثر روایتین نقل کی ہین
اور اونھین بیہودہ اور غلط اخبار کو ہمارے مقابلے مین پیش فرمایا ہے۔ جیسا کہ دعوی ہبۂ فدک مین
تاریخ اعثم کوفی اور تاریخ آل عباس اور معارج النبوت اور حبیب السیر وغیرہ کتابون سے غلط سلط
روایتین نقل کرکے ہبۂ فدک کا دعوی ثابت کرنا چاہا ہے۔ مگر محققین کے نزدیک اس قسم کی روایتین
معمولی واقعات مین بھی کچھ زیادہ وقعت نہین رکھتین۔ نہ کہ ایسے معاملات مین اونسے استدلال
کیا جاسے جو اون اصول عقائد پر موثر ہون جو قرآن مجید اور احادیث مشہورہ سے ثابت اور مسلم ہون
تواریخ کی کتابون کے علاوہ تفاسیر مین جو اقوال اور اخبار درج ہین اونکو بھی حضرات امامیہ نے
مطاعن صحابہ کے ثابت کرنے مین بطور سند کے پیش کیا ہے۔ مگر کسی روایت کا تفسیر کی کسی کتاب
مین لکھا ہونا اوسکی صحت کو ثابت نہین کرتا کیونکہ تفسیر کی کتابین بھی مختلف طبیعت کے آدمیون کی

لکھی ہوی ہین - اور اونمین صحیح اور غلط - قوی اور ضعیف اخبار ہر قسم کے درج ہین کما قال ابن تیمیۃ

کتب التفسیر التی ینقل فیھا الصحیح والضعیف مثل تفسیر الثعلبی والواحدی والبغوی وابن جریر وابن ابی حاتم لم یکن مجرد روایۃ واحد من ھؤلاء دلیلا علی صحتہ باتفاق اھل العلم فانہ اذا عرف ان تلک المنقولات فیھا صحیح وضعیف فلابد من بیان ان ھذا المنقول من قسم الصحیح دون الضعیف - یعنی تفسیر کی کتب مین صحیح وضعیف روایتین منقول ہین - جیسے ثعلبی اور واحدی اور بغوی اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم کی تفسیرین - علما کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صرف ان لوگون کا کسی روایت کو روایت کردینا دلیل صحت نہین ہوسکتا اسلیے کہ جب یہ معلوم ہے کہ جو اونمین منقول ہے وہ صحیح اور ضعیف دونون ہین تو اوسکے ساتھ ضرور ہے کہ یہ بیان کردیا جاے کہ یہ روایت منقول از قسم صحیح ہے اور از قسم ضعیف نہین ہے - اور علامہ عبدالرؤف فتاوی فیض القدیر شرح جامع صغیر مین لکھتے ہین قال ابن الکمال کتب التفسیر مشحونۃ بالاحادیث الموضوعۃ کہ ابن کمال کا قول ہے کہ تفسیر کی کتابونمین احادیث موضوع بھری ہوی ہین - پس جبتک کوی روایت یا خبر یا حدیث ایسی نہ پیش کیجاے جو اصول روایت اور درایت کی روسے صحیح ہو تب تک کوئی قول کسی مفسر کا اور کوی روایت کسی تفسیر کی صرف اس بنا پر کہ وہ تفسیر مین درج ہے قابل استدلال نہین ہوسکتا -

تفسیر کے سوا اکثر حدیث کی کتابونسے بھی حضرات امامیہ روایتین پیش کرتے ہین - مگر یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حدیث کی کتابین بھی اعتبار صحت کے لحاظ سے ایک درجے کی نہین ہین - سواے صحاح ستہ کے جتنی کتابین حدیث کی کہلای جاتی ہین اونکی نسبت محققین کا یہ قول ہے کہ عموما اونکی حدیثین نہ قابل عمل ہین نہ لائق نقل - الا اون لوگون کے لئے جو اسمار الرجال سے

واقف اور علل احادیث سے آگاہ اور بڑے محقق ہین کہ وہ اونھین سے متابعات اور شواہد کو لے سکتے ہین - اور یہ بھی اون مسانید اور جوامع اور مصنفات کا حال ہے جو بخاری و مسلم کے زمانے سے پہلے اور اونکے بعد تصنیف کی گئین - اور جنمین صحیح اور حسن - ضعیف اور معروف - غریب اور شاذ - منکر اور خطا - صواب اور ثابت اور مقلوب سب بھری ہوی ہین - مثل مسند ابو یعلی اور مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ اور مسند عبد بن حمید اور طیالسی اور کتب بیہقی اور طحاوی اور طبرانی کے کہ انکے مصنفین کا یہ ارادہ تھا کہ جو کچھ پائین جمع کر دین نہ اوسکی تنقیح کرین اور نہ تہذیب و تلخیص - بلکہ یہ کام دوسرون کے لئے چھوڑ دین - انکے علاوہ حدیث کی وہ کتابین ہین جنکے مصنفون نے بعد زمانہ دراز کے تصنیف کا ارادہ کیا اور جو کچھ صحاح ستہ مین نہ پایا اوسے جمع کیا - اور جو مسانید اور جوامع چھپے پڑے تھے اونمین سے روایتین لیکر اکھٹا کر دین - اور یہ حدیثین اوس قسم کی تھین جو زبانون پر لوگون کے جاری تھین مگر محدثین نے اونپر اعتنا نہین کی اور اونکو نہین لیا - اور انمین سے اکثر حدیثین غیر محتاط اور بکنے والے واعظ بیان کرتے تھے - یا اہل ہوا اور اہل بدعت اور ضعفا نقل کرتے رہتے تھے - یا صحابہ اور تابعین کے آثار اور بنی اسرائیل کے اخبار اور حکما اور واعظین کے کلام تھے جنکو راویون نے سہواً یا عمداً احادیث مین ملا دیا - یا وہ معانی جو کتاب اور سنت کے اشارات سے سمجھے گئے تھے اونکو عمداً احادیث قرار دیا - چنانچہ اس قسم کی حدیثین کتاب الضعفا ابن حبان اور کامل ابن عدی اور خطیب اور ابو نعیم اور جوزقانی اور ابن عساکر اور ابن نجار اور دیلمی اور مسند خوارزمی مین پائی جاتی ہین - ان کتابونکا یہ حال ہے کہ سب سے عمدہ اور صحیح حدیثین انکی وہ ہین جو ضعیف ہین اور سب سے بدتر وہ ہین جو موضوع یا مقلوب اور منکر ہین - اور انھین کتابونکا مادہ کتاب موضوعات ابن جوزی مین ملتا ہے - اس قسم کی حدیثون کے علاوہ اور وہ حدیثین ہین جو فقہا اور صوفیہ اور مورخین وغیرہم کی زبانون پر تھین اور اونکے سبب سے مشہور ہو گئین جنکی کوئی اصل

پہلے طبقون مین نہین پائی جاتی۔ اور اونھین احادیث اور روایتون مین سے وہ حدیثین ہین جنکو ان
لوگون نے جو دین مین بے باک اور باتو نمین لسّان تھے اس طور پر حدیثون مین ملا دیا اور اونکے ایسے توی
اسناد بیان کئے جنمین جرح ممکن نہین اور ایسے بلیغ کلام مین نقل کیا جسکا صادر ہونا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے بعید نہین۔ ان لوگون کے اس فریب سے اسلام مین ایک بڑی مصیبت پیدا ہوگئی
اور جھوٹے اقوال حدیثون مین مل گئے۔ اس قسم کی حدیثین جن کتابون مین درج ہین وہی کتابین
دستاویز شیعون اور قبولیت انکی ہین کہ وہ اپنے عقیدون کے اثبات اور اہل حق کے الزام دینے
کے لئے انھین کتابونکی باتین پیش کرتے ہین۔ اور جو محقق نہین ہین وہ دھوکا کھا جاتے ہین
ان سب باتون پر ایک خرابی اور مستزاد ہوئی کہ بعض شخصون نے بارادہ مغالطہ حدیث کا علم حاصل کرکے
احادیث صحاح اور حسان کی روایت کرنی شروع کی۔ مگر اوسی درمیان مین اپنے عقائد باطلہ کو
بھی اسناد سے جو انھون نے یاد کر رکھے تھے روایت کر دیا۔ اور اکثر محدثین نے دھوکا کھایا
جیسا کہ جابر جعفی اور ابو القاسم سعد بن عبداللہ الشعری قمی ہوا ہے کہ یہ ایسے اوستادیکار تھے
کہ حقیقت مین تو شیعہ تھے مگر بہت سے محدثین کو دھوکا دیا۔ اور غلط حدیثون کو صحیح حدیثون کی
صورت بناکر اونکی اونکی صحت کا یقین دلا دیا۔ یہانتک کہ ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی نے
جابر جعفی کی حدیثونکو اپنی کتابونمین نقل کر دیا۔ یا صلح نامی ایک شیعہ کی جسنے یحیی بن معین کی تکذیب
تدبیر کی تھی یحیی بن معین سے محقق نے توثیق کی اور اوسپر اعتماد کیا۔ یہانتک کہ آخر بعد تحقیق کے
یہ حال کھلا اور اونکا فریب ظاہر ہوا۔ لیکن چونکہ وہ باتین اونکی حدیث کی کتابونمین لکھ گئین
اسلئے اکثر آدمیونکو دھوکا ہوتا ہے۔ اور حدیث کا نام سنکر انکے اعتقاد مین خلل پڑتا ہے اور
واقع مین نہ وہ حدیث ہے اور نہ قول پیغمبر بلکہ ایک مغالطہ دینے والے مفتری کا لطیفہ ہے
اس قسم کے لوگون مین ابن ابی الحدید معتزلی بھی ہے کہ وہ اعتزال کے ساتھ تشیع کا بھی

جامع تھا - اوس نے ابن علقمی وزیر معتصم باللہ کے خوش کرنے اور اوسکے کتب خانے کے واسطے شرح نہج البلاغت لکھی - اور اوسمین گمنام کتابون اور غیر محقق مصنفون کی تصنیفات سے وہ جھوٹی اور نامعتبر روایتین چن چن کر جمع کین جسسے صحابہ کرام مطعون اور مورد ملام ٹھہرین - اور شیعون کے اعتراضات اور عقائد کو تقویت ہو - ابن علقمی اسکا بڑا مربی اور دوست تھا اوس نے اس کتاب کے صلہ مین ایک لاکھ دینار اور بہت بڑا خلعت فاخرہ ابن ابی الحدید کو دیا - وزیر ابن علقمی معمولی شیعہ نہ تھا بلکہ ایسا غالی شیعہ اور دشمن سنیون کا تھا کہ اوس نے صرف مذہبی تعصب کی وجہ عباسیہ کی خلافت کو غارت کیا - اور ہلاکو کو پوشیدہ دعوت دیکر بغداد پر حملہ کرنیکے لئے بلایا - اور خلیفہ کو دھوکا دیکر اوسکے پاس لیگیا اور اوسے مع علما اور امرا کے شہید کرادیا - ابن ابی الحدید کی کتاب اگرچہ نہایت جامع اور عالمانہ ہے اور خود ابن ابی الحدید نہایت قابل اور بڑا ادیب تھا مگر مذہب تشیع کا حامی تھا - کسی غالی اور متعصب شیعہ نے بھی اپنے مذہب کے لئے غالبًا اس قدر مواد بہم نہ پہونچایا ہوگا جیسا کہ ابن ابی الحدید نے اونکے لئے مادہ جمع کردیا - اسی کی وہ کتاب ہے کہ اوسکے زمانے سے لیکر اب تک اسی سے حضرات امامیہ روایتین پیش کرتے ہین اور استناد و استدلال فرماتے ہین - اور ایسے اہل بدعت اور مخالف مذہب کو سنیون کے اکابر علما مین سے قرار دیکر اوسکی روایتون کو ہمارے مقابلے مین پیش کرتے ہین - شروع زمانے سے اب تک جس کتاب کو شیعون کی اوٹھا کر دیکھئے اکثر مطاعن صحابہ مین ابن ابی الحدید ہی کی کتاب کا حوالہ ہوگا اور اوسیکی جھوٹی اور غلط روایتین ہمارے مقابلے مین پائی جائینگی چنانچہ ہماری اس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہوجائے گا کہ مطاعن صحابہ کے متعلق جو روایتین اہل سنت کے نام سے پیش کی گئی ہین بڑا حصہ اونکا اسی ابن ابی الحدید کی کتاب سے لیا گیا ہے مگر روایت اور درایت کے اصول کو جاننے والے اور حدیثون کے صحت اور غلطی کے

بدعت والے دھوکا نہین کہا سکتے اور وہ وضعی حدیثون اور جھوٹی روایتون کو اوسیطرح رد کرسکتے ہین
جسطرح صراف کھوٹے سکہ کو کھرے سے جدا کر دیتا ہے - اسلئے کہ محدثین نے ہر حدیث کے متعلق سند
بیان کرنے اور راویون کے نام لکھدینے سے قیامت تک ہر شخص کے لئے تنقیح اور تحقیق کا دروازہ
کھولدیا ہے اور جھوٹ اور سچ مین تمیز کردینے کا ذریعہ مہیا کردیا ہے - اسلئے جو حدیث یا روایت
ہمارے سامنے پیش کیجائیگی تو ضرور ہے کہ ہم اول اس بات پر نظر کرین کہ وہ حدیث از روے اصول
روایت صحیح ہے یا نہین - اگر ہمکو معلوم ہوا کہ اوس حدیث کے بیان کرنے والون مین سے کوی ایک
راوی بھی جھوٹا یا غیر معتبر ہے یا اہل بدعت جس نے اپنے مذہب کی حمایت مین اوس حدیث کو روایت
کیا ہو تو ہم اوسکو نہ مانینگے اور نہ اوس سے مخالف کا استدلال کرنا جائز ہوگا - اس لئے کہ حدیث اور
روایت خبر ہے اور خبر مین صدق وکذب دونو کا احتمال ہوتا ہے - اور کذب کے احتمال دور کرنے
کے لئے ضرور ہے کہ اوسکے بیان کرنیوالے ثقہ - متدین - اور صادق القول ہون - پھر اگر وہ خبر
اتنی سندون اور اتنے طریقون سے بیان کی گئی ہو کہ عادۃ اونکا اجتماع کذب پر محال ہو - اور ابتدا
سے انتہا تک اوسکے راوی اون معائب سے پاک ہون جن سے روایت مین خلل اور شبہہ پیدا
ہوتا ہے تو وہ صحت کے اعلی درجے مین سمجھی جائیگی - اور اسی قسم کی خبر کو متواتر کہتے ہین - او
صرف اسی قسم کی حدیثین مفید علم ویقین ہوتی ہین - اور اونپر اعتقاد کی بنیاد قائم ہوسکتی ہے
وھو الذی یضطر الانسان الیہ مگر اس قسم کی حدیثین بہت کم ہین جیساکہ ابن صلاح نے
کہا ہے مثال المتواتر علی التفسیر المتقدم یعز وجودہ الا ان یدعی ذلک فی حدیث
من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار اور اگر وہ خبر اتنی سندون اور اتنے
طریقون سے بیان نکی گئی ہو مگر اوسکے راوی نہایت ثقہ اور نہایت معتبر اور نہایت متدین ہون اور
کم سے کم دو طریقون سے بیان کی گئی ہو تو اوسمین بھی صدق کیجانب کو غلبہ ہوگا اور ایسی خبر

اصطلاح مین مشہور کہی جاتی ہے اور وہ روایۃً قابل ماننے کے ہوگی۔ اور اگر وہ خبر اتنی سندون
اور اتنے طریقون سے جسپر اطلاق متواتر یا مشہور کا ہوسکے بیان نکی گئی ہو تو وہ اگر متصل السند غیر
معلل ہو اور اوسکے راوی ضابط اور متصف بصفات وثوق ہون تو گو وہ مفید علم ویقین نہوگی بلکہ
اوس سے صرف افادۂ ظن ہوگا مگر اوسے بھی صحیح سمجھین گے۔ اور اوسپر عمل کرنا جائز ہوگا لیکن
اصول اعتقادات مین بوجہ اسکے کہ اعتقاد کے لئے یقین ضروری ہے وہ بناء اعتقاد نہوگی۔ اور جسں حدیث کے
سب راوی چھوڑ دیے گئے ہون یا کوئی راوی چھوڑ دیا گیا ہو اور چھوڑ دینا
بیان کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو یا کوئی راوی بوجہ من وجوہ الطعن مطعون ہو تو وہ حدیث
مطعون سمجھی جائیگی۔ اس لئے کہ اسمین احتمال اس بات کا ہے کہ جو راوی چھوڑ دیا گیا ہے شاید صحابی
ہو یا تابعی۔ اور اگر تابعی ہے تو احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو یا ثقہ۔ سوا اسکے اگر کوئی راوی
ایسا ہو جو جھوٹا ہو۔ یا حدیث کو جان بوجھکر جھوٹی روایت کرتا ہو۔ یا متہم بکذب ہو۔ یعنی گو
خود حدیث کو عمداً بناکر نہ روایت کرتا ہو مگر جھوٹ اوس کا اور طرح پر معلوم ہو یا کثرت سے
غلطی کرتا ہو۔ یا محتاط نہو۔ یا غفلت کرتا ہو۔ یا فاسق ہو یا وہمی۔ یا اوسکی مخالفت ثقات سے پائی جاتی ہو۔ یا اہل بدعت
سے ہو۔ یا حافظہ کا اچھا نہو۔ ایسے راوی کی بیان کی ہوئی حدیث اعتماد کے قابل نہوگی
بلکہ اگر وہ مطعون بکذب ہو تو وہ حدیث موضوع ہے۔ اور اگر وہ متہم بکذب ہے تو وہ
حدیث متروک ہے۔ اور اگر وہ روایت مین بہت غلطی یا غفلت کرتا ہو۔ یا اوس کا فسق
ظاہر ہوا ہو تو وہ حدیث منکر ہے۔ اور جو مبہم ہو تو اوسکی حدیث غیر مقبول ہے۔ اسلئے
کہ شرط قبول خبر کی راوی کی عدالت ہے۔ اور جب اوسکا نام مبہم ہوا اور معلوم نہو کہ کون
ہے تو اوسکی عدالت کیونکر معلوم ہوسکتی ہے۔ اور کیونکر اوسکی خبر قبول کیجا سکتی ہے۔
اور اسی لئے مرسل حدیث علی الاصح قبول نہین کیجاتی۔

احادیث اور اخبار کے متعلق عموماً اور متعلق مطاعن صحابہ کے خصوصاً یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ راوی
اوسکا مذہب حق اہل سنت کا مخالف نہو۔ اس لئے کہ گو ہم اہل بدعت کو کافر نہین کہتے اور نہ
اپنے مذہب کے مخالف کسی مسلمان پر تکفیر کا حکم لگاتے ہین۔ اور درصورت ضابط اور متقی اور صادق
ہونیکے اہل بدعت کی روایت کو قبول کرتے ہین مگر شرط یہ ہے کہ اوسکی روایت اور خبر اوسکی
بدعت اور اوسکے اعتقاد فاسد کی داعی او مؤید نہو۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اپنی بدعت اور فاسد
اعتقاد کی تزئین اور ترویج کی روایتون کو تحریف کرتا اور اپنے مذہب کے موافق بنالیتا ہو
ایسی حالت مین جو روایت اوسکے مذہب اور اعتقاد اور بدعت کو تقویت دیتی ہو علی العموم
قبول نکیجائیگی۔ اور ہماری کتاب کے ناظرین دیکھین گے کہ اکثر روایتین متعلق مطاعن صحابہ کے
اور متعلق فدک کے اونھین لوگون سے مروی ہین جو متہم بتشیع تھے۔ یا مذہب تشیع مین غالی۔
اور گو بوجہ اونکے اور طرح سے معتبر ہونیکے محدثین نے اونکی روایتون کو قبول کیا ہے۔
مگر جو روایتین ایسی ہین کہ جس سے اونکے مذہب کی تائید ہوتی ہو وہ عقلاً و نقلاً کسی طرح
سے قبول کے لائق نہونگی۔ پھر اصول درایت کے لحاظ سے بھی حدیث قابل تنقیح ہے۔ اگر درایت
کی کسوٹی پر وہ کامل العیار نہ اوترے تو ایسی حدیث بھی قابل قبول نہوگی۔ اور جیسا کہ
تدریب الراوی مین لکھا ہے کہ جو حدیث عقل یا نقل یا اصول کے خلاف پائی جاوے گی
وہ موضوع تصور ہوگی۔ فتح المغیث مین لکھا ہے کہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ جو حدیث
عقل کے مخالف ہے یا اصول کے برخلاف اوسکو موضوع جانو۔ اور اوسکے راویون کی جرح
و تعدیل کرنیکی کوئی ضرورت نہین ہے۔ علی ہذا القیاس جس حدیث مین ایسا بیان ہو جو حس
اور مشاہدے کے برخلاف ہے یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے ایسا مخالف ہو کہ کسی تاویل
صحیح سے مطابق نہو سکے یا اوسکے معنی رکیک و سخیف ہون یا راوی ایسی حدیث مین منفرد ہو جو

اورون کے پاس نہین ہے - اور جسکے مضمون کا جاننا تمام مکلفین کو نہایت ضروری ہے یا ایسے عظیم الشان واقعہ کا بیان ہو جسکے نقل کرنیکی بہت سے لوگون کو ضرورت ہے یا ایسا بیان ہو جسکو اتنی بڑی جماعت نے جھٹلا دیا ہے جنکا جھوٹ پر اتفاق کرنا اور ایک دوسرے کی تقلید کرنا عادۃً ناممکن ہے تو یہ سب قرینے روایت کے موضوع ہونے پر دلالت کرتے ہین -

مولینا شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم نے عجالہ نافعہ مین فرمایا ہے کہ علامات وضع حدیث وکذب راوی چند چیز است - اول آنکہ خلاف تاریخ مشہور روایت کند - دوم آنکہ راوی رافضی باشد وحدیث در طعن صحابہ روایت کند ویا ناصبی باشد وحدیث در مطاعن اہل بیت باشد وعلی ہذا القیاس - سوم آنکہ چیزی روایت کند کہ بر جمیع مکلفین معرفت آن وعمل بران فرض باشد واو منفرد بود در روایت - چہارم آنکہ وقت وحال قرینہ باشد بر کذب او - پنجم آنکہ مخالف مقتضای عقل وشرع باشد وقواعد شرعیہ آنرا تکذیب نمایند - ششم آنکہ در حدیث قصہ باشد از امر حسی واقعی کہ اگر بالحقیقۃ متحقق مے شد ہزاران کس آنرا نقل میکردند - ہفتم رکاکت لفظ ومعنی مثلاً لفظے روایت کند کہ بر قواعد عربیہ درست نشود یا معنی کہ مناسب شان نبوت ووقار نباشد - ہشتم افراط در وعید شدید بر گناہ صغیر یا افراط در وعدۂ عظیم بر فعل قلیل - نہم آنکہ بر عمل قلیل ثواب حج وعمرہ ذکر نماید - دہم آنکہ کسی را از عاملان خیر ثواب انبیا موعود کند - یازدہم خود اقرار کردہ باشد بوضع احادیث -

امام سخاوی نے فتح المغیث مین ابن جوزی سے حدیث کے موضوع ہونے کی یہ نشانیان لکھی ہین - اول جو حدیث کہ عقل اوسکے مخالف ہو اور اصول کے متناقض ہو - دوم ایسی حدیث کہ حس اور مشاہدہ اوسکو غلط قرار دیتا ہو - سوم وہ حدیث جو کہ مخالف ہو قرآن مجید یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے - چہارم جسمین تھوڑے کام پر وعید

شدید یا اجر عظیم کا وعدہ ہو۔ نہم رکاکت معنی اوس روایت کی جو بیان کی گئی۔ ششم رکاکت یعنی سخافت راوی کی۔ ہفتم منفرد ہونا راوی کا۔ ہشتم منفرد ہونا ایسی روایت مین جو تمام مکلفین سے متعلق ہو۔ نہم ایسی بڑی بات ہو جس کے نقل کرنیکی بہت سی ضرورتین ہون۔ دہم جس کے جھوٹ ہونے پر ایک گروہ کثیر متفق ہو۔ یہ اصول درایت کے جو شاہ عبدالعزیز صاحب رح نے بیان کئے ہین کچھ اونکے ذاتی خیالات نہین ہین نہ اونھون نے قائم کئے ہین بلکہ اکثر ہمارے محققین کا اسی پر عمل رہا ہے۔ اور جبکہ کوئی حدیث قرآن مجید یا عقل یا اصول اور عقائد مسلمہ کے مخالف پائی گئی ہے تو اوسے مجروح اور مطروح قرار دیا ہے۔ جیسا کہ امام رازی نے فرمایا ہے کہ بعضون نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہین جھوٹ بولے مگر تین مرتبہ۔ تو مین نے جواب دیا کہ ایسی حدیثون کو نہ ماننا چاہیے تو کہنے والے نے براہ انکار کہا کہ اگر ہم نہ مانین تو راویونکی تکذیب لازم آتی ہے۔ اسپر مین نے جواب دیا کہ اگر ہم مانین تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تکذیب کرنی پڑتی ہے۔ حالانکہ حضرت ابراہیم ع کو کذب کی نسبت سے بچانا بہتر ہے چند نامعتبر آدمیونکی طرف جھوٹ کے منسوب ہونے سے۔ امام ابو حنیفہ رح سے ابو مطیع بلخی نے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہین اوس حدیث کی نسبت جو لوگون نے روایت کی ہے کہ جب مومن زنا کرتا ہے تو ایمان اوسکے سر سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا کہ قمیص بدن سے۔ آیا اس حدیث کے راویون کی آپ تصدیق کرتے ہین یا شک یا تکذیب فرماتے ہین۔ اگر تصدیق کرتے ہین تو آپ کا اعتقاد مثل خوارج کے ہوا جاتا ہے اور اگر آپ شک کرتے ہین تو خوارج کے قول مین شک رہتا ہے اور اگر آپ تکذیب کرتے ہین تو اون بہت سے آدمیون کی تکذیب لازم آتی ہے جنھون نے بسند اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ تو امام نے جواب دیا کہ مین اون سب راویونکی تکذیب کرتا ہون اور میرا جھٹلانا اون لوگون کو اور رد کرنا اون کے قولون کا کچھ تکذیب

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نہین ہے۔ اسلئے کہ تکذیب قول پیغمبر کی یہ ہے کہ کوئی شخص کہے کہ مین پیغمبر خدا کے قول کو نہین مانتا لیکن جبکہ وہ یہ کہے کہ مین ہر بات پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے ایمان رکھتا ہون۔ اور اوسکی تصدیق کرتا ہون لیکن مین یہ جانتا ہون کہ کوئی بات پیغمبر خدا نے خلاف قرآن شریف کے نہین فرمائی تو یہ حقیقت مین تصدیق پیغمبر کی اور تصدیق قرآن کی ہے۔ اور اس سے تنزیہ اور برائی آنحضرت صلعم کی مخالفت قرآن سے ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر پیغمبر خدا خلاف قرآن کے کچھ کہتے تو خدا کب چھوڑتا۔ اور کیونکر ہوسکتا ہے کہ خدا کا نبی ایسی بات کہے جو مخالف خدا کی کتاب کے ہو۔ اور جو مخالف خدا کی کتاب کا ہو وہ کیونکر خدا کا نبی ہوسکتا ہے پس یہ حدیث خلع ایمان کی زنا سے جو لوگون نے روایت کی ہے خلاف ہے قرآن کے پس ایسے آدمیون کے قول کو رد کرنا جو پیغمبر خدا صلعم کیطرف ایسی بات منسوب کرین جو مخالف ہو قرآن کے پیغمبر کی بات کا رد کرنا نہین ہے اور نہ اونکی تکذیب ہے بلکہ حقیقت مین وہ رد ہے اوسکے قول کا جو کہ پیغمبر خدا کی طرف سے ایک باطل بات کو نقل کرتا ہے۔ اور آنحضرت پر تہمت لگاتا ہے اور ہم ہر بات کو پیغمبر خدا کی خواہ ہمنے سنی ہو یا نہ سنی ہو بسر وچشم قبول کرتے ہین اور اوسپر ایمان رکھتے ہین۔ اور شہادت دیتے ہین کہ وہ بات ویسی ہی ہوگی جیساکہ آنحضرت نے فرمایا ہو لیکن اسیطرح پر ہم یہ شہادت دیتے ہین کہ کوئی بات آنحضرت صلعم نے خلاف قرآن کے نہین فرمائی۔ نہ کسی ایسی چیز کا حکم دیا جسے خدا نے منع کردیا ہو۔ نہ کسی ایسی چیز کو جدا کیا جسکے ملانے کا اللہ نے حکم کیا ہو۔ اور نہ کسی چیز کی ایسی صفت بیان کی جو مخالف بیان خدا کے ہو۔ اور ہم شہادت دیتے ہین کہ آنحضرت صلعم کا ہر قول موافق تھا خدائے عزوجل کے اور اسی لئے خدا نے فرمایا ہے کہ جسنے اطاعت کی رسول کی اوسنے اطاعت کی خدا کی

یہ نہ خیال کیا جائے کہ حدیث کی غیر معتبر کتابون مین جو روایتین درج ہین اونھین پر یہ اصول مستعمل ہونگے بلکہ حدیث کی تمام کتابون پر اس کا اعلان ہوگا۔ اس لئے کہ صحاح مین جتنی

حدیثین درج ہین وہ سب صحت کے ایک درجے پر نہین ہین بلکہ اونکے درجات مختلف ہین۔
جیسا کہ خود اون کتابون کے دیکھنے اور اونکی شرحون کے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ یہان تک کہ
بخاری اور مسلم جو اصح الکتب سمجھی جاتی ہین اونکی نسبت بھی کہا گیا ہے کہ انہ صحیح علی ظن مصنفہ وغلبۃ
ظنہ واما السہو والنسیان فمن لوازم طبع الانسان اور نیز اونکی بعض حدیثون اور
بعض راویون مین کلام کیا گیا ہے۔ جیسا کہ محققین نے بیان کیا ہے کہ بخاری نے چار سو اور کچھ
اوپر تیس آدمیون سے روایت کی ہے جو مسلم مین نہین ہین۔ اور انمین سے اسی شخص ایسے ہین
جنکے ضعف کی نسبت کلام کیا گیا ہے۔ اور چھ سو بیس آدمیون سے مسلم نے روایت کی ہے جو بخاری
مین نہین ہین اور اونمین ایکسو ساٹھ آدمی ایسے ہین جنکے ضعیف ہونے کی نسبت گفتگو کی گئی ہے۔
اور عکرمہ نے جو روایت ابن عباس سے کی ہے وہ بھی بخاری مین داخل ہے اور مسلم مین ابو الزبیر
عن جابر اور سہیل عن ابیہ اور علا ابن عبد الرحمن عن ابیہ اور حماد بن سلمۃ عن ثابت سے جو روایتین ہین
اونکے راوی ضعیف خیال کئے گئے ہین۔ اور ایسی حدیثین جنمین کوئی علت پائی گئی ہے وہ صحیحین
مین دوسو دس ہین۔ اونمین سے بخاری کی حدیثین اسی سے کم ہین باقی مسلم کی حدیثین ہین (دیکھو
مقدمہ فتح الباری) اسی لئے ملا علی قاری نے کتاب رجال مین لکھا ہے وما یقولہ الناس
ان من روی لہ الشیخان فقد جاز القنطرۃ ھذا ایضا من التجاھل فقد روی مسلم فی کتابہ
عن اللیث عن ابی مسلم وغیرہ من الضعفاء فیقولون انما روی عنھم فی کتابہ للاعتبار
والشواھد المتابعات وھذا لا یقوی لان الحفاظ قالوا الاعتبار امور یتعرفون
بھا حال الحدیث وکتاب مسلم التزم فیہ الصحۃ فکیف یتعرف حال الحدیث
الذی فیہ بطرق ضعیفۃ الی قولہ وروی مسلم ایضا حدیث الاسراء فیہ
وذلک قبل ان یوحی الیہ وقد تکلم الحفاظ فی ھذہ القصۃ وبینوا ضعفھا الی قولہ وقد

قال الحافظ ان مسلما لما وضع کتابه الصحیح عرضه علی ابی زرعة فانکر علیه وتغیظ وقال سمیته الصحیح وجعلته سلما لاهل البدع وغیرهم انتهی والحاصل انه صحیح علی ظن مصنفه وغلبة ظنه واما السهو والنسیان فمن لوازم طبع الانسان وقد ابی الله الا ان یصح کتابه لقوله انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ۔

اور صاحب ازالۃ الغین نے بھی فرمایا ہے کہ از کتب محدثین چنان بوضوح می انجامد کہ بعد از تنقید وتحقیق در صحت یعنی از روایات صحیح بخاری کلام ست وہمچنین در بعضے روایات صحیح مسلم۔ وقبل ازین گذشتہ کہ آن روایات کہ اہل حدیث در صحت آن قیل وقال دارند ہر چند اقل قلیل ست مگر در صحیح ثانے زیادہ تر از اول ست وبرین قدر اکتفا نمی توان کرد زیرا کہ انا ذہ بن اثیر در صدر جامع الاصول جائیکہ فرع ثالث در طبقات مجروحین قرار دادہ است دلالت بران دارد کہ بعضے از وضاعین خود اقرار کردہ اند کہ حدیث فدک ساختہ بر مشائخ بغداد خواندیم ہمہ با قبول کردند مگر ابن ابی شیبہ علوی کہ او بعلت جعل و افترا ابی برد ہرگز قبول نکرد عبارت آن مقام این ست ومنهم قوم وضعوا الحدیث لهوی یدعون الناس الیه فمنهم من تاب عنه واقر علی نفسه قال شیخ من شیوخ الخوارج بعد ان تاب ان هذه الاحادیث دین فانظروا عمن تاخذون دینکم فانا کنا اذا هوینا امرا صیرناه حدیثا وقال ابو العیناء وضعت انا والجاحظ حدیث فدک وادخلناه علی الشیوخ ببغداد فقبلوه الا ابن ابی شیبة العلوی فانه قال لا یشبه آخر هذا الحدیث اوله وابی ان یقبله انتهی بلفظه

اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں جہاں کہ شیخ ابن صلاح کے اس قول کو کہ تمام حدیثین صحیحین کی قطعی الصدور ہیں رد کیا ہے یہ کہا ہے هذا الذی ذکر الشیخ فی هذا الموضع خلاف ما قاله المحققون والاکثرون فانهم قالوا احادیث الصحیحین التی لیست بمتواترة انما یفید الظن فانها احاد والاحاد انما یفید الظن علی ما تقرر

ولا فرق بین البخاری ومسلم وغیرهما فی ذلک الی ان قال ولا یلزم من اجماع الامة علی العمل بما فیهما اجماعهم علی انه مقطوع بانه کلام النبی صلی الله علیه وسلم۔

یعنی شیخ ابن صلاح نے جو بیان ذکر کیا وہ اکثر محدثین اور محققین کے خلاف ہے اسلئے کہ محققین کا قول ہے کہ صحیحین کی حدیثین متواتر نہین ہین بلکہ احاد ہین اور احاد سے افادۂ ظن ہوتا ہے۔ اور اس باب مین بخاری اور مسلم وغیرہ سب کتب حدیث مین کچھ فرق نہین۔ یہانتک کہ امام نووی نے کہاکہ صحیحین کی حدیثون پر عمل کرنے کو جو امت نے اجماع کیا ہے اس سے یہ لازم نہین آتا کہ امت کا اس امر پر بھی اجماع ہے کہ وہ احادیث قطعی الصدور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قطعی کلام ہے اور اسی لئے جو حدیث گو صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین لکھی ہو مخالف ما استقر فی شریعۃ الاسلام کے ہو وہ باتفاق بجہت وہم راوی کے محکوم علیہ ببطلان ہو گی یا ماول۔ جیساکہ علامہ رشیدالدین مرحوم نے شوکت عمریہ مین لکھا ہے کہ حدیثیکہ مخالف ما استقر فی شریعۃ الاسلام ست باتفاق شیعہ وسنی یا محکوم علیہ ببطلان ست بجہت وہم راوی یا ماول ست چنانکہ امام نووی در شرح صحیح مسلم در شرح این حدیث (حدیث صحیح مسلم کہ ظاہرا دلالت برقدح بعضے اصحاب کبار دارد) نقلا عن القاضی عیاض عن المازری مے فرماید

واذا انسدت طرق تاویلها نسبنا الکذب الی رواتها۔

اور اگرچہ صحیحین مین اونکی جامعین بخاری و مسلم نے جہانتک کہ انسانی طاقت سے ہوسکتا ہے صحیح حدیثون کے جمع کرنے مین بے انتہا کوشش فرمائی۔ اور اسی لئے تمام کتابون مین اونکا درجہ اعلی اور افضل ہے۔ مگر آخر وہ بھی بشر تھے اور اپنے اقران و امثال سے تصحیح حدیث مین گو سبقت لیگئے اسلئے جاے اجتہاد مجتہدین اور تحقیق محققین باقی ہے۔ جیساکہ منتہی الکلام مین لکھا ہے کہ آخر این بزرگان ہم از جملہ بشر بودہ اند گو در تصحیح حدیث بغایت قصوی کوشیدہ باشند سیما محمد بن اسمعیل بخاری کہ او در این امور گوی سبق از اقران و امثال ربودہ لیکن باز ہم جاے اجتہاد مجتہدین باقیست

نگرباد نداری کہ دربارۂ چندے از روایتش بعضے از علما و فقہا بحث وارند و شارحین در جواب آن وجوہی نقل می کنند کہ بعضے ازان خالی از غرابت نیست - اور یہ امر بعید از قیاس بھی نہین ہے اس لئے کہ وضعی حدیثون کے علاوہ اور بھی قدرتی اسباب ایسے ہین جنکی وجہ سے روایات مین اختلاف پڑنا اور اونکے صحت مین شک ہونا ممکن الوقوع ہے - چنانچہ اسکے آٹھ اسباب محققین نے بیان کئے ہین - اول حدیث کے مطلب کی غلط فہمی - دوسرے حدیث کے معنی سمجھنے مین دو راویون کے باہم اختلاف یعنی ایک ہی حدیث کے ایک نے کچھ معنی سمجھے اور ایک نے کچھ - تیسرے حدیث کا مطلب لوگون سے صاف صاف بیان کرنیکی عدم قابلیت - چوتھے راوی کے حافظے کا قصور کہ یا تو اوس سے کسی حدیث کا کوئی جز و چھوٹ گیا یا دو مختلف حدیثین باہم خلط ملط ہوگئین - پانچوین راوی کا کسی جز و حدیث کی تفصیل کا بیان کرنا اس غرض سے کہ سننے والا بآسانی اوسکو سمجھ جاوے لیکن سننے والے نے از راہ غلطی اوس تفصیل کو بھی حدیث کا جزو سمجھا - چھٹے راوی نے اپنی گفتگو مین جناب پیغمبر خدا صلعم کے چند کلمات بیان کئے اور سننے والون نے اوسکے تمام کلام کو حدیث سمجھ لیا - ساتوین وہ اختلاف جو زبانی روایات کے سلسلہ سے خود بخود عارض ہوتا ہے - آٹھوین مختلف حالات جنمین کہ راوی نے آنحضرت صلعم کو دیکھا تھا یا کچھ فرماتے سنا تھا یا کرتے دیکھا تھا -

اور اسی لئے اصول فقہ مین یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ العقل شاھد بان خبر الواحد العدل لا یوجب الیقین لان احتمال الکذب قائم وان کان مرجوحا والا لزم القطع بالنقیضین عند اخبار العدلین بھا وان خالف خبر الواحد جمیع الاقیسة لا یقبل عندنا وذلک لان النقل بالمعنی کان مستفیضا فیھم فاذا قصر فقه الراوی لم یؤمن ان یذھب شئ من معانیه فیدخله شبھة زائدة تخلو عنھا القیاس -

اور چونکہ اخبار مین شک کرنا بظاہر عدالت صحابہ پر شبہہ کرنا سمجھا جاتا ہے اس لئے عدالت صحابہ کی نسبت ہمارے محققین نے کہا ہے فان قیل عدالة جمیع الصحابة ثابتة بالآیات والاحادیث الواردة فی فضائلهم فقلنا ذکر بعضهم ان الصحابی اسم لمن اشتهر بطول صحبة النبی علی طریق التتبع له والاخذ منه وبعضهم انه اسم لمومن رای النبیؐ سواء طالت صحبته ام لا الا ان الجزم بالعدالة مختص بمن اشتهر بذلك والباقون کسائر الناس فیهم عدول وغیر عدول۔

اور اخبار احاد کی نسبت جبکہ عقلا اور نقلا یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ وہ مفید یقین نہین ہے تو ضرور ہے کہ جو خبر معارض کتاب یا سنت مشہورہ اور اجماع امت کے ہو وہ بلحاظ ان خیالات کے جو اوپر بیان کئے گئے راویون کے غیر مشتبہ ہونیکی صورت مین بھی مقبول نہونگی۔ اس لئے کہ یقین ظن سے زائل نہین ہو سکتا۔ فکیف یعتبر خبر الواحد فی معارضة الکتاب والسنة المشهورة واجماع الامة وکل حدیث یخالف کتاب الله فانه لیس بحدیث الرسول وانما هو مفتری وکذالك کل حدیث یعارض دلیلا اقوی منه فانه منقطع عنه علیه السلام لان الادلة الشرعیة لا یناقض بعضها بعضا وانما التناقض من الجهل المحض۔

یہ بات بھی ذہن نشین کرنیکے لائق ہے کہ جرح وتعدیل روات کی صرف اخبار شرعیہ کی صحت کے لئے ضروری ہے تاکہ اوس سے ظن اوس خبر کی صحت پر ہو جاوے۔ اور تکالیف شرعیہ ظنی اخبار پر واجب ہو سکتی ہین۔ لیکن واقعات اور مسائل عقلیہ مین جرح وتعدیل روات کی بھی ضرورت نہین ہے جبتک کہ یہ نہ معلوم ہو کہ وہ خبر فی نفسہ ممکن بھی ہے یا نہین۔ اگر اوس کا محال ہونا ثابت ہو تو تعدیل وتجریح فضول ہے۔ یہانتک کہ اگر ایسی خبر متواتر بھی ہو تو وہ موجب یقین نہوگی کما قال فی التلویح ثم المتواتر لا بد ان یکون مستندا الی الحس سمعا او غیرہ حتی لو اتفق اهل اقلیم علی مسئلة عقلیة

لم یحصل لنا الیقین حتی یقوم البرھان - وقال ابن خلدون فی مقدمة تاریخه ولا یرجع الی تعدیل الرواة حتی یعلم ان ذلک الخبر فی نفسه ممکن او ممتنع واما اذا کان مستحیلا فلا فائدة للنظر فی التعدیل والتجریح ولقد عد اهل النظر من المطاعن فی الخبر استحالة مدلول اللفظ وتاویله ان یاول بما لا یقبله العقل وانما کان التعدیل والتجریح هو المعتبر فی صحة الاخبار الشرعیة لان معظمها تکالیف انسانیة اوجب الشارع العمل بها حتی حصل الظن بصدقها وسبیل صحة الظن الثقة بالرواة بالعدالة والضبط واما الاخبار عن الواقعات فلابد فی صدقها وصحتها من اعتبار المطابقة فلذلک وجب ان ینظر فی امکان وقوعه وصار فیها ذلک اهم من التعدیل ومقدما علیه اذ فائدة الانشاء مقتبسة منه فقط وفائدة الخبر منه ومن الخارج بالمطابقة واذا کان ذلک فالقانون فی تمیز الحق من الباطل فی الاخبار بالامکان والاستحالة ان ننظر فی الاجتماع البشری الذی ھو العمران ونمیز ما یلحقه من الاحوال لذاته وبمقتضی طبعه وما یکون عارضا لا یعتد به -

غالبا اخبار اور روایتون کے متعلق جو کچھ ہمنے لکھا ہے اوسے دیکھکر حضرات امامیہ یہ فرماوین کہ اگر تواریخ اور تفسیر اور حدیث کی کتابون کا یہ حال ہے کہ اونمین لکھی ہوئی کوئی خبر ایسی نہین ہے جس مین احتمال غلطی کا نہو اور کوئی خبر احاد مفید یقین نہین ہے اور بہت سی حدیثین لوگون نے بناکر مشہور کردی ہین تو پھر سنیون کی کسی کتاب کا کچھ اعتبار نرہے گا - اور چونکہ انھین کتابون پر خصوصًا احادیث کی کتب پر اونکے مذہب کا مدار ہے اور شریعت کی بنیاد اوسپر قائم ہے تو خود سنیون کے بیان سے وہ بنیاد منہدم ہوتی ہے - اور وہ خود اپنی کتابونکو آپ غلط بتاتے ہین چنانچہ بعض علماء امامیہ نے ایسا ہی لکھا ہے - اور صاحب استقصا نے بھی جابجا صراحةً واشارةً

یہ طعنہ کیا ہے۔ مگر یہ کہنا اونکا صحیح نہوگا اس لئے کہ کوئی کتاب قرآن مجید کیطرح آسمان سے تو نازل ہوئی نہین۔ اور جبرئیل امین ؑ خدا کی طرف سے لائے نہین۔ اور صاحب الوحی نے اوسے وحی فرماکر ہم تک پہونچایا نہین اس لیے کوئی کتاب کتاب اللہ کیطرح صحت اور یقین کے درجہ پر پہونچ نہین سکتی۔ بعد کتاب اللہ کے جہانتک انسانکی کوشش سے ممکن ہے وہانتک صحیح حدیثون کے جمع کرنے مین اور ضعیف حدیثون کے قبول نکرنے مین صحاح ستہ کے مصنفین نے کوشش کی اور تا بامکان بشری صحیح حدیثون کو جمع کیا خصوصًا امام بخاری و مسلم نے اور خاصکر امام بخاری نے۔ اور اسی لئے گروہ کثیر نے علما کے اوسکی صحت کو تسلیم کیا اور اوسے بعد کتاب اللہ کے تمام کتابون سے زیادہ صحیح سمجھا۔ مگر یہ امر کہ ہر حدیث اوسکی مفید یقین ہو یا کوئی راوی اوسکا مشتبہ نہو ایسا دعوی کرنا گویا اونکی کتابونکو خدا کی کتاب کے برابر سمجھنا ہے۔ اور اگر باوجود کمال زحمت اور تکلیف کے جو اونھون نے حدیثون کے جمع کرنے مین اوٹھائی اگر بعض ضعیف حدیثین اونکی کتاب مین درج ہوگئین یا بعض ایسے راویون کی روایت اونھون نے قبول کی جنمین کلام کیا گیا ہے تو اس سے اونکی شان مین کچھ فرق نہین آسکتا اور اونکی کتابین جس قدر و منزلت کے لائق ہین اوسمین کمی نہین ہوسکتی۔ نہ اوس سے کوئی شبہہ اونکی کتاب پر ہوسکتا ہے۔ اور نہ باوجود موجود ہونے ایسی معتبر کتابون کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہماری مذہبی کتابین اعتماد اور اعتبار کے لائق نہین ہین۔ بلکہ جو شدت اور سختی حدیثون اور اخبار کے قبول کرنے اور اوسکی صحت کی تحقیق اور تنقیح مین ہمارے محدثین نے فرمائی ہے اور جس صفائی اور زور کے ساتھ غلط اخبار اور ضعیف احادیث اور زید و عمرو کی کتابون پر جرح کی ہے اوس سے ثبوت اسکا ہوتا ہے کہ وہ مذہب کے بکے اور نیت کے پاک اور صداقت کے جویان اور حق کے متلاشی اور باطل سے متنفر تھے۔ اور مذہب کی بنیاد مستحکم اصول پر قائم کرنے والے تھے اگر ہم اونھین راویون کی تحقیق اور اخبار کے قبول کرنے مین ایسا سخت نہ پاتے اور اونکا تساہل اور تسامح مذہبی واقعہ مین

دیکھتے تو ہمارا یقین اپنے مذہب کے استحکام پر ایسا نہوتا جیسا کہ اب ہے - ہمارے محدثین اور محققین کی تحقیق اور تنقیح نے ہمپر یہ ثابت کردیا کہ ہمارا مذہب ایسی مستحکم بنیاد پر قائم ہے جسمین کسیطرح خلل نہین آسکتا - کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝

لیکن کیا حال ہوگا حضرات امامیہ کے مذہب کا اگر بعض وضعی حدیثون اور غلط روایتونکے ہونے سے کسی مذہب کے تمام کتابین غلط اور اوسکے تمام محدثین اور مجتہدین غیر معتبر سمجھے جا سکتے ہین - اس لیئے کہ جب اوسی نظر سے جس سے ہمارے علما نے اپنے یہانکی کتابونکو دیکھا ہے وہ اپنے یہانکی کتابونکو دیکھین گے اگر ہمارے یہانسے بڑھکر اونکے یہانکی کتابین زیادہ قابل اعتراض نہ سمجھی جاوین توکسی حالت مین اوس سے کم تو نہونگی - بلکہ اگر ادب ملحوظ نہو تو بہت بڑا حصّہ اونکی حدیثونکی کتابون کا خصوصًا جو امامت سے متعلق ہے صرف قران اور عقل کی مخالفت کی وجہ سے غیر قابل اعتبار ثابت کیا جا سکتا ہے - مگر مین ادب کے دائرے سے قدم باہر رکھنا اور اپنے اثنا عشری دوستونکو اوسکے بیان سے رنجیدہ اور شرمندہ کرنا پسند نہین کرتا اس لیئے ضروری باتون پر کفایت کرتا ہون اور یہ بات دکھاتا ہون کہ بہ نسبت کتابون کے غیر معتبر ہونے اور جھوٹی حدیثون کے بنانے اور ائمہ پر تہمت کرنے اور راویون کے حالات تحقیق کرنے اور جرح کو تعدیل پر مقدم سمجھنے اور اخبار احاد کے مفید یقین نہونے اور اون اخبار کے جو مخالف قرآن اور عقل اور عقائد مسلمہ کے ہون قابل قبول نہونے اور دیگر باتون کے جس کا ذکر ہمنے اوپر کیا ہے علماء امامیہ نے کیا فرمایا ہے -

ملا علی طہرانی کتاب توضیح المقال فی علم الرجال مین متعلق حدیثون اور راویون کے یہ فرماتے ہین کہ

مراد حدیث سے وہ ہے جسکی سند کا سلسلہ رسولخدا یا کسی امام تک منتہی ہو -

چونکہ احکام شرعی کا استنباط موقوف ہے احادیث کے دیکھنے پر اس لیئے ضرور ہے کہ احادیث کی صحت تحقیق کیجاے تاکہ اوس سے مسائل کا استنباط اور اوسپر عمل کرنا جائز ہو - اور یہ بات

معلوم ہے کہ سب حدیثین ایسی نہین ہین - اور اونکی صحت کا علم موقوف ہے راویون کے حالات دریافت کرنے یعنی علم الرجال کے جاننے پر - اور یہہ بات بھی معلوم ہے کہ ہماری حدیثون مین بہت سی جھوٹی اور موضوع ہین - پیغمبر خدا صلعم نے فرما دیا تھا کہ میرے بعد بات بنانیوالے بہت ہونگے - اور حضرت صادق سے روایت ہے کہ ہم مین سے ہر ایک امام کے اوپر جھوٹ لگانیوالے لوگ ہونگے - اور یہہ بھی آپنے فرمایا کہ ہم اہل بیت سچے ہین مگر جھوٹ بولنے والون اور جھوٹ لگانے والون سے جو ہمپر جھوٹ لگاتے ہین خالی نہین ہین اور ہماری سچائی اونکے جھوٹ سے ساقط ہو جاتی ہے - اور مغیرہ بن سعید نے میرے بزرگوار کے اصحاب کی کتابون مین ایسی جھوٹی حدیثین ملادی ہین جنکو کبھی میرے باپنے بیان نہین کیا تھا - بس خدا سے ڈرو اور جو قول ہمارا خدا کے کلام اور نبی کی سنت کے خلاف پاؤ اوسے مت مانو - اور یونس سے روایت ہے کہ مین نے عراق مین امام باقر اور امام جعفر صادق کے اصحاب کو پایا اور اونسے حدیثین سنین اور اونکی کتابون کو لیا - اور بعد اوسکے حضرت امام موسی رضا کے روبرو پیش کیا آپنے بہت سی حدیثون سے انکار فرمایا اور کہا کہ ابو الخطاب نے امام جعفر صادق پر بہت جھوٹ لگایا ہے خدا اوسپر لعنت کرے - اور اسیطرح ابو الخطاب کے رفقا ان حدیثون سے ابتک فریب دیتے ہین - اور امام جعفر صادق کے اصحاب کی کتابون مین ملادیتے ہین پس جو کچھ خلاف قرآن کے ہو اوسے ہماری طرف سے نہ سمجھو اور نہ اوسے قبول کرو - اور جو چیز مخالف قرآن اور سنت کے ہو اوسے دیوار پر مارو - مؤلف کتاب اسے نقل کرکے کہتے ہین کہ موضوع حدیثون کا ہونا تو ہماری کتابونمین اس سے پایا جاتا ہے - اور یہ بات کہ ان کتابونمین سے موضوع حدیثین نکال دیگئی ہین معلوم نہین ہوتی - اور اسکا دعوی کرنا قابل سماعت نہین ہے پس بغیر تمیز کرنے موضوع حدیث کے صحیح احادیث سے سب پر عمل کرنا نہ صرف قبیح ہے بلکہ ممنوع ہے - اور راویون کے حالات دریافت کرنا اور علم الرجال سے واقف ہونا اس لیے

ضرور ہے کہ اکثر یا تمام حدیثون مین احتمال وضع موجود ہے گو یہ احتمال بعض حدیثون مین قرائن خارجیہ کے سبب سے بہت کم ہے لیکن اس احتمال کے دور کرنے کے لئے ضرور ہے کہ تمام حدیثون مین رفع شک کے لئے اس علم کیطرف رجوع کیجاوے -

راویون کے حالات دریافت کرنے اور علم الرجال سے واقف ہونے کے لئے مؤلف موصوف نے جہان اور بہت سی دلیلین بیان کی ہین وہان یہ بھی لکھا ہے کہ اگلے اور پچھلے علما کی سیرت سے پایا جاتا ہے کہ وہ رجال پر کتابین لکھتے تھے اور اوسکی تدوین و تنقیح کرتے تھے - اور ان کتابون کو حاصل کرتے اور اپنے مطالعے مین رکھتے - اور راویون کے حالات دریافت کرنے کے لئے اونکی طرف رجوع کرتے - تو کیا کوئی سمجھدار آدمی اس بات کو مانیگا کہ یہ فعل اونکا لغو یا مکروہ یا حرام تھا بلکہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس علم کیطرف احتیاج بہت زیادہ اور راویون کے حالات سے واقف ہونا نہایت ضرور ہے - اور کیون نہو اسی سے اطمینان یا ظن حاصل ہوتا ہے اون احکام پر جو احادیث سے مستنبط کئے جاتے ہین - اور نیز محدثین کی سیرت مین یہ بھی داخل ہے کہ وہ سلسلہ روات کا ہر حدیث کے متعلق بیان کرتے ہین اور ابتدا سے تا زمانہ تالیف کتب اربعہ اونھون نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر حدیث کے تمام راویون کو نام بنام بیان کرین یہانتک کہ اگر کوئی بیچ مین سے چھوٹ گیا ہو تو اوسکا دوسری جگہ ذکر کردین تاکہ ارسال اور قطع اور رفع جو صحت حدیث اور اعتبار کا منافی ہے ظاہر ہو جاوے اور اوس سے اونکا احتراز ثابت ہو - اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ سب صرف اس لئے وہ کرتے تھے کہ جو اونکی کتابونکی طرف رجوع کرے اور اونکے حالات کو اپنی مقدور کی موافق دریافت کرے تو وہ تمیز کرے کہ کون سا راوی ایسا ہے جسکی روایت لینے کے لائق ہے اور کونسا چھوڑنے کے قابل - اگر یہ مقصود نہوتا اور راویون کے حالات دریافت کرنیکے بعد حدیثون کی کتابونکی تدوین کی ضرورت نرہتی تو محدثین کی یہ ساری کارروائی لغو اور فضول

ثابت ہوتی ہے۔ اور اگر بغیر دیکھنے احوال رواۃ کے اون چارسو کتابونسے جو حدیث مین لکھی گئی ہین حدیثون کا لینا کافی سمجھا جاتا یا اونکی صحت پر یقین ہوتا تو کتابون مین راویون کے نامون کا لکھنا اور اس طرح کی کتابون کا پڑھنا لغو اور مکروہ بلکہ ممنوع اور حرام ہو جاتا۔

مؤلف کتاب موصوف نے اون اعتراضات کو بھی بیان کیا ہے جو حدیث کی کتابونکو معتبر اور ہر حدیث کو بغیر رجوع تحقیق حالات رواۃ کے قابل عمل سمجھتے ہین۔ اور اونکی دلیلون کا ذکر کرکے اوسکا جواب دیا ہے منجملہ اونکے ایک یہ ہے کہ علم الرجال کے ضرورت اور احتیاج کے منکر ین یہ کہتے ہین کہ یہ بات بتواتر اور بقرائن یقینیہ معلوم ہے کہ تین سو برس تک قدما کا یہ طریقہ رہا کہ وہ احادیث کو جمع اور ائمہ کی مجالس مین اوسکی تدوین کرنے اور جن حدیثون پر اہل حق یعنی ہمارا فرقہ عمل کرنا اوسکے ضبط کرنے مین اپنی ہمتین صرف کرتے اور اوسے ائمہ کو سناتے۔ اور یہ عمل کتب اربعہ کی تالیف کے زمانے تک جاری رہا اور یہ چار کتابین حدیث کی اونھین اصول سے منقول ہین۔ اور جنکے اعتماد پر انھون نے شہادت دی ہے اور غیر معتبر کو معتبر سے جدا کر دیا ہے اور باوجود اس بات کے جاننے کے کہ احکام شرعیہ مین ظن کا اعتبار نہین ہے بلکہ علم اور یقین کا ہونا لازمی ہے اور باوجود معلوم ہونے اونکی وثاقت وجلالت کے کیونکر گمان کیا جا سکتا ہے کہ ان کتب اربعہ کے جامعین احادیث صحیحہ کے جمع کرنے مین تقصیر کرتے۔ اور جبکہ مورخین کسی قصے کو غیر معتبر کتاب اور غیر معتبر شخص سے اپنی تاریخ کی کتابون مین نہین لیتے تو ان بزرگان دین کی نسبت کیونکر شبہہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ صحیح حدیثون کے جمع کرنے مین تقصیر کرتے اور درصورت فرض کرنے اس بات کے کہ اونھون نے غیر معتبر حدیثین لین کیونکر تدلیس کرتے اور اس باتکا دعوی فرماتے کہ جو کچھ اونھون نے نقل کیا ہے وہ سب صحیح ہے اور وہ اونکی کتاب اونکے اور خدا کے بیچ مین حجت ہے۔ اس اعتراض اور ان دلیلون کا یہ جواب دیا ہے کہ ان سب باتون سے احادیث کا قطعی الصدور ہونا ثابت نہین ہوتا۔ اس لئے کہ

کرے کم احتمال سہو اور غفلت کا تو باقی رہتا ہے کیونکہ حدیث کے راوی اور اصول اور جو کتابین اونسے لیگئی ہین اونکے مؤلف معصوم نہ تھے اور یہ بھی تسلیم کرلیا جاے تب بھی احتیاج رجال کے حالات کی باقی رہتی ہے اس لئے کہ ان حدیثون مین تناقض حدیثین موجود ہین مثل تقیے کے حدیثون کے اور اس لیے رجوع کرنا رجال کے حالات کیطرف ضرور ہے۔ پھر مؤلف موصوف یہ فرماتے ہین کہ جامعین حدیث نے یہ نہین کہا کہ جو کچھ اونھون نے اپنی کتابون مین جمع کیا ہے یعنی جتنی حدیثین اوسمین لکھی ہین وہ سب مفید علم ہین بلکہ اونکے نزدیک وہ صرف مفید عمل ہین اور عمل کرنا کسی حدیث پر عام ہے اس سے کہ وہ حدیث مفید یقین ہو یا نہو۔ اور نیز جامعین حدیث سب متفق نہین ہین کل حدیثون کے جمع کرنے مین مثلاً کلینی نے بہت سی حدیثین چھوڑ دی ہین اونکے بعد متاخرین نے نقل کیا ہے اور اوسپر بڑھایا ہے۔ اور اونکے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیثون کے جمع کرنے مین اور اوسکی تنقید اور تصحیح مین بہت زحمت اوٹھاتے تھے ایسے لوگ کیونکر اون حدیثون کو جو مفید علم ہون چھوڑ دیتے جنکو اونکے بعد کے لوگون نے جمع کیا۔ پھر صدوق کو دیکھئے کہ وہ حدیث کی تصحیح و تضعیف اکثر اپنے شیخ ابن الولید کی تصحیح و تضعیف پر اعتماد کرتے ہین یہانتک کہ اونکا یہ قول ہے کہ جس حدیث کو میرے شیخ نے صحیح کہدیا ہے وہ میرے نزدیک بھی صحیح ہے اور جسکو اوس نے صحیح نہین کہا وہ ہمارے نزدیک متروک ہے۔ بھلا خیال کرو کہ اون اخبار مین جو مفید علم ہون دوسرکی تصحیح و تضعیف پر اعتماد کرنے کو کیا دخل ہے۔ اور صرف اون کے شیخ کی تصحیح و تضعیف سے کیونکر صحت اور ضعف پر حدیثون کے یقین ہوسکتا ہے۔ اور وہ حدیثین جو مفید علم ہون صرف اونکے شیخ کے ضعیف کہدینے سے کیونکر رد کیجا سکتی ہین۔

جناب مولانا دلدار علی صاحب نے صوارم مین متعلق اخبار و احادیث کے اپنے مذہب کا یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ فرقہ حقہ امامیہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ اصول اور اعتقادات مین

یقین حاصل کرتے ہین اور ظن اور تقلید کو اصول دین مین جائز نہین رکھتے اور دلائل عقلیہ سے یقین حاصل کرنیکے بعد بمجہت مزید اطمینان اور ترقی مدارج یقین کے بطور تائید اور دیگر فوائد کے سمعیات متواترہ کو یعنی اون اخبار کو جو لفظا یا معنا متواتر ہون ذکر کرتے ہین اور وہ راوی فاسد العقیدہ ہو۔ اور اسی وجہ سے جناب شیخ الطائفہ نے راویان فاسد العقیدہ کے اخبار پر عمل کیا ہے۔ اور خبر واحد کو گو بواسطہ ثقات مروی ہوا اعتقادات مین حجت اور کافی نہین سمجھتے۔ اور فروع مین ہر چند ہمارے بعضے علمانے یہ اختیار کیا ہے کہ ہر مسئلے کا اجماعی یا مستفاد از متواتر یا ماخوذ از کتاب و دلیل عقل ہونا ضرور ہے لیکن ہمارا عمل اسپر ہے کہ اگر خبر احاد ہو اور راوی اوسکے ثقہ ہون اور شرائط دیگر سے مقرون ہو تو عمل خبر احاد پر بھی واجب ہے۔ پھر جناب موصوف نے اپنے مذہب کا یہ اصول بھی بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی خبر بظاہر خلاف ہو اوس امر کے جس پر اجماع منعقد ہوا ہو تو ضرور ہے کہ وہ خبر یا ماؤل ہوگی یا مطروح۔ اور اسی اصول کی بنا پر وہ اون روایات کو جو زرارہ اور ہشام وغیرہ کی مذمت مین ہین مردود اور غلط سمجھتے ہین جیسا کہ فرماتے ہین کہ بلاشبہہ کچھ حدیثین ہمارے مذہب مین ایسی ہین کہ جنسے ایسے بزرگون کا مقدوح ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ راوی اس قسم کے اخبار کے ضعیف اور مجروحین تھے اور نیز اس قسم کی حدیثین اون حدیثون کے معارض ہین جو نہایت قوی ہین اور جنپر امامیہ کا اجماع ہے۔ اس لیے ہمارے علمانے اس قسم کی حدیثون کو معرض اعتبار سے ساقط سمجھا ہے"۔ اور پھر یہ فرماتے ہین کہ عقل اس بات پر شاہد ہے کہ باوجود اخبار جرح کے کہ جو ایسے بزرگون کے حق مین بیان کی گئی ہین۔ ہمارے علما کے عقیدے مین جو ان بزرگونکی جلالت شان کے بابت تھے کچھ خلل نہوا۔ اور کسی نے باوجود مشاہدہ کثرت اختلاف کے اونکا خلاف نکیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا سبب صرف یہ ہے کہ اونکی بزرگی اور کمال کا آفتاب ونکی

نظر و نہین روشن تھا ورنہ اگر فرقہ حقہ امامیہ سوا ذمیونکو مثل ہشام وغیرہ کے ابو الخطاب کی طرح فاسد
العقیدہ شمار کرین تب بھی اونکے عقائد حقہ کی بنیاد مین جو حجج قاہرہ اور براہین باہرہ پر قائم ہے خلل نہین
ہوسکتا - اور چونکہ ہم امامت اور فضائل علی بن ابی طالب اور اونکی اولاد کے ثابت نہین کرتے
ہین مگر خدا کی کتاب سے جسکی صحت ضروریات اسلام سے ہے یا احادیث متفق علیہا سے یا عقلی دلائل
سے - پس اگر ہشام اور محمد بن مسلم جیسے ہزار آدمی بالفرض ملحدین اور فاسقین سے ہون تب بھی
اونکے اعتقاد مین کچھ خلل نہین آسکتا ۔''

پھر فرماتے ہین کہ "کم کوئی ایسا مذہب ہوگا کہ بعضے روایات سے بے اصل یا ماؤل اوس
مذہب مین نہون پس دیندار دانشمندون کو چاہیے کہ ایسی حالت مین کوئی قاعدہ اور ضابطہ رکھتے ہون
جس سے اثناء جدال اور مخاصمہ مین باہر نہ جائین - اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ احتجاج اور الزام خصم پر
اوس بات سے کرین جو اوسکے مذہب کے خلاف اوس مذہب کی کتابون مین لکھا ہو - اور اوس
مذہب کے راوی اور علمانے جو کچھ بیان کیا ہو وہ مسلم الثبوت طرفین کا ہو - یا یہ کہ اوسکا ثبوت
تواتر پر ہو کہ جسمین جھوٹ کا احتمال اہل انصاف کے نزدیک نپایا جائے۔''

جناب موصوف حسام مین نسبت اخبار احاد کے فرماتے ہین کہ خبر واحد اگر بے معارض کے
بھی ہو تب بھی ظنی ہے - اعتقادات کے اصول مین اوس سے تمسک کرنا جائز نہین بلکہ
محققین شیعہ امامیہ کے نزدیک مثل ابن زہرہ اور ابن ادریس اور شریف مرتضی اور اکثر قدماکے
وہ قابل احتجاج نہین - اور متاخرین نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور اسی لئے اونھون
اخبار احاد کا دلائل مین شمار نہین کیا بلکہ اوسکے رد کو ضروری سمجھا ہے خصوصًا اعتقادات مین -
اور نسبت تردید یا تاویل اون احادیث کے جو مخالف ادلہ شرعیہ کے ہون آپ فرماتے
ہین کہ جو کچھ اس باب مین ائمہ دین سے منقول ہے وہ سب جھوٹ اور بہتان ہے - اور دروغ

گونون کے موضوعات سے ہے - اور یا یہ کہ ائمہ نے فرمایا ہوگا لیکن اوسکی کوئی تاویل ضرور
ہوگی اس لئے کہ یہ خبر معارض ہے اون ادلۂ شرعیہ کے جو اس سے اقوی ہین"۔

پھر صفحہ ۲۴ مین فرماتے ہین کہ "کوئی فرقہ ہالک وگمراہ ایسا نہوگا کہ کوئی آیت اور حدیث نبوی
ظاہرا اوسکے مذہب کے موافق نہو- پس اگر صرف معارض کا پایا جانا بطلان مذہب کی دلیل ہو
تو لازم آتا ہے کہ مذہب اسلام بالکل باطل ہو- اور ملحد کفار کیجانب سے مستحق طعن وتشنیع ہو- ہان
اگر کوئی باوجود قوت معارض کے جانب ضعیف کو اختیار کرے تو اوسکو مورد طعن وتشنیع کر سکتے ہین"۔

پھر صفحہ ۲۵ مین فرماتے ہین کہ "غرضکہ تمکو معلوم ہوگیا کہ امامیہ کی بنا اعتقادات اخبار احاد
پر نہین ہے - ابن بابویہ نے اپنی کتاب اعتقادات مین اعتقادات امامیہ کے اصول کو
جنکی بنا آیات اور احادیث متواترہ اور اجماع اہل بیت اور اون ادلۂ عقلیہ پر ہے جن کا
ثبوت ہوگیا ہو ذکر کیا ہے - اور کتب احادیث مین موافق عادت محدثین کے اخبار احاد کو
جس طرح پر کہ ماثور ہوئی ہون درج فرمایا- اور یہ امر لازمی نہین ہے کہ محدثین جو کچھ روایت
کرین اوسکے موافق وہ اعتقاد بھی رکھتے ہون"۔

پھر صفحہ ۲۶ مین فرماتے ہین کہ "وارد ہونا ایسی احادیث کا جو ظاہر مین مختلف ہین مخصوص کسی ایک
فرقے اہل اسلام سے کہ جنکے پاس کتب احادیث واخبار ہون نہین ہین اسلیے کہ علماء اسلام نے
احادیث مختلف کا طریق جمع اور وجوہ ترجیح دو حدیثون متعارض کو دوسری حدیث پر کتب اصول
وغیرہ مین مدون اور بیان کر دیا ہے - پس اگر ابن بابویہ کا مجرد روایات مختلف کا بیان کرنا
محل طعن وتشنیع ہو تو تمام محدثین اہل اسلام محل طعن وتشنیع کے ہونا چاہیین"۔

پھر صفحہ ۲۸ مین فرماتے ہین کہ "کسی شخص نے محدثین مین سے عام وخاص کے یہ التزام نہین کیا
کہ جو کچھ کتاب حدیث مین روایت کرے اوسکی مدلول ظاہری کے مطابق معتقد اور عامل بھی ہو

بلکہ درصورت تعارض حدیث کے ادلہ شرعیہ کے ساتھ گو اوس حدیث کو خود روایت کیا ہو جو کچھ بمقتضای ادلہ شرعیہ کے راجح ہو اوسپر عمل کرتے ہین"۔

جناب مولنا سید محمد مجتہد ضربت حیدریہ مین فرماتے ہین کہ متکلمین و مجتہدین امامیہ اصول دین مین دلائل قطعیہ پر اعتماد کرتے ہین اور بس۔ ظن و تقلید اوسمین جائز اور روا نہین رکھتے۔ اور اصول دین مین اخبار احاد پر اعتماد نہین کرتے۔ اور اس باب مین سب قسم کی حدیثین صحیح ہون یا حسن قوی ہون یا ضعیف برابر ہین۔ اور فروع دین مین اونکا اعتبار ضروریات دین و مذہب کی باتون مین یقین پر ہے اور بس۔ نہ اخبار احاد پر۔ اور سوائے اوسکے ظن پر مگر نہ مطلق ظن پر بلکہ جو چار دلیلون مین سے کسی ایک دلیل سے وہ ظن حاصل ہوا ہو یعنی کتاب یا سنت یا اجماع یا عقل۔ اور درصورت تعارض کے صحیح کو ضعیف پر ترجیح دیتے ہین اور تعارض نہونیکی حالت مین اگر خبر ضعیف عمل اصحاب مذہب کے موافق ہو تو اوسپر بھی اعتماد کر لیتے ہین ..... اور یقینی ہونا ہر ایک خبر کا اخبار کتب اربعہ سے (یعنی حدیث کی اون چار کتابون سے جو اونکے یہان صحاح سمجھی جاتی ہین) نہ ثابت ہے اور نہ اوس کا دعوی کیا گیا ہے اور ہمارے یہانکی حدیث کی ان چار کتابون کا حال سنیون کی صحاح ستہ کے خبار کے موافق نہین ہے کہ اگر کوئی اونکی صحت پر حلف کرے تو طلاق واقع نہو۔ اور نہ فرقہ حقہ امامیہ کا عمل اپنی حدیثون پر معارضات اور ترجیحات سے قطع نظر کرکے ہے۔ بلکہ بعد غور اور بحث اور ملاحظہ اطراف و جوانب اور دریافت حالات راویون کے ہے۔ اور ان تمام باتون پر غور کرنیکے بعد وہ اعتماد کے محل پر اعتماد کرتے ہین اور جرح اور طرح کے مقام پر جرح و طرح کرتے ہین اور جہان تاویل کی ضرورت ہوتی ہے وہان تاویل۔ اور اونکی ترجیح اور عمل کے وجوہ ایک راہ اور ایک سبب پر منحصر نہین ہین۔ اور جو روایتین مثل

معائب ہشامین کے مخالف اجماع فرقہ حقہ اور معارض روایات متواترہ کے ہین لامحالہ وہ محتمل اسطرح یا ماؤل ہونگی۔

جو روایتین قدح اور طعن مین ہشامین کے کافی مین مذکور ہین باوجودیکہ اوسکے راوی امامیہ ہین اور کلینی نے اون سے روایتین کی ہین مگر چونکہ وہ روایتین اون لوگون کے معائب مین ہین جنکو حضرات شیعہ بزرگان ملت اور رفقاء خاص امام سے سمجھتے ہین اسلیے ایسی روایتون کو بغیر جرح اور قدح کرنے راویون کے متروک بلکہ موضوع قرار دیتے ہین۔ جیسا کہ جناب مجتہد صاحب نے عقیدہ سیزدہم کے جواب کے اخیر مین فرمایا ہے کہ یہ قوی دلیل ہے اس بات کی کہ یہ روایتین یا موضوع ہین کہ حاسدون اور دشمنون نے ہشام وغیرہ کے بسبب اوس قرب ومنزلت کے کہ اونھین ائمہ کی جناب مین تھا بنالیا ہے۔ یا یہ کہ جناب ائمہ نے اپنی حفاظت کے لئے اونپر یہ عیب لگا دیے ہین جیسا کہ حضرت خضر نے کشتی کو عیب دار کردیا تھا۔

اور شیخ ابوجعفر طوسی نے تہذیب مین باب الوصیت بالثلث مین فرمایا ہے کہ اگر ائمہ علیہم السلام سے کوئی روایت ایسی بیان کیجاے کہ اونھون نے کوئی ایسا فعل کیا ہے جو مخالف ہو اوس چیز کے جو شریعت اسلام مین ثابت اور مقرر ہے بس چاہیے کہ وہ روایت باطل سمجھی جاے یا وہ اوس وجہ پر فی الجملہ محمول کیجاے جو اخبار صحیحہ کے مطابق ہو اگرچہ اوسکی تفسیر معلوم نہو۔ اور راویون کے وہم اور غلطی کی نسبت باوجود اونکے ثقہ ہونیکے شیخ طوسی تہذیب مین جابجا تصریح فرماتے ہین جیسا کہ باب الرجوع فی الوصیۃ مین کہا ہے

قال محمد بن الحسن ما یتضمن ھذا الخبر من قولہ ان اوصی بہ کلہ فھو جائز وھم من الراوی۔ اور کتاب الوقف مین لکھتے ہین کہ قال محمد بن الحسن

ما تضمن هذا الخبر من قوله یعنی صاحب الدار حین ذکر ان رجلاً جعل لرجل سکنی دار له فانه غلط من الراوی اور اسیطرح بہت سے مواقع پر لفظ یجوز ان یکون الراوی وهم اور لفظ انما اشتبه الامر علی فلان کہتے ہین۔

کسی عالم کا مجرد قول قابل سند ہونا بھی علماء شیعہ تسلیم کرتے ہین جیسا کہ بجواب اسکے کہ قاضی نور اللہ تستری نے ہارون اور مامون کو زمرۂ شیعہ اثنا عشریہ مین قرار دیا ہے جناب مولنا سید محمد صاحب ضربت حیدریہ مین فرماتے ہین کہ اما انچہ از کلام سید نور اللہ نور اللہ مرقدہ مستفاد میشود کہ جناب ایشان بہ تشیع آنہا قائل بودہ اند پس اولاً آنکہ تقلید شان غیر لازم ودر باب امثال این گونہ امور غیر مطاع فان الحق احق بالاتباع خصوصاً نظر باینکہ ہمت جناب سید ممدوح بسوی توسیع دائرۂ تشیع چنان مصروف بودہ و تکثیر سواد فرقۂ ناجیہ چنان مطمح نظر داشتہ کہ مثل سید شریف جرجانی وعلامہ دوانی را ہم محاط محیط آن دائرہ گردانیدہ ومانند منصور دوانقی شقی را نیز در ایشان بہ تکلف گنجانیدہ۔

اور رسائل شیخ مرتضی مطبوعہ ایران مین متعلق اختلاف اور وضع احادیث کے لکھا ہے کہ "یہ کہنا شیخ کا کہ ائمہ کے اصحاب نے اصول وفروع بطریق یقین کے اونسے لئے ہین یہ ایک دعوی ہے کہ جسکا عدم ثبوت واضح ہے۔ کیونکہ کم سے کم اسپر یہ امر شاہد ہے کہ ائمہ کے اصحاب اصول وفروع مین اختلاف رکھتے تھے۔ اور اسی لئے اکثر اصحاب ائمہ نے جب اونسے اونکے اصحاب کے اختلاف کی شکایت کی تو ائمہ نے کبھی اونکو یہ جواب دیا کہ ہمنے خود یہ اختلاف اونمین ڈالا ہے تاکہ ہم اپنی جان بچائین جیسا کہ حریز اور زرارہ اور ابو ایوب جزار کی روایت مین آیا ہے۔ اور کبھی یہ جواب دیا کہ یہ اختلاف دروغگوؤن کی وجہ سے ہے جیسا کہ فیض بن مختار کی روایت مین ہے کہ مین نے

امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ خدا مجھے آپ پر فدا کرے اس اختلاف کا جو آپ کے شیعون مین
ہے کیا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا کونسا اختلاف فیض کہتے ہین کہ مین نے آپ سے عرض
کیا کہ مین کوفے کے محدثین کے حلقے مین بیٹھتا ہون تو مجھے اونکے اختلاف احادیث مین
شک ہوتا ہے پھر مین مفضل بن عمر کے پاس آتا ہون تو وہ مجھے اس امر سے آگاہ کرتے
ہین جس سے میرا نفس اطمینان پا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہان جیسا تم کہتے ہو بات یونہین
ہے لوگون نے ہمپر جھوٹ بولنے کی بہت زیادتی کر رکھی ہے۔ گویا خدا نے جھوٹ کو اونپر
فرض کر دیا اور اونسے سوا ے جھوٹ کے اور کچھ نہین چاہتا مین کسی سے ایک حدیث بیان
کرتا ہون تو وہ میرے پاس سے جدا بھی نہین ہوتا کہ اوسکی تاویل اصل تاویل کے علاوہ
گڑھ لیتا ہے۔ اور یہ بات اوسوجہ سے ہے کہ لوگونکو ہماری حدیث اور ہماری محبت سے اللہ مطلوب
نہین ہے بلکہ ہر ایک کی یہ خواہش ہے کہ وہی رئیس ہوکر پکارا جاے۔ اور اسی کے قریب
داؤد بن سرحان کی روایت ہے۔ اور نوادر حکمت کے رجال مین سے بہت سے لوگونکو
قمیین کا استثنا کرنا معروف ہے۔ اور ابن ابی العوجا کا قصہ یہ ہے کہ اوسنے اپنے
قتل ہونیکے وقت کہا کہ مین نے تمھاری کتابونمین چار ہزار حدیثین ملا دی ہین جو رجال
مین مذکور ہین۔ اور ایسے ہی یہ ہے کہ یونس بن عبدالرحمن ذکر کرتے ہین کہ مین نے اصحاب
صادقین مین سے بہت سی حدیثین لین اور پھر اونکو ابو الحسن امام رضا کے سامنے پیش کیا تو
اونھون نے بہت سی حدیثون سے انکار کیا۔ اور سوا اسکے اور بہت سے شواہد ہین
جو شیخ کے اوس فخر کرنیکے خلاف ہین"۔

اس کتاب مین جہان اثبات حجیت خبر واحد مین عقلی دلائل کا بیان کیا ہے کتابون
کے لکھے ہوے پر بغیر سماعت کے بھروسہ کرنے اور نیز احادیث کے بنانے اور وضع

کرنے اور جھوٹی حدیثون کو کتابون مین لکھدینے کی نسبت لکھا ہے کہ اسمین شک نہین کہ جو شخص
احوال روات مذکورہ کا تتبع کرے تو وہ اکثر اخبار بلکہ کل کو سوائے شاذ و نادر کے ائمہ سے صادر
ہونا نہ پائے گا - اور یہ بات اوسوقت معلوم ہو گی جبکہ اخبار کے ہم تک پہونچنے اور ارباب
کتب یعنی مشائخ ثلاثہ اور جو اونسے پہلے ہین اونکے اہتمام کی کیفیت مین تامل کرے - کہ جو
کچھ اونھون نے اپنی کتب مین لکھا ہے اوسکی کیا کچھ تنقیح کی ہے - اور صرف کتاب سے
دیکھکر روایت کے لینے پر اکتفا نہین کیا اور نہ اوسکو اپنی تصانیف مین داخل کیا اس خوف
سے کہ اوس کتاب مین بعض کذاب لوگون نے کچھ ملا دیا ہو - احمد بن محمد بن عیسی کی یہ حکایت
ہے کہ وہ حسن بن وشا کے پاس آئے اور اونسے علا بن رزین اور ابان بن عثمان
احمر کی کتابین طلب کین - جب حسن نکالکر لائے تو احمد نے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ انکا
سماع کرون تو حسن نے جواب دیا کہ تمھین ایسی جلدی کیا ہے انکو لیجاؤ اور لکھ لو - اور پھر
یہ کہا کہ خدا تمپر رحم کرے تم انکو لیجاؤ اور لکھو اور جو شخص میرے بعد ہوا اوس سے پڑھ لینا
احمد نے کہا کہ مین نے اونسے کہا کہ کیا یہ جھوٹ سے مامون نہین ہین حسن نے کہا کہ اگر
مجھے معلوم ہوتا کہ حدیث کی ایسے طلب ہو گی تو مین بہت سی حاصل کر لیتا مین نے اسی مسجد مین
سو شخصون کو دیکھا ہے کہ وہ سب یہ کہتے تھے کہ مجھ سے محمد بن جعفر نے یہ حدیث بیان
کی ہے - اور حمدویہ ایوب بن نوح سے روایت کرتے ہین کہ اونکے پاس کچھ دفتر آئے
جنمین ابن سنان کی حدیثین تھین - ایوب نے کہا کہ اگر تم لوگ چاہو لکھ لو مین نے خود محمد
بن سنان سے لکھی ہین لیکن مین اونکی روایت تمسے نکرونگا اس لئے کہ اونسے اپنے
مرنے سے پہلے کہا تھا کہ جس قدر حدیثین مین نے تم سے بیان کی ہین اونمین نہ سماع ہے
اور نہ روایت بلکہ مین نے اونکو لکھا ہوا پایا تھا - دیکھو روایت کرنے مین وہ شخص

بس اتفاقات سے نہین سنا بلکہ کتابون مین لکھا پایا کیسی احتیاط کرتے تھے۔ اور ایک شاہد مکاوتہ ثانی ہے کہ علی بن حسن بن فضال اپنے باپ کی کتابون کو اپنے باپ سے نہین روایت کرتے باوجودیکہ اونھون نے باپ کے ساتھ مقابلہ کیا تھا بلکہ اپنے بھائیون احمد و محمد سے اور وہ باپ سے روایت کرتے ہین اور علی نے اسکا یہ عذر بیان کیا کہ جس روز اونھون نے حدیث کا مقابلہ اپنے باپ کے ساتھ کیا تھا تو وہ صغیر سن تھے اور اونکو روایات کی معرفت اچھی طرح نہ تھی اسلئے اونھون نے دوبارہ اپنے بھائیون سے پڑھا غرضکہ ظاہر یہ ہے کہ محدثین کا دارمدار حدیث کا خود صاحب کتاب سے سننے پر ہے یا اوسپر جسنے صاحب کتاب سے سنا ہو۔ پس وہ حدیث کو نہ بیان کرتے تھے مگر جبتک کہ خود نسنا ہو اگرچہ سننا صاحب کتاب سے کئی واسطون سے ہو۔ اور نیز یہ کہ جس شخص کی نسبت سننے کی صاحب کتاب سے معلوم ہوتی تھی اوسپر اونکو اطمینان اور نہایت وثوق ہوتا تھا۔ یہانتک کہ اون واسطون کا اتباع تصحیح حدیث اور تردید مین کرتے تھے جیسے کہ صدوق کو اپنے شیخ ابن ولید کے ساتھ اتفاق ہوا۔ اور کبھی وہ اون واسطون پر وثوق نکرتے تھے اگرچہ کبھی قدح اونمین معلوم ہوتا اور راونکی صدق مین کچھ بھی خلیت قدح کو ہوتی۔ اسی لئے ایک جماعت محدثین سے منقول ہے کہ وہ روایت نکرتے تھے ایسے شخص سے جو ضعفا سے روایت اور مراسل پر اعتماد کرتا ہو اگرچہ وہ فی نفسہ ثقہ ہو۔ جیسے کہ برقی کی نسبت اتفاق ہوا۔ بلکہ ایسے شخص سے بھی روایت مین احتراز کرتے تھے جو قیاس پر عمل کرتا ہو۔ باوجودیکہ یہ معلوم ہے کہ عمل کو روایت مین کچھ دخل نہین۔ جیسے اسکافی کی نسبت اتفاق ہوا۔ جہان کہ اوسکے ترجمے مین ذکر کیا ہے کہ وہ قیاس کو جائز سمجھتے تھے تو اس سبب سے اونکی روایات چھوڑ دی گئین۔ اور ایسے شخصونکی روایت مین توقف کرتے تھے جو پہلے مذہب حق پر تھے

اور پھر اوس سے عدول کر گئے اگرچہ اونکی روایات و کتب حالت استقامت کی ہوتین ۔ یہانتک
کہ اونکی اجازت امام یا نائب امام دین جیسے امام عسکری سے لوگون نے کتب بنی فضال کا حال
پوچھا اور یہ کہا کہ ہمارے گھر اوسکی کتابونسے بھرے پڑے ہین تو اونھون نے اونکو اجازت
دی اور شیخ ابوالقاسم بن روح سے کتب ابن غدافر کا حال دریافت کیا جنکو اوسنے قبل
مذہب شیعہ سے مرتد ہونیکے تصنیف کیا تھا۔ شیخ نے اونکو اونپر عمل کرنیکی اجازت دی۔
غرض یہ ہے کہ آخیر زمانہ مین یعنی زمانہ امام رضا علیہ السّلام سے جو کچھ اہتمام ہمارے علمانے تنقیح اخبار مین
کیا ہے اوسکی امارات بے تعداد ہین۔ اور تتبع کرنیوالے کو ظاہر ہوسکتی ہین۔ اور اس شدت اہتمام کا
باعث یہ تھا کہ یہ روایات اساس دین اور قوام شریعت سید المرسلین ہین صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسی لیے امامؑ
نے ایک جماعت روات کی شان مین کہا ہے کہ اگر یہ لوگ نہوتے تو آثار نبوت مٹ جاتے۔ اور لوگ
نہین پسند کرتے ہین غیر معتبر روایتونکا لکھنا اپنی مولفہ کتب تواریخ مین جنمین جھوٹ واقع ہونے سے
نہ دینی ضرر ہے نہ دنیوی بس وہ لوگ کیونکر پسند کرینگے ایسے امر کو اپنی اون کتب مین
جو مؤلف ہین واسطے رجوع خلائق کے امور دین مین باوجودیکہ امامؑ نے خبر دی ہے کہ لوگون پر ایک
زمانہ ہرج کا آئے گا کہ وہ سوا اسے کتابون کے اور چیز سے مانوس نہونگے۔ اور کلینی نے اپنی
کتاب کافی کے دیباچہ مین ذکر کیا ہے کہ یہ میری کتاب بعد کو سب لوگونکی مرجع ہوگی۔ محدثین نے
اونکو متنبہ کیا اور محدثین کو ائمہؑ نے کہ کذاب لوگ اصحاب ائمہ کی کتب مین جھوٹی احادیث
ملا دینگے جیسا کہ اکثر روایتون سے ظاہر ہوتا ہے۔ جسمین سے ایک یہ ہے کہ یونس بن عبدالرحمن نے
سیدنا ابوالحسن رضاؑ کے سامنے اصحاب باقر و امام صادقؑ کی کتابونکو پیش کیا تو آپ نے
اونمین سے بہت سی احادیث کا انکار کیا اور کہا کہ یہ احادیث ابی عبداللہ کی نہین ہین اور
فرمایا کہ ابوالخطاب نے ابوعبداللہ پر جھوٹ لگایا اور اسیطرح پر آجتک اصحاب ابوالخطاب اصحاب

ابی عبد اللہ کی کتابون مین حدیثین ملا دیتے ہین - اور اون روایات مین سے ایک یہ ہے کہ ہشام بن
حکم سے مروی ہے کہ اوسنے سنا کہ ابو عبد اللہ کہتے تھے کہ مغیرہ بن سعد لعنہ اللہ جان بوجھکر میرے باپ پر
جھوٹ لگاتا ہے اور اونکے اصحاب کی کتابین لیتا ہے - اور اوسکے اصحاب میرے باپ کے اصحاب کے
ساتھ لگے رہتے تھے کہ میرے باپ کے اصحاب کی کتابین لیتے اور مغیرہ لعنہ اللہ کو دیدیتے - اور وہ
اوسمین کفر اور زندقہ ملا دیتا اور اوسکو ابو عبد اللہ کیطرف منسوب کرتا اور ایک روایت فیض
بن مختار کی ہے جو پہلے ذیل کلام شیخ مین گذر چکی - سوا اسکے اور بہت سی روایتین ہین جنمین
جو کچھ ذکر کیا اوس سے ظاہر ہو گیا کہ اخبار کثیرہ کا حال جو مجملا معلوم ہوا تو کذابین اور وضع احادیث
سے خالی نہ تھا - اور یہ امر قبل زمانہ اصحاب ائمہ کے تدوین حدیث اور رجال کے تھا - اور جھوٹے اخبار کا
ہونا معلوم ہونے سے کل احادیث کا قطعی الصدور یا ظنی الصدور ہونے کا جو دعوی ہے وہ
باطل ہوتا ہے اور ہم جسکے درپے ہین وہ نہین باطل ہوتا - یعنی اکثر یا کثیر
احادیث کے صادر ہونے کا دعوی علم اجمالی ہے بلکہ یہ دعوی بدیہی ہے "

اختلاف اور جھوٹ اور وضع احادیث کے علاوہ تقیے کے عقیدے
نے حضرات امامیہ کے یہان کی حدیثون کو ایسی مشتبہ حالت مین کر دیا ہے
کہ بجز اعتقاد محض کے عقل کو اوسمین دخل نہین ہے - نہ کوئی عقلی اصول اس
قسم کے حدیثون کی تکذیب اور تصدیق کے لئے قرار دیا جا سکتا ہے -
چنانچہ شیخ مرتضی موصوف اپنے رسائل مین جسکا عنوان ہے خاتمۃ فی التعادل والترجیح
لکھتے ہین کہ ابن ابی جمہور نے غوالی اللالی مین علامہ سے روایت کی ہے کہ زرارہ کہتے
ہین کہ مین نے امام باقر سے پوچھا کہ فدایت شوم آپ کیطرف سے دو خبرین اور حدیثین
متعارض اور مختلف بیان کیجاتی ہین ہم کسکو صحیح سمجھین اور کس پر عمل کرین امام نے فرمایا کہ اے

زرارہ اوسپر عمل کرو جو تمھارے اصحاب مین مشہور ہوا ور شاذ و نادر کو چھوڑ دو۔ پھر مین نے پوچھا کہ یاسیدی اگر دونو مشہور و ماثور ہون تو آپ نے فرمایا کہ اوس حدیث کو مانو جو تمھارے نزدیک ان دونو حدیثون کے راویون مین سے عادل اور ثقہ تر نے بیان کیا ہو تب مین نے کہا کہ اگر دونون راوی عدل و ثقاہت مین برابر ہون تو ہم کیا کرین آپنے فرمایا کہ یہ دیکھو کہ اونمین سے کونسی حدیث سنیون کے موافق ہے جو موافق ہے اوسے چھوڑ دو اور جو اونکے مخالف ہو اوسکو صحیح سمجھو کیونکہ حق اونکی مخالفت مین ہے پھر مین نے پوچھا کہ اگر دونون حدیثین سنیون کے موافق یا دونون مخالف اونکے ہون تو کیا کرون فرمایا کہ جسمین احتیاط ہو اوسپر عمل کرو پھر مین نے پوچھا کہ اگر احتیاط مین دونون برابر ہون تو کیا کرون فرمایا کہ اسمین تجکو اختیار ہے جسے چاہے لے جسے چاہے چھوڑ دے۔

اور صدوق نے امام ابو الحسن رضا سے ایک لمبی حدیث مین روایت کیا ہے کہ مختلف حدیثون کی نسبت امام نے فرمایا کہ اونکو خدا کی کتاب سے ملاؤ جو اوسکے موافق ہو اوسپر عمل کرو اور اگر خدا کی کتاب مین نپاؤ تو سنن رسول پر رجوع کرو پس جو کچھ اوسمین ممنوع ہو اوسے حرام سمجھو اور جو اوسکے موافق ہو اوسپر عمل کرو۔

اور اوسی کتاب مین ابی عمرو کنانی سے ایک حدیث لکھی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو عمرو اگر مین تجھ سے کچھ کہون یا کوئی فتوی دون اور پھر بعد اوسکے تو میرے پاس آئے اور اوسی بات کو پوچھے اور مین برخلاف اوسکے جو پہلے بیان کیا تھا اور مخالف اوسکے جسکا فتوی پہلے دیا تھا تجھ سے کہون تو تو کس پر عمل کریگا اور کسے صحیح سمجھے گا۔ تو ابو عمرو نے کہا کہ آپکی اخیر بات کو اور اخیر فتوے کو صحیح سمجھونگا۔ امام نے فرمایا کہ ہان یہی ٹھیک ہے اے ابا عمرو اللہ انکار کرتا ہے سوا اسکے کہ وہ چھپکر عبادت کیا جائے قسم ہے خدا کی اگر تم ایسا کرو تو یہی تمھارے اور میرے حق مین بہتر ہے خدا انکار کرتا ہے ہمارے لئے اپنے دین مین الا التقیہ کو۔ انتہی

اِن اقوال سے جو ہمنے حضرات امامیہ کی معتبر کتابون اور مستند عالمون کے نقل کیے

یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ اونکی حدیثین مختلف اور متعارض ہین اور لوگونے اماموں پر بہت تہمت کی ہے اور اونکے نام سے ہزارون جھوٹی حدیثین بیان کی ہین اور ہزارہا غلط روایتین کتابون مین فریب سے لکھدی ہین - اور اونکے محقق عالمون اور مشہور محدثین نے صرف کتابون مین لکھے ہونے پر اعتبار نہین کیا جبتک کہ اوسکو صاحب کتاب سے بواسطہ یا بلا واسطہ نہین سنا - اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ باوجود اس قسم کے اختلاف اور تعارض کے اور باوجود موجود ہونے ہزارہا وضعی حدیثون کے اور باوجود باقی ہونے احتمال غلطی اور وضع کے موجودہ حدیثون مین حضرات امامیہ نے اپنے یہانکی حدیث کی مستند و معتبر کتابون کو شریعت اور مذہب کی بنیاد قرار دیا ہے اور اصول و فروع مین اونسے استناد کیا ہے اور اختلاف اور تعارض رفع کرنے کے لئے درایت کے اصول قرار دیے ہین اور اون اصول مین سب سے عمدہ سنیونکی مخالفت اور تقیہ ہے - ایسی حالت مین مین نہین سمجھتا کہ حضرات امامیہ کو کس طرح زیبا ہوگا کہ وہ سنیون کی کتابون پر اعتراض کرین اور اونکو صرف اس خیال سے کہ جھوٹی حدیثین لوگون نے بنالی تھین تمام حدیثون کو غیر قابل اعتبار قرار دین اور باوجود اوس تحقیق و تنقیح کے جو راویون کے حالات کے متعلق ہمارے محدثین نے کی و اونکی مساعی جمیلہ سے قطع نظر کرکے اونکی کتابونکو عموماً مشتبہ اور غلط قرار دین - اور صرف اس خیال سے کہ اونھون نے اپنے یہان وضع احادیث کو تسلیم کیا اور ایسی حدیثونکو حرف غلط کیطرح مٹا دیا اور اوسکی غلطی اور وضع کو ظاہر کردیا سنیون پر یہ اعتراض کرین کہ وہ اپنی کتابون کو خود غیر قابل اعتبار بتاتے ہین اور اپنے مذہب کی عمارت کو اپنے ہاتھون سے منہدم کرتے ہین ایسی حالت مین اور ایسے اعتراض پر بجز اسکے اور کچھ مجھ سے کہا نہین جاتا کہ جو شخص شیش محل مین رہتا ہو اوسے چاہیے کہ سنگین عمارت مین رہنے والے پر پتھر نہ پھینکے -

یہان ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دونو فریق کی روایتون کا حال قریب قریب

برابر کے ہے اور دونو کے یہان صحیح اور غلط قوی اور ضعیف حدیثین موجود ہین اور دونو کے یہان
تنقیح روایت اور تصحیح حدیث کے لئے درایت کے قواعد مقرر ہین تو کوئی فریق ایک دوسرے پر اون
حدیثون اور روایتون کو اپنے دعوے کے ثابت کرنے مین پیش نہین کرسکتا جس سے فریق مخالف
کے اصول عقائد اور مسائل اجماعی مین خلل پیدا ہو - اور اسطرح پر عمل کرنے سے گویا باب الزامی
دلائل کے پیش کرنیکا بند ہوتا ہے سنی جو حدیثین صحابہ کے فضائل مین شیعونکی کتابون سے پیش
کرتے ہین اونکا وہ یہ جواب دیتے ہین کہ یہ صحیح نہین ہین یا خلاف اجماع اور خلاف اصول مسلمہ
کے ہین اس لیے وہ ہمپر حجت نہین ہوسکتین اسیطرح شیعہ مطاعن صحابہ مین جو روایتین
اور حدیثین سنیونکی پیش کرتے ہین وہ اوسکے جواب مین کہتے ہین کہ یہ حدیثین یا غلط ہین یا ضعیف
یا مخالف اجماع امت اور اصول مسلمہ کے ہین - اس اعتراض کو ہم تسلیم کرتے ہین اور کہتے ہین کہ بلا شبہہ
اس قسم کے الزامی دلیلین کافی نہین ہین اور اس سے کسی فریق کا دعوی بمقابل دوسرے فریق
کے بلحاظ اوس کے اصول کے ثابت نہین ہوتا مگر ہمارا استدلال شیعونکی روایتون سے
نہ اسلئے ہے کہ ہم اوسکو حقیقۃ اپنے دعوے کے اثبات کے لئے ضروری سمجھتے ہین بلکہ اس
قسم کا استدلال الزامی ہے کہ جسطرح وہ ہماری بعض ضعیف روایتون سے استدلال کرتے ہین
ہم اونکی صحیح اور قوی حدیثون سے اوسکو باطل کرنا چاہتے ہین - اور یہ طریقہ بھی متاخرین کا ہے
جو اونھون نے شیعون کی طرز پر اختیار کیا ہے ورنہ ہمارے متقدمین صرف قرآن مجید اور عقل سلیم سے
اپنے عقائد اور دعاوی کو ثابت کرتے آئے ہین اور الزامی جواب سے احتراز کرتے رہے ہین
اور ہمنے ابھی اس کتاب مین گو الزامی جواب دینے کا طریقہ اختیار کیا ہے مگر صرف اسلئے
کہ حضرات امامیہ یہ نہ سمجھین کہ اونکے اعتراض خود اونکی روایتون سے باطل نہین ہوسکتے ورنہ ہمنے
قرآن مجید اور عقلی دلائل کو صحابہ کے فضائل ثابت کرنے اور اونپر جو الزام شیعون نے

لگائے ہین اونکے دور کرنے مین مقدم سمجھا ہے اور اونھین کو جابجا بیان کیا ہے۔ اور ہم نہایت دعوے سے کہ سکتے ہین کہ اگر الزامی جوابات کا طریقہ بند کردیا جاے تو ایک لحظہ کے لئے حضرات امامیہ سنیون کے مقابلے مین ٹھہر نہین سکتے۔ اور قرآن مجید اور عقل سلیم سے وہ اپنے دعوے کو صحابہ کے مطاعن کے متعلق ثابت نہین کرسکتے۔ ع

قدر مین ہمین کچھ بلند ہونگے تا سیہ روشود ہر کہ درو غش باشد		آشانے کو شانے سے ملا دیکھ خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان

پانچوان مقدمہ

اگرچہ اسلام مین بہت سے فرقے پیدا ہوگئے۔ اور اصول و فروع مین باہم اون کے اختلاف ہے۔ گر عموماً یہ اختلاف راے اور سمجھ کی غلطی اور فلسفہ کے اسلام مین داخل ہونے اور آیات قرآنی مین تاویل کرنے پر مبنی ہے۔ کسی نے ان مختلف فرقون مین سے صحابہ کرام یا اہل بیت علیہم السلام سے مخالفت نہین کی اور نہ اونکو مورد طعن و لعن بنایا۔ الا دو فرقون نے۔ ایک امامیہ دوسرے خوارج۔ انکا اختلاف منجر صحابہ یا اہل بیت کی عداوت پر ہے اور اوسکا اصلی سبب خلافت کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کو اصول دین مین داخل کرنے سے یہ دونو فرقے جادۂ اعتدال سے متجاوز ہوگئے۔ ایک نے اہل بیت کا ایسا دامن پکڑا کہ صحابہ کرام کو اسلام کے دائرے سے خارج سمجھے۔ اور دوسرا فرقہ خوارج کا صحابہ کرام کی طرف اتنا جھکا کہ اہل بیت کو ملامت کا نشانہ بنایا۔ اور اونپر لعن و طعن کرنے کو عین اسلام قرار دیا۔ اسی مسئلۂ خلافت کی بنیاد پر حضرات امامیہ نے صحابہ کرام سے یہانتک عداوت پیدا کی کہ اونکو اسلام اور ایمان سے بھی بے بہرہ قرار دیا اور آیات قرآنی اور اونکے مساعی جمیلہ سے جو اسلام کے لئے کین چشم پوشی کی۔ اور اوسی عقیدے نے اونکو اون روایتون کے

بنانے اور ماننے پر مجبور کیا جو صحابہ کے معائب اور مطاعن کے متعلق ہین۔ مگر ہمکو اسی کا افسوس نہین ہے کہ اس عقیدۂ امامت نے ایک فرقے کو اسلام کے صحابہ کا مخالف بنا دیا بلکہ حیرت اور افسوس اسپر ہے کہ اس عقیدے نے انبیا اور آئمہ کرام کی اولاد کو بھی طعن و ملامت سے محفوظ نہ رکھا۔ اور حسد اور بغض اور انکار امامت نے انبیا اور اکثر خاندان اہل بیت کو اوسی طرح پر قابل الزام اور مورد طعن بنایا جیسا کہ صحابہ کو بنایا تھا۔ فرق اتنا ہے کہ صحابہ کی عداوت کا اظہار اور اونکی برائیون کا اعلان صاف طور پر کیا جاتا ہے۔ اور انبیا اور خاندان اہل بیت کی نسبت ضعیف تاویلین کیجاتی ہین۔ اور اونکی عصمت اور بزرگی کا زبانی اقرار باقی ہے ورنہ اگر غور سے دیکھا جاے تو اس مسئلۂ امامت نے نہ انبیا کو چھوڑا نہ سواے معدودے چند ائمہ کے باقی خاندان نبوت کو طعن و ملامت سے محفوظ رکھا کوئی ائمہ پر حسد کرنیکی وجہ سے مطعون بنایا گیا۔ کوئی انکار امامت کے سبب سے کافر ٹھہرا۔ کوئی دعوی امامت کی وجہ سے کفر و فسق کے درجے پر پہونچا۔ غرضکہ ایک صحابہ کی مخالفت کا ہم کیا افسوس کرین جسطرف نظر اوٹھا کر دیکھتے ہین مسئلۂ امامت کے تیرون کا سبکو نشانہ پاتے ہین۔ ؎

گھائل تری نظر کا بنوع دگر ہر ایک زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ ہی نہین

اول انبیاؑ کا حال سنیئے کہ حضرات امامیہ بکمال فخر سے کہا کرتے ہین کہ جو عقیدہ انبیاؑ کی بزرگی اور فضیلت اور اونکی پاکی و عصمت کا ہم رکھتے ہین کوئی دوسرا فرقہ اہل اسلام کا اسمین ہمارا شریک نہین ہے۔ اور یہ عزت خاص شیعیان پاک کو نصیب ہے کہ حضرات انبیاؑ کے دامن عصمت کو ہر طرح کے گناہ صغیرہ و کبیرہ اور ہر قسم کے عیب و برائی سے پاک سمجھتے ہین۔ کما قال الفاضل المحقق والبحر المدقق نے حسامہ کہ تمام اہل اسلام اتفاق دارند بر اینکہ درباب عصمت انبیا انچہ امامیہ مبالغہ میدارند ہیچ یک از فرق اہل اسلام آن قدر ندارد

زیرا کہ امامیہ منفرد اند باینکہ می گویند انبیا از اول عمر تا آخر از گناہ صغیرہ و کبیرہ عمداً و سہواً منزہ می باشند بخلاف دیگران۔ و قال بعض افاضلھم کہ اہتمام شیعیان آل عبا در باب تنزیہ انبیا و اوصیا از اول عمر تا آخر عمر از جمیع گناہان صغیرہ و کبیرہ بحدی ست کہ ہیچ فرقہ را غیر ایشان حاصل نیست حتی اینکہ اجتہاد را ہم بر زمرۂ انبیا و اوصیا جائز نمیدارند فضلا عن وقوع الخطاء فی الاجتہاد۔ مگر جب اونکے مذہب کی کتابوں کو دیکھیے اور ائمہ کی احادیث سنئے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیب جسکو مشرک اور کافر بھی بدترین عیبوں سے جانتے ہین بلکہ جسکو ملحد اور لامذہب بھی اخلاقی برائیون بلکہ ذلیل ترین خصائل مین شمار کرتے ہین اوسے وہ انبیاء کیطرف منسوب کرتے ہین۔ اور باین دعوی عصمت و طہارت اونکو مرتکب کبائر سمجھتے ہین۔ ونعوذ باللہ من ذالک۔ چنانچہ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی شان مین جو احادیث ائمہ کیطرف سے بیان کی ہین وہ ذرا گوش دل سے سنئے۔

محمد بن بابویہ نے عیون اخبار الرضا مین علی بن موسی رضاؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب خدا نے آدمؑ کو مسجود ملائکہ ہونے اور جنت مین داخل ہونیکی بزرگی دی تو اونھون نے اپنے دل مین خیال کیا کہ مین بزرگترین مخلوقات ہون پس اللہ جل شانہ نے ندا کی کہ اے آدم اپنے سر کو اوٹھا اور دیکھ میرے عرش کے پایے کو پس آدم نے اپنا سر اوٹھایا تو کیا دیکھا کہ لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ امیر المؤمنین و زوجتہ فاطمۃ سیدۃ نساء العلمین والحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔ تب حضرت آدم نے کہا کہ الٰہی یہ کون ہین خدا نے جواب دیا کہ یہ تیری ذریت ہین اور تجھ سے بہتر ہین۔ اور تمام میری خلق سے افضل تر ہین۔ اور یہ نہوتے تو مین نہ تجھے پیدا کرتا اور نہ جنت اور نہ دوزخ اور نہ آسمان و زمین کو۔ لیکن خبردار رہنا اے آدم اونکو حسد کی آنکھ سے نہ دیکھنا اگر ایسا کیا تو مین تجھے اپنے جوار سے نکال دونگا۔ پس دیکھا آدم نے اونکو بنظر حسد

پس مسلط ہوا اونپر شیطان یہانتک کہ کھایا اونھون نے اوس درخت سے کہ منع کیا تھا خدا نے اوس سے
یہ کوئی خیال نکرے کہ یہی ایک حدیث حضرت ابوالبشر جد امجد کی شان مین امام بن موسی رضا ع سے
نقل فرمائی ہے بلکہ وہ حدیث بھی سنیئے جسمین دادا کے گناہ مین دادی کو بھی شریک کیا ہے۔
معانی الاخبار مین بسند مفضل بن عمر حضرت جعفر صادق ع سے روایت ہے کہ جب آدم وحوا نے
ساق عرش پر نام آنحضرت اور علی اور فاطمہ اور حسنین کا نور سے لکھا ہوا دیکھا تو کہا اے پروردگار ہمارے
کیا بزرگ ہے مرتبہ انکا اور کیسے محبوب ہین یہ لوگ تیرے۔ تب خدا نے فرمایا کہ اگر یہ نہوتے تو مین
تمکو پیدا نکرتا یہ لوگ میرے علم کا خزانہ اور میرے اسرار کے امانت دار ہین۔ اے آدم وحوا ڈرتے
رہنا کہ انکو بنظر حسد نہ دیکھنا اور انکے مرتبے اور انکی منزلت کی تمنا نہ کرنا ورنہ میری نافرمانی اور عصیان
مین داخل ہوگے اور تب تم دونو ظالمونمین ہوجاوگے پس شیطان نے اون دونو کو وسوسہ دیا
اور فریب مین لایا کہ آخر اونھون نے بنظر حسد اون پنجتن کیطرف دیکھا اسلیے آدم وحوا دونو
معزول وذلیل ہوگئے"۔

جناب اجتہاد مآب مولوی دلدار علی صاحب حسام مین بجواب مولنا وسیدنا شاہ عبد العزیز
قدس اللہ سرہ کے اس حدیث کی نسبت دو جواب دیتے ہین۔ ایک تو یہ کہ یہ حدیث احادیث
صحاح سے نہین ہے کہ اوسپر اعتقاد کرنا اور اوسکی تصحیح کرنا ضروریات دین سے ہو۔ دوسرے
یہ کہ حسد دو قسم پر ہے ایک بمعنی غبطہ دوسرے بمعنی استدعا زوال نعمت اول مباح ہے
دوسرا مذموم پس کیون حسد آدم کا اول قسم پر محمول نکیا جاوے۔ اور حسد کی اس تقسیم پر ہی
حضرت قبلہ وکعبہ نے کفایت نہین فرمائی بلکہ بخاری کی ایک حدیث کو نقل کرکے سنیون کا
مونہہ بھی بند کرنا چاہا ہے چنانچہ فرماتے ہین "اما حدیث حسد حضرت آدم کہ در کتب امامیہ
مروی گشتہ دسبب تشنیع ناصب عداوت عترت طاہرہ بر شیعیان اہل بیت گردیدہ پس از جملہ

احادیث صحاح نیست تا اعتقاد کردن بآن وتصحیح نمودن آن از جملہ ضروریات نزد امامیہ باشد والضا
گویا گوش این ناصب عداوت عترت نرسیدہ کہ حسد بردو قسم ست یکی بمعنے غبطہ ست دوم حسد بمعنے
استدعا زوال نعمت ۔ اوّل مباح ست و دوم مذموم دمی دانم کہ اگر بمجرد ادعاے این تقسیم
اکتفا نایم ناصب عترت طاہرہ تکذیب خواہد نمود لہذا بذکر یک حدیث صحاح ایشان کہ دلالت
صریح وارد بر انچہ ادعا نمودہ ام مے پردازم و دہن او را باین تقریب می دوزم کہ گفتہ اند دہن
سگ بلقمہ دوختہ بہ ۔ ولیساغ بعد ذلک ان یقال فی حقہ فبھت الذی کفر کانہ التقم الحجر۔
وآن این ست کہ بخاری روایت نمودہ از ابوہریرہ ان رسول اللّٰہ صلعم قال لاحسد الا
فی الاثنین رجل اتاہ اللّٰہ القرآن فھو یتلوہ اناء اللیل والنھار فسمعہ جار لہ
فقال لیتنی اوتیت مثل ما اوتی فلان فعملت مثل ما یعمل ورجل اتاہ اللّٰہ مالا
فھو ینفقہ فی حقہ فقال رجل لیتنی اوتیت مثل ما اوتی فلان فعملت مثل ما یعمل
وتفاوت یسیر قریب باین مضمون حدیث دیگر ست کہ آنرا بخاری ومسلم وترمذی روایت کردہ اند پس چرا جائز نباشد
کہ حسد حضرت آدم ازین قبیل بودہ باشد وچگونہ چنین نباشد وحال اینکہ مفضل بن عمر کہ ناصبی آن را
مذکور ساختہ متضمن کلمہ وحملہا علی تمنی منزلتھم ست در قوت تفسیر معنے حسد ست لیکن
چون غبطہ ہر چند مباح ست اما بنظر بعلو منزلت وشرف مرتبت جناب عترت سید المرسلین غبطہ
ایشان از قبیل ترک اولی ست لہذا حق سبحانہ وتعالی علے حسب جری العادت الالٰہیہ حضرت
آدم را معاتب ساختہ ۔ وایضا حسد بمجرد اینکہ بمقتضاے بشریت عارض شود وما دامیکہ بمقتضاے
آن کار نکند آدمی گنہگار بران نمی شود چنانچہ در بعضی احادیث از ائمہ عترت ماثور گشتہ وایضا
معلوم ست کہ حضرت آدم متمسک گردیدہ بکلماتیکہ تفسیر آن بنا بر احادیث بسیار باسما آل عبا
شدہ پس باین قرینہ بدین حسد بمعنے غبطہ کہ از قبیل ترک اولی بودہ ۔

مگر حضرت قبلہ کی اس تقریر سے وہ داغ جو اونکے بزرگون نے حضرت ابوالبشر پر لگایا دور نہین
ہوا اس لیے کہ اگر اس حدیث کے احادیث صحاح مین نہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ صحاح اربعہ یعنی
کلینی وتہذیب واستبصار ومن لایحضرہ الفقیہ مین نہین ہے تو اس سے عدم صحت لازم نہین
آتی۔ صدہا حدیثین ہین جو سوا ان چار کتابون کے دوسری کتابون مین منقول ہین اور جنکو
حضرات امامیہ صحیح سمجھتے ہین۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ راوی اوسکا ضعیف ہے یا سلسلہ روایت مین
کوئی نقص ہے تو اوسکا بیان فرمانا تھا۔ مگر حضرت بیان فرماتے تو کیا فرماتے اسلئے کہ یہ حدیث
عیون اور معانی الاخبار سی معتمد کتابون مین ہے جسکے مولف کی سچائی اور صداقت اوسکے لقب سے
ظاہر ہے فانہ صدوق اور وہ خود صحاح اربعہ مین سے ایک کتاب کا مصنف ہے
اور پھر اس حدیث کو بسند صحیح ائمہ معصومین سے روایت کیا ہے۔ ایسی حدیث کی صحت کا انکار
کرنا جو متصل بہ امام معصوم ہو اور کوئی راویون سے اوسکے مجروح اور مقدوح نہو نالائق
تسلیم نہوگا۔ اور خود قبلہ وکعبہ نے اسی کتاب حسام اور دیگر کتابون مین بہت سی حدیثین عیون
اور معانی الاخبار سے نقل کین اور اونکو اپنے دعوے کی تائید مین پیش کیا ہے۔ ایسی حالت مین
بغیر کسی اور قسم کے ثبوت کے یہ کہکر کہ این حدیث از جملہ احادیث صحاح نیست پیچھا چھوڑانا اگر جائز ہو تو پھر
سنیون کی کسی خبر کو جو متعلق مطاعن صحابہ کے ہو باوجود ثبوت راویون کے ضعف کے پیش کرنا درست
نہوگا۔ مگر صاحب استقصار الافحام نے اس حدیث کی صحت کو قبول کیا اور قبلہ وکعبہ کے کلام کی
توجیہ ان لفظون سے فرمائی کہ غرض آنجناب از انکار معدود بودن این حدیث در احادیث صحاح
آنست کہ این حدیث از جملہ احادیث قطعیۃ الصدور نیست الی قولہ کہ مراد آنجناب یعنی صحت بمعنی قطعیۃ
الصدور درست زیرا کہ ازان مفهوم می شود کہ اگر این حدیث از جملہ احادیث صحیحہ مے بود اعتقاد کردن بآن
از جملہ ضروریات می بود و پر ظاہر ست کہ این لازم نمے آید مگر بعد صحت بمعنی قطعیۃ الصدور نہ مگر مولوی حامد حسین صاحب

اس توجیہ سے قبلہ و کعبہ کے جواب کو صحیح ثابت نکر سکے۔ بلکہ ہمارے دعوے کے معین اور مؤید ہو گئے۔
اس لیے کہ وہ فرماتے ہین کہ "اگر این حدیث از جملہ احادیث صحیحہ مے بود اعتقاد کردن بآن از جملہ ضروریات
مے بود و بر ظاہرست کہ این لازم نمی آید مگر بعد صحت بمعنی قطعیۃ الصدور"۔ ہم اس جواب کو تسلیم کرتے ہین
بشرطیکہ ایسے قاعدے کو وہ ہمارے یہانکی حدیثونکی نسبت بھی مرعی رکھین۔ نہ یہ کہ ہمارے یہان کی
ضعیف بلکہ موضوع حدیثون سے استدلال کرین اور اونھین ہمارے مقابلے مین پیش فراوین اور اپنے
یہانکی صحیح حدیثون کو بھی قطعیۃ الصدور یعنی یقینی نہونیکی وجہ سے قابل حجت نہ سمجھین۔

مگر ہم اس حدیث کو اور روایتون سے جسکی صحت اور اعتماد مین کچھ اعتراض نہین کیا گیا ثابت
کرتے ہین۔ تفسیر امام حسن عسکری مین ذیل آیہ یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ
وَکُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ کے لکھا ہے
کہ "مراد درخت سے علم محمد و آل محمد تھا کہ حق تعالی نے اونھین کے ساتھ مخصوص کیا تھا اوسیکو
آدم نے کھایا اور بہشت سے نکالے گئے"۔ اس مضمون کو ملا باقر مجلسی کی زبان سے سنئے جسکو وہ
حیات القلوب مین فرماتے "در تفسیر امام حسن عسکری مذکورست کہ چون حق تعالی ابلیس را لعنت کرد و باباکردن
او از گرامی داشت ملائکہ را بسجدہ کردن ایشان آدم ؑ را امر کرد کہ آدم و حوا را بہ بہشت برند و فرمود کہ یٰاٰدم
اسکن انت وزوجك الجنۃ یعنی اے آدم ساکن شو تو و جفت تو در بہشت وکلا منھا
رغدا حیث شئتما و بخورید از بہشت گشادہ و گوارا ہر جا کہ خواہید بتعبی و لا تقربا ھذہ
الشجرۃ و نزدیک مشوید این درخت را کہ درخت علم محمد و آل محمدست کہ حقتعالی ایشان را
منع کرد از انکہ نزدیک آن درخت شوند کہ مخصوص محمد و آل محمدست و کسی بامر خدا نمی خورد از ان درخت
مگر ایشان الی قولہ و حقتعالی فرمود کہ نزدیک این درخت مروید کہ خواہید طلب کنید درجہ محمد و آل محمد
صلی اللہ علیہ وسلم و فضیلت ایشان زیرا کہ خدا ایشان را مخصوص گردانیدہ است باین درجہ از سائر خلق

و این درختیست کہ ہر کہ ازین درخت بخورد باذن خداے تعالی الہام کردہ مے شود علم اولین و آخرین را بے آنکہ از کسی بیاموزد و ہر کہ بے رخصت خدا بخورد از مراد خود نا امید مے شود و نا فرمانی پروردگار کردہ است فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ پس خواہر شوید از ستمگاران بنا فرمانی شما و طلب کردن شما درجہ را کہ اختیار کردہ است خدا بآن درجہ غیر شما را ہر گاہ قصد کنید آن درخت را بغیر حکم خدا الی قولہ پس باین سبب فریب خورد آدم و غلط کرد و ازان درخت خورد پس رسید بایشان آنچہ خداوند در قرآن ذکر کردہ است فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ درخت جسکے کھانے سے آدم و حوا منع کئے گئے تھے وہ درخت علم محمد و آل محمد کا تھا جسکے کھانے سے علم اولین و آخرین بغیر سکھاے آجاتا ہے اور اسی درخت کے کھانے سے آدم و حوا جنت سے نکالے گئے مگر حدیث سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ شیطان کے بہکانے سے آدم و حوا نے اوسے کھایا اور اوسکے سبب سے وہ مصیبت مین گرفتار ہوے مگر دوسری حدیث سے جسکو بسند معتبر حضرت امام علی نقیؑ سے نقل کیا ہے ثابت ہوتا ہے کہ وہ درخت حسد تھا کہ جسکے کھانے سے خدا تعالی نے منع کیا تھا۔ مگر اونھون نے عمداً اوسے کھایا یعنی ائمہ پر حسد کیا۔ کما یقول المجلسی فی حیات القلوب کہ بسند معتبر از حضرت امام علی نقی منقول ست کہ درختیکہ آدم و زوجہ اش را نہی کرد از خوردن ازان درخت حسد بود و حق تعالی عہد کرد بسوے آدم و حوا کہ نظر نکنند بسوی آنہا کہ حق تعالی آنہا را بر ایشان و بر جمیع خلائق فضیلت دادہ است بدیدۂ حسد و نیافت حق تعالی ازو درین باب عزم و اہتمامی۔ اس حدیث سے بھی ثابت نہین ہوا کہ حضرت آدم نے شیطان کے بہکانے سے حسد کے درخت کو کھایا یعنی ائمہ کو حسد کی نظر سے دیکھا اور حکم الٰہی کو نمانا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم و حوا نے کچھ حکم ماننے کا ارادہ اور اہتمام بھی نکیا۔ یعنی خدا کے حکم کی بھی پروا نکی جیسا کہ ان لفظون سے ثابت ہوتا ہے کہ نیافت حق تعالی ازو درین باب عزم و اہتمامی۔ شاید کسیکے خیال مین

یہ آوے کہ حضرت آدم خدا کے حکم کو بھول گئے اور نسیان کی حالت مین خلاف حکم آلہی کر بیٹھے۔
جیسا کہ بعض مفسرین امامیہ نے لکھا ہے کہ نسیان کی حالت مین حضرت آدم مرتکب اس فعل کے ہوے
اسلیے کہ بسند معتبر جو حضرت امام محمد باقر ع سے منقول ہے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم خدا کے حکم کو
نہ بھولے تھے۔ اور باوجود حکم خدا کے وہ مرتکب منہی عنہ کے ہوے۔ کما یقول المجلسی فی
حیات القلوب "بسند معتبر مرویست کہ از امام محمد باقر پرسیدند از تفسیر قول خدا
فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا کہ چسے تفسیر کردہ اند کہ حضرت آدم فراموش کرد نہی خدا۔ حضرت فرمود
کہ فراموش نکرد وچگونہ فراموش کردہ بود وحال آنکہ در وقت وسوسہ کردن شیطان نہی خدا را بیاد ایشان آورد
ومی گفت کہ خدا شمارا برای این نہی کردہ است کہ ملک نباشید ودر بہشت ہمیشہ نباشید پس نسیان درینجا
بمعنے ترک ست یعنی ترک کرد امر خدا را"۔ اس سے ثابت ہوا کہ دیدہ و دانستہ آدم نے خدا کے حکم کو
نہ مانا اور باوجودیکہ شیطان نے خدا کے حکم کی یاد بھی دلائی مگر اونھون نے خیال نکیا اور کیونکر خیال
کرتے اسلیئے کہ ائمہ کا مرتبہ دیکھکر عیاذاباللہ وہ جوش حسد کا ہوا تھا کہ وہ دین ودنیا سب بھول گئے تھے
اور اونکے درجے اور مرتبے کی تمنا اور خواہش نے اونکو نعوذ باللہ ایسا بے اختیار اور بے قابو کردیا
تھا کہ وہ کچھ اوسکا عزم اور اوسکا اہتمام بھی کرنا نہ چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت جعفر صادق ع کی ایک حدیث
سے اسکا حال سنیے۔ کہ حب جاہ وتمناے درجہ آل محمد نے اونکو حسد کرنے پر مجبور کیا۔ ملا باقر مجلسی حیات القلوب
مین بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق کی ایک حدیث نقل کرتے ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حق تعالی
نے پنجتن پاک اور باقی ائمہ کی روحونکو سب سے زیادہ بلند درجہ دیا اور اونکو تمام آسمان وزمین پر عرض کیا
اور کہا کہ یہ میرے دوست اور ولی اور خلق پر حجت ہین جو کوئی اونکے درجے کا دعوی کرے اوسپر ایسا
عذاب کرونگا کہ جو کسی در خلق پر نکیا ہو اور مشرکین کے ساتھ اوسکو جہنم مین ڈالونگا اور جو اونکی ولایت اور امامت کا
اقرار کرے اوسکو اپنی بہشت مین جگہ دونگا پس اونکی ولایت ایک امانت ہے خلق پر پس تم مین سے کون اوسکو لیتا ہے

تمام آسمان اور زمین اور پہاڑون نے اوس سے انکار کیا اور اپنے پروردگار کی عظمت سے ڈر گئے جب
خدا نے آدم وحوا کو بہشت مین جگہ دی اور اونھون نے پنجتن پاک اور دیگر ائمہ کے درجے کو دیکھا تو پوچھا کہ خدایا
یہ درجہ کسکے لئے ہے۔ خدا نے فرمایا کہ ساق عرش پر نظر کر جب آدم وحوا نے عرش کیطرف دیکھا تو محمد و علی
و فاطمہ و حسن و حسین و ائمہ کے نام دیکھے تو بہت تعجب سے کہا کہ خدایا یہ تیرے بہت ہی محبوب ہین اور تیرے
نزدیک بڑے ہی بزرگ اور شریف ہین۔ خدا نے فرمایا کہ حسد کی آنکھ سے انکو نہ دیکھنا۔ اور اونکے اس درجہ
کی جو میرے نزدیک ہے آرزو نکرنا اور جو مرتبہ بزرگی اور کرامت کا مین نے انھین دیا ہے اوسکی
تمنی نہونا اگر ایسا کیا تو میری نافرمانی کروگے اور ستمگار اور ظالمون مین داخل ہوگے۔ آدم وحوا نے
پوچھا الٰہی کون ہین ستمگار اور ظالم۔ فرمایا کہ وہ جو اونکی منزلت کا ناحق دعوی کرین۔ تب آدم وحوا نے
کہا کہ پروردگار ان ظالمون کو جو جگہ تو نے جہنم مین دی ہے وہ بھی ہمین دکھا حق تعالی نے
دوزخکو حکم کیا اور جو کچھ انواع و اقسام کے عذاب اور مصیبت ظالمون کے لئے مقرر کئے گئے وہ
سب اونپر دوزخ نے ظاہر کئے کہ پائین ترین درکات جہنم مین اونکی جگہ ہے اور وہ چاہتے ہین
کہ جہنم سے نکلین مگر پھر جہنم اونکو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور ہر چند اونکے پوست پختہ و سوختہ
ہو جاتے ہین پھر دوسرے پوست بدل دیے جاتے ہین تاکہ عذاب سے نجات نہ ملے۔ یہ سب
دکھا کر اور یہ سب کچھ فرما کر خدا نے کہا کہ اے آدم وحوا میرے ان نورون اور حجتون کو یعنی پنجتن پاک
اور اماموں کو حسد کی نظر سے نہ دیکھنا ورنہ اپنے جوار سے نکال دونگا اور تمکو خوار کرونگا۔ پس وسوسہ
دلایا اونکو شیطان نے اور اونکی منزلت کی آرزو کرنے پر آمادہ کیا چنانچہ آدم وحوا نے اونکو حسد کی آنکھ
سے دیکھا اور اس سبب سے خدا نے اونکو اونپر چھوڑ دیا اور اپنی توفیق اور یاری اونسے اوٹھالی۔
یہی مختصر مضمون اوس حدیث طویل کا ہے جسے ہم حاشیہ پر نقل کرتے ہین۔ کہان ہے چشم بینا
کہ اس حدیث کو دیکھے اور کہان ہے گوش شنوا جو اس روایت کو سنے۔ کہان ہے دل بینا کہ اوسکے

مضمون پر غور کرے کہ باوجودیکہ حق تعالی نے آدم و حوا کو پنجتن پاک و ائمہ اطہار کی منزلت اور درجہ کی خواہش کرنیکے برے نتیجونسے آگاہ کیا اور باوجودیکہ اوس مرتبے کے چاہنے والون اور اوس عزت کی آرزو کرنے والون کے لئے جو عذاب مقرر فرمائے ہین وہ سب اونکو دکھلا دیے اور کوی دقیقہ حجت اور کوی درجہ نصیحت کا فروگذاشت نہ رکھا مگر آدم و حوا نے کچھ نسنا اور حسد کرنے سے باز نہ آئے - اور باوجود ایسی روایت کے جس سے حضرت آدم و حوا کا ایسے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونا ثابت ہوتا ہے جسکی سزا مشرکین کے ساتھ پائین ترین درکات جہنم مین جلنا تھا حضرات شیعہ دعوی کرتے ہین کہ انبیا معصوم اور گناہان صغیرہ و کبیرہ سے محفوظ ہین - اور نہ صرف ایسے دعوے پر قناعت کرتے ہین بلکہ فرماتے ہین کہ در باب عصمت انبیا آنچہ امامیہ مبالغہ مے دارند ہیچ یک از فرق اہل اسلام آنقدر ندارد - اگر عصمت اسی کا نام ہے اور وہ مبالغہ جو اونکی عصمت کے باب مین امامیہ کرتے ہین یہی ہے تو وہ ایسے دعوے مین سچے اور اپنے قول مین صادق ہین - خدا نکرے کہ بیچارے سنی انبیا کی عصمت کے ایسے حامی ہون اور اونکی عصمت کے حمایت کے پردے مین اونکو ائمہ کا حاسد اور پائین ترین درکات جہنم کا مستحق ٹھہرائین -

ایک اور حدیث سنیئے جس سے پوری تصدیق اور تائید آدم و حوا کے حسد کرنے کی ہوتی ہے اور جس سے تمام مختلف اقوال کا جو کہ بہ نسبت اوس درخت کے ہین جسے آدم نے کھایا آخری اور قطعی فیصلہ بقول امام ہوتا ہے - ملا باقر مجلسی حیات القلوب مین فرماتے ہین کہ بسند معتبر منقولست کہ ابو الصلت ہروی از امام رضا پرسید کہ یا ابن رسول اللہ مرا خبر دہ از ان درختی کہ آدم و حوا از ان درخت خوردند چہ درخت بود بدرستیکہ مردم اختلاف کردند بعضے روایت کردند کہ آن گندم بود و بعضے روایت کردند کہ آن درخت حسد بود - فرمود کہ ہمہ حق ست ابو الصلت گفت چگونہ ہمہ حق ست با این ہمہ اختلاف - فرمود کہ اے ابو الصلت درخت بہشت انواع میوہا بر میدارد پس آن درخت گندم بود و دران انگور ہم بود و آنہا مثل درختان دنیا نیستند و بدرستیکہ چون خدا گرامی داشت و ملائکہ او را سجدہ کردند و او را داخل بہشت گردانید در خاطر خود

گذرانیدہ کہ آیا خلق کردہ است خدا بشری کہ بہتر از من باشد چون خدا دانست کہ چہ در خاطر او گذشت ندا کرد او را کہ سر بلند کن اے آدم و نظر کن بسوی ساق عرش من چون آدم سر بلند کرد و دید کہ در ساق عرش نوشتہ است کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب امیر المؤمنین و زوجتہ فاطمہ سیدۃ نساء العلمین والحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ آدم گفت پروردگار کیستند اینہا حق تعالیٰ فرمود کہ اینہا ذریت تواند و ایشان بہتر اند از تو و از جمیع آفریدہ ہای من و اگر ایشان نمی بودند نہ ترا خلق می کردم نہ بہشت و دوزخ و نہ آسمان و زمین پس زنہار نظر حسد بسوی ایشان مکن کہ ترا از جوار خود بیرون کنم پس نظر کرد بسوی ایشان بدیدۂ حسد و آرزوی منزلت ایشان کرد پس مسلط شد شیطان بر او تا خورد از میوہ کہ او را ازان نہی کردہ بودند و مسلط شد بر حوا تا نظر کرد بسوی فاطمہ بدیدۂ حسد تا خورد ازان درخت چنانچہ آدم خورد پس خدا ایشان را از بہشت بیرون کرد و از جوار خود بزمین فرستاد۔ اس حدیث کے جواب مین جناب قبلہ و کعبہ جو یہ فرماتے ہین کہ حسد یہان بمعنی غبطہ کے ہے اور ایسا حسد مذموم نہین ہے مگر خود جناب والا اسے یقین نہین فرماتے اسی لئے فرماتے ہین کہ چرا جائز نباشد کہ حسد آدم ازین قبیل بودہ باشد وچگونہ چنین نباشد۔ اور اگر حضرت کو یقین بھی ہو کہ یہ تاویل درست ہے تو الفاظ حدیث کے اور اوسکا مضمون اوسکی تائید نہین کرتا۔ اور حسد حضرت آدم کا غبطہ نہین سمجھا جا سکتا بلکہ وہی حسد ہے جو مذموم ہے اسلیے کہ اونکو حق تعالیٰ نے ڈرایا تھا اور ائمہ کی منزلت کی آرزو کرنے پر مورد عتاب بلکہ ظالمون اور ستمگارون مین محسوب ہونے کا خوف دلایا تھا۔ مگر پھر بھی آدم نے حسد کیا اور اوسکی سزا پائی۔ کیا قبلہ و کعبہ نے اس وعید کو خیال نہین فرمایا جو حق تعالیٰ کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے فایاك ان تنظر الیهم بعین الحسد فاخرجك عن جواری والقیا فتدخلا من ذلك فی نهیی وعصیانی فتکونا من الظلمین اور کیا قبلہ و کعبہ نے اسکا بھی لحاظ نہین فرمایا کہ وہ گناہ جسکے کرنے پر

ایسی بھاری سزا کا خوف ونکو دلایا گیا تھا اون سے سرزد ہوا اور اوسکی سزا وکھون سے پائی اور
جنت سے نکالے گئے جیسا کہ ان لفظون سے ثابت ہوتا ہے کہ فنظر الیہم بعین الحسد وتمنی
منزلتہم فسلط علیہم الشیطان وفنظر الیہم بعین الحسد فخذلا لذلک
اگر اونکا حسد مباح اور غبطہ تھا تو خدا کا ظالم ہونا ولغوذ باللہ منہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک فعل مباح پر جو آدم
سے سرزد ہوا اونکو اپنے جوار قرب سے جدا کرکے اور بہشت سے نکال کر اپنی وعید کو پورا کیا۔
اسکی تائید ایک اور حدیث سے ہوتی ہے جسکی صحت کا کوئی انکار نہین کر سکتا اور جس سے معلوم ہوتا
ہے کہ خدا نے آدم سے محمد وائمہ اطہار کی ولایت کا عہد لینا چاہا مگر اونھون نے نہ کیا بلکہ اونکا ارادہ بھی
نہ تھا چنانچہ ابن بابویہ علل الشرائع کے باب اکیسو ایک مین تحریر فرماتے ہین العلۃ التی من اجلہا
سمی اولوالعزم اولی العزم حدثنا ابی رہ عن سعد ابن عبداللہ بن احمد بن محمد
بن عیسے بن علی بن الحکم عن مفضل بن صالح عن جابر بن یزید عن ابی جعفر فی قول اللہ
عزوجل ولقد عہدنا الی آدم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزما قال عہد الیہ فی محمد
والائمۃ من بعدہ فترک ولم یکن لہ عزم فیہم انہ ہکذا وانما سمی اولوالعزم لانہم عہد
الیہم محمد والاوصیاء من بعدہ والمہدی وسیرتہ فاجمع عزمہم ان ذلک کل والاقرار بہ
پس جبکہ اس قسم کی حدیثین انبیا علیہم السلام کی شان مین حضرات امامیہ کی معتبر کتابون مین موجود
ہین اور اسپر بھی وہ انبیا علیہم السلام کی عصمت کے معتقد ہین اور ان حدیثون کو غیر قطعی الصدور فرماتے
یا اونمین تاویل کرتے ہین تو یہ انصاف نہین ہے کہ ہمارے یہان کی اون چند بے سروپا حدیثون سے
استدلال کرین جنسے صحابہ کرام کی فضیلت مین فرق آتا ہو۔ اور کیون ہمارے جوابات اور تاویلات
کو جو بہ نسبت اونکے جوابات اور تاویلات کے زیادہ قوی اور زیادہ مدلل ہین ایسی حدیثون کے
متعلق تسلیم نکرین۔ مگر بات یہ ہے کہ حضرات امامیہ کو امامت کے مسئلے کی عظمت کے بڑھانے کے

خیال نے مجبور کیا کہ ایسی حدیثین بیان کرین جس سے امامت مثل نبوت کے سمجھی جائے خواہ اوس سے
صحابہ کرام کافر ٹھہرین خواہ انبیا علیہم السلام مورد طعن و ملامت سمجھے جاوین۔
انبیا کے متعلق اور روایتون کا ذکر کرنا اس موقع پر مین چھوڑتا ہون اور خاندان اہل بیت
پر جو کچھ اس مسئلۂ امامت کی بدولت الزام لگائے گئے ہین اونھین بطور نمونہ کے بیان کرتا ہون ۔
یہ بات معتقدات امامیہ مین سے ہے کہ جو کوئی مدعی یا منکر امامت ہے وہ کافر ہے۔ اگرچہ علوی
یا فاطمی۔ فقط انکار امامت اوسکے کفر کے لئے کافی ہے۔ مگر تاریخ سے یہ بات بخوبی ثابت ہے
کہ امام حسین ع کی شہادت کے بعد بنی فاطمہ مین سے کوئی امام ایسا نہین ہوا جسکے زمانہ مین
اونکے بھائیون اور رشتہ دارون مین سے کسی نکسی نے امامت کا دعوی نکیا ہو۔ یا
امامت کو کسی ایک پر منحصر سمجھا ہو۔ اور باہم امام کے اور مدعیان امامت کے کچھ نکچھ جھگڑا
نہو ہو۔ چنانچہ شروع سے یعنی حضرت امام زین العابدین کے وقت سے اس بات کو ہم ثابت کرتے
ہین۔ بعد شہادت امام حسین کے حضرت امام زین العابدین امام مانے جاتے ہین مگر محمد بن
حنفیہ نے جو حضرت امام زین العابدین کے چچا تھے خود اپنے آپ کو مستحق امامت قرار دیا اور
حضرت امام زین العابدین سے کہا کہ بہ نسبت تمھارے مین زیادہ تر استحقاق امامت کا رکھتا ہون
تم مجھ سے اس باب مین جھگڑا نکرو۔ اور مجھے وصی اور امام سمجھو۔ اس قصے کو جو باہم محمد بن حنفیہ اور
امام زین العابدین صاحب کے ہوا کتاب الحجۃ اصول کافی مین اس طور پر بیان کیا ہے عن
ابی جعفر قال لما قتل الحسین ارسل محمد بن الحنفیۃ الی علی بن الحسین ع فخلا بہ فقال لہ
یا ابن اخی قد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ دفع الوصیۃ والامامۃ من بعدہ
الی امیر المؤمنین ع ثم الی الحسن ثم الی الحسین ع وقد قتل ابوک رض وصلی علی
روحہ ولم یوص وانا عمک وصنو ابیک وولادتی من علی ع فی سنی وقدیمی

احق بهامنك في حداثتك فلا تنازعني في الوصية والامامة ولا تحاجني

یعنی امام باقرؑ سے مروی ہے کہ آپ نے کہا کہ جب امام حسینؑ مقتول ہو چکے تو محمد بن حنفیہ نے ایک شخص کو بھیجکر امام زین العابدین کو بلوایا اور اونسے خلوت مین یہ گفتگو کی کہ اے برادر زادہ تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت و امامت کو اپنے بعد امیر المومنین کو دیا تھا اور آپکے بعد امام حسن کو اور اونکے بعد امام حسین کو۔ اور اب تمھارے باپ مقتول ہوے خدا اونسے راضی ہو اور اونکی روح پر رحمت بھیجے اور اونھون نے کسی شخص خاص کو وصیت نفرمائی مین تمھارا چچا ہون اور تمھارے باپ کی برابر ہون اور میرا پیدا ہونا بھی علیؑ سے ہے بسبب میرے سن وسال اور اون امور کے جو مجھ سے پیشتر ہوے ہین جیسے جنگ جمل وجنگ صفین مین شجاعتین اور تجربہ کاری کے بین مثلے بوجہ تمھاری نئی عمر ہونیکے امامت کے لئے اولی ہون تو تم مجھ سے وصی وامام ہونے مین مباحثہ مت کرو۔ فقال له علی بن الحسینؑ

یاعم اتق الله ولا تدع ما ليس لك بحق اني اعظك ان تكون من الجاهلين ان ابي ياعم صلوات الله عليه اوصى الي قبل ان يتوجه الى العراق وعهد الي قبل ان يستشهد بساعة وهذا سلاح رسول الله صلى الله عليه وآله عندي فلا تتعرض لهذا فاني اخاف عليك نقص العمر وتشتت الحال ان الله جعل الوصية والامامة في عقب الحسينؑ فاذا اردت ان تعلم ذلك فانطلق بنا الى الحجر الاسود حتى نتحاكموا اليه ونساله عن ذلك قال ابوجعفرؑ وكان الكلام بينهما بمكة

یعنی اونسے علی بن حسینؑ نے فرمایا کہ اے میرے چچا خدا کے عذاب سے ڈرو اور اپنے لئے دعوی ایسی چیز کا مت کرو جسکا تمھین حق نہین ہے مین تمکو نصیحت کرتا ہون کہ تم منجملہ جاہلون کے ہو۔ اے میرے چچا میرے باپ صلوات اللہ علیہ نے مجکو پہلے کوفے کے جانے سے وصیت کی تھی۔ (یہ اشارہ ہے ام سلمہ رضہ کو کتب سپرد کرنے اور سفارش کرنے کا چنانچہ باب سرِّ مشتہ مین گذر چکا)

اور اس وصیت مین مجھ سے سفارش اور تاکید قبل ایک ساعت راہ خدا مین مقتول ہونے کے کی۔
اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلاح میرے پاس ہین جو انکی نشانی ہے پس تم اس امر کیطرف توجہ
ست کرو مجھے خوف ہے کہ اللہ تعالی تمھاری عمر مین کوتاہی کرے اور تمھاری حالت کو آخرت مین یا دنیا
مین بوجہ مسائل مشکل کے جواب سے عاجز رہنے کے پریشان کرے۔ اللہ تعالی نے وصی اور امام ہونا اولاد
حسینؑ مین رکھا ہے یہ اشارہ آیہ اولوا الارحام سورہ احزاب کیطرف ہے جسکا بیان حدیث دوم باب
جو نسٹھ مین ہو چکا۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمکو اطمینان ہو جاے تو ہمارے ساتھ حجر اسود کے پاس چلو تاکہ
ہم اوسکے سامنے اپنا قصہ بیان کرین اور جو کچھ تم نزاع کرتے ہو اوسکا سوال اوس سے کرین امام
محمد باقرؑ کہتے ہین کہ یہ گفتگو ان دونو مین مکہ مین ہوئی تھی فانطلقا حتی اتیا الحجر الاسود فقال
علی بن الحسینؑ لمحمد بن الحنفیۃ ابدأ انت فابتہل الی اللہ عزوجل فسأله ان
ینطق لک الحجر فابتھل محمد فی الدعاء وسأل اللہ ثم دعا الحجر فلم یجبه فقال علی
بن الحسین یا عم لو کنت وصیا واماما لاجابک قال له محمد فادع اللہ انت یا ابن اخی
وسأله فدعا اللہ علی بن الحسین لما اراد ثم قال اسألک بالذی جعل فیک میثاق الانبیاء
ومیثاق الاوصیاء ومیثاق الناس اجمعین لما اخبرتنا من الوصی والامام بعد الحسین
بن علیؑ قال فتحرک الحجر حتی کاد ان یزول عن موضعه ثم انطقه اللہ بلسان عربی
مبین فقال اللھم ان الوصیۃ والامامۃ بعد الحسین بن علی و فاطمۃ بنت
رسول اللہ صلی اللہ علیه واله لک قال فانصرف محمد بن علی وھو یتولی علی بن الحسینؑ
یعنی دونو صاحب چلکر حجر اسود کے پاس گئے (ظاہر یہ ہے کہ یہ معاملہ رات کو ہوا ہوگا تاکہ
مخالف مطلع نہون) اور بعض کا محمد بن حنفیہ کیطرف سے یہ عذر کرنا کہ یہ معارضہ حق ظاہر ہونے کے
لئے تھا کچھ ٹھیک نہین بقرینہ اسکے کہ اونھون نے خلوت مین بھی معارضہ کیا تھا چنانچہ پہلے

بیان ہوا۔ پس علی بن الحسین نے محمد بن حنفیہ سے کہا کہ تم ابتدا کرو کہ دعوی بزرگتری کرتے ہو خدا کے سامنے تضرع کرو اور اوس سے یہ درخواست کرو کہ تمھارے لئے حجر کو گویا کرے۔ پھر حجر سے دریافت کرنا۔ محمد بن حنفیہ نے دعا مین تضرع کر کے خدا تعالی سے اپنے مطلب کی استدعا کی اسکے بعد حجر کو پکارا تو اوس نے کچھ جواب نہ دیا۔ علی بن حسین نے کہا کہ اے چچا اگر تم وصی و امام ہوتے تو تمکو یہ جواب دیتا۔ محمد بن حنفیہ نے اونسے کہا کہ اے بھتیجے تم بھی خدا سے دعا کرو اور اس سے سوال کرو۔ پھر علی بن حسین نے بوجہا با خدا سے دعا کی اور حجر سے کہا کہ مین تجکو اوس ذات کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ جسنے تجھ مین رسولون کے پیمان رکھے ہین جنھون نے نبوت کے بعد رسالت کو پایا کہ اگر استطاعت رکھین گے تو ہر سال تیرے پاس آئین گے تاکہ لوگ مسائل دین کو اون سے لین اور پیروی ظن کی نکرین۔ اور بعد انبیا کے اونکے اوصیا کے پیمان تجھ مین رکھے کہ اگر استطاعت رکھین تو تیرے پاس ہر سال آوین۔ اور پیمان مردم کو تجھ مین رکھا ہے کہ جب کبھی مدت العمر مین استطاعت ہو تو ایکبار تیرے پاس آوین اور مسائل دین کو حاصل کرین اور جو لوگ نہ آسکے ہون اونکو خبر دین۔ تاکہ کوئی احکام الٰہی مین پیروی ظن نکرے۔ تو کچھ اور کام مت کر مگر یہ کہ ہمکو بتلا کہ بعد حسین بن علی ع کے وصی و امام کون ہے۔ امام باقر ع کہتے ہین کہ حجر نے حرکت کی اور قریب تھا کہ اپنی جگہ سے نکل پڑے۔ بعد اسکے اوسکو اللہ تعالی نے زبان عربی فصیح مین اس طرح گویا کیا کہ وصی اور امام بعد حسین بن علی و پسر فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے تمھارے لئے ہے۔ امام باقر ع کہتے ہین کہ پھر محمد بن علی چلے آئے اور علی بن حسین ع کو اپنا امام سمجھتے رہے۔

اس حدیث سے اور کچھ نہین تو یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ محمد بن خفیہ نے امامت کا دعوی کیا تھا اور مجرد دعوی کرنا اونکی تکفیر کے لئے کافی ہے۔ اگر بعد اسکے اونھون نے امام زین العابدین کو امام سمجھا تو گویا وہ کفر سے تائب ہوے مگر تھوڑے دن تک اونکے مرتد رہنے مین تو شک و شبہہ نہین۔

اب زید شہید کا حال سنئے۔ کتاب الحجہ اصول کافی مسمی بالصافی تصنیف ملا خلیل مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۲ مین

ابو جعفر محمد بن نعمان احول بیان کرتے ہین کہ حضرت زید بن علی بن الحسین نے اونھین بلایا۔ اور اوس وقت
حضرت زید چھپے ہوے تھے۔ مین اونکے پاس گیا تب حضرت نے مجھ سے کہا کہ اگر کوئی ہم مین سے خروج کرے
تو تم اوسکے ساتھ خروج کروگے مین نے کہا کہ اگر تمھارے باپ یعنی حضرت امام زین العابدین یا تمھارے
بھائی امام محمد باقر خروج کرین تو مین اونکا ساتھ دونگا تب زید شہید نے فرمایا کہ مین ہشام بن عبد الملک
خلیفہ بنی امیہ پر خروج کرنا چاہتا ہون تم میرا ساتھ دو۔ مین نے جواب دیا کہ مین تمھارا ساتھ نہین
دے سکتا۔ اور اوسکا سبب یہ ہے کہ اگر دنیا مین امام معصوم مفترض الطاعۃ موجود ہے تو جو
شخص کہ تمھارا ساتھ نہ دے ناجی ہے اور جو تمھارے ساتھ خروج کرے وہ ہلاک ہونے والون مین سے
ہے۔ ملا خلیل اس حدیث کی شرح مین فرماتے ہین کہ بنابراین شق ظاہرست فسق زید وتابعان او در ان
خروج کہ مبنی ست بر مذہب ظاہر الفساد او کہ با فاطمی بودن اجتہاد و خروج بسیف را شرط امامت میشمرد
غرضکہ اس سے حضرت زید شہید کا فاسق ہونا اور اونکا ہشام بن عبد الملک پر خروج کرنا حضرات
شیعہ کے پیشواؤن کے نزدیک ایسا گناہ تھا کہ وہ خود ہلاک ہونے والون مین داخل ہین اور
جس کسی نے اونکا ساتھ دیا اور جو لوگ اونکے ساتھ شہید ہوے وہ از روے مذہب اہل تشیع کے
او رموجب اس روایت کے گنہگار اور ہلاک ہونے والون مین سمجھے جاتے ہین۔ اور اسکا سبب صرف یہی ہے
کہ حضرت زید نے خروج کیا اور امامت کا دعوی فرمایا اور وہ درحقیقت امام معصوم مفترض الطاعۃ
نہ تھے اور اونکا مذہب بھی از روے اصول اہل تشیع کے فاسد تھا کہ وہ صرف فاطمی ہونا امامت کی
شرط نہ جانتے تھے بلکہ اسکے ساتھ اجتہاد اور جہاد کو بھی ضروری سمجھتے تھے۔ غرضکہ سمجھ مین نہین آتا کہ
حضرات شیعہ حضرت امام زین العابدین کے اوس فرزند کو جسنے بنی امیہ پر خروج کیا اور جسنے شہادت
کا درجہ پایا کس مونہہ سے فاسق اور بوجہ دعوی امامت کے کافر سمجھتے ہین اور امامت کے اصول کو
بہ نسبت زید شہید کے زیادہ سمجھنے کا دعوی کرتے ہین۔ اگر درحقیقت امامت کی شرائط اور اوسکے اصول

وہ ہین جو حضرت شیعہ مانتے ہین تو اس بات کو تسلیم کرنا ضرور ہے کہ یہ وہ شرائط ہین جسکو حضرت زید شہید
نہین سمجھے تھے۔ اور یہ وہ اصول ہین جو حضرت امام زین العابدین نے اپنے فرزند دلبند زید کو نہین بتائے تھے
اور اسی لئے احول کا جواب سنکر حضرت زید شہید متعجب ہوے اور کہنے لگے کہ اے ابو جعفر میرے باپ کو مجھ سے
ایسی محبت تھی کہ مین اونکے ساتھ کھانے پر بیٹھتا تو وہ گرم لقمے کو ٹھنڈا کرکے مجھے کھلاتے تا کہ گرم لقمے
سے مجھے تکلیف نہو۔ تو کیا مجھے وہ دوزخ کی آگ سے نڈراتے اور جن چیزون مین آخرت کی نجات ہے
اوسکی تجھے خبر کرتے اور مجھ سے نکہتے۔ گویا اس کہنے سے حضرت زید شہید نے احول کی تکذیب کی اور اون
اصول کو امامت کے جسے شیعہ مانتے ہین باطل ٹھہرایا۔ اب ذرا احول کا جواب سنیئے۔ کہ وہ زید شہید کے
جواب مین فرماتے ہین کہ اس لئے آپکے باپ نے آپکو خبر نہین دی کہ اونھون نے خوف کیا ہوگا کہ اگر تم اونکی باتکو
نہ مانوگے تو داخل جہنم ہوگے۔ اور مجھ سے کہا کہ اگر مین اوسے نمانون تو اونکو میرے دوزخ مین جانے کی
کیا پروا ہے اس روایت کو کافی کی جو معتبرین کتب احادیث شیعہ سے ہے اور جسکا درجہ صحت کا خدا
کی کتاب سے کم نہین دیکھکر ہر شخص متعجب ہوگا کہ امام نے اپنے ایک بیٹے کو تو امام بنایا اور اپنا وصی کیا
اور اوسکو معصوم اور مفترض الطاعۃ قرار دیا اور غیرونکو اوسکی طاعت کی ترغیب دی اور امامت کے
اصول سمجھائے۔ اور دوسرے بیٹے کو نہ صرف ان چیزون سے محروم رکھا اور وراثت سے
خارج کیا بلکہ امامت کی حقیقت بھی نہ بتائی۔ اور نہ جسکو وصی قرار دیا تھا اور جو اونکے بعد امام ہونیوالا
تھا اوسکی کیفیت سے آگاہ کیا بلکہ اونکو غفلت مین رکھا اور گمراہی کی راہ پر چلنے کے لئے کوئی روک
نہ رکھی جسکے سبب سے ایک بھائی نے دوسرے بھائی کے حقوق کو نہ پہچانا اوسکے حقوق کا خیال نرکھا
بلکہ خود اوسکا مدعی ہوا۔ اور امامت کا دعوی کرکے نہ صرف انکار امامت کی وجہ سے بلکہ امامت
کے دعوے کے سبب کافر اور مخلد فی النار ہونیکا مستحق ٹھہرا۔ اور باوجود اسکے کہ ایسی روایتون
کی تصدیق کرتے ہین اور ان اصولون کو مانتے ہین اور ائمہ کے حقیقی بھائیونکو اصول امامت سے

بے خبر سمجھتے ہین اور امام کو اپنے بیٹون سے بھی گویا ایک نوع تقیہ باز قرار دیتے ہین - اور پھر صحابہ پر حضرت
خلافت کی وجہ سے اعتراض کرتے ہین اور اونکو منکر نص امامت کہتے ہین - جبکہ حضرت امام زین العابدین نے
اپنے فرزند دلبند نور نظر پارۂ جگر زید شہید کو امامت کی حقیقت نہ بتائی اور اوسکے اصول نسمجھائے
اور اونکے بعد جو امام ہونے والا تھا اوسکی اطاعت کے لئے ہدایت نفرمائی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اونھون نے
امامت کا دعوی کیا اور خروج فرمایا اور شہید ہوئے جسکو موافق اصول شیعون کے کہنا چاہیے کہ ہلاک
ہوے یا خودکشی کی - تو ایسے فرقے سے کیا تعجب ہے کہ وہ صحابہ کو انکار خلافت کیوجہ سے کافر اور مرتد کہین
کوی یہ خیال نکرے کہ یہ اعتقاد صرف ابوجعفر احول کا تھا اور اوسی کے نزدیک حضرت زید شہید فاسق تھے
بلکہ یہی خیال حضرت امام جعفر صادق ع کا تھا - اسلیے کہ جب احول نے حضرت زید شہید سے ملنے اور اس
طور سے گفتگو کرنے کا ذکر امام جعفر صادق ع سے کیا تو اونھون نے اوسکی بہت تعریف کی اور فرمایا کہ تمنے
خوب ہی زید کو پکڑا اور آگے اور پیچھے اور اوپر اور نیچے کہین بھی کوئی راہ اونکے نکلنے کی نچھوڑے - اس سے
صاف ظاہر ہے کہ امام جعفر صادق کے نزدیک بھی زید شہید کا خروج ناجائز تھا اور اونکے ساتھی ہالک
اور مستحق دوزخ تھے - نعوذ باللہ من ذلک جیسا کہ شرح اصول کافی مسمی بصافی کی کتاب الحجۃ مین ملا
خلیل کافی کی حدیث کے ترجمے مین فرماتے ہین کہ احول کہتے ہین کہ پس حج کردم پس حکایت کردم
امام جعفر صادق ع را بسخن زید و آنچہ گفتہ او را - پس گفت مرا گرفتی او را از پیش او و از پس او و از جانب دست
راست او و از جانب دست چپ او و از بالای سر او و از زیر قدمہای او و وانگذاشتی برای او راہی کہ آمدن او رود -
یہ گفتگو جو درمیان احول اور حضرت زید شہید کے ہوی یہ اوس زمانہ کی ہے جبکہ اونکے والد بزرگوار
حضرت امام زین العابدین اور اونکے بھائی امام محمد باقر وفات پاچکے تھے اور امام جعفر صادق اونکے
بھتیجے امامت پر تھے - اس لئے کہ ملا خلیل کافی مین کہتے ہین کہ احول ذکر امام محمد جعفر صادق ع نکردہ و بفرض
پدر و برادر اکتفا کرد برای تقیہ و خوف افشا چہ بر امام رفتہ گرفتگیرے نیست و خروج زید در عہد و بیست و یک ہجری

بوده - وانتقال امام محمد باقر ع از دار دنیا در صد و چهارده ہجری بوده - اس سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ امام جعفر صادق ع کی امامت کے منکر تھے لیکن ایک دوسری روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زید شہید اپنے بھائی امام محمد باقر کے بھی امامت کے منکر تھے - اور نہ صرف منکر تھے بلکہ جو شرائط امام مین اونکے نزدیک ہونی چاہیین وہ اونمین نہ تھین - اور اس امر کو کچھ اونھون نے پوشیدہ نہ رکھا تھا بلکہ خود امام باقر ع نے خفا ہو ہو کر اونکا امامت کی قابلیت نہ رکھنا اونکے مونھہ پر کہدیا تھا - جیسا کہ کافی مین لکھا ہے کہ حضرت زید شہید اپنے بھائی امام محمد باقر ع کے پاس آئے اور اونکے پاس چند خطوط کوفیون کے تھے - جسمین لکھا تھا کہ آپ کوفہ کو آئیے - آپ کے لئے لشکر جمع ہے اور بنی امیہ پر خروج کیجیے - حضرت امام باقر ع نے کہا کہ یہ خطوط ابتداءً ہین کوفیون کیطرف سے ہمارے حق کی پہچان کے اور ہماری قرابت کے جو رسول اللہ سے ہے اور ہماری دوستی اور اطاعت کے فرض ہونیکی جیسا کہ وہ خدا کی کتاب مین پاتے ہین - پھر یہ بھی امام باقر ع نے فرمایا کہ امام مفترض الطاعۃ ایک ہی ہوتا ہے تمام رشتہ دارون مین سے پیغمبر کے - اور خدا تعالی صبر و تقیہ کا حکم دیتا ہے اونکو اوس زمانہ مین جبکہ ظالمون کا تسلط ہو - اور امام حسین ع کے بعد سے تا مہدی آخر الزمان تمام امام ماموربصبر ہین - اور خدا نے اوسکے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے - اور مہدی موعود کے زمانہ تک صبر لازم ہے - پس باید کہ سبک عقل نکنند البتہ تراآن جمعیکہ یقین بربوبیت رب العالمین ندارند و بدرستی کہ ایشان ہیچ فائدہ نمی رسانند در دفع از تو عذابی را از جانب اللہ تعالی کہ در قیامت باشد برای اینکہ اگر امام نبودی چرا خروج کردی - پس پیش از وقت کاری مکن و پیش گیری مکن در حکم بخیزی اللہ تعالی را کہ عاجز کند ترا محنت پس بیفکند ترا - اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام باقر ع حضرت زید کے ارادے کو نہ صرف برا سمجھتے تھے بلکہ اوسے عذاب الٰہی جانتے تھے - اور امام نہ ہونیکی حالت مین اونکے خروج کو قیامت کے دن مستحق ذلت اور سزا سمجھتے تھے - اور نہ صرف سمجھتے تھے بلکہ اونھون نے صاف صاف اپنے بھائی زید سے کہہ بھی دیا - یہ سنکر حضرت زید غضبناک ہوئے اور اپنے بھائی سے کہنے لگے کہ تم امام نہین ہو

بلکہ مین امام ہون کیونکہ تلوار لیکر خروج کرنا امامت کی شرطون مین سے ایک شرط ہے جو مجھ مین ہے تم مین نہین
اور امام وہ نہین ہے جو گھر مین بیٹھا رہے اور اپنے اوپر پردے لٹکائے رکھے اور جہاد سے بچتا رہے -
بلکہ امام وہ ہے کہ جو اپنے ملک کو ضرر سے بچائے اور خدا کی راہ مین جہاد کرے - چنانچہ الفاظ کافی یہ ہین
فغضب زید عند ذلک ثم قال لیس الامام منا من جلس فی بیتہ وارخی
سترہ وتبطأ عن الجہاد ولکن الامام من منع حوضہ وجاہد فی سبیل اللہ حق جہادہ
ودفع عن رعیتہ وذب عن حریمہ اور ملا خلیل اسکی شرح مین فرماتے ہین اوسکے یہ الفاظ ہین پس غضبناک
شد زید نزد آن - ایا بانیکہ تو امام ہستی و من امام نیستم بعد از ان برای آنیکہ خروج بسیف یکی از شروط امامت
آن در من ہست نہ در تو گفت نیست امام از جملہ ما اہل بیت رسول کسیکہ نشستہ خانہ خود و آویختہ پردہ
خود را و کارہ شد از جہاد و امر بترک جہاد کرد ولیکن امام از ما کسی ہست کہ نگہداری کرد از ضرر مملکت خود را
و جہاد کرد در راہ اللہ تعالی و دفع کرد ضرر را از رعیت خود و راند ضرر را از نگاہداشتن خود - امام باقر نے
فرمایا کہ اے میرے بھائی تم اپنے علم یقینی سے کیا اس بات کو جانتے ہو کہ تم مین امامت کے وہ خواص
ہین جسکو تمنے اپنے نفس سے منسوب کیا ہے - اگر ہے تو خدا کی کتاب یا سنت پیغمبر سے اوسکو پیش کرو
یا پچھلے زمانہ مین کوئی امام ایسا گذرا ہو کہ اوسکی صفات تمھارے موافق ہون اور یہ کہ جب تک تلوار
لیکر اوس نے خروج نکیا ہو تو وہ امام نہو - اور اوس حالت مین زمانہ امام سے خالی رہا ہو - اگر خروج بالسیف
امامت کے لئے ضروری ہے تو لازم آتا ہے کہ امام زین العابدین امام نہون یا اوائل رسالت مین کہ
پیغمبر خدا مامور بجہاد نہ تھے اور غار مین پوشیدہ ہوئے تھے رسول نہون - چنانچہ اصل عبارت شرح
کافی یہ ہے - پس گفت امام محمد باقر ع آیا می شناسی بعلم یقینی ای برادر من از خود ت چیزے را کہ نسبت
دادی بنفس خود را بوی آنکہ خواص امام باشد پس آوری برای چیز گواہی یقینی را از کتاب اللہ تعالی یا برہان
یقینی را از سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ - یا ازنی آن چیز مثل کہ اللہ تعالی در ایام گذشتہ کسی را امام کردہ باشد

کہ صفات او موافق صفات تو باشد مثل آنکہ جہل باحکام آلہی داشتہ باشند و اجتہاد کنند۔ مثل اینکہ ادعای کہ
خروج بسیف نکردہ باشد امام نباشد و زمانہ خالی از امام باشد و چون خروج کند امام شود پس لازم آید کہ
علی بن الحسین امام نباشد و ایضا رسول علیہ السلام در اوائل رسالت مامور بجہاد نبود و در غار پنہان شد
امام نباشد۔ و ایضا ملکت امام کل روی زمین ست و جہاد کل از رسول واقع نشد۔ مثال اینہا در انبیای
سابق و اوصیای ایشان بسیار ست چہ بدرستیکہ اللہ تعالی حلال کردہ جنس حلال را و حرام کردہ جنس حرام
را و در محکمات کتاب خود لازم کردہ لازمی چند را و زدہ مثلی چند را برای ائمہ حق و ائمہ باطل و طریقت خود
کردہ در ائمہ حق و باطل از نقیض چند را و نگہ داشتہ امامی را کہ ایستادہ است با مارت اللہ تعالی در شبہہ
در اینہا از اختلاف و پیروی ظن ہست چہ در ان صریح ست در اینکہ مجتہد امام نیست تا مبادا کہ
سبقت گیرد بر اللہ تعالی بکارے پیش از ان جاے تا آن کار با جتہاد کند در راہ او پیش از حلول
اہل آن جاے۔ انتہی شرح اصول کافی صفحہ ۴۴۹ و ۴۵۰۔

پھر ایسا اور بہت سی باتون کے اور بہت سی نصیحتون کے حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم
ابوبکر و عمر و عثمان کے طریقون کی تجدید کرنا چاہتے ہو۔ جنھون نے رسول خدا کی مخالفت کی
اور اپنی رای اور اجتہاد کے تابع ہوے اور خلافت کا دعوی کیا بغیر اسکے کہ اونکے پاس
کوئی دلیل خدا کی جانب سے یا کوئی وصیت رسول کی طرف سے ہوتی۔ اور پھر فرمایا کہ اے میرے بھائی
مین خدا سے تجھے پناہ دلاتا ہون کہ تو کناسہ مین سولی دیا جاے چنانچہ اصل عبارت کافی کی یہ ہے۔

اتريد يا اخي ان تحيي ملة قوم قد كفروا بايات الله وعصوا رسوله واتبعوا
اهواءهم بغير هدى من الله وادعوا الخلافة بلا برهان من الله ولا عهد
من رسوله اعيذك بالله يا اخي ان تكون هذا المصلوب بالكناسة ثم
ارفضت عيناه وسالت دموعه ثم قال الله بيننا وبين من هتك سترنا

وجحدنا حقنا وافشی سترنا ونسبنا الی غیر جدنا وقال فینا مالم نقلہ فی انفسنا

اوراسکا ترجمہ ملا خلیل صاحب یہ فرماتے ہین۔ ایا می خواہی کہ تجدید کنی طریقت جمعی را کہ منکر شدند آیات محکمات اللہ تعالی را کہ در انہا نہی از اختلاف و پیروی ظن ہست مراد ابوبکر و عمر و عثمان و سائر آئمہ ضلالت ست کہ مخالفت کردند رسول را و تابع شدند رایہای واجتہادات خود را بی راہنمائی از جانب اللہ تعالی و دعوی کردند خلافت رسول را بی برہانی از جانب اللہ تعالی ونہ وصیتی از جانب رسول او پناہ میدہیم ترا باللہ تعالی ای برادرم از نیکہ واقع در روزگار امام محمد باقر میشود چہ در روزگار امامت امام جعفر صادق شد بعد ازان اشک و چشم امام محمد باقر جاری شد اشکہای او بعد ازان گفت اللہ تعالی قاضی ہست میان ما و میان جمعی کہ دریدند پردۂ ما را۔ بیان شرک ائمہ ضلالت وجمعیکہ براہ ایشان میروند باشد و منکر دانستہ شدند حق ما را کہ اطاعت باشد خواہ در سامر بصبر وتقیہ وخواہ در غیر آن و فاش کردند راز ما را کہ دعوی امامت باشد ونسبت دادند ما را بغیر مرتبہ بزرگی ما بانیمعنی کہ باعث این شد کہ دہ سال صد و چہل ہجری اظہار دولت حق نشود چنانچہ مے آید در حدیث اول باب ہشتاد و یکم وگفتند ما چیزی را کہ نگفتیم در خود اشارت باین ست کہ خیال ایشان این ست کہ ما با وجود افشای سر ارادہ خروج داریم و این باعث آزار ما می شود و حال آنکہ ما ارادۂ آن نداریم تا وقت ظہور مہدی موعود۔

یعنی یہ کہکر امام باقر کی آنکھون سے پانی جاری ہونے لگا اور فرمانے لگے کہ خدا فیصلہ کرنیوالا ہے ہمارے درمیان اور اون لوگون کے جنھون نے ہماری پردہ دری کی اور اون لوگون کے کہ جو اونکی راہ پر چلتے ہین اور ہمارے حق و اطاعت جو اونپر فرض ہے اوسکے منکر ہین۔ یا صبر وتقیہ جسکا حکم ہے۔ اسکے سبب سے ہمپر انکار کرتے ہین۔ اس سے بڑہکر اور کیا ثبوت اس بات کا ہوگا کہ حضرت زید شہید مدعی امامت تھے۔ اور امام باقر کی امامت سے منکر۔ اور امام باقر اپنے بھائی زید کو دعوی امامت اور خروج بالسیف کے سبب سے قیامت کے دن مستحق عذاب الہی جانتے تھے اور اونکو لعین

ابوبکر و عمر و عثمان کے طریقون کے تجدید کرنے والا اور منجملہ ائمہ ضلالت سمجھتے تھے۔

اب یہ امر دیکھنا ہے کہ حضرات علما امامیہ حضرت زید شہید کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہین اور اس دعوی امامت کی نسبت جو اونھون نے کیا تھا کیا فرماتے ہین۔ اور باوجود اس دعوے کے اونکو فسق اور کفر سے کیونکر بچاتے ہین۔ اوسکی کیفیت یہ ہے کہ عموماً اعتقاد حضرات شیعہ کا نسبت حضرت زید شہید کے اچھا ہے اور اونکو بعد حضرت امام محمد باقرؑ کے افضل اور صاحب ورع و عبادت سمجھتے ہین۔ اور دعوی امامت کی نسبت فرماتے ہین کہ اونھون نے اپنے لئے نہین کیا بلکہ وہ اپنے بھائی امام محمد باقر ہی کو امام سمجھتے تھے۔ اور اونکا خروج اپنی امامت کے لئے نہ تھا بلکہ اوس سے سبب ہی دوسرا تھا۔ جناب مولنا مولوی دلدار علی صاحب غفرانمآب مرحوم تحفہ اثنا عشریہ کے جواب مین جسمین زید شہید کے دعوی امامت کا ذکر ہے فرماتے ہین۔ کہ شیخ مفید در ارشاد خود می فرماید کہ زید بن علی بعد امام محمد باقر افضل برادران و صاحب ورع و عبادت و فقاہت بودہ و بسخاوت و شجاعت موصوف۔ و خروج بشمشیر نمودہ و امر بمعروف و نہی از منکر می کرد و طلب خون جناب سید الشہدا می نمود۔ و بسیارے از شیعیان اعتقاد بامامت او داشتند و منشای این اعتقاد آنہا این بود کہ چون دیدند کہ او خروج بشمشیر نمود و دعوی میکرد بطرف الرضا من آل محمد گمان کردند کہ مراد او ازین حرف نفس خودش ست و چنین نبود چہ او عارف بود بآنکہ منصب امامت حق برادر بزرگوار او جناب امام محمد باقر ست و او وصیت کردہ بود در آخر وقت بحضرت صادق۔ و سبب خروج او این بود کہ روزے پیش ہشام بن عبد الملک کہ خلیفہ وقت بود رفت خلیفہ امر نمود باہل شام کہ در مجلس او حاضر بودند کہ چنان در مجلس تنگی نمائید کہ زید تا پیش خلیفہ نرسد زید گفت کہ ہیچ یک از بندگان خدا فوق این نیست کہ وصیت بتقوی نماید و من ترا وصیت می کنم بہ پرہیزگاری۔ ہشام گفت کہ تو خود را از اہل خلافت می شماری و حالانکہ تو از ام ولدی۔ زید گفت مادر جناب حضرت اسمعیل ام ولد بود و حال آنکہ مرتبۂ نبوت نزدیک خدا فوق تر از مرتبۂ خلافت ست۔ و چون ہشام زید را از لشکر خود بیرون کرد زید در

کوفہ آمدہ خروج نمود و مردان بسیار با وے بیعت کردند و آخر نقض بیعت نمودند و او شہید شد و چون خبر
شہادت او بجناب صادق رسید بسیار غمگین و ملول گردید و کسانیکہ با زید شہید شدہ بودند ہزار دینار بورثۂ آنہا
حضرت صادق از مال خود تقسیم نمود۔ انتہی و چون عبد الکاذب المناظرہ میان ہشام بن الحکم و
ہشام بن عبد الملک امتیاز نمودہ این مناظرہ را بر مناظرۂ امامت زید با غیب حسن نمودہ انتہی۔

گرچہ جناب قبلہ و کعبہ نے حضرت زید شہید کو کفر سے بچانے کے لئے بہت کوشش کی مگر وہ
اس بات کے ثابت کرنے مین کامیاب نہوسکے کہ حضرت زید شہید نے امامت کا دعوی نکیا
تھا۔ اور نہ اس امر کے ثبوت پیش کرسکے ہین کہ حضرت زید شہید امام محمد باقر کو امام سمجھتے تھے۔ بلکہ
بعد دیکھنے اون روایتون کے جو ہمنے اصول کافی سے اوپر نقل کین ہین قبلہ و کعبہ کی تحریر پر
مقولہ الغریق یتشبث بکل حشیش صادق آتا ہے۔ اور حضرت زید شہید کا باوجود
نائل ہونے درجۂ شہادت پر منکر امامت سمجھنا ایک ایسا قول ہے جو اون تاریخی واقعات سے
جو پایۂ ثبوت پر پہونچے ہوے ہین مطابق نہین ہوسکتا۔ اور اگر زید شہید کیا مخصوص ہین کون سا
امام ہے جسکی اولاد نے اپنے لئے امامت کا دعوی نہین کیا۔ چنانچہ زید شہید کے بعد اون کے
بیٹے یحیی نے۔ اور امام موسی کاظم کے بعد اونکے فرزند ابراہیم و زید نے اور حسن بن حسن مثنی
اور اونکے بیٹے عبد اللہ اور اونکے فرزند محمد ملقب بہ نفس زکیہ اور ابراہیم بن عبد اللہ اور زکریا
ابن محمد باقر اور محمد بن عبد اللہ بن الحسین بن الحسن اور محمد بن القاسم بن الحسن اور یحیی بن عمر
وغیرہ نے اولاد میں سے ائمہ کرام کے امامت کا دعوی کیا اور اکثر نے خروج فرمایا اور شہید ہوگے
کہاں تاریخی واقعات کی تکذیب ہوسکتی ہے۔ بلکہ وہ اختلاف جو امامت کے مسئلہ کی وجہ سے
ہوا اور جسکے سبب سے شیعون کے بہت سے فرقے ہوگئے وہ سب اس بات پر شاہد ہین کہ ائمہ
علیہم السلام کی اولاد نے کبھی امامت کو اصول دین سے نہین سمجھا۔ اور نہ منکر امامت کو

مثل منکر نبوت کے خیال کیا۔ اگر ائمہ کرام کی اولاد کا یہ عقیدہ ہوتا کہ امامت مثل نبوت کے ہے اور
ہر امام نے اپنے بعد ایک ہی کو اپنی اولاد مین سے امام بنایا اور اوسی کے لئے امامت کی وصیت
فرمائی۔ اور ہر ایک امام اپنی اولاد کو اوس وصیت سے اطلاع دیتا رہتا اور منکر امامت کو
مثل منکر نبوت کے کافر ٹھہراتا تو کیا ممکن تھا کہ ائمہ کرام کی اولاد اطہار اپنے باپ کی وصیت
نہ مانتی اور امام برحق کو امام برحق نسمجھتی۔ اور خود امامت کا دعوی کرتی۔ وہ اختلاف جو
امامت کے مسئلہ سے شیعون مین ہوا ہے اور جس سے بہت سے فرقے اس مذہب مین ہو گئے
ہین نہوتا اور نہ اتنے مختلف فرقے پیدا ہوتے۔ حالانکہ اختلاف کی یہ کیفیت ہے کہ ایک فرقہ
یہ کہتا ہے کہ حضرت علی کے بعد اونکے بیٹے محمد بن حنفیہ امام ہین اور یہ کیسانیہ فرقہ ہے۔ پھر محمد
بن حنفیہ کے بعد یہ اختلاف ہے کہ بعضے کہتے ہین کہ اونکا انتقال ہی نہین ہوا۔ اور بعض اونکے
انتقال کے قائل ہین۔ مگر یہ کہتے ہین کہ امامت اونکے بیٹے ابو ہاشم کو منتقل ہوئی۔
اور جو لوگ محمد بن حنفیہ کو امام نہین سمجھتے بلکہ حسنین کو اونمین یہ اختلاف ہے کہ
بعضے امام حسن کی اولاد مین امامت کو منتقل سمجھتے ہین اور اونکے بیٹے عبد اللہ اور اونکے بعد
محمد۔ پھر اونکے بھائی ابراہیم کو امام سمجھتے ہین۔ اور محمد اور ابراہیم وہ ہین جنھون نے خلیفہ منصور کے
زمانے مین خروج کیا تھا اور شہادت پائی تھی۔ اور بعض یہ کہتے ہین کہ بعد حضرت امام حسینؑ امام
حسنؑ کی اولاد مین امامت کبھی منتقل نہین ہوئی۔ اور جسنے دعوی کیا وہ کافر ہے اور امام
حسینؑ کے بعد اونکے فرزند امام زین العابدین امام برحق ہین پھر اونکے بعد بھی اختلاف ہے۔ زید آپکے
فرزند زید کی امامت کے قائل ہین اور اونکا یہ عقیدہ ہے کہ بنی فاطمہ مین سے جو شخص خروج
کرے اور عالم زاہد شجاع اور سخی ہو وہی امام مفترض الطاعۃ ہے۔ پھر امام جعفر صادق
کے بعد بھی امامت مین اختلاف ہے کیونکہ اون کے پانچ بیٹے تھے محمد و اسمٰعیل و عبد اللہ و موسی

وعلے۔ انمین سے ہر ایک کی امامت کا علیحدہ علیحدہ فرقہ معتقد ہے۔ بعض محمد کی امامت کے قائل ہین جسکو عماریہ کہتے ہین۔ بعض اسماعیل کی امامت کے معتقد ہین اور باپ کے سامنے اونکی موت کا انکار کرتے ہین اور یہ فرقہ مبارکیہ کہلاتا ہے۔ پھر انمین سے بعض ایسے ہین کہ انھین پر امامت کو ختم کرکے رجعت کے قائل ہین اور بعض ایسے ہین کہ اونکی اولاد مین آجتک امامت کے سلسلے کو جاری رکھتے ہین اس فرقے کا نام اسماعیلیہ ہے۔ اور بعضے عبداللہ کی امامت کے قائل ہین اور اونکی موت کے بعد اونکی رجعت کا عقیدہ رکھتے ہین۔ اور بعضے موسی کو امام برحق سمجھتے ہین اس لئے کہ آپ کے دادا نے فرمایا ہے کہ تم مین ساتوان امام قایم ہے اور وہ صاحب توریت کے ہمنام ہوگا۔

غرضکہ اسی طرح اس مسئلہ امامت مین صرف اس وجہ سے اختلاف ہے کہ کسی امام کی اولاد نے بالاتفاق کسی خاص ایک امام کی امامت پر اتفاق اور امامت کے دعوے سے احتراز نہین کیا۔ صرف حضرات اثنا عشری حضرت علی سے لیکر تا حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارہ امامون کے معتقد ہین اور اونکے عقیدے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ باقی اور امام زادے جنھون نے امامت کا دعوی کیا یا امام برحق کو امام نہین مانا وہ سب کے سب نعوذ باللہ کافر اور مخلد فے النار ہین۔

تمّت
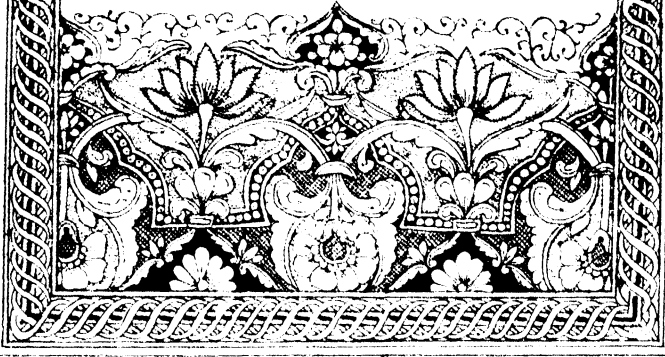
بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحث فدک

اب ہم اصل بحث فدک کی شروع کرتے ہین اور اسمین ان باتون کو بیان کرین گے۔

(۱) فدک کی حقیقت۔ اور اوسکے حدود۔ اور اوسکی آمدنی۔

(۲) فدک کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے مین آیا۔

(۳) فئے کی معنی اور اوس کا مصرف۔

(۴) فدک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ہبہ فرمایا تھا یا نہین۔

(۵) حضرت سیدۃ النسا فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تھا یا نہین۔

(۶) میراث کے دعوی کی حقیقت۔

فدک کی حقیقت اور اوسکے حدود اور اوسکی آمدنی

قاموس مین لکھا ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے خیبر مین۔ اور مصباح اللغۃ مین لکھا ہے کہ وہ ایک بلدہ ہے جو مدینے سے دو روز کی راہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل۔ اور لسان العرب مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین اور ازہری کہتے ہین کہ وہ ایک گاؤن

ہے خیبر مین - اور بعضے کہتے ہین کہ وہ حجاز کے ایک طرف مین واقع ہے - اوسمین چشمے تھے
اور کھجور کے درخت اور خدا نے اوسے اپنے پیغمبر پر فئے کیا تھا - اور مراصد الاطلاع علی اسماء
الامکنۃ والبقاع مطبوعہ جرمنی کی جلد دوم صفحہ ۳۴۲ مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز
مین مدینے سے دو یا تین دن کے فاصلے پر واقع ہے - اور اوسے خدا نے اپنے رسول
کو فئے کیا تھا - اسلئے کہ صلحاً حاصل ہوا تھا - اوسمین چشمے تھے اور کھجور کے درخت - اور
معجم البلدان یاقوت حموی مین ہے کہ فدک ایک گاؤن ہے حجاز مین مدینے سے دو دن
کی راہ پر اور بعض روایت مین تین دن کی راہ پر - اور یہ گاؤن ہجرت کے ساتوین سال صلحاً
نصف پر آنحضرت صلعم کے ہاتھ مین آیا تھا - اور اوسمین بہت سے چشمے پانی کے اور خرمے
کے درخت تھے - فتح الباری شرح صحیح بخاری کی جلد ششم صفحہ ۱۴۰ مین لکھا ہے کہ فدک
ایک قصبے کا نام ہے اوسمین اور مدینے مین تین دن کا فاصلہ ہے - قاضی نور اللہ تستری
احقاق الحق مین فرماتے ہین کہ صاحب ابطال الباطل کا یہ کہنا کہ فدک خیبر کے گاؤن مین
سے ایک گاؤن تھا جھوٹ ہے اسوجہ سے کہ صاحب جامع اصول نے مالک بن اوس سے
روایت کی ہے کہ عمرؓ نے جو حجتین بیان کین اونمین سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ کے لیے
صفایا بنی نضیر اور خیبر اور فدک کا ثلث تھا - اور جناب مولانا سید دلدار علی صاحب عماد الاسلام
کے دسوین باب کی فصل اول مین شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید معتزلی سے نقل کرکے فدک
کی حقیقت وہی بیان فرماتے ہین جو قاضی صاحب نے بیان کی ہے -

فدک کے حدود جو کچھ حضرات شیعہ نے بیان کئے ہین اور اوسکی حد بندی کا قصہ
اونھون نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے - ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی آٹھوین جلد کتاب الفتن
صفحہ ۱۰۱ مین فدک کی حد بندی کی نسبت بسند عبد اللہ بن سنان حضرت امام جعفر صادق ؑ سے
یہ بیان کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم فاطمہ ؑ کے گھر مین بیٹھے ہوے تھے کہ جبرئیل ؑ
آئے اور کہا ای محمدؐ اوٹھو خدای تبارک وتعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپکے لیے اپنے پرون سے

فدک کی حد بندی کر دون - آپ جبریل کے ساتھ اوٹھ کھڑے ہوے اور تھوڑی دیر مین لوٹ آئے - اور حضرت سیدہ کے پوچھنے پر آپنے فرمایا کہ جبریل نے میرے لیے اپنے پروننے فدک کی حد بندی کر دی ہے -

ہمکو افسوس ہے کہ کوئی روایت حضرات امامیہ نے کسی امام کی طرف سے ایسی بیان نہین فرمائی جس سے معلوم ہوتا کہ جبرئیل امین نے اپنے پرون سے جو حدود فدک کے مقرر کیے تھے وہ اوسی قریے یا بلدے کے تھے جو ایک گاؤن مدینے سے دو دن یا تین دن کی راہ پر ہے - یا وہ حدود مقرر کیے تھے جن کا ذکر حضرت امام موسیٰ کاظم کی روایت مین ہے - جسکی ایک حد عدن اور دوسری سمرقند اور تیسری افریقہ اور چوتھی سمندر جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے تھی - اور جسکی نسبت ہارون رشید نے کہا تھا کہ یہ تو سب دنیا ہے - اور یہ وہ روایت ہے جسے اب ہم بیان کرتے ہین -

بحار الانوار مین مناقب ابن شہر آشوب سے ملا باقر مجلسی نے نقل کیا ہے کہ ہارون رشید نے حضرت امام موسی کاظمؑ سے کہا کہ آپ فدک لے لیجیے حضرت نے انکار کیا - اور جب کبھی ہارون رشید اونسے فدک کے لیے کہتا تو وہ انکار ہی کرتے - آخر جب اوسنے بہت اصرار کیا تو آپنے فرمایا کہ مین اوسے نہ لونگا جبتک مع اپنے حدود کے ندیا جاوے - ہارون رشید نے کہا اچھا اوسکے حدود بتلاؤ - امام نے فرمایا کہ اگر مین نے اوسکے حدود بتا دے تو تم ہرگز ندوگے - ہارون رشید نے کہا قسم ہے تمھارے نانا کی ضرور دونگا - تب امام نے کہا کہ پہلی حد اوسکی عدن ہے - یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ متغیر ہوگیا - پھر امام نے کہا کہ دوسری حد اوسکی سمرقند ہے - یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ تمتمانے لگا - پھر امام نے کہا کہ تیسری حد اوسکی افریقہ ہے - یہ سنکر ہارون رشید کا چہرہ سیاہ ہوگیا - پھر امام نے فرمایا کہ چوتھی حد اوسکی سمندر کا کنارہ ہے جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے - تب ہارون رشید نے کہا کہ آپنے ہمارے لیے تو کچھ بھی نچھوڑا - امام نے کہا کہ مین نے تمسے پہلے ہی کہدیا تھا کہ اگر مین فدک کے حدود

تبا ونگا تو تم کبھی ندوگے۔ اسی پر ہارون رشید نے امام کے قتل کا ارادہ کرلیا۔ اس روایت کو لکھکر پھر ملا باقر مجلسی لکھتے ہین کہ ابن اسباط کی روایت مین پہلی حدادسکی عریش مصر اور دوسری دومۃ الجندل اور تیسری اُحد اور چوتھی سمندر بیان کی تھی۔ اسپر ہارون رشید نے کہا کہ یہ سب دنیا ہے۔ اسپر امام نے کہا کہ یہ سب یہودیون کے قبضے مین ابو ہالہ کے مرنے کے بعد تھی۔ پس اوسکو خدا اور رسول نے اپنے لیے فئے بغیر جنگ و جدل کے کرلیا۔ اور خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ یہ حضرت فاطمہؑ کو دیدو۔

ملا باقر مجلسی فرماتے ہین کہ یہ دونو حدبندیان جو بیان کی گئین اوسکے خلاف ہین جو لغت نویسون نے بیان کین ہین اور پھر اس کا جواب ملا صاحب یہ دیتے ہین کہ شاید مراد امام کی یہ ہے کہ یہ سب فدک کے حکم مین داخل ہین اور گویا دعوی اون سب پر تھا۔ اور فدک کا نام صرف مثالاً اور تغلیباً تھا۔ (صفحہ ۱۰۱ بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران)

یہ روایت متعلق حدود فدک کے جو حضرات شیعہ بیان کرتے ہین اوسے ہمنے اسلئے یہان بیان کیا کہ گویا وہ فدک اور خلافت کو مرادف سمجھتے ہین یعنی جہان تک مسلمانونکا قبضہ تھا وہ فدک کے حکم مین داخل تھا۔ اور حضرت فاطمہؑ اوسی کا مطالبہ فرماتی تھین۔ مگر فدک جیسا کہ ہم اپنی روایتون سے اوپر بیان کرچکے ایک موضع ہے اور اوسکے حدود جسطرح سب گاؤن کے معین اور معلوم ہوتے ہین سب جانتے تھے۔ پیغمبر خدا صلعم نے اوس کا انتظام اونھین لوگون کے سپرد کردیا تھا جن سے صلحًا لیا گیا تھا۔ اور یہ قرار پایا تھا کہ جو کچھ پیدا ہو اوسمین سے نصف وہ لوگ لے لیا کرین اور نصف آنحضرت صلعم کو دیا کرین چنانچہ مطابق اسکے ہرسال پیغمبر خدا صلعم کی طرف سے کچھ لوگ جاتے اور تخمینہ کرکے آنحضرت کا حصہ نصف لے آتے۔ اور جو غلہ وہان سے آتا اوسے حضرت اپنے اہل وعیال کے لیے رکھکر باقی مسلمانون کو تقسیم کردیتے۔

مگر حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ اوسکی آمدنی ہرسال چوبیس ہزار دینار تھی جیسا کہ ملا باقر مجلسی

حیات القلوب مین لکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے اہل فدک کے ساتھ تعہد کرلیا تھا کہ وہ ہر سال چوبیس ہزار دینار دیا کرین کہ اس زمانے کے حساب سے تقریبا تین ہزار چھ سو تومان (سکۂ ایرانی) ہوتے ہین اور صاحب تشئید المطاعن کہتے ہین کہ بحساب ہندوستان کے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ اوس کا ہوتا ہے۔ اور صاحب تشئید المطاعن نے لکھا ہے کہ ابوداود اپنی سنن مین لکھتے ہین کہ عمر بن عبد العزیز جب خلیفہ ہوے تو اوس وقت فدک کی آمدنی چالیس ہزار دینار تھی۔

فدک کیونکر آنحضرت صلعم کے قبضے مین آیا

فتح الباری کی جلد ششم صفحہ ۱۳۹ مین لکھا ہے کہ تمام اصحاب مغازی نے فدک کے آنحضرت صلعم کے قبضے مین آنیکا قصہ یہ بیان کیا ہے کہ فدک کے باشندے یہودی تھے جب خیبر فتح ہوگیا تو ان لوگون نے آنحضرت صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمین امن دین ہم شہر کو چھوڑکر چلے جاوین گے۔ اور ابوداود نے زہری کی راویت سے بیان کیا ہے کہ خیبر کے کچھ باقی لوگ قلعہ بند ہوگئے تھے اونھون نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ آپ ہمارا خون معاف کردیجیے اور ہمین چلے جانیکی اجازت دیدیجیے آپ نے ایسا ہی کیا۔ اسکو اہل فدک نے سنا اور اونھون نے بھی ایسا ہی معاملہ کیا۔ اور ابوداود نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم بقیہ اہل خیبر کا محاصرہ کررہے تھے کہ اوسی اثنا مین فدک والون سے اور چند معین گاؤن والون سے صلح ہوگئی۔

تفسیر کبیر صفحہ ۲۷۱ مطبوعہ مصر مین آیہ مَّآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنْهُمْ کی شان نزول مین لکھا ہے کہ یہ آیت فدک کے متعلق ہے اسلیے کہ فدک کے باشندے جلاوطن کردیے گئے تھے اور اون کے سب گاؤن اور مال بغیر لڑائی کے رسول اللہ صلعم کے قبضے مین آگئے تھے۔ اور فدک ہی کے غلے مین سے آنحضرت صلعم اپنا اور اپنے عیال کا خرچ نکالکر باقی کو ہتیارون وغیرہ مین خرچ کردیا کرتے تھے۔

امام ابو العباس احمد بن یحیی بلاذری فتوح البلدان مین لکھتے ہین کہ اسامہ بن زید نے ابن شہاب سے اور اونھون نے مالک بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا ہے کہ رسول اللہ کے تین صفایا تھے (صفایا اوس مال اور چیز کو کہتے ہین جو امام اغنیمت مین سے اپنے لیے علیحدہ کرلے) اول بنی نَضِیر کا مال دوسرے خیبر تیسرے فدک بنی نضیر کے مال آنحضرت صلعم نے اپنی ضرورتون کے لیے روک لیے تھے اور فدک مسافرون کے لیے تھا اور خیبر کے تین حصے کرکے دو مسلمانون کو تقسیم کردیے تھے اور ایک حصہ اپنے لیے اور اپنے اہل کے لیے روک لیا تھا۔ آنحضرت کے اہل کے خرچ سے جو بچ رہتا تھا وہ فقرائے مہاجرین کو دی دیا جاتا تھا۔ (دیکھو صفحہ ۳۰ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی)

اوسی کتاب مین یہ بھی روایت ہے کہ لوگون نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے خیبر سے مراجعت فرماتے ہوے مُحَیِّصہ بن مسعود انصاری کو اہل فدک کے پاس دعوت اسلام کرنیکو بھیجا اونکا رئیس ایک شخص یہودی بنام یوشع بن نون تھا یہودیون نے نصف حصہ زمین پر رسول اللہ سے صلح کرلی۔ مسلمانون نے سوارون سے اس قسم کا حملہ نہین کیا تھا اسلیے یہ حصہ خالص رسول اللہ کا تھا۔ جو مسافر آپ کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے اونکی صرف مین اوسکی آمدنی آیا کرتی تھی اوسکے باشندے وہین فدک مین رہا کیے یہانتک کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوے اور اونھون نے حجاز سے یہودیون کو نکالدیا۔ ابو الہیثم مالک بن تَیِّہان اور سَہل بن ابی حَثمَہ اور زید بن ثابت انصاریون کو فدک مین بھیجا اونھون نے اوسکی نصف زمین کی منصفانہ قیمت مقرر کرکے یہود کو دیدی اور ملک شام کی طرف اونکو نکال باہر کیا۔ (دیکھو صفحہ ۲۹ فتوح البلدان مطبوعہ جرمنی) قریب قریب ایسکی تاریخ طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر مین بھی لکھا ہے جسکی اصل عبارتین ہم حاشیہ پر نقل کرتے ہین۔

قاضی نور اللہ شستری صاحب احقاق الحق نے بحوالہ معجم البلدان مولف یاقوت حموی شافعی کے لکھا ہے کہ فدک کو اللہ تعالی نے سنہ سات ہجری مین اپنے رسول پر صلح کے طور پر

صہ ولا رکاب لیصرف ما یاتیہ منہا علی ابناء السبیل ولم یزل اہلہا بہا حتی استخلف عمر بن الخطابؓ واجلی یہود الی الحجاز فبعث ابا الہیثم بن التیہان

فئے کیا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپ خیبر مین نازل ہوے اور اوسکے قلعون کو فتح کیا
اور اوسمین کوئی نہ رہا صرف ایک تہائی لوگ رہگئے اور اونپر حصار کی سختی ہوئی تو اونھون
نے رسول اللہ کے پاس آدمی بھیجکر پوچھا کہ اونکے جلا وطن ہونے پر انکو اجازت دیدین
آپ نے اسکو منظور کرلیا۔ پھر یہ خبر اہل فدک کو پونہچی تو اونھون نے آپ کی خدمت مین
قاصد بھیجکر دریافت کیا کہ ہمسے نصف اموال اور ثمار پر صلح کرلین آپ نے اسکو بھی منظور
کرلیا۔ تو یہ ہے وہ صورت جسپر گھوڑون اور شترون کی دوڑ نہین ہوئی اسیلیے یہ خالص
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوئی۔

اور بحار الانوار مین بروایت امام جعفر صادق ع فدک کے قبضے مین آنحضرت کے آنے کی
کیفیت اسطرحپر لکھی ہے کہ ایک جہاد مین رسول اللہ صلعم تشریف لیگئے جب آپ وس سے لوٹے
اور راستے مین کسی جگہ ٹھہرے اور اور لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے کہ آپ کے پاس جبریل ع آئے
اور کہا کہ ای محمد اوٹھو اور سوار ہولو۔ آپ سوار ہوے اور جبریل ع آپ کے ساتھ تھے اور آپکے
لیے زمین ایسی لپٹ گئی جیسے کپڑا لپیٹ لیتے ہین یہان تک کہ فدک پر پہونچے۔ جب اہل فدک
نے گھوڑون کا آنا سنا تو اونکو یہ خیال ہوا کہ اونکا کوئی دشمن چڑھ آیا اونھون نے شہر کے
دروازے بند کردیے اور شہر سے باہر ایک گھر مین ایک بوڑھیا رہتی تھی اوسکو کنجیان دروازون
کی دیکر خود پہاڑون پر جا چڑھے۔ جبریل ع بوڑھیا کے پاس آئے اور اوس سے کنجیان لیکر
شہر کے دروازے کھولے۔ پیغمبر صاحب ص نے اوسکے گھر گھر مین دورہ کیا۔ جبریل ع نے کہا
ای محمد ص یہ وہ ہے جسکو اللہ تعالی نے خاص آپ کو دیا ہے نہ اور لوگون کو۔ یہی معنی ہین اس
قول خداوندی کے مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ الخ۔ پھر جبریل ع نے دروازے بند کردیے اور
کنجیان آپ کو دیدین۔ اور رسول اللہ صلعم نے اونکو اپنے سیف کے غلاف مین رکھ لیا اور
وہ غلاف آپ کے کجاوے مین معلق تھا۔ پھر آپ سوار ہوے اور زمین آپ کے لیے لپیٹ
دی گئی کہ آپ قافلے مین پونہچ گئے۔ اور لوگ اوس وقت تک اپنے مقامون پر بیٹھے ہوے تھے

متفرق نہوے تھے اور نہ کہین گئے تھے کہ اتنے مین آپ نے فرمایا کہ ہم فدک گئے تھے
اور اللہ تعالی نے مجھی کو غنیمت مین اوسکو دیا ہے۔منافقین نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ
کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کنجیان ہین فدک کی اور اُنکو اپنے غلاف سیف مین سے نکالکر
دکھلائین پھر لوگ سوار ہوے اور جب مدینے مین پہونچے تو آپ فاطمہؑ کے پاس آئے اور
فرمایا کہ ای بیٹی تیرے باپ کو اللہ تعالی نے غنیمت مین فدک دیا ہی اور وہ تیرے باپ ہی کے
لیے خاص ہے نہ اور مسلمانون کے لیے مین اوسمین جو چاہون سو کرون الخ۔

ملا باقر مجلسی تفسیر فرات بن ابراہیم سے روایت مذکورۂ بالا سے بھی بڑھکر ایک
عجیب غریب روایت نقل کرتے ہین جو اونکے مذاق کے بالکل مطابق ہے۔اور جسمین
اونکو گویا اس بات کا دکھانا ہے کہ فدک بمدد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اور بعد قتل بعض سرداران
فدک کے قبضے مین پیغمبرؐ کے آیا تھا اور اس سے ضمناً جناب امیر کا حق فدک پر ثابت کرنا منظور
ہے وہ روایت یہ ہے کہ زید بن محمد بن جعفر علوی نے محمد بن مروان سے اور اوسنے عبید
بن یحییٰ سے اور اوسنے محمد بن علی بن الحسینؑ سے یہ روایت کی ہے کہ جبریل پیغمبر خدا صلعم کے
پاس آئے اور آنحضرتؐ نے اپنے ہتیار لگائے اور اپنی سواری پر زین کسا اور علیؑ نے
بھی اپنے ہتیار لگائے اور زین کھینچا پھر دونون آدھی رات کو اوس طرف چلے جسے کوئی
نہین جانتا تھا اور جہان خدا نے اونکو لیجانے کا ارادہ کیا تھا یہانتک کہ وہ فدک مین پہونچے
اوسوقت آپ نے علیؑ سے کہا یا تم مجھے اوٹھا کر لیچلو یا مین تمکو اوٹھا کر لیچلون۔حضرت علیؑ
نے عرض کیا کہ مین آپکو اوٹھا کر لیچلونگا آپ نے فرمایا کہ نہین مین تمکو لیچلونگا پس آپنے علیؑ کو
اپنے بازو پر اوٹھا لیا اور لیچلے یہانتک کہ قلعۂ فدک کی شہرپناہ پر پونہچگئے اور وہان سے علیؑ
قلعے مین داخل ہوے اور اونکے پاس آنحضرت صلعم کی تلوار تھی اور وہان جا کر علیؑ نے اذان
دی اور تکبیر کہی کہ قلعہ والے اوس آواز کو سنکر گھبرائے ہوے دروازے پر نکل آئے اور دروازہ
کھولکر باہر نکل گئے۔پھر اونکے سامنے آنحضرتؐ آگئے اور علیؑ بھی اونکی طرف پونہچگئے۔پھر علیؑ نے

اٹھارہ آدمی اونکے سرداروں اور بزرگونمین سے قتل کیے اور باقیون نے اپنے آپ کو حوالے کردیا۔ اور آنحضرت نے اونکے بچون کو اپنے آگے کرلیا اور جو اونمین سے بچے اور سنکے مال واسباب کو اونکی گردنون پر رکھکر مدینے کو لیگئے۔ پس کسی اور کو سوائے آنحضرت صلعم کے فدک کے لینے مین تکلیف نہین کرنی پڑی۔ اسلیے فدک آپ کے اور آپکی ذریت کے لیے مخصوص ہوا اور مسلمانون کا اوس مین کوئی حصہ نہوا۔ (صفحہ ۹ بحار الانوار کتاب الفتن) غرض کہ یہ امر بین الفریقین مسلم ہے کہ فدک اون اموال مین سے ہے جسکو فئے کہتے ہین اسلیے اب ہم فئے کے معنے اور اوس کا مصرف بیان کرتے ہین۔

فئے کے معنے اور اوسکا مصرف

لسان العرب مین ہے کہ فئے اوس غنیمت اور خراج کو کہتے ہین جو مسلمانون کو کفار کے اموال سے بے جنگ و جہاد کے حاصل ہوئی ہو۔ اصل مین فئے کے معنے رجوع کے ہین گویا اصل مین مسلمانون ہی کا تھا اونھین کی طرف لوٹ آیا اور اسی وجہ سے فئے اوس سایے کو کہتے ہین جو بعد زوال کے ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی غرب کی جانب سے شرق کی جانب لوٹ جاتا ہے۔

یہ لفظ فئے کا قرآن مجید سے لیا گیا ہے اور یہ کہ وہ کس سے مخصوص ہے اور اوس کا مصرف کیا ہے۔ آیۂ مفصلۂ ذیل مین جو سورۂ حشر مین واقع ہے مذکور ہے۔ خداوند تعالے فرماتا ہے۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ تفسیر کبیر کی جلد ششم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۷۱ مین اس آیت کی تفسیر مین لکھا ہے کہ مبرّد کا قول ہے کہ فاء یفیئ جب بولا جاتا ہے کہ جب کوئی چیز لوٹے۔ اور جب خدا کسی چیز کو لوٹاوے تو افاء اللہ بولتے ہین۔ ازہری کا قول ہے کہ فئے اون مالونکو

کہتے ہین جو بغیر لڑائی کے خدا مخالفین سے مسلمانون کو دلواتا ہے۔ اسکی کئی صورتین ہین یا مخالفین اپنے وطنون سے نکل جاوین اور اونکو مسلمانون کے لیے چھوڑ جاوین۔ یا جزیہ پر صلح کرلین جسکو ہر شخص کی طرف سے ادا کیا کرین۔ یا علاوہ جزیہ کے اور کوئی چیز خون ریزی کے فدیہ مین ملے جیسے کہ بنی نضیر نے آنحضرت صلعم کی صلح کے وقت کیا تھا کہ ہر تین آدمی ایک اونٹ کو علاوہ ہتیارون کے اور جس چیز سے چاہین بھرلین اور باقی ماندہ چھوڑ جاوین پس یہ باقی ماندہ مال فئے ہے۔ یہی وہ مال تھا جسکو خدا نے کفار سے مسلمانون کی طرف پھیر دیا۔ اور منہم کی ضمیر یہود اور بنی نضیر کی طرف پھرتی ہے۔ اور فما اوجفتم وجف الفرس والبعیر یجف وجفا وجیفا سے ہے۔ وجف کے معنے تیز روی کے ہین جب کوئی شخص کسی کو تیز روی پر آمادہ کرے تب اوجف صاحبہ کہا کرتے ہین۔ اور علیہ کی ضمیر ما افاء اللہ کی طرف راجع ہے اور من خیل ولا رکاب رکاب اونٹ کی سواری کو کہتے ہین۔ عرب کے لوگ اونٹ کے سواری کو راکب کہتے ہین اور گھوڑے کے سوار کو فارس۔ اس آیت کے معنے یہ ہین کہ صحابہ نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی تھی کہ جیسے آپنے مال غنیمت کو لوگومین تقسیم کردیا ہے ایسے ہی مال فئے کو بھی تقسیم کردیجیے۔ اسپر خدا تعالی نے ان دو چیزون مین فرق بیان کردیا۔ کہ مال غنیمت وہ ہے جسکے حاصل کرنے مین تمنے محنت برداشت کی ہو اور گھوڑون اور اونٹون سے اوسپر حملہ کیا ہو۔ اور فئے اسکے خلاف ہے اسکے حاصل کرنے مین تمکو کچھ تھکان نہین ہوئی اسیلیے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپردگی مین رہیگا وہ جہان چاہین اسکو صرف کرین۔

اسی آیت کی تفسیر مین امام رازی لکھتے ہین کہ اگر یہ آیت متعلق اموال بنی نضیر کے ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اونکے اموال لڑائی کے بعد ضبط کیے گئے تھے اسیلیے چاہیے کہ وہ مال غنیمت ہون نہ منجملہ مال فئے کے۔ اور اس کا وہ یہ جواب دیتے ہین کہ مفسرین نے دو وجہ بیان کی ہین۔ ایک یہ کہ یہ آیت بنی نضیر کی بستیون کے متعلق نہین ہے بلکہ فدک کے

متعلق ہے۔اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگرچہ بنی نضیر کے اموال کے متعلق ہے مگر جب اون سے
لڑائی ہوئی تھی تب مسلمانون کے پاس گھوڑون اور اونٹونکا کچھ سامان نہ تھا اور نہ کچھ ایسی
مسافت قطع کرنی پڑی۔ وہ لوگ مدینے سے صرف دو میل تھے مسلمان وہان سے پیادہ پا وہان
چلے گئے صرف رسول اللہ صلعم اونٹ پر سوار تھے۔اور لڑائی بھی بہت خفیف سی ہوئی
اور گھوڑے اور اونٹ توبالکل موجود ہی نہ تھے اسلیے خدا تعالی نے ان چیزون کے حاصل
ہونے کو ویسا ہی قرار دیا جیسے بغیر لڑائی کے حاصل ہوتے ہین اور یہ مال آنحضرت صلعم کے لیے
خاص کردیا۔اسکے بعد ایک روایت مین آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان مالون کو مہاجرین
مین تقسیم کردیا تھا۔انصار مین سے صرف تین آدمیون کو دیا تھا جو حاجت مند تھے۔ ابو دجانہ
اور سہل بن حُنیف اور حارث بن صمّہ۔

اون اموال کے متعلق جو رسول خدا صلعم کے ہاتھ مین آتے اور بعد آپ کے خلفا اور
ائمہ اوسپر متصرف ہوتے ضرور ہے کہ اونکے اقسام اور حقیقت اور مصرف کا بیان ذرا تفصیل سے
کیا جاے تاکہ معلوم ہو کہ فئے جسے کہتے ہین اوسمین اور دیگر اقسام مین مثل غنیمت وغیرہ کے
کیا فرق ہے اور ان اموال پر رسول خدا صلعم یا خلفا اور ائمہ کا تصرف مالکانہ تھا یا متولیانہ
چنانچہ اوسے ہم بیان کرتے ہین۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اکثر صدقہ اور صدقات کا لفظ قرآن مجید اور احادیث مین آیا
ہے اوسکے دو معنے ہین ایک عام اور ایک خاص۔کبھی وہ اپنے عام معنے مین اون اموال
پر بولا جاتا ہے جو مسلمانون کے مصالح اور انتظام لشکر اور دیگر کامون مین صرف کرنے کے لیے
تحصیل کیے جاتے ہین۔ اور ان معنی مین صدقہ زکوۃ اور اموال لاوارث اور خمس غنیمت اور
خراج اور فیئے وغیرہ سب کو شامل ہے۔اور کبھی مخصوص معنی مین اوسکا استعمال ہوتا ہے
اور اس سے مراد صرف زکوۃ اور صدقہ اصطلاحی یعنی خیرات ہوتی ہے۔اور وہ صدقہ جو اہلبیت
رسول پر حرام ہے وہ صدقہ مخصوص ہے یعنی زکوۃ اور خیرات۔

جو مال آنحضرت صلعم کے قبضے مین آتا اوسکی تین قسمین تھین۔ زکوٰۃ۔ غنیمت۔ فئے۔ زکوٰۃ پر صدقے کا اطلاق ہوتا ہے اور اوس کا ذکر سورۂ توبہ مین ہے اور اوسی مین زکوٰۃ کا مصرف بیان کیا گیا ہے۔ غنیمت اوس مال کو کہتے ہین جو لڑائی مین ہاتھ آئے اور اوسی کو بعض انفال بھی کہتے ہین۔ اور اس کا ذکر سورۂ انفال مین آیا ہے۔

زکوٰۃ کے مصرف کی نسبت خداوند تعالی فرماتا ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ کہ صدقات کے مستحق صرف یہ لوگ ہین فقیر یعنی وہ محتاج جو سوال نکرتے ہون اور مسکین یعنی وہ محتاج جو بھیک مانگتے ہون اور وہ لوگ جو تحصیل زکوٰۃ کے لیے مقرر ہون اور وہ لوگ جن سے جہاد مین مدد ملسکتی ہو اور اونکی تالیف قلوب منظور ہو۔ اور غلامون کے آزاد کرنے اور قرضدارون کے قرض چکانے اور خدا کی راہ مین مثل جہاد وغیرہ کے صرف کیا جاوے اور مسافرون کو دیا جاوے۔ پیغمبر خدا صلعم پر صدقات کی تقسیم مین بعض منافقون نے اعتراض کیا تھا کہ پیغمبر دولتمندون سے مال لیتے ہین اور اپنے اقارب اور اہل مودت کو اپنی مرضی کے موافق دیتے ہین اور عدل کی رعایت نہین کرتے۔ اسلیے خدا نے اس آیت مین صدقات کا مصرف بیان کر دیا کہ رسول کو اس سے کچھ تعلق نہین ہے نہ وہ اپنے لیے اوسمین سے کوئی حصہ لیتے ہین نہ اوسمین سے کوئی حصہ آپ کے اقارب اور عزیزون کے لیے دیا جاتا ہے۔ پیغمبر صرف اوسکے امین اور خازن ہین اور بموجب حکم خدا کے اوسکی تقسیم کرنے والے۔ فکان علیہ الصلوٰۃ والسلام یقول ما اعطیکم شیئا ولا امنعکم انما انا خازن اضع حیث امرت کہ مین تمھین نہ کچھ دیتا ہون اور نہ روکتا ہون مین صرف خزانچی ہون جہان حکم ہوتا ہے وہان خرچ کرتا ہون۔

غنیمت کے متعلق سورۂ انفال کے شروع مین خدا تعالی فرماتا ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ط قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

پ ۱۰ سورۂ توبہ رکوع ۸

پارہ ۹ سورۂ انفال رکوع اول

وَرَسُولَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ یعنی پوچھتے ہین تجھسے ای محمد مال غنیمت کی نسبت - کہدے
اونسے کہ یہ اللہ اور اوسکے رسول کا ہے - سو ڈرو اللہ سے آپس مین جھگڑا نکرو - اللہ اور
اوسکے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو - یہ آیت بدر کی لڑائی مین جو غنیمت ہاتھ
آئی تھی اوسکے متعلق نازل ہوئی - چونکہ یہ پہلی ہی لڑائی تھی اور پہلی ہی غنیمت جو مسلمانون
کو ہاتھ لگی تھی اسلئے اوسکی نسبت کچھ جھگڑا پیدا ہوا - اور جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ مین
بیان کیا گیا ہے جھگڑے کا سبب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت مین غنیمت کے مال کا یہ دستور تھا
کہ تقسیم ہونے سے پہلے سردار لشکر جو چاہتا تھا اول اپنے لیے پسند کر لیتا اور اوسی پسند کی
ہوئی چیز کو صفی کہتے (جسکی نسبت صفایا کا لفظ مستعمل ہے اور جا بجا اس بحث مین آیا ہے)
اور بروقت تقسیم کے چوتھ یعنی چہارم حصہ سردار لشکر کو دیا جاتا تھا باقی جو رہتا وہ لڑنے والون
اور فتح کرنے والون مین تقسیم ہوتا - اور اگر کوئی چیز خاص کسی شخص کے ہاتھ آتی تو وہ اوسکو اپنی
ملکیت سمجھتا - اور اسطور پر زبردست اور توانگر لوگ غریبون پر ظلم کرتے اور عمدہ اور اچھا
مال خود لے لیتے - مال غنیمت کی نسبت بھی انھین خیالات سے کچھ جھگڑا پیدا ہوا - اور چونکہ
اسوقت تک مسلمانون کے لیے غنیمت کے مال کی نسبت کوئی حکم نازل نہین ہوا تھا اسلئے
لوگون نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ چوتھ اور صفی (یعنی جو مال پسند آوے) غنیمت
مین سے لے لین اور باقی چھوڑ دین تا کہ ہم آپسمین تقسیم کر لین اسپر خدا نے یہ حکم بھیجا
کہ مال غنیمت کسی کی ملکیت نہین ہے بلکہ خدا اور خدا کے رسول کی ملکیت ہے اسپر کچھ جھگڑا نکرو -

واضح ہو کہ اللہ والرسول سے یہ مدعا نہین ہے کہ خدا کے لیے نصف حصہ ہو اور
نصف رسول کے لیے بلکہ اوس سے مراد ہے کہ وہ خدا کا مال ہے اور رسول اوس کا امین
اور تقسیم کرنے والا ہے - رسول کا نام لینے سے یہ مدعا نہین ہے کہ رسول کی ذاتی ملکیت
اور خانگی مالیت ہے بلکہ اسطرح کے کلام سے صرف خدا ہی کی ملکیت مراد ہوتی ہے اور
خدا کی ملکیت قرار دینے سے یہ مطلب ہے کہ کوئی خاص شخص اوسپر دعوی نہین کر سکتا

بلکہ خدا جسطرح پر حکم دیگا اوسطرح پر کیا جائیگا - پھر اسی سورت کی بیالیسوین آیت مین یہ حکم آیا وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ لا کہ مال غنیمت مین سے خمس خدا اور خدا کے رسول کے لیے ہے جو قرابت مندون اور غریبون اور یتیمون اور مسافرون کی مدد پہونچانے اور اون کی حاجت برلانے کے لیے رہے گا - اور چار خمس اون لوگونمین جو لڑتے تھے یا لڑائی کے متعلق کامون مین مصروف تھے تقسیم کیا جائے گا -

الفاظ لذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل سے صاف اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ خمس غنیمت مثل ایام جاہلیت کے بحیثیت لشکر کی سرداری کے آپ کی ذات خاص کے لیے خدا نے مقرر نہین کیا بلکہ جاہلیت کی رسم کو مٹا کر خمس اسلیے مقرر کیا کہ وہ ذاتی ضرورت مین آپ کی اور آپ کے رشتہ دارونکے خرچ ہوا اور جو کچھ بچے وہ یتیمون اور مسکینون اور مسافرونمین تقسیم کیا جاسے - اور اسمین خدا کو اس بات کا ظاہر کرنا منظور تھا کہ اوسنے اپنے رسول کو صرف حفاظت اسلام اور صیانت مسلمین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کفار سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ اوس کا رسول ملک گیری اور حصول سلطنت اور اخذ مال و متاع اور حب جاہ کے خیال سے بری اور پاک ہے - اور اسی لئے مثل ایام جاہلیت یا دنیا کے عام سرداران لشکر کے نہ غنیمت مین اپنی ذات خاص کے لیے وہ کوئی حصہ لیتا ہے اور نہ اوس سے کوئی خانگی جائداد اور ذاتی ملکیت پیدا کرنی اوسے منظور ہے بلکہ جو حصہ غنیمت مین سے نکالا گیا ہے اوسمین یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اور ذوی القربی سب شریک ہین اور انھین کی اعانت اور خبر گیری اور رفع ضروریات کے لیے وہ اوسکے تصرف مین بطور امین اور خازن کے رکھا گیا ہے - اور یہ وہ امر ہے کہ جسکو دیکھکر دشمن سا دشمن اسلام کا بھی کسی قسم کی نفسانیت یا حب جاہ اور حصول ملکیت کا ذرا سا بھی الزام رسول پر نہین لگا سکتا اور یقین کر سکتا ہے کہ اسلام سچا مذہب خدا کا ہے اور اوسکے احکام کسی کی ذاتی آسایش

اور آرام کے لیے نہیں ہیں اگرچہ وہ خدا کا پیغمبر ہی کیون نہو اور جو کچھ اوس کے نام سے مقرر کیا گیا ہے وہ بھی اسلیے کہ اپنی اور اپنے رشتہ دارون کی معمولی ضرورت پوری کرنیکے بعد وہ یتیمون اور غریبون اور مسافرون کی خبرگیری مین خرچ کرے اپنے واسطے کچھ نہ رکھے اور یہی وہ بات ہے جو آپ کی سیرت اور عادت اور عمل سے ظاہر ہے کہ جو کچھ خمس مین سے آتا بعد اپنے اور اپنے اہل وعیال کے معمولی مصارف کے سب کو آپ خدا کی راہ مین خرچ کردیا کرتے اور کل کے لیے کچھ نہ رکھتے اور اگر کچھ رہجاتا تو جب تک خدا کی راہ مین وہ خرچ نہو جاتا آپ کو چین نہ آتا واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ

تفسیر صافی مین ہے کہ قل الانفال للہ والرسول مختصۃ بہما یضعانہا حیث شاء کہ یہ مال غنیمت کا خدا اور خدا کے رسول سے مخصوص ہے کہ جہان وہ چاہین اوسے صرف کرین۔ تہذیب مین امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے بیان کیا گیا ہے کہ فئے اور انفال اوس مال کو کہتے ہین جو بغیر خون ریزی کے صلحاً حاصل ہوا ہو۔ اور فئے اور انفال ایک چیز ہے۔ فئے کے متعلق جو آیتین ہین وہ سورہ حشر مین بیان کی گئی ہین۔ پہلی آیت یہ ہے وَمَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ خدا اپنے رسول پر فئے کرتا ہے یعنی کفار کا مال اوسے دلاتا ہے اوسمین تقسیم نہین ہوسکتی اسلئے کہ تم اونٹ اور گھوڑون پر سوار ہوکر جنگ کے لئے نہین گئے اور تمکو لڑائی نہین کرنی پڑی اسلئے اوسمین مثل غنیمت کے مال کی تقسیم نہین ہوسکتی۔ اسکے بعد دوسری آیت مین فئے کی تقسیم کا بیان ہے اور وہ یہ ہے مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ کہ جو فئے رسول خدا کو حاصل ہو وہ خدا اور اوسکے پیغمبر اور رشتہ دارون اور یتیمون اور مسکینون اور مسافرون کے کام مین لانے کے لئے ہے۔

فے کی نسبت بحث طلب امر یہ ہے کہ آیا وہ مال آنحضرت صلعم کی ملک تھا اور وہ آپ کا ذاتی اور خانگی مال سمجھا جاتا یا وہ آپ کے اختیار مین تھا کہ خدا کے حکم کے مطابق اوسکو کام مین لاتے اور جیسی مصلحت ہوتی مسلمانون کے فائدے اور دیگر ضروریات شرعی مین خرچ کرتے۔ جواب آپ کی عادت اور خصلت سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ تصرف تو کر سکتے تھے لیکن بالامر۔ یعنی جہان خدا کا حکم ہوتا تھا وہین صرف فرماتے۔ مالک خود مختار نہ تھے کہ جسکو جی چاہتا دیتے اور جسکو نچاہتا ندیتے۔ بلکہ اوسمین ایسا تصرف کرتے تھے جسطرح غلام مامور ہوتا ہے کہ جہان اوسکے مولی کا حکم ہو وہان صرف کرے۔ اور اوسکی تشریح خود آپ نے فرما دی ہے جیسا کہ حدیث مین آیا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم مین اپنی طرف سے نہ کسی کو دیتا ہون اور نہ منع کرتا ہون۔ مین تو ایک تقسیم کرنے والا ہون جہان مجھے حکم ہوتا ہے دیتا ہون اور جہان نہین ہوتا نہین دیتا۔ اور جسطرح آپ فئے کے مال کو صرف فرماتے اوس سے بھی یہی بات نکلتی ہے اسلئے کہ جو کچھ اون زمینون سے آتا جو فئے تھین اوسمین سے آپ اپنی ذات خاص کے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کے خرچ کے لائق لے لیتے اور باقی سواریون اور سامان لشکر کی تیاری مین صرف فرماتے غرضکہ فئے پر آپ کا تصرف متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور یہ فرمانا خدا کا کہ یہ رسول کے لئے ہے اوس سے مراد یہ ہے کہ اوسمین کسی دوسرے کا ساجھا ون مین سے حصہ نہین ہو سکتا۔ اور نہ غنیمت کے مال کی طرح اوسکی تقسیم ہو سکتی ہے وہ رسول کے قبضے مین رہیگا کہ اوسکو اسلام کے ضرورتون اور لشکر کے کامون اور اقارب اور یتامی اور مساکین اور محتاجین کی حاجت براری مین صرف کرے۔ اور چونکہ آپ کو کفار سے لڑنے اور صلح کرنیکی ضرورت پیش آتی تھی اور اوسکے انتظام کے لیے مصارف کی بھی حاجت ہوتی اور غنیمت کے مال مین سے چار خمس لشکریون پر تقسیم ہوجاتے تھے اور ایک خمس جو باقی رہتا وہ دیگر حوائج ضروری کے لیے کافی نہوتا اسلئے وہ مال جو بلا لڑائی دشمنون سے ہاتھ آتا خاص آپ کے اختیار

مین رکھا گیا کہ وہ ملکی ضرورتون مین کام آوے۔

تفسیر صافی مین حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ "انفال اور فئے مین وہ مال داخل ہین جو بغیر لڑائی کے دار الحرب سے حاصل ہون اور وہ زمین جسکے رہنے والے نکالدیے گئے ہون اور بغیر جنگ کے ہاتھ آئی ہو اور زمین اور جنگل اور بادشاہون کی جاگیرین اور لاوارث کا مال یہ سب فئے مین داخل ہے۔ اور وہ خدا اور اوسکے رسول کا ہے اور بعد رسول کے اوس کا جو اوسکے قائم مقام ہو" اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فئے ذاتی اور خانگی ملکیت نہین تھی بلکہ خاص اہتمام مین رسول کے مصالح ملکی کے مصرف کے لئے رکھی گئی تھی۔ اور اسی واسطے وہ بعد آنحضرت صلعم کے اوسکے اختیار مین ہوا جو آپ کا قائم مقام ہو۔ ورنہ جو الفاظ "وهی لله وللرسول ولمن قام مقامه بعده" کے جو حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمائے بے معنے ہوے جاتے ہین۔ اور اصل حدیث کے الفاظ جو صافی مین منقول ہین یہ ہین "وفی الجامع عن الصادقؑ الانفال کل ما اخذ من دار الحرب بغیر قتال وکل ارض انجلی اهلها عنها بغیر قتال وسماها الفقهاء فیئا والارضون الموات والاجام وبطون الاودیة وقطائع الملوك ومیراث من لا وارث له وهی لله وللرسول ولمن قام مقامه بعده" اور پھر دوسری حدیث اوسی مین کافی سے منقول ہے کہ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہین کہ "الانفال ما لم یوجف علیه بخیل ولا رکاب او قوم صولحوا او قوم اعطوا بایدیهم وکل ارض خربة وبطون الاودیة فهو لرسول الله وهو للامام من بعده یضعه حیث یشاء" کہ انفال وہ مال ہے جو بغیر لڑائی کے حاصل ہوا ہو یا صلح سے یا لوگون کے اپنے آپ دینے سے یا زمین غیر آباد اور جنگل سے۔ وہ خدا کے رسول کا ہے اور بعد اونکے امام کا کہ جیسا مناسب جانے خرچ کرے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انفال اور فئے صرف متولیانہ پیغمبر کے اور اونکے بعد امام کے اختیار مین ہوتا ہے۔ ورنہ حضرت امام جعفر صادقؑ جو بقول شیعون کے پیغمبر خدا صلعم کے ترکے مین تقسیم میراث کے معتقد ہونگے

یہ نفرماتے کہ انفال و فیئے بعد رسول کے امام کا ہوتا ہے کیونکہ امام کا لفظ خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بحیثیت قائم مقامی رسول وہ مال امام تک پہونچتا ہے نہ بحیثیت ترکہ اور میراث کے اور یہ بات تمام دنیا مین جاری ہے کہ شاہنشاہ سے لیکر ایک چھوٹے سے رئیس تک جو صاحب ملک و ریاست ہو وہ دو حیثیتین رکھتا ہے۔ ایک ذاتی اور خانگی دوسری سلطنتی اور ریاستی۔ پہلی حیثیت کے لحاظ سے جو جائداد اونکے قبضے مین ہوتی ہے وہ اونکا ذاتی مال ہوتا ہے اور دوسری حیثیت سے جو جائداد اور خزانہ اور خراج اور دیگر قسم کی عام آمدنی ہوتی ہے وہ سلطنت اور ریاست کے متعلق سمجھی جاتی ہے اور اوسکی آمدنی بیت المال مین داخل کیجاتی ہے۔ جسکو اس زمانے مین اسٹیٹ پراپرٹی اور پبلک ٹریزری کہتے ہین۔ پہلے مال مین میراث باضابطہ جاری ہوتی ہے۔ اور دوسرے مال پر اوسکے قائم مقام کا قبضہ ہوتا ہے اور وہ مطابق اصول معینہ اور قواعد مقررہ اور احکام جاریہ کے تصرف کرتا ہے۔

آیہ واعلموا انما غنمتم من شئ مین جہان خمس کے مصرف کا بیان ہے وہان صاحب تفسیر صافی یہ لکھتے ہین وفی الکافی عن الرضا انہ سئل عن ھذہ الایۃ فقیل لہ فما کان للہ فلمن ھو فقال لرسول اللہ وما کان لرسول اللہ فھو للامام کہ حضرت امام موسیٰ رضا سے کسی نے پوچھا کہ آیہ ان للہ خمسہ وللرسول مین جو حصہ خدا کا ہے وہ کس کا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ رسول کے لیے ہے اور جو رسول کے لیے ہے وہ امام کے واسطے ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ وہ مال ذاتی اور خانگی رسول کا نہین تھا اور نہ بحیثیت وراثت تقسیم ہوسکتا تھا بلکہ وہ امام کو پہونچتا ہے کیونکہ امام رسول کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور تفسیر قمی سے اوسی مین بیان کیا گیا ہے کہ سہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام۔ خدا اور رسول کے حصے کا وارث امام ہوتا ہے۔ اور امام کے لیے ہونیکا سبب یہ ہے کہ جو باتین پیغمبر کو کرنی پڑتی تھین یعنی مسلمانون کی مدد اور قضاء دیون اور فراہمی سامان لشکر و مصارف حج وجہاد وہ سب امام کو کرنی پڑتی ہین کما قال القمی والخمس یقسم علی ستۃ اسھم سہم اللہ

وسہم لرسول اللہ وسہم للامام فسہم اللہ وسہم الرسول یرثہ الامام فیکون للامام ثلاثۃ اسہم من ستۃ وثلثۃ اسہم لایتام آل الرسول ومساکینہم وابناء سبیلھم وانما صارت للامام وحدہ من الخمس ثلثۃ اسہم لان اللہ تعالی قد الزمہ بما الزم النبی من مؤنۃ المسلمین وقضاء دیونھم وحملھم فی الحج والجہاد۔

تفسیر منہج الصادقین مین ذیل آیہ ما آفاء اللہ علی رسولہ الخ کے لکھا ہے کہ فئے اوس مال کو کہتے ہین جو کفار سے مسلمانون کے ہاتھ آوے بغیر لڑائی کے اور سوارون نے اوسپر حملہ نکیا ہو اور یہ مال پیغمبر کے لیے ہوتا ہے اونکی زندگی مین اور بعد اونکے اوس آدمی کے اختیار مین جو ائمۂ دین سے اونکا قائم مقام ہو اور اونکو اختیار ہے کہ جس کو چاہین دین اور جس کام مین مناسب جانین صرف کرین اور یہ قول امیر المومنین کا ہے۔ چنانچہ اوسکے الفاظ یہ ہین " سوم فئے است (یعنی منجملہ اموالیکہ ائمہ و ولاۃ دران تصرف دارند) وآن مالی است کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدون قتال وایجاف خیل ورکاب وآن رسول را باشد درحیات وی وبعد از وی کسی راکہ قائم مقام وی باشد از ائمۂ دین وایشان بہرکس کہ خواہند دہند وبہرچہ صلاح باشد صرف نمایند واین قول امیر المومنین ست صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ"

اور یہ قول جو جناب امیر المومنین کا صاحب تفسیر منہج الصادقین نے نقل کیا ہے یہ بھی صاف صاف اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ فئے کے مال پر تصرف رسول کا متولیانہ تھا نہ مالکانہ۔ اور آپ کے بعد اوسکی تقسیم میراث کے طور پر نہین ہو سکتی تھی بلکہ وہ آپکے قائم مقام اور امام وقت کے اختیار مین رہتا تھا۔ اور صاحب تفسیر منہج الصادقین نے اسیکے آگے یہ لکھا ہے کہ " ابن عباس وعمر وفقہای ما برانند کہ مستحقان سے فئے وخمس بنو ہاشم اند از فرزندان ابوطالب وعباس " اور اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہائے امامیہ فئے کو ذاتی مال رسول کا یا امام کا نہین سمجھتے بلکہ وہ اوس کا مستحق تمام بنی ہاشم کو سمجھتے ہین جس سے مراد اولاد ابوطالب اور اولاد عباس ہے نہ صرف بنی فاطمہ۔ قطع نظر روایتون اور اقوال اور حدیثون کے خود قرآن مجید سے معلوم

ہوتا ہے کہ فئے کا مال کسی کی ذاتی ملکیت اور خانگی جائداد نہین ہو سکتا اسلیئے کہ آیہ ما
افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری مین جو یہ حکم دیا گیا ہے کہ فئے خدا اور رسول اور یتامی اور
مساکین اور مسافرین کے صرف کے لیے ہے اونمین یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کا شریک کرنا اسلیئے
ہے کہ یہ مال ذاتی ملکیت نہین ہے بلکہ ان لوگون کی خبرگیری کے واسطے ہے۔ اور یہ مثل اسکے
ہے کہ بادشاہ اپنے کسی صوبے کے حاکم کو آمدنی پر اختیار دے اور اوسکے مصارف بتادے۔
بلاشبہ اوس حاکم کو اختیار ہوتا ہے کہ جو کچھ اوسکی ذات کے لیے مقرر ہے وہ اوسمین سے
نکالکر باقی آمدنی کو اپنی رائے اور صوابدید کے مطابق اون مصارف مین صرف کرے جو
اوسکے بادشاہ نے بتادیے ہین نہ یہ کہ اوسکے اختیار مین آمدنی ملک کی دینے سے یہ مطلب
ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی جائداد سمجھے اور بلا پابندی احکام بادشاہ کے جہان چاہے خرچ
کرے اور اوسے بطور میراث کے اپنے ورثے پر تقسیم ہونے کے لیے چھوڑ جاوے۔ اسیطرح
فئے کو خدا نے پیغمبر کے اختیار مین دیا اور اوسکے مصارف بتادیے کہ اپنی ذاتی ضرورتون مین
صرف کرنیکے بعد جو کچھ بچے وہ رشتہ دارون اور یتیمون اور مسکینون اور مسافرون کے کام
مین خرچ کرے اگر یہ منظور نہوتا اور مالکانہ قبضہ مراد ہوتا تو صرف لفظ للرسول کا ارشاد ہوتا
اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اوسکے شریک نہ کیئے جاتے۔ اور اسی امر کو آگے چلکر خدا نے زیادہ
صراحت سے بیان کردیا ہے جیسا کہ فرماتا ہے کیلا یکون دولۃ بین الاغنیآء منکم کہ یہ
حکم ہمنے اسلیئے دیا ہے کہ مال فئے مالدارون ہی کے ساتھ مخصوص نہوجاے کہ دست بدست
اونمین پھرتا رہے اور یہ اُسی صورت مین ہو سکتا ہے جبکہ فئے کا مال ذاتی ملکیت کسی کا ہوجاے
اور ابًا عن جدٍ ایک سے دوسرے کو پہونچتا رہے۔ چنانچہ تفسیر منہج الصادقین مین اسی آیت
کے ذیل مین لکھا ہے کہ حق سبحانہ آنرا (یعنی فئے را) خاصہ پیغمبر گردانید وقسمت آن ابرو جہیکہ
مذکور شد مقرر ساخت و فرمود کہ برین طریق کہ حکم فئے نمودیم کیلا یکون تا نباشد آن فئے
دولۃ آن چیزیکہ متداول باشد دست بدست گردان بین الاغنیآء منکم میان توانگران

پارہ ۲۸ سورۂ حشر رکوع اول

از شما کہ بآن مکاثرت کنید وبقوت وغلبہ زیادہ از حق خود بردارید وفقرا را اندک دہید یا محروم سازید چنانکہ در زمانہ جاہلیت بود۔ اسکے بعد مفسر موصوف لکھتے ہین کہ خطاب باہل ایمان ست غیر از پیغمبر واہل بیت وی صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ لیکن اس قول کی کوئی سند نہین ہے اور نہ اس کا مطلب ہے کہ یہ مال پیغمبر یا اہل بیت مین سے کسی کا ذاتی ہے کہ اوسمین کہ ومیراث جاری ہوسکے اور ہمارے قول کی تصدیق اوس قول سے بھی ہوتی ہے جو علم الہدی کا تفسیر منہج الصادقین مین نقل کیا گیا ہے کہ ذی القربی سے بھی مراد امام ہے نہ عام قرابتدار اسلئے کہ امام پیغمبر کا قائم مقام ہوتا ہے اور فئے اوسکے اختیار مین ہونا چاہیے جیسا کہ وہ لکھتے ہین کہ از علم الہدیٰ نقل ست کہ ذی القربی کہ بصورت مفرد واقع شدہ دلالت میکند برانکہ مراد ازان امام ست کہ قائم مقام پیغمبر ست چہ اگر مراد جمع می بود ذوی القربی واقع می شد۔

اور صاحب مجمع البیان اپنی تفسیر مین ذیل آیہ کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم کے لکھتے ہین کہ الدولۃ اسم للشیء الذی یتداولہ القوم بینہم یکون لھذا مرۃ ولھذا مرۃ ای لئلا یکون الفیء متداولا بین الرؤساء منکم یعمل فیہ کما کان یعمل فی الجاھلیۃ وھذا خطاب للمؤمنین دون اھل بیتہ علیہم السلام وفی ھذہ الآیۃ اشارۃ الی ان تدبیر الامۃ مفوض الی النبی والی الائمۃ القائمین مقامہ ولھذا اقسم رسول اللہ اموال خیبر ومن علیہم فی رقابھم واجلی بنی النضیر وبنی قینقاع واعطاھم شیئا من المال وقتل رجال بنی قریظۃ وسبی ذراریھم ونساءھم وقسم اموالھم علی المھاجرین ومن علی اھل مکۃ یعنی اس آیت مین اشارہ ہے اس امر کا کہ تدبیر امت کی نبی اور ائمہ کے جو نبی کے قائم مقام ہون سپرد ہے اسی لئے رسول اللہ صلعم نے اموال خیبر کو تقسیم کیا اور اونکی جانون کے باب مین اونپر احسان کیا اور بنی نضیر اور بنی قینقاع کو کچھ مال دیکر جلاوطن کردیا۔ اور بنی قریظہ کے مردون کو قتل کیا اور اونکے بچون اور عورتون کو قید کیا اور اونکے اموال کو مہاجرین پر تقسیم کیا۔ اور اہل مکہ پر احسان فرمایا۔

ان اقوال مذکورۂ بالا سے یہ بات صاف ثابت ہوتی ہے کہ فئے کا مال غنیمت کے مال سے صرف اس بات مین فرق رکھتا ہے کہ اوسمین کسی دوسرے کا حصہ غنیمت کے مال کی طرح نہین ہوتا۔اور وہ رسول خدا صلعم کے اختیار مین رکھا گیا تھا تاکہ اوسپر آپ متولیانہ قابض رہین۔اور خدا کی مرضی اور حکم کے مطابق اوسے کام مین لاوین۔بعد آپ کے خلیفۂ وقت اور امام زمان کے قبضے اور اختیار مین دیا گیا تاکہ وہ بھی اونھین مصارف مین اوسے صرف کرین جس مین رسول خدا صلعم صرف فرمایا کرتے تھے۔اور اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فئے کے مال مین بسبب اسکے کہ وہ ذاتی ملکیت آپ کی نہ تھی میراث جاری نہین ہوسکتی تھی۔ اور چونکہ فدک اموال فئے مین سے تھا اسلیئے اگر آنحضرت صلعم کے متروکہ مین بالفرض میراث بھی جاری ہوتی اور میراث کے حکم عام سے آپ کی ذات مبارک مستثنی بھی نہوتی تاہم فدک بوجہ نہونے ذاتی ملکیت کے تقسیم اور اجرا احکام میراث سے مستثنی رہتا

اسی سے بعض دوراندیش امامیہ نے فاطمہؑ کے دعوی فدک کو میراث پر محدود رکھنا مناسب نہ جانکے اوسکا ہبہ کیا جانا اور فاطمہؑ کا دعوی ہبہ کرنا پیش کیا حالانکہ آنحضرت کا فدک پر فقط متولیانہ قابض ہونا نہ مالکانہ خود ہبہ کو باطل کرتا ہے کیونکہ ہبہ بغیر قبضۂ مالکانہ ممکن نہین ہے۔مگر ہم اس سے قطع نظر کرکے دیکھتے ہین اور اوسے ایک ایسی تاریخی سلسلے سے بیان کرنا مناسب جانتے ہین جس سے معلوم ہو کہ حضرات امامیہ کے متقدمین اور متاخرین علمانے اسکی نسبت سُنیون کی روایتون سے کیا کیا ثبوت پیش کیا ہے۔

بحث متعلق ہبۂ فدک

اسکے متعلق جو کچھ شیعون کے اون بزرگون نے لکھا ہو جنکا زمانہ ائمہ کرامؑ سے قریب تھا وہ ہماری نظر سے نہین گذرا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ مفصل نہوگا۔ہمکو جہانتک علم ہے سب سے اول کتاب جسمین یہ بحث تفصیلا بیان کی گئی ہے وہ شافی ہے۔جسکو جناب سید مرتضی ملقب بعلم الہدی نے قاضی عبدالجبار کی کتاب مغنی کے جواب مین لکھا ہے۔

یہ کتاب غالباً چوتھی صدی کے اخیر یا پانچوین صدی کے شروع مین تالیف ہوئی ہے۔ اسلیئے کہ اوسکے مؤلف ۳۵۵ھ ہجری مین پیدا ہوے اور ۴۳۶ھ ہجری مین انتقال فرمایا ۱۳۰۱ھ ہجری مین یہ کتاب ایران مین چھاپی گئی اور اوسکی نسبت یہ لکھا گیا۔ وھو کتاب لم یات بمثلہ احد من الانام فی سالف الشھور والاعوام ولا یاتون ابدا ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا لان اجدادہ الطاھرین کانوا لہ فی نصرتہ لھم ھادیا ومؤیدا ونصیرا کہ یہ ایسی بے مثل کتاب ہے کہ جسکے مانند گذشتہ زمانے مین کوئی نہ لکھ سکا اور نہ آیندہ لکھ سکیگا اسلیئے کہ اسکی تصنیف مین ائمہ کرام مصنف کے اجداد کی تائید اور مدد تھی۔

اسی کتاب شافی کے مضامین کو بہ ترتیب جدید شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے لکھا اور اوس کا نام تلخیص شافی رکھا یہ کتاب جیسا کہ خود مولف نے خاتمے پر لکھا ہے ۴۳۲ھ ہجری مین لکھی گئی۔ اسکی تعریف مین بھی یہ لکھا گیا ہے وھو کاصلہ لم یات مصنف ولا مولف بمثلہ علی رد العلماء العامۃ العمیاء کہ یہ بھی مثل اپنی اصل کے بے مثل ہے کسی مصنف اور مؤلف نے ایسی کتاب کور چشم علماء اہل سنت کے رد مین نہین لکھی۔

اسکے بعد کتاب کشف الحق ونہج الصدق لکھی گئی جو تصنیف ہے لسان المتکلمین سلطان الحکماء المتاخرین علامہ جمال الدین ابو المنصور حسن بن یوسف بن علی مطہر حلی کی جنکی نسبت قاضی نور اللہ شستری اپنی کتاب احقاق الحق مین فرماتے ہین کہ اس کتاب کے مصنف نے سلطان غیاث الدین اولجایتو خدا بندہ کے سامنے علماء اہل سنت سے جو مختلف شہرون سے جمع کیئے گئے تھے مناظرہ کیا اور بدلائل عقلیہ اور براہین نقلیہ اونکے مذہب کا بطلان اور مذہب امامیہ کی حقیت اسطور پر ثابت کی کہ علماء اہل سنت تمنا کرنے لگے کہ کاش وہ پتھر یا درخت ہوجاتے۔ اور اوسکے بعد علامہ ممدوح نے کتاب کشف الحق ونہج الصدق والصواب تصنیف کی۔ اور سلطان مع امرا اور بہت بڑے گروہ علما اور اکابر کے شیعہ ہوگیا اور باوجودیکہ اوس زمانے مین علماء اہل سنت مین سے بڑے نامی لوگ موجود تھے جیسے

کہ قطب الدین شیرازی و عمر کاتبی قزوینی اور مولی نظام الدین مگر کسی نے اس کتاب کے جواب لکھنے کی جرأت نکی۔ یہ کتاب غالباً ساتوین صدی کے اخیر مین لکھی گئی ہے۔ اوسکے مصنف ۶۴۸ھ ہجری مین پیدا ہوے اور ۷۲۶ھ ہجری مین وفات پائی۔

ساتوین صدی مین ایک اور مشہور کتاب لکھی گئی جسکا نام طرائف فی معرفۃ مذاہب الطوائف ہے۔ جسکے مصنف ثقۃ الاسلام علی بن طاؤس حلی ہین۔ جناب ممدوح ۵۸۹ھ ہجری مین پیدا ہوے اور ۶۶۴ھ ہجری مین اونھون نے وفات فرمائی۔ علامہ موصوف نے اس کتاب کو تقیۃ ایک ذمے کے نام سے لکھا ہے اور راوسکا نام عبد المحمود قرار دیا ہے۔ آغاز مین کتاب کے ایک تمہید اوس ذمے کی طرف سے لکھی ہے کہ مین نے جب سے ہوش سنبھالا مذہبون کا اختلاف سنکر ارادہ کیا کہ مذہبی عقائد کی حقیقت دریافت کرون۔ سب سے اول مین نے دین محمدی کی تحقیق شروع کی مگر اونمین اکثر کو مالکی۔ حنفی۔ شافعی۔ حنبلی مذہب پر پایا۔ مگر متعجب ہوا کہ یہ لوگ نبی کے زمانے مین تھے نہ اونکے صحاب اور نہ عقائد مین باہم متفق۔ پھر کیونکر وہ اپنے عقائد مذہب کو سب سے اچھا سمجھتے ہین۔ پھر شیعون کا ذکر لکھا ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اماموں اور پیغمبر کی اولاد سے منسوب کرتے ہین۔ پھر مین نے مذاہب اربعہ کے علما سے مذہبی عقائد کی تحقیق کی اور اونسے سوالات کئے مگر معلوم ہوا کہ حق پر نہین ہین اور اونکے مذہب کی برائی اونھین کی کتابون سے ثابت کی۔ گویا اس پیرایے مین علامہ ممدوح نے اپنے مذہبی عقائد کی سچائی ظاہر کی ہے۔ اور اس کتاب مین بحث فدک کو بہت تفصیل سے اور نہایت فصیح بلیغ تقریر مین ادا کیا ہے۔ اوسکی خوبی اور قدر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اپنی مشہور کتاب عماد الاسلام مین بہت بڑا حصہ اونکی تقریر کا بحث فدک مین نقل کیا ہے۔

اسکے بعد قاضی نور اللہ تستری نے نہایت مشہور کتابین اس فن مین تالیف کین۔ اونمین سے احقاق الحق نہایت مبسوط اور مشہور کتاب ہے۔ جو جواب مین ابطال الباطل کے جسکو علامہ روزبہان نے کشف الحق کے جواب مین لکھا تھا قاضی صاحب نے تصنیف فرمایا ہے۔

گیارھوین صدی مین جناب ملا باقر مجلسی نے جن کا خطاب محی ملۃ سید البشر فی رأس مائۃ الحادی عشر ہے بہت کتابین لکھین جن مین سے ایک بحار الانوار ہے جو روایتون اور وقائع کا گویا ایک دریا ہے۔ اسکی آٹھوین جلد کتاب الفتن مین ایک خاص باب فدک کی بحث مین ہے۔ جس کا عنوان ہے باب نزول الآیات فی امر فدک وقصصہ وجوامع الاحتجاج فیہ۔ اور اسی کا خلاصہ بزبان فارسی حق الیقین اور حیات القلوب مین جناب ممدوح نے لکھا ہے۔

تیرھوین صدی مین ایک نیا دور شروع اور ہندوستان مین شیعہ وسنی کے باہم مناظرہ کا غلغلہ بلند ہوا۔ تحفہ اثنا عشریہ کے شائع ہونیکے بعد علماء شیعہ نے اس فن مین اپنی علمیت اور قابلیت کے خوب جوہر دکھائے اور دہلی اور لکھنو کے علما ومجتہدین شیعہ نے بڑی بڑی کتابین تصنیف کین۔ جن مین سے عماد الاسلام مولانا مولوی دلدار علی صاحب کی نہایت مبسوط ومشرح کتاب عربی زبان مین ہے۔ اور جس مین جناب ممدوح نے امام رازی کی نہایۃ العقول کا جواب دیا ہے اوسمین فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔ اوسکے بعد تحفہ اثنا عشریہ کے جوابات مین تشئید المطاعن مولوی سید محمد قلی صاحب کی اور طعن الرماح جناب مجتہد سید محمد صاحب کی اون کتابون مین سے ہین جنپر حضرات امامیہ کو بہت ناز ہے۔ اور جو کچھ اوسمین لکھا ہے اوسکی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ اوس کا جواب ہی نہین ہو سکتا۔ جیسا کہ منشی سبحان علی خان صاحب اپنے بعض رسائل مین فرماتے ہین کہ از انجا کہ مجتہد العصر والزمان سمی رسول اللہ الی کافۃ الانس والجان اعنی مولانا ومقتدانا السید محمد مدظلہ الصمد در کتاب معدوم النظیر موسوم بہ طعن الرماح این معضلہ دلدوز مخالفین را چنان بیان کافی ووافی ایضاح فرمودہ اند کہ بالاتر ازان بلکہ مماثل آن از حد قدرت بشری بیرون ست این فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات غصب حق بضعۃ رسول اللہ برہان کتاب مستطاب حوالہ نمودہ بر تقریری آخر کہ خالی از تجددی نیست از ماجری فیہا ابطال خلافت اول وثانی می سازد۔

سوا انکے ایران مین بھی چند کتابین بالفعل ایسی طبع ہوئی ہین جنمین فدک کی بحث تفصیل سے بیان کی گئی ہے ۔ منجملہ اونکے ایک کتاب بحر الجواہر ہے جسکے مصنف سید محمد باقر بن سید محمد موسوی ہین جو فتح علی شاہ قاچار کے زمانے مین تھے ۔ دوسری کتاب کفایۃ الموحدین فی عقائد الدین تصنیف سے اسماعیل بن احمد علوی طبرسی کی ہے جسکی دوسری جلد خاص امامت کی بحث مین ہے ۔ تیسری کتاب لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا ہے جسکے ۷۰۴ صفحے مطبوعہ ہین اور اوسمین حضرت فاطمہؑ کے خطبے کا جو متعلق فدک کے ہے بیان ہے مع اون روایات اور مباحث کے جو اس مسئلے سے تعلق رکھتی ہین ۔ چوتھی کتاب جلد چہارم از کتاب دوم ناسخ التواریخ ہے جسمین مقرب الخاقان مرزا محمد تقی لسان الملک مصنف ناسخ التواریخ نے خاص حضرت فاطمہؑ کا حال لکھا ہے جسمین فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے ۔ اسکے سوا جو اور فارسی اور اردو مین رسالے لکھے گئے ہین اونمین صرف خمسہ حسینی طعن الرماح کی کی گئی ہے اور اوسی کے اقوال اور مضامین اولٹ پھیر کے بیان کئے گئے ہین ۔

ان کتابونمین جنکے نام ہمنے اوپر بیان کئے کتاب کشف الحق مین میراث کے دعوی کا اول ذکر کیا گیا ہے ۔ اور ہبہ کا بعد اوسکے اور اس سے یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اوسکے مصنف میراث کے دعوی کو ہبہ پر غالباً مقدم سمجھتے تھے ۔ اور فدک کی بحث مین پہلا امر تصفیہ طلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اول میراث کا دعوی کیا تھا یا ہبہ کا ۔ عموماً علمائے امامیہ یہ فرماتے ہین کہ حضرت سیدۃ النساءؑ نے فدک کے متعلق دو دعوے کئے تھے اول یہ کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک اونھین ہبہ کر دیا تھا اور وہ اوسپر متصرف اور قابض تھین ۔ جب ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوے تب اونھون نے حضرت فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا اور اپنا قبضہ کر لیا ۔ یہ سنکر وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئین اور یہ دعوی کیا کہ فدک مجھے ہبہ کیا گیا تھا اور مین اوسپر قابض تھی تمنے کیون میرا قبضہ اوٹھا دیا ۔ اسپر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اونسے شہادت طلب کی ۔ حضرت فاطمہؑ نے حضرت علیؑ اور حسنین اور ام ایمنؓ کو شہادت مین

پیش کیا۔ اور ان سب نے حضرت فاطمہؑ کے دعوی کی تائید مین گواہی دی مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے
یہ کہکر کہ شہادت کا نصاب پورا نہین ہوا اونکی گواہی کو رد کیا۔ اور فدک اونھین واپس نکیا۔
اسپر وہ خفا ہوگئین اور بعد اسکے میراث کا دعوی کیا۔ اسلئے سب سے پہلے اس بحث مین
یہ امر قابل تصفیہ ہے کہ کونسا دعوی مقدم تھا۔ چنانچہ عماد الاسلام کے دسوین باب کے
چوتھے نابذے کے چوتھے مسئلے مین جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اسی کی نسبت
خاص بحث فرمائی ہے کما یقول المسئلۃ الرابعۃ ان فاطمۃ ع ھل ادعت المیراث اولا ثم
ادعت النحلۃ او بالعکس ویستفاد من کلام اکثر العامۃ ان دعوی النحل تظھرت منھا
بعد دعوی المیراث وقالت الامامیۃ بالعکس یعنی چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آیا فاطمہؑ نے
پہلے میراث کا دعوی کیا پھر ہبہ کا یا بالعکس۔ اور اہل سنت کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ ہبہ کا دعوی میراث کے بعد پیش کیا گیا۔ اور امامیہ اسکے برعکس کہتے ہین" اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ ضمناً مجتہد صاحب اس بات کو اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہین کہ ہبہ
کا دعوی اہل سنت کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ مگر یہ دعوی میراث کے دعوی کے بعد حضرت
فاطمہؑ نے کیا تھا۔ حالانکہ اہل سنت کے نزدیک کسی معتبر اور صحیح روایت سے ہبہ کا دعوی
ثابت ہی نہین اور اہل سنت اس بات کو مانتے ہی نہین کہ حضرت فاطمہؑ نے ہبہ کا دعوی
کیا تھا۔ اسلیے جو عبارت اس روایت کی بنیاد پر حضرات امامیہ نے کھڑی کی ہے کہ حضرت
فاطمہؑ سے شہادت طلب کی گئی اور اونھون نے حضرت علیؑ اور حسنینؓ اور ام ایمنؓ کو شہادت
مین پیش کیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اوسکو نمانا اور یہ عذر کرکے کہ از روے احکام شریعت کے
شہادت کافی نہین ہے فاطمہؑ کے دعوی کو رد کیا اور پھر اسپر بہت طرح سے حضرت ابو بکر صدیقؓ
پر ملامت کی ہے اور اونکا ظلم وستم ثابت کیا ہے۔ اور سنیون کے نزدیک فاطمہؑ اور علیؑ
اور حسنینؑ کو جھوٹا اور خود غرض اور اپنے جلب منفعت کیواسطے جھوٹا دعوی اور جھوٹی
شہادت دینے والا قرار دیا ہے وہ سب منہدم ہوجاتی ہے۔ جب نفس دعوی کی نسبت

کوئی صحیح روایت ہی سنیون کے یہان نہین ہے توجو کچھ زور قلم اس باب مین حضرات علمار امامیہ نے دکھایا ہے او سپر ثبت العجلا رثم انقش کی مثل صادق آتی ہے۔ اور تمام وہ فصیح و بلیغ تقریرین اور وہ پرجوش اور زبردست تحریرین جو اس باب مین کی ہین ہبا منثورا ہوجاتی ہین۔ اسی واسطے جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے بعد جواب دینے دعوی میراث کے اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ مین فرمایا ہے وللہ درہٗ و علی اللہ اجرہ درینجا فائدہ عظیمہ بایددانست کہ شیعہ دراول درباب مطاعن ابوبکر منع میراث می نوشتند وچون از عمل ائمہ معصومین وازروی روایات این حضرات عدم توریث پیغمبر ثابت شد ازین دعوی انتقال نمودہ دعوی دیگر تراشیدند وطعن دیگر برآوردند کہ آن طعن سیزدہم ست کہ ابوبکرؓ فدک را بفاطمہؓ ندادحالانکہ پیغمبر برای او ہبہ نمودہ بود۔ ودعوی فاطمہؓ رامسموع نمود وازوی گواہ وشاہد طلبید الی قولہ جواب ازین طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہراؓ وشہادت دادن حضرت علیؓ وام ایمنؓ یا حسنینؓ علی اختلاف الروایات درکتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است و در مقام الزام اہل سنت آوردن وجواب آن طلبیدن کمال سفاہت ست۔

ہم اس بحث کی نسبت زیادہ کہنا کچھ نہین چاہتے بجز اس کے کہ خود علما شیعہ نے تسلیم کیا ہے کہ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ ارث کا دعوی ہبہ پر مقدم تھا جیسا کہ لمعۃ البیضا فی شرح خطبۃ الزہرا مطبوعہ ایران کے صفحہ ۱۴۱ مین لکھا ہے وما فی بعض الروایات انہا ادعت الارث اولا ثم ادعت النحلۃ فذلک علی تقدیر الصحۃ انما ہو بلحاظ انہا فی محل ارثہا لامحالۃ فلما القوا الشبہۃ بنقل الروایۃ ادعت ما ہو الواقع من حقیقۃ النحلۃ یعنی بعض روایات مین جو یہ آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اول ارث کا دعوی کیا پھر ہبہ کا پس بشرط صحیح ہونے اسکے وہ اس لحاظ سے ہے کہ بوجہ میراث کے وہ ہر طرح سے اوسکی مستحق تھین جب اوسمین ایک روایت نقل کرکے شبہ ڈالدیا توجو اصلی بات تھی اور حقیقی واقعہ تھا یعنی ہبہ اوس کا دعوی کیا۔ مگر چونکہ علمار امامیہ نے ہبہ کے دعوی کو اکثر پہلے بیان کیا ہے اور ارث کے دعوی

بعد اسکے اسلئے ہم بھی یہی ترتیب اختیار کرتے ہین کیونکہ تقدیم و تاخیر سے نفس مطلب پر زیادہ اثر نہین ہوتا خصوصًا اوسوقت جبکہ ہبہ کا دعوی فی نفسہ ہمارے نزدیک پیش ہی نہوا ہو۔

آیا فدک پیغمبر خدا صلعم نے حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا تھا یا نہین

چونکہ حضرات امامیہ اس بات کے مدعی ہین کہ فدک حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا گیا تھا اور اوسی بنا پر حضرت فاطمہؑ نے جبکہ وہ غصب کرلیا گیا ابو بکر صدیق رضؓ کے سامنے دعوی کیا اسلئے بار ثبوت اونکے ذمے ہے کہ وہ اہل سنت کی معتبر روایتون سے ان دونون دعوون کو ثابت کرین اگر وہ اسے ثابت کرسکین تو ہمارے ذمے ہے کہ اس بنا پر جو کچھ اعتراضات وہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ پر لگاتے ہین اور اوسکے متعلق جو باتین پیش آئین اونسے حضرت صدیق اکبرؓ کو الزام دیتے ہین اونکے جوابات دین۔ لیکن اگر وہ اپنا دعوی ہی ثابت نکرسکین تو ہمین ضرور نہین کہ بربنا فرض و تسلیم کے اون لغو و بیہودہ الزامات کا جواب دین اور تردید شہادت کے متعلق فضول بحث کرین اسلئے ہم ایک تفصیلی نظر اون تمام کتابون پر جنکے نام اوپر بیان کئے گئے کرتے اور اپنے ناظرین کو دکھاتے ہین کہ کیا ثبوت اونکی طرف سے ان دونون دعوون کے متعلق پیش کیا گیا ہے اور کس قسم کی روایتین کس قسم کی کتابون سے بتائید اپنے دعوے کے اونھون نے بیان فرمائی ہین۔

شافی مین متعلق فدک کے ہبہ کئے جانیکی کوئی حدیث یا کوئی روایت سنیون کی کتابون سے پیش نہین کی گئی بلکہ قاضی عبدالجبار نے اپنی کتاب مغنی مین جو یہ لکھا تھا کہ شیعہ کہتے ہین کہ ابو سعید خدری سے روایت کی گئی ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؑ کو فدک عطا فرمایا اور پھر عمر بن عبدالعزیز نے اولاد فاطمہؑ پر اوسے رد کیا" اسی روایت پر کفایت فرمائی ہے اور شیعون کے اس قول کو نقل کرکے قاضی عبدالجبار نے لکھا تھا کہ اکثر جو شیعہ اس باب مین روایت پیش کرتے ہین وہ صحیح نہین ہے اوسکی تردید مین ہبہ فدک کے متعلق کوئی تائیدی روایت پیش نہین کی۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علم الہدی کے نزدیک سوای اوس روایت کے جو نام سے ابو سعید خدری کے شیعون مین مشہور ہوی تھی

کوئی صحیح روایت سنیون کی معتبر کتابون مین اونھون نے نہین پائی ورنہ اوسے پیش فرماتے۔

تلخیص شافی مین بھی کوئی دوسری روایت ہبۂ فدک کی تائید مین پیش نہین کی گئی۔

علامہ مطہر ابن حلیؒ کی کتاب کشف الحق ونہج الصدق مین بھی کوئی صحیح سند متعلق ہبہ کے نظر نہین آئی۔

طرائف مین ایک روایت بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے لکھی ہے روی غیر واحد منہم من بشر بن الولید والواقدی وبشر بن غیاث فی احادیث یرفعونہا الی محمد صلعم نبیہم انہ لما فتح خیبر اصطفی لنفسہ قری من قری الیہود فنزل جبرئیل بہذہ الایۃ فآت ذا القربی حقہ فقال محمد صلعم من ذا القربی وما حقہ قال فاطمۃ فدفع الیہا فدک ثم اعطاہا العوالی بعد ذلک فاستغلتہا حتی توفی ابوہا محمد صلعم کہ ان لوگون نے یہ حدیث اپنے پیغمبر سے بیان کی ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ نے منجملہ یہود کے دیہات کے ایک گاؤن اپنے لیے علیحدہ کرلیا پھر جبریل یہ آیت لائے کہ اپنے ذا القربی کو اونکا حق دیدو اوسپر آنحضرتؐ نے پوچھا کہ ذا القربی کون ہین اور اونکا حق کیا ہے جبریلؑ نے کہا کہ ذا القربی فاطمہؑ ہین اسپر آپ نے فدک اونھین دیدیا اور پھر عوالی یعنی چند باغات اور عطا کیے کہ اوس کا غلہ حضرت فاطمہؑ لیا کرتین تا وفات اپنے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے (دیکھو طرائف صفحہ ۶۸ مطبوعہ بمبئی) اسکے علاوہ اسی کتاب مین ایک اور روایت سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت کی ہے جیسا کہ فرماتے ہین ومن طریف مناقضاتہم ما رووہ فی کتبہم الصحیحۃ عندہم برجالہم عن مشائخہم حتی استندوہ عن سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبد اللہ الہمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عباس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت آیۃ وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاہا فدک کہ سنیون کے عجیب مناقضات

مین سے وہ روایت ہے جسکو اونھون نے اپنی معتبر او رصحیح کتابونمین اپنے مشائخ سے روایت
کی ہے اور اوسے سید الحفاظ ابن مردویہ باسناد مذکورہ بالا یون لکھتے ہین کہ ابو سعید سے منقول
ہے کہ جب آیہ وآت ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک انھین دیدیا۔
بحارالانوار کی کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک مین ملا باقر مجلسی آیہ وآت
ذالقربی حقہ کی شان نزول مین فرماتے ہین رواہ کثیر من المفسرین ووردت بہ الاخبار
من طرق الخاصۃ والعامۃ۔ کہ اس آیت کے شان نزول مین بہت روایتین بہت سے مفسرین
نے اہل سنت اور شیعہ کے بیان کی ہین۔ اور اسکے بعد لکھتے ہین قال الشیخ الطبرسی قیل ان
المراد قرابۃ الرسول کہ شیخ طبرسی کہتے ہین کہ اس آیت مین جو ذالقربی کا لفظ ہے اوس سے
مراد قرابت رسولؐ سے ہے۔ پھر اونھین سے ایک روایت نقل کرتے ہین اخبرنا السید مہدی
بن نزار الحسنی باسناد ذکرہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قولہ وآت ذالقربی حقہ
اعطی رسول اللہ صلعم فاطمۃؑ فدک قال عبد الرحمن بن صالح کتب المامون الی عبید اللہ
بن موسی یسئالہ عن قصۃ فدک فکتب الیہ عبید اللہ بھذا الحدیث رواہ عن الفضیل
بن مرزوق عن عطیۃ فرد المامون فدک علی ولد فاطمۃ انتھی۔ کہ ہمکو خبر دی ہے سید مہدی
بن نزار حسنی نے اون اسناد سے جسکو اونھون نے بیان کیا ہے ابو سعید خدری سے کہ وہ کہتے
ہین کہ جب آیت وآت ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔
اور عبد الرحمن بن صالح کہتے ہین کہ خلیفہ مامون نے عبید اللہ بن موسی سے لکھکر فدک کا قصہ
دریافت کیا عبید اللہ نے اوسکے جواب مین اس حدیث کو لکھ بھیجا اور اوسے روایت کیا ہے
فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے اسپر مامون نے فدک اولاد فاطمہؓ کو دیدیا۔ اس روایت مین
ملا باقر مجلسی نے اسناد کو ترک کر دیا ہے مگر علامہ طبرسی نے آیہ وآت ذالقربی حقہ کی تفسیر مین جو سورۂ
بنی اسرائیل مین واقع ہے اوس اسناد کا اسطرح ذکر کیا ہے۔ واخبرنا السید ابو حمید مہدی
بن نزار الحسنی قراءۃ قال حدثنا الحاکم ابو القاسم بن عبد اللہ الحسکانی قال حدثنا الحاکم الوالد

ابو محمد قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاها قال اخبرنی عمر بن الحسین بن علی بن مالک قال حدثنا جعفر بن محمد الاحمصی قال حدثنا حسن بن حسین قال حدثنا ابو معمر بن سعید جیثم وابو علی القاسم الکندی و یحیی بن یعلی و علی بن مسہر عن فضیل بن مرزوق عن عطیة الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قوله وآت ذا القربی حقه الخ

اور اسی روایت کو اسی آیت کی تفسیر میں تفسیر منہج الصادقین میں اسطرح بیان کیا ہے۔

و نیز سید ابو حمید مہدی بن نزار الحسنی از حاکم ابو القاسم عبد اللہ الحسکانی نقل می کند کہ در بغداد حاکم ابو محمد از عمر بن احمد بن عثمان بمن حدیث کرد کہ عمر بن حسین بن مالک گفت کہ جعفر بن محمد الاحمصی بمن گفت کہ حسن بن حسین مرا حدیث کرد از ابو معمر بن سعید و علی بن سعید خدری کہ گفتند چون آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل شد حضرت رسالت باغ فدک را بفاطمہ عطا فرمودہ الخ۔

دوسری روایت ملا باقر مجلسی نے یہ لکھی ہے محمد بن العباس عن علی بن العباس المقانعی عن ابی کریب عن معاویة عن فضیل بن مرزوق عن عطیة عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت فآت ذا القربی حقه دعا رسول الله صلعم فاطمة ع واعطاها فدک

تیسری روایت سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کرتے ہیں روی السید ابن طاؤس فی کتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مروان قال روی حدیث فدک فی تفسیر قوله تعالی وآت ذا القربی حقه عن عشرین طریقا منها ما رواه عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی و هیثم بن خلف الدوری و عبد الله بن سلیمان بن الاشعث و محمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن عابس و حدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریقی عن علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیة العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت وآت ذا القربی حقه دعا رسول الله صلعم فاطمة ع واعطاها فدک کہ سید ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود میں تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے

مین سے وہ روایت ہے جسکو اونھون نے اپنی معتبر او رصحیح کتابون مین اپنے مشائخ سے روایت کی ہے اور اوسے سید الحفاظ ابن مردویہ باسناد مذکورہ بالا یون لکھتے ہین کہ ابو سعید سے منقول ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقه نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک انھین دیدیا۔

بحار الانوار کی کتاب الفتن باب نزول الآیات فی امر فدک مین ملا باقر مجلسی آیہ وآت ذاالقربی حقه کی شان نزول مین فرماتے ہین رواہ کثیر من المفسرین وورد ت به الاخبار من طرق الخاصة والعامة۔ کہ اس آیت کے شان نزول مین بہت روایتین بہت سے مفسرین نے اہل سنت اور شیعہ کے بیان کی ہین۔ اور اسکے بعد لکھتے ہین قال الشیخ الطبرسی قیل ان المراد قرابة الرسول کہ شیخ طبرسی کہتے ہین کہ اس آیت مین جو ذاالقربی کا لفظ ہے اوس سے مراد قرابت رسول ؐ سے ہے۔ پھر اونھین سے ایک روایت نقل کرتے ہین اخبرنا السید مهدی بن نزار الحسنی باسناد ذکرہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قوله وآت ذاالقربی حقه اعطے رسول اللہ صلعم فاطمةؓ فدك قال عبد الرحمن بن صالح كتب المامون الی عبید اللہ بن موسی یسئاله عن قصة فدك فكتب الیه عبید اللہ بهذا الحدیث رواہ عن الفضیل بن مرزوق عن عطیة فرد المامون فدك علی ولد فاطمةؓ انتهی۔ کہ ہمکو خبر دی ہے سید مهدی بن نزار حسنی نے اون اسناد سے جسکو اونھون نے بیان کیا ہے ابو سعید خدری سے کہ وہ کہتے ہین کہ جب آیت وآت ذاالقربی حقه نازل ہوئی تو پیغمبر خدا صلعم نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔ اور عبد الرحمن بن صالح کہتے ہین کہ خلیفہ مامون نے عبید اللہ بن موسی سے لکھکر فدک کا قصہ دریافت کیا عبید اللہ نے اوسکے جواب مین اس حدیث کو لکھ بھیجا اور اوسے روایت کیا ہے فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے اسپر مامون نے فدک اولاد فاطمہؓ کو دیدیا۔ اس روایت مین ملا باقر مجلسی نے اسناد کو ترک کر دیا ہے مگر علامہ طبرسی نے آیہ وآت ذاالقربی حقه کی تفسیر مین جو سورہ بنی اسرائیل مین واقع ہے اوس اسناد کا اسطرح پر ذکر کیا ہے۔ واخبرنا السید ابو حمید مهدی بن نزار الحسنی قراءة قال حدثنا الحاکم ابو القاسم بن عبد اللہ الحسکانی قال حدثنا الحاکم الوالد

ابو محمد قال حدثنا عمر بن احمد بن عثمان ببغداد شفاها قال اخبرنی عمر بن الحسین بن علی بن مالک قال حدثنا جعفر بن محمد الاحمصی قال حدثنا حسن بن حسین قال حدثنا ابو معمر بن سعید جیثم وابو علی القاسم الکندی و یحیی بن یعلی و علی بن مسهر عن فضیل بن مرزوق عن عطیة الکوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت قوله و آت ذا القربی حقه الخ

اور اسی روایت کو اسی آیت کی تفسیر میں تفسیر منہج الصادقین میں اسطرح بیان کیا ہے ۔

و نیز سید ابو حمید مهدی بن نزار الحسنی از حاکم ابو القاسم عبد الله الحسکانی نقل می کند که در بغداد حاکم ابو محمد از عمر بن احمد بن عثمان بمن حدیث کرد که عمر بن حسین بن مالک گفت که جعفر بن محمد الاحمصی بمن گفت که حسن بن حسین مرا حدیث کرد از ابو معمر بن سعید و علی بن سعید خدری که گفتند چون آیه و آت ذا القربی حقه نازل شد حضرت رسالت باغ فدک را بفاطمہ عطا فرموده الخ۔

دوسری روایت ملا باقر مجلسی نے یہ لکھی ہے محمد بن العباس عن علی بن العباس المقانعی عن ابی کریب عن معاویة عن فضیل بن مرزوق عن عطیة عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت فآت ذا القربی حقه دعا رسول الله صلعم فاطمة ع واعطاها فدک

تیسری روایت سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کرتے ہیں روی السید ابن طاؤس فی کتاب سعد السعود من تفسیر محمد بن العباس بن علی بن مروان قال روی حدیث فدک فی تفسیر قوله تعالی و آت ذا القربی حقه عن عشرین طریقا فمنها ما رواه عن محمد بن محمد بن سلیمان الاعبدی وهیثم بن خلف الدوری و عبد الله بن سلیمان بن الاشعث و محمد بن القاسم بن زکریا قالوا حدثنا عباد بن یعقوب قال اخبرنا علی بن عابس وحدثنا جعفر بن محمد الحسینی عن علی بن منذر الطریقی عن علی بن عابس عن فضیل بن مرزوق عن عطیة العوفی عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت و آت ذا القربی حقه دعا رسول الله صلعم فاطمة ع واعطاها فدک کہ سید ابن طاؤس نے کتاب سعد السعود میں تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے

کہ وہ کہتے ہین کہ حدیث ہبہ فدک کی آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ کی تفسیر مین بیس طریقون سے مروی ہے اونمین سے ایک وہ حدیث ہے جو محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی نے او رہیثم بن خلف دوری نے اور عبداللہ بن سلیمان بن اشعث نے اور محمد بن قاسم بن زکریا نے روایت کی ہے کہ یہ لوگ کہتے ہین کہ ہمسے روایت کی ہے عباد بن یعقوب نے اور اونھون نے علی بن عابس سے۔ اور نیز روایت کی ہے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے اونھون نے علی بن عابس سے اونھون نے فضیل بن مرزوق سے اونھون نے عطیہ عوفی سے اور اونھون نے ابی سعید خدری سے کہ جب آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فاطمہؑ کو بلاکر فدک دیدیا۔

قاضی نوراللہ شستری نے اپنی کتاب احقاق الحق مین بھی اسی روایت کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے روی الواقدی وغیرہ من نقلۃ الاخبار عندھم وذکروہ فی الاخبار الصحیحۃ عندھم ان النبی لما افتتح خیبر اصطفی قری من قری الیھود الخ

عماد الاسلام مین ایک روایت تو متعلق ہبہ کے وہی نقل کی ہے جو طرائف مین مذکور ہے یعنی سید الحفاظ ابن مردویہ سے چنانچہ وہ فرماتے ہین فاقول یدل علی ثبوت ذلک (اعطاء النبی فدک فاطمۃ) ما رواہ سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابو الفتح عبدوس بن عبداللہ الھمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابو نصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عابس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وات ذاالقربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک۔

دوسری روایت کنز العمال شیخ علی متقی سے بیان کی ہے جیساکہ فرماتے ہین "وما فی کنز العمال للشیخ علی المتقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید قال لما نزلت وات ذاالقربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم فی تاریخہ وقال تفرد بہ

ابراھیم بن محمد بن میمون عن علی بن عابس بن النجار" - یعنی کنز العمال مین شیخ علی متقی نے باب صلۃ الرحم مین ابو سعید سے یہ روایت کی ہے کہ جب آیہ و آت ذا القربی حقہ نازل ہوئی پیغمبر خدا نے فاطمہؑ سے کہا کہ ای فاطمہؑ فدک تمہارے لیے ہے اور اسے روایت کیا ہے حاکم نے اپنی تاریخ مین اور کہا ہے کہ اسے صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس بن نجار سے روایت کیا ہے۔

اور تیسری روایت اوسی کتاب مین تفسیر در منثور سیوطی سے نقل کی ہے کما یقول وفی الدر المنثور للسیوطی فی تفسیر قولہ تعالی وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک ؛

اور اوسی کتاب مین چوتھی روایت معارج النبوت سے بیان کی ہے جیساکہ فرماتے ہین وما فی معارج النبوۃ الشھیر بسیر مولٰنا الھروی فی وقائع السنۃ السابعۃ بعد واقع خیبر بھذہ العبارۃ" و در مقصد اقصی مذکور ست کہ بعضی گویند کہ حضرت رسول اللہ صلعم بسوی خیبر امیر المومنین علی را فرستاد و مصالحہ بردست امیر واقع شد بران نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشان نکند و حوائط خواص ازآن رسول باشد پس جبرئیلؑ فرود آمد و گفت کہ حق تعالی می فرماید کہ حق خویشان بدہ رسول گفت کہ خویش من کیستند و حق ایشان چیست جبرئیل گفت فاطمہ ہست حوائط فدک را باودہ و آنچہ از خدا و رسول اوست در فدک ہم باو بدہ پیغمبر فاطمہ را بخواند و برای وی حجتی نوشت وآن وثیقہ بودہ کہ بعد از وفات رسول پیش ابوبکر آورد و گفت این کتاب رسول خداست برای من و حسن و حسین "

ان چار روایتون کو نقل کرکے آپ فرماتے ہین" وقال السید المرتضیٰ فی الشافی وقد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالی وآت ذا القربی حقہ دعا النبی فاطمۃ فاعطاھا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ انتھی کلام السید" یعنی سید مرتضی شافی مین کہتے ہین کہ سوائے

کہ وہ کہتے ہین کہ حدیث ہبہ فدک کی آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ کی تفسیر مین بیس طریقون سے مروی ہے اونمین سے ایک وہ حدیث ہے جو محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی نے اور ہیثم بن خلف دوری نے اور عبداللہ بن سلیمان بن اشعث نے اور محمد بن قاسم بن زکریا نے روایت کی ہے کہ یہ لوگ کہتے ہین کہ ہمسے روایت کی ہے عباد بن یعقوب نے اور اونھون نے علی بن عابس سے۔ اور نیز روایت کی ہے جعفر بن محمد حسینی نے علی بن منذر طریقی سے اونھون نے علی بن عابس سے اونھون نے فضیل بن مرزوق سے اونھون نے عطیہ عوفی سے اور اونھون نے ابی سعید خدری سے کہ جب آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فاطمہ کو بلا کر فدک دیدیا۔

قاضی نوراللہ شستری نے اپنی کتاب احقاق الحق مین بھی اسی روایت کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے روی الواقدی وغیرہ من نقلۃ الاخبار عندھم وذکروہ فی الاخبار الصحیحۃ عندھم ان النبی لما فتح خیبر اصطفی قری من قری الیھود الخ

عماد الاسلام مین ایک روایت تو متعلق ہبہ کے وہی نقل کی ہے جو طرائف مین مذکور ہے یعنی سید الحفاظ ابن مردویہ سے چنانچہ وہ فرماتے ہین فاقول یدل علی ثبوت ذلک (اعطاء النبی فدک فاطمۃ) ما رواہ سید الحفاظ ابن مردویہ قال اخبرنا محی السنۃ ابوالفتح عبدوس بن عبداللہ الھمدانی اجازۃ قال حدثنا القاضی ابونصر شعیب بن علی قال حدثنا موسی بن سعید قال حدثنا الولید بن علی قال حدثنا عباد بن یعقوب قال حدثنا علی بن عابس عن فضیل عن عطیۃ عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذاالقربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک۔

دوسری روایت کنزالعمال شیخ علی متقی سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہین "وما فی کنزالعمال للشیخ علی المتقی فی صلۃ الرحم من کتاب الاخلاق عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذاالقربی حقہ قال النبی یا فاطمۃ لک فدک رواہ الحاکم فی تاریخہ وقال تفرد بہ

ابراهیم بن محمد بن میمون عن علی بن عابس بن النجار" - یعنی کنزالعمال مین شیخ علی متقی نے باب صلۃ الرحم مین ابوسعید سے یہ روایت کی ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی پیغمبر خدا نے فاطمہ سے کہا کہ ای فاطمہ فدک تمہارے لیے ہے اور اسے روایت کیا ہے حاکم نے اپنی تاریخ مین اور کہا ہے کہ اسے صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس بن نجار سے روایت کیا ہے۔

اور تیسری روایت اوسی کتاب مین تفسیر درمنثور سیوطی سے نقل کی ہے کما یقول وفی الدرالمنثور للسیوطی فی تفسیر قولہ تعالی وآت ذاالقربی حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاھا فدک۔

اور اوسی کتاب مین چوتھی روایت معارج النبوت سے بیان کی ہے جیسا کہ فرماتے ہین وما فی معارج النبوۃ الشہیر بسیر مولانا الھروی فی وقائع السنۃ السابعۃ بعد واقع خیبر بھذہ العبارۃ" ودر مقصد قصی مذکورست کہ بعضی گویند کہ حضرت رسول اللہ صلعم بسوی خیبر امیرالمومنین علی را فرستاد ومصالحہ بردست امیر واقع شد بران نہج کہ حضرت امیر قصد خون ایشان نکند وحوائط خواص ازآن رسول باشد پس جبرئیل فرود آمد وگفت کہ حق تعالی می فرماید کہ حق خویشان بدہ رسول گفت کہ خویش من کیستند وحق ایشان چیست جبرئیل گفت فاطمہ است حوائط فدک را باو دہ وانچہ از خدا ورسول اوست در فدک ہم باو بدہ پیغمبر فاطمہ را بخواند وبرای وی حجتی نوشت وآن وثیقہ بودہ کہ بعد از وفات رسول پیش ابوبکر آورد وگفت این کتاب رسول خداست برای من وحسن وحسین"

ان چار روایتون کو نقل کرکے آپ فرماتے ہین "وقال السید المرتضیٰ فی الشافی وقد روی من طرق مختلفۃ غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالی وآت ذاالقربی حقہ دعا النبی فاطمۃ فاعطاھا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجۃ انتھی کلام السید" یعنی سید مرتضی شافی مین کہتے ہین کہ سوای

ابوسعید کے جس کا ذکر صاحب کتاب نے کیا ہے اور بھی کئی مختلف طریقون سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فاطمہ کو بلایا اور فدک انھین دیدیا۔ اور جبکہ یہ روایت مروی ہے پھر بغیر دلیل کے اوسکے نماننے کی کوئی وجہ نہین ہے فقط۔“

لیکن نہ جناب مولنا دلدار علی صاحب نے اپنی کتاب عمادالاسلام مین اور نہ جناب سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب شافی مین اون روایتون کو بیان کیا کہ وہ کون سے طرق مختلفہ غیر طریق ابی سعید کے ہین جن مین یہ روایت مذکور ہے ایسے موقع پر فقط مجمل کہدینا کہ اور بہت سی روایتون مین بھی منقول ہے کافی اور شافی نہین ہے۔ خصوصاً جبکہ قاضی عبدالجبار نے اپنی کتاب مغنی مین اس روایت کو شیعون کی طرف سے باین الفاظ ذکر کیا تھا قالوا قد روی عن ابی سعید الخدری کہ شیعہ ایسا کہتے ہین کہ ابوسعید خدری سے ایسی روایت ہے اور اوسکی نسبت اپنے جواب مین یہ لکھا تھا الجواب عن ذلک ان اکثر مایروون فی ھذا الباب غیر صحیح کہ جواب شیعون کے اس قول کا یہ ہے کہ جو کچھ اس باب مین وہ روایت کرتے ہین اکثر غلط ہے۔

آگے چلکر قاضی عبدالجبار نے صاف لکھدیا تھا وان صح عقد الھبۃ کہ اگر عقد ہبہ صحیح بھی ہو تو فدک حضرت فاطمہؑ کے قبضے مین ہونا چاہیے تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عبدالجبار اس روایت پر یقین نہین رکھتے تھے۔ ایسی حالت مین جناب علم الہدیٰ کا بالاجمال یہ کہدینا کہ اور بہت سے طریقون سے بھی یہ روایت ثابت ہے قابل تسلیم اور اونکے دعوی کے ثبوت کے لیے کافی نہین تھا۔ اونکو چاہیے تھا کہ اون طرق مختلفہ سے جس کا اونھون نے بالاجمال دعوی کیا تھا اس روایت کو ثابت کرتے اور اون تمام روایتون کو بیان کرکے اپنے دعوی کی تائید فرماتے۔

طعن الرماح مین جناب مجتہد سید محمد صاحب درمنثور سیوطی اور کنز العمال شیخ علی متقی اور سید الحفاظ ابن مردویہ کے علاوہ صاحب تاریخ آل عباس سے فدک کے ہبہ کئے جانے کا ذکر کرتے ہین کما یقول روی السیوطی فی تفسیر الدر المنثور فی ذیل تفسیر قولہ تعالے وآت ذاالقربی حقہ اخرج البزار وابو یعلی وابن حاتم وابن مردویہ عن ابی سعید الخدری

قال لما نزلت ہذہ الآیۃ واٰت ذا القربیٰ حقہ دعا رسول اللہ صلعم فاطمۃ فاعطاہا
فدک - واین روایت صحیح ست در آنکہ ہرگاہ آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ یعنی عطا نما صاحب قرابت
را حق او نازل گردید آنجناب فاطمہ را طلب فرمودہ فدک را بآنحضرت عطا فرمود - شیخ علی متقی
در کتاب کنز العمال در باب صلہ رحم از ابو سعید روایت کردہ قال لما نزلت واٰت ذا القربیٰ حقہ
قال النبی یا فاطمۃ لک فدک - وسید الحفاظ ابن مردویہ در کتاب خود مسنداً از ابو سعید روایت
سابقہ را نقل کردہ - ونیز صاحب روضۃ الصفا و معارج النبوت از مقصد اقصی روایت اعطای
فدک و نوشتن وثیقہ را نقل کردہ چنانچہ آنفا عبارت آن معرض بیان در آمد و عقل ترجیح عاقل
باور نمی کند کہ با وصف اعطای فدک و ہبہ آن و نوشتن وثیقہ برای آن از زمان فتح خیبر
تا ہنگام وفات سرور کائنات اقباض آن بوقوع نہ پیوستہ باشد بلکہ لفظ اعطا نیز بران دلالت دارد
کما لا یخفی - وصاحب تاریخ آل عباس کہ از معتمدین اہل سنت ست در تاریخ مذکور علی ما نقل عنہ
نوشتہ کہ بعد ازانکہ جماعتی از اولاد حسنین نزد مامون دعوی فدک کردند مامون جمع نمود دو صد کس
از علمای حجاز و عراق وغیر ایشان را و تاکید کرد کہ کتمان صواب نا نمودہ از متابعت حق و راستی
سر نہ پیچند پس ایشان روایت واقدی و بشر بن الولید وغیرہ نقل کردند کہ بعد از فتح خیبر جبریل
با آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ نازل شد پس رسول خدا گفت کیست ذا القربیٰ وچیست حق او جبریل گفت
فاطمہ است و فدک حق اوست پس رسول خدا فدک را بآنحضرت داد -

صاحب تشئید المطاعن نے بھی کوئی نئی روایت روایات مذکورۂ بالا کے علاوہ
پیش نہین کی -

کفایہ موسوم عصمت لوالایہ کے جلد دوم مین صفحہ ۴۳ سے تا صفحہ ۵۳ بہت تفصیل سے
فدک کی بحث لکھی ہے اور آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ کی نسبت صفحہ ۴۶ مین یہ لکھا ہے - کہ از برای
احدی از امت شبہ نبود در آنکہ فدک خالص بود از برای رسول خدا صلعم واحدی را در ان حقی نبود
از امت - واخبار طرفین از خاصہ وعامہ ناطق باین امرست - ونیز ظاہر آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ

بہ تصدیق کثیرے از علما و مفسرین و روات عامہ آنکہ رسول خدا صلعم آنرا نحلہ و عطیہ داد بحضرت فاطمہ چون ثعلبی و جوہری و یاقوت شافعی صاحب کتاب معجم البلدان و شہرستانی و صاحب تاریخ آل عباس و واقدی و بشر بن الولید و عبد الرحمن بن صالح و عمر بن شبہ و ابن حجر در صواعق و ابن ابی الحدید و ابو ہلال عسکری در کتاب اخبار الاوائل و حاکم ابو القاسم الحسکانی و حاکم ابو محمد و احمد بن عثمان بغدادی و قاضی عبد اللہ بن موسیٰ انہ لما نزلت آیۃ وآت ذا القربی حقہ اعطی رسول اللہ صلعم فاطمہ رض فدک فقط۔ اس مین مؤلف نے روایت ہبۂ فدک اور دعوی فدک کو مختلط کر دیا ہے۔ اور اونکی روایتون اور اقوال کو نقل نہین کیا مگر سوای ثعلبی کے کسی بیہ یدراوی کا جن کا ذکر اوپر ہوچکا نام بھی نہین لیا۔ اور ثعلبی کی روایت صفحہ ۲۵ مین اوس کتاب کے باین الفاظ بیان کی گئی ہے

کما فیہ "و ثعلبی کہ از اعاظم مفسرین ایشان ست بسند خود از سُدّی و دیلمی روایت کردہ است کہ حضرت علی ابن الحسین یکی از اہل شام فرمود آیا قرآن خواندہ گفت بلی۔ فرمود در سورۂ بنی اسرائیل این آیہ خواندہ کہ وآت ذا القربی حقہ آن شخص عرض کرد مگر شما آیہ ذی القربیٰ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ امر فرمودہ کہ حق آنہا را برسانند فرمود بلے"

ان کتابون کے علاوہ ایک اور کتاب ایران مین بالفعل چھپی ہے اور اوس کا نام غایۃ المرام وحجۃ الخصام فی تعیین الامام من طریق الخاص والعام ہے اوسکے مصنف سید ہاشم معروف بالعلامہ ہین اور انکی نسبت صاحب حدائق شیخ یوسف بحرانی نے اپنی کتاب مسمی بلؤلؤۃ البحرین مین یہ لکھا ہے کان السید المذکور فاضلا محدثا جامعا متتبعا للاخبار بما لم یسبق الیہ سابق سوی الشیخ المجلسی ؒ وکانت وفاتہ لما سنۃ السابعۃ بعد المأتہ والالف ـــ وصنف کتبا عدیدا تشہد بشدۃ تتبعہ واطلاعہ یعنی سید موصوف بڑے فاضل اور محدث اور جامع اور ایسے حاوی احادیث و اخبار پر ہین کہ مثل انکے اگلے لوگونمین سے سوائے ملا باقر مجلسی کے کوئی نہین ہوا اور انکی بہت تصنیفات ہین جن سے انکی علمیت اور واقفیت ثابت ہوتی ہے فقط سید موصوف نے غایۃ المرام امامت کے ثابت

کرنے مین لکھی ہے اور اوسمین تمام آیات قرآنی کو جمع کیا ہے اور ہر آیت کے متعلق جتنی روایتین
اور حدیثین ہین خواہ اہل سنت کی خواہ شیعون کی اون سب کو نقل کیا ہے اور اونھون نے
اس کتاب کے دیباچہ مین اون تمام کتابون کے نام لکھے ہین جن سے اونھون نے روایتین
نقل کی ہین۔ اور بلاشبہ یہ کتاب ایسی جامع ہے کہ خود اوسکے مؤلف کی غزارت علم اور کمال وقفیت
کی شاہد ہے اس کتاب کے مقصد دوم کے سترھوین اور اٹھارھوین باب مین آیہ وآت ذالقربی
حقہ کے متعلق جتنی حدیثین اور روایتین فریقین کی ہین وہ نقل کی ہین مگر باوجود اس جامعیت
کے سوائے ایک روایت ثعلبی کے کوئی دوسری روایت اونھون نے سنیون کی طرف سے بیان
نہین کی۔ البتہ گیارہ حدیثین شیعون کی نقل کی ہین چنانچہ اوسکے صفحہ ۲۲۳ مین یہ لکھا ہے الباب
السابع عشر قوله تعالى وآت ذا القربى حقه والمسكين الاية من طريق العامة وفيه حديث
واحد الثعلبي في تفسيره في هذه الاية قال عني بذلك قرابة رسول الله صلعم ثم قال الثعلبي
روى عن السدي عن ابي الديلمي قال قال علي بن الحسين لرجل من اهل الشام اقرأت
القران قال نعم قال فما قرأت في بني اسرائيل وآت ذا القربى حقه قال وانكم القرابة التي امر
الله تعالى ان يؤتى حقه قال نعم فقط اس کا ترجمہ جو لفایہ مین بزبان فارسی ہے وہ اچھی طرح ہم
لکھ چکے۔ اسکے بعد وہ لکھتے ہین الباب الثامن عشر في قوله تعالى وآت ذا القربى حقه
والمسكين الاية من طريق الخاصة وفيه احد عشر حديثا یعنی امامیہ کے طریق سے اس آیت کے متعلق
گیارہ حدیثین ہین اور اوسمین عطیہ عوفی کی وہ روایتین بھی منقول ہین جسکو بعض سنیون کی
کتابون سے علماء امامیہ نے نقل کی ہین۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے چنانچہ وہ فرماتے ہین
الثامن العياشي باسناده عن عطية العوفي قال لما فتح رسول الله خيبر وافاء الله عليه
فدكا وانزل الله عليه وآت ذا القربى حقه قال يا فاطمة لك فدك۔ التاسع العياشي
باسناده عن عبد الرحمن بن صالح كتب المامون الى عبد الله بن موسى العبسي يسأله
عن قصة فدك فكتب اليه عبد الله بن موسى بهذا الحديث۔ العاشر العياشي باسناده

عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ ان المامون رد فدکا علی ولد فاطمۃ

منشی سبحان علی خانصاحب نے جو فن ادب مین مشہور ہین ایک کتاب امامت مین لکھی ہے اوسکے دوسرے حصہ کے صفحہ مین فدک کی بحث ہے مگر اسمین خانصاحب نے صرف خوشہ چینی طعن الرماح کی کی ہے اور بعبارت جدید اوسی کے مضمون کو اولٹ پھیر کے بیان کیا ہے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہین کہ این فاقد الادراک استیعاب دلائل اثبات حق بضعۃ الرسول برہان کتاب مستطاب (طعن الرماح) حوالہ نمودہ بہ تقریری آخر کہ خالی از تجدد دی نیست از ماجری فیہا ابطال خلافت خلیفہ اول وثانی کہ بانی مبانی این اعتداء مشار الیہ است می سازد فقط۔ اسمین کوئی روایت جدید منقول نہین ہے جو قابل نقل ہو۔

ہمنے جو کچھ اوپر بیان کیا اوس سے اس کتاب کے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ چوتھی صدی سے لیکر تیرھوین صدی تک جتنی مشہور کتابین شیعون کی اس بحث کے متعلق تھین اون سب سے ہمنے اون روایتون کو جو متعلق ہبہ فدک کے ہماری کتابون سے اونھون نے نقل کی تھین بلفظہ لکھدیا۔ اور اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ اور بھی بہت سی کتابین ہونگی جو ہمین نہین مل سکین مگر ایسے مشہور اور نامور عالمون نے جیسے کہ جناب علم الہدی اور علامہ حلی اور سید ابن طاؤس اور ملا باقر مجلسی اور قاضی نور اللہ تستری اور مولنا دلدار علی اور مجتہد سید محمد اور مولانا محمد قلی صاحب تھے غالباً انکے مطالعے سے کوئی اور روایت رہ گئی ہوگی خصوصاً مجتہدین لکھنؤ سے۔ اور اسلئے ہمکو اس یقین کرنیکی وجہ ہے کہ جو کچھ اونھون نے ثبوت پیش کیا ہے اس سے زیادہ اونکے پاس نہ تھا اب ہم اس بات کو دکھاتے ہین کہ یہ ثبوت نہ عقلاً نہ نقلاً شہادت مین داخل کرنیکے لائق ہے اور نہ وہ فی نفسہ کوئی ثبوت ہے اسلئے کہ ان تمام روایتون کا سلسلہ اوس راوی پر ختم ہوتا ہے جو نہ صرف غیر معتبر اور غیر ثقہ تھا بلکہ کاذب اور شیعی تھا۔ ایک ہی شخص اس تمام زنگاری پردے مین چھپا ہوا ہے جسکے مختلف رنگ دوسرون نے لئے ہین اور ایک ہی گندلا چشمہ ہے جس سے یہ سب نہرین نکلی ہین اور ایک ہی کذب کی جڑ ہے جہان سے ساری شاخین پھوٹی ہین۔ اور ہم یقین کرتے ہین کہ علما شیعہ جنکو ان روایتون پر بہت کچھ

نازہے اور جنھون نے اوسکی بنیاد پر ایک بہت بڑی عمارت قائم کی ہے اور جسکی بنا پر بہت بڑے
الزام حضرات شیخین رض پر لگائے ہین اور بہت دردناک تقریرونین اونکا ظلم وستم ظاہر کیا ہے اور
جناب سیدة النسا فاطمہ زہرا کے دعوی ہبہ کے رد کرنے پر بہت کچھ دھوکے مین ڈالنے والی باتین
بنائی ہین اپنے پیش کیے ہوئے ثبوت کی حقیقت فاش ہونے پر جیسا کہ اب ہم اوسے فاش کرتے ہین
حیران اور ششدر ہوجائین گے اور وہ الفاظ جو جناب قاضی نوراللہ شستری نے کشف الحق کے
شائع ہونیکے بعد سنیون کی نسبت فرمائے تھے وہ اپنے اوپر صادق سمجھین گے ای یتمنون ان
یکونوا اجماداً او شجراً او بہتون کانہم النقموا حجرا یعنی تمنا کرین گے کہ کاش وہ پتھر یا درخت
ہوجاتے اور ایسے مبہوت ہوجائین گے گویا اون پر پتھر پڑ گئے ہین۔

علماء امامیہ کی مذکورۂ بالا کتابونمین جو حدیثین اور روایتین پیش کی گئی ہین جنکو وہ
سنیونکی روایت کہتے ہین اونکی تکرار اور نقل درنقل کو حذف کرکے دو قسم کی مفصلۂ الذیل روایتین
پائی جاتی ہین۔ ایک وہ جنمین پوری تفصیل راویون کی لکھی گئی ہے دوسری وہ جسمین یا صرف منقول عنہ
کتاب کا نام ہے یا بجاے پوری سند بیان کرنیکے صرف بعض راویون کے نام لکھدیے ہین۔ اول
قسم مین چار اور دوسری قسم مین پانچ روایتین ہین۔ اول قسم کی روایتین یہ ہین۔

ایک[ا] وہ روایت جو طرائف مین سید الحفاظ ابن مردویہ سے نقل کی گئی ہے اور جسکو عماد الاسلام
اور دوسری کتابونمین بھی نقل کیا ہے اسکے بیان کرنے والے راوی حسب ذیل ہین اول محی السنہ
ابو الفتح عبدوس بن عبداللہ ہمدانی دوسرے قاضی ابو نصر شعیب بن علی تیسرے موسی
بن سعید چوتھے ولید بن علی پانچوین عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عباس ساتوین
فضیل آٹھوین عطیہ نوین ابو سعید جنپر روایت کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

دوسری[۲] وہ روایت جو بحار الانوار مین بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی مین بتفصیل
اسناد بیان کی گئی ہے اور اوسکے راوی یہ ہین۔ اول سید ابو حمید مہدی بن نزار حسینی دوسرے
حاکم ابو القاسم بن عبداللہ الحسکانی تیسرے حاکم ابو الله ابو محمد چوتھے عمر بن احمد بن عثمان

پانچوین عمر بن حسین ابن علی بن مالک چھٹے جعفر بن محمد حمصی ساتوین حسن بن حسین آٹھوین ابو معمر بن سعید نوین ابو علی قاسم کندی دسوین یحییٰ بن یعلی گیارھوین علی بن مسہر بارھوین فضیل بن مرزوق تیرھوین عطیہ کوفی چودھوین ابو سعید خدری۔

تیسری[له] - وہ روایت جسکو بحار الانوار مین سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور اونھون نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے نقل کیا ہے۔ اسکے راوی اول محمد بن محمد بن سلیمان اعبدی ہین دوسرے ہیثم بن خلف دوری تیسرے عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث چوتھے محمد بن قاسم بن زکریا پانچوین عباد بن یعقوب چھٹے علی بن عابس (یہ حقیقت مین علی بن عباس ہے) ساتوین جعفر بن محمد حسینی آٹھوین علی بن منذر طریقی نوین فضیل بن مرزوق دسوین عطیہ عوفی گیارھوین ابو سعید خدری۔

چوتھی[عه] - وہ روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار مین لکھی ہے۔ اوسکے اول راوی محمد بن عباس ہین دوسرے علی بن عباس مقانعی تیسرے ابو کریب چوتھے معاویہ پانچوین فضیل بن مرزوق چھٹے عطیہ ساتوین ابو سعید خدری۔

اور دوسری قسم کی روایتین یہ ہین۔

پہلی[عه] وہ روایت جو کنز العمال سے عماد الاسلام مین نقل کی ہے۔ اسکو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور اوسمین دو راویون کے نام منقول ہین ایک ابراہیم بن محمد بن میمون دوسرے علی بن عابس بن النجار۔ ان راویون نے اپنی سند کا سلسلہ ابو سعید تک پہونچایا ہے۔

دوسری[عه] وہ روایت جو عماد الاسلام وغیرہ مین درمنثور سیوطی سے بلا حوالہ سند نقل کی ہے اور طعن الرماح مین اوسپر اتنا اور بڑھایا ہے کہ بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ نے اسے ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے۔

تیسری[عه] جو بحار الانوار وغیرہ مین لکھی ہے کہ عبد الرحمن بن صالح کہتے ہین کہ مامون نے عبید اللہ بن موسیٰ سے فدک کا حال تحریراً دریافت کیا تو اونھون نے اسی حدیث کو جسکا

له دیکھو صفحہ [illegible] اس کتاب کا ۱۲ منہ
عه دیکھو صفحہ [illegible] اس کتاب کا ۱۲ منہ
عه دیکھو صفحہ [illegible] اس کتاب ۱۲ منہ
عه دیکھو صفحہ [illegible] اس کتاب ۱۲ منہ
عه دیکھو صفحہ [illegible] اس کتاب ۱۲ منہ
عه دیکھو صفحہ [illegible] اس کتاب ۱۲ منہ

ذکر سید مہدی بن نزار حسینی نے کیا ہے لکھ بھیجا اور اوسکو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ اسمین دو نام مذکور ہین ایک فضیل بن مرزوق دوسرے عطیہ۔

چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف مین بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے بیان کی ہے جس مین سلسلۂ اسناد محذوف ہے۔ اور اسی کو بحوالۂ واقدی قاضی نوراللہ تستری نے احقاق الحق مین نقل کیا ہے۔

پانچوین وہ روایت جو معارج النبوت اور مقصد اقصی سے عماد الاسلام وغیرہ مین نقل کی گئی ہے

یہ سب ہے کل مایۂ ناز علما امامیہ کا اور یہ ہے مجموعہ اون تمام روایتون کا جسکو وہ بہت بڑے زور شور سے سنیون کے مقابلے مین ہبۂ فدک کے ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہین۔ اور چونکہ یہ روایتین مختلف طور سے اور مختلف موقع پر بحث فدک مین بیان کی جاتی ہین بیچارے ناواقف سنی اونھین دیکھکر گھبرانے لگتے ہین اور یہ سمجھکر کہ یہ روایتین تو ہماری ہی کتابون سے نقل کی گئی ہین اور غالباً صحیح ہونگی حیران رہجاتے ہین۔ اور اکثر لوگون کو غلجان اور اپنے عقائد مین شبہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر اب کہ ہمنے اون سب کو ایک جگہ جمع کر دیا اس سے دیکھنے والون کو معلوم ہو سکیگا کہ سلسلہ ان تمام روایتون کا ابوسعید پر ختم ہوتا ہے اور ابوسعید سے عطیہ نے اور عطیہ سے فضیل بن مرزوق نے آگے چلایا ہے۔ اور انھین سے اس روایت کا سلسلہ آیندہ بڑھا ہے۔ غرضکہ جو کچھ پھل پھول اسمین لگائے گئے ہین اوسکی جڑ ابوسعید ہین۔ مگر ابوسعید کے نام مین ایک عجیب دھوکا دیا گیا ہے جس سے ناظرین کو شبہ ہوتا ہے کہ یہ ابوسعید ابوسعید خدری ہین جو صحابی تھے حالانکہ یہ ابوسعید ابوسعید خدری نہین ہین بلکہ یہ وہ ابوسعید ہے جو کلبی کے خطاب سے مشہور اور صاحب تفسیر ہین۔ اونکے بہت سے نام اور مختلف کنیتین ہین۔ اور اسی سبب سے لوگون کو اکثر انکے نام مین دھوکا ہو جاتا ہے۔ کبھی انکا نام محمد بن سائب کلبی سے لیا جاتا ہے۔ اور کبھی حماد بن سائب کلبی کہکر پکارے جاتے ہین۔ اور اونکی تین کنیتین ہین ایک ابونصر اور دوسری ابوہشام اور تیسری ابوسعید۔ اور انھین سے

دیکھو میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۲۷۷ سطر ۱۲
دیکھو صفحہ ۱۱ سطر ۱۲

عطیہ عوفی روایت کرتے ہین - اور چونکہ عطیہ عوفی شیعہ تھے وہ اس قسم کی حدیثون کو اپنے شیخ
ابو سعید کلبی سے اسطور پر روایت کرتے ہین کہ جس سے دھوکا ہو کہ یہ ابو سعید خدری صحابی سے
روایت ہے کیونکہ وہ حدثنا یا قال ابو سعید لکھکر چپ ہو جاتے ہین کلبی یا اور مشہور نام اونکا نہین
لیتے تاکہ لوگون کو شبہ ہو کہ یہ روایت جس سے یہ روایت کرتے ہین وہ ابو سعید خدری صحابی
ہین چنانچہ یہ مغالطہ ظاہر ہو گیا اور راونکی یہ ہوشیاری کھل گئی - تاکہ عطیہ اور کلبی کا اصلی حال
اور اصلی اعتقاد ظاہر ہو جائے اور یہ امر کہ عطیہ کی روایت ابو سعید کلبی سے ہے نہ کہ ابو سعید خدری
سے کھل جائے ہم اول عطیہ کا اور پھر ابو سعید کلبی کا حال اسماء الرجال کی کتابون سے بیان
کرتے ہین - اور اوس پردے کو جو ایک مدت دراز سے ان روایتون پر پڑا ہوا تھا اوٹھاتے ہین
عطیہ - جنھون نے اس روایت کو ابو سعید سے بیان کیا ہے اونکی نسبت تقریب مین جو معتبر
کتاب اسماء الرجال کی ہے لکھا ہے کہ وہ روایت مین خطا بھی کرتے تھے اور تدلیس بھی فرماتے
تھے اور شیعہ بھی تھے کما یقول عطیۃ بن سعد الکوفی یخطئ کثیرا وکان شیعیا مدلسا
اول تو انکی روایت بہ سبب اسکے کہ وہ بہت خطا کرتے تھے یقین کے قابل نہین دوسرے بوجہ
تدلیس کے پایہ اعتبار سے ساقط ہے تیسرے بلحاظ شیعہ ہونیکے یہ روایت شیعونکی ہے نہ کہ سنیونکی
روایت مین خطا کرنا اور شیعہ ہونا یہ دو چیزین محتاج بیان نہین ہین مگر تدلیس کیا چیز ہے
اور راوی مین یہ عیب کس درجے کا خیال کیا جاتا ہے البتہ قابل بیان ہے تاکہ ناظرین اس روایت
کی صحت کا صرف ایک تدلیس کے سبب سے اندازہ کر سکین - ابن جوزی تدلیس کو روایت
مین اس قدر قبیح اور شنیع سمجھتے ہین کہ وہ تلبیس ابلیس مین لکھتے ہین ومن تلبیس ابلیس
علی علماء المحدثین روایۃ الحدیث الموضوع من غیر ان یبینوا انہ موضوع وھذا خیانۃ منھم
علی الشرع ومقصودھم تنفیق احادیثھم وکثرۃ روایاتھم وقد قال النبی ﷺ من روی عنی حدیثا
یری انہ کذب فھو احد الکاذبین ومن ھذا الفن تدلیسھم فی الروایۃ فتارۃ
یقول احدھم فلان عن فلان او قال فلان عن فلان یوھم انہ سمع منہ ولم یسمع

وهذا اقبح لانه یجعل المنقطع فی مرتبة المتصل انتھی یعنی علما محدثین کو
التبلیس حدیث موضوع کی روایت کرنے مین یہ دھوکا دیتا ہے کہ وہ یہ بیان نہین کرتے کہ
یہ حدیث موضوع ہے حالانکہ یہ بات اونکی شرع مین خیانت ہے اور راونکا اپنی احادیث کا
جاری کرنا اور کثرت سے روایات کا ہونا مقصود ہوتا ہے۔ اور پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص
میری طرف سے کوئی حدیث روایت کرے اور وہ یہ جانتا ہو کہ وہ حدیث جھوٹی ہے تو وہ
خود بھی جھوٹون مین کا ایک جھوٹا ہے۔ اور فن حدیث مین روایت کی تدلیس یہ ہے کہ راوی
یہ کہے فلان نے فلان سے یا فلان نے کہا فلان سے جس سے وہم دلاتا ہے کہ فلان نے
فلان سے سنا ہے حالانکہ نہین سنا تو یہ بہت بری بات ہے اسلیے کہ راوی حدیث منقطع کو
(جس کا راوی بیچ مین سے جھوٹا ہو) متصل کے (جس کے راوی برابر مسلسل ہون)
برابر کرنا چاہتا ہے۔ انتہی۔

اور میزان الاعتدال مین انکی نسبت لکھا ہے عطیة بن سعد العوفی الکوفی
تابعی شہیر ضعیف... قال سالم المرادی کان عطیة یتشیع وقال احمد ضعیف الحدیث
وکان هشیم یتکلم فی عطیة وروی ابن المدینی عن یحیی قال عطیة وابو هارون وبشر
بن حرب عندی سواء وقال احمد بلغنی ان عطیة کان یاتی الکلبی فیاخذ عنه التفسیر
کان یکنیه بابی سعید فیقول قال ابو سعید قلت یعنی یوهم انه الخدری وقال النسائی وجماعة
ضعیف یعنی عطیہ بن سعد عوفی کوفی تابعی مشہور ضعیف ہے اور ابو حاتم کہتے ہین
کہ اونکی حدیث ضعیف ہے۔ اور سالم مرادی کہتے ہین کہ عطیہ شیعہ تھا۔ اور امام احمد کہتے
ہین کہ وہ ضعیف الحدیث ہے۔ اور ہشیم کو عطیہ مین کلام ہے۔ اور ابن مدینی نے یحیی سے
روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہین کہ عطیہ اور ابو ہارون اور بشر بن حرب میرے نزدیک
برابر ہین۔ اور امام احمد کہتے ہین کہ مجھے یہ خبر پہونچی ہے کہ عطیہ کلبی کے پاس آتے اور
اونسے تفسیر لیتے اور اوسے ابو سعید کے نام سے لکھدیتے اور یون کہتے کہ ابو سعید نے

ایسا لکھا ہے - ذہبی کہتے ہین کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مقصود اونکا یہ ہو تاکہ لوگ یہ سمجھین کہ یہ
ابوسعید خدری ہین - اور نسائی اور ایک جماعت نے اونکو ضعیف بتایا ہے - اور سخاوی نے
رسالہ منظومہ جزری مین جو اصول حدیث مین ہے باب من لہ اسماء مختلفة ونعوت متعددة
مین جہان کلبی کا ذکر لکھا ہے وہان یہ بیان کیا ہے وھوابوسعید الذی روی عنہ عطیة
العوفی موھما انہ الخدری کہ یہی کلبی ابوسعید کی کنیت سے بھی پکارے جاتے ہین - اور عطیہ عوفی
اونسے جو روایت کرتے ہین وہ اسی کنیت سے یعنی قال ابوسعید کہکر روایت کرتے ہین -
تاکہ لوگون کو یہ خیال ہو کہ یہ ابوسعید خدری ہین -

اس حقیقت سے جو ہمنے عطیہ کی بیان کی مثل آفتاب وزروشن کے یہ بات کھل گئی کہ یہ
روایت ابوسعید خدری سے جو صحابی رسول تھے نہین ہے - بلکہ ابوسعید کلبی سے ہے جو مفسر تھے -

اب ہم ابوسعید کلبی کا حال ظاہر کرتے ہین تاکہ معلوم ہو جاے کہ یہ حضرت جن پر
ان تمام روایتون کا سلسلہ ختم ہوتا ہے جھوٹے اور حدیثون کے بنانے والے اور شیعہ تھے -
انکی نسبت امام سخاوی نے شرح رسالہ منظومہ جزری مین اوس باب مین جسکا اوپر ذکر ہوا
یہ لکھا ہے کہ اون لوگونمین سے جنکے مختلف نام اور متعدد لقب اور کنیتین ہین ایک محمد بن
سائب کلبی مفسر ہین اونھین کی کنیت ابونضر ہے - اور اس کنیت سے ابن اسحاق اون سے
روایت کرتے ہین - اور اونھین کا نام حماد بن سائب ہے اور ابواسامہ اسی نام سے
اونسے روایت کرتے ہین اور اونھین کی کنیت ابوسعید ہے اور اسی کنیت سے عطیہ عوفی
اونسے روایت کرتے ہین تاکہ لوگون کو شبہ مین ڈالین کہ یہ ابوسعید خدری ہین - اور انھین
کی کنیت ابوہشام بھی ہے اور اس کنیت سے قاسم بن الولید اونسے روایت کرتے ہین
اصل الفاظ شرح مذکور کے یہ ہین - ان من امثلتہ (ای من لہ اسماء مختلفة ونعوت متعددة)
محمد بن السائب الکلبی المفسر ھو ابو النضر الذی روی عنہ ابن اسحق وھو حماد بن
السائب روی عنہ ابواسامة وھو ابوسعید الذی روی عنہ عطیة الکوفی موھما

انه الخدری وهو ابو هشام روی عنه القاسم بن الولید اور تقریب مین انکی
نسبت یہ لکھا ہے محمد بن السائب بن بشیر الکلبی ابو النضر الکوفی النسابۃ المفسر
متهم بالکذب ورمی بالرفض من السادسۃ مات سنۃ مأتہ وست و اربعین کہ محمد بن سائب
کلبی نسب جاننے والے اور تفسیر لکھنے والے جھوٹ اور رفض سے متہم ہین اور میزان الاعتدال
مین انکی نسبت لکھا ہے محمد بن السائب الکلبی ابو النضر الکوفی المفسر النسابۃ الاخباری
قال الثوری اتقوا الکلبی فقیل فانک تروی عنہ قال انا اعرف صدقہ من کذبہ قال البخاری
ابو النضر الکلبی ترکہ یحیی وابن مهدی ثم قال البخاری قال علی حدثنا یحیی عن
سفیان قال لی الکلبی کلما حدثتک عن ابی صالح فهو کذب وقال یزید بن زریع
حدثنا الکلبی وکان سبائیا قال ابو معاویۃ قال الاعمش اتق هذہ السبائیۃ فانی
ادرکت الناس وانما یسمونهم الکذابین وقال ابن حبان کان الکلبی سبائیا من اولئک
الذین یقولون ان علیا لم یمت وانه راجع الی الدنیا ویملأها عدلا کما ملئت جورا وان
راوا سحابۃ قالوا امیر المؤمنین فیها وعن ابی عوانۃ سمعت الکلبی یقول کان
جبریل یملی الوحی النبی صلعم فلما دخل النبی صلعم الخلاء جعل یملی علی علی
وقال احمد بن زهیر قلت لاحمد بن حنبل یحل النظر فی تفسیر الکلبی قال لا وقال
الجوزجانی وغیرہ کذاب وقال الدارقطنی وجماعۃ متروک وقال ابن حبان وضوح
الکذب فیه اظهر من ان یحتاج الی الاعراق وفی وصفه یروی عن ابی صالح عن ابن عباس
التفسیر وابو صالح لم یر ابن عباس ولا سمع الکلبی من ابی صالح فلما احتیج الیه اخرجت له
الارض افلاذ کبدها لا یحل ذکرہ فی الکتب فکیف الاحتجاج به کہ محمد بن سائب کلبی جنکی
کنیت ابو النضر ہے وہ کوفی ہین اور مفسر اور نسب جاننے والے اخباری ہین ۔ امام ثوری
اونکی نسبت کہتے ہین کہ کلبی سے بچنا چاہیے اسپر اونسے کسی نے کہا کہ آپ تو خود اون سے
روایت کرتے ہین تو اونھون نے جواب دیا کہ مین اوسکے جھوٹ کو اوسکے سچ سے جدا کرلیتا

جانتا ہون - اور بخاری نے کہا ہے کہ یحیی اور ابن مہدی نے اوسکی روایت قابل ترک بتلائی ہے اور بخاری نے یہ بھی کہا ہے کہ علی نے یحیی سے اور اونھون نے سفیان سے بیان کیا ہے کہ کلبی نے سفیان سے کہا کہ ابو صالح سے جو مین تمسے روایت کرون وہ جھوٹی ہے - اور یزید بن زریع نے کلبی سے روایت کی ہے کہ وہ عبد اللہ بن سبا کے فرقے کا تھا - اور ابو معاویہ کہتے ہین کہ اعمش نے کہا ہے کہ اس سبائیہ فرقے سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ کذاب ہوتے ہین - اور ابن حبان نے کہا ہے کہ کلبی سبائی تھا یعنی اون لوگونمین سے جو کہتے ہین کہ علی کرم اللہ وجہہ نہین مرے اور پھر وہ دنیا کی طرف رجعت کرین گے اور اوسے انصاف سے اوسی طرح بھر دین گے جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی اور جبکہ وہ بادل کو دیکھتے تو کہتے کہ امیر المومنین اسی مین ہین - اور ابی عوانہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہین کہ مین نے خود کلبی کو یہ کہتے سنا ہے کہ جبرئیلؑ پیغمبر خدا صلعم پر وحی بیان کرتے اور ایسا اتفاق ہوتا کہ آپ رفع ضرورت کے لیے بیت الخلا جاتے تو جبرئیلؑ علیؓ پر اوس وحی کو املا کرتے یعنی اونسے کہتے - اور احمد بن زہیر کہتے ہین کہ مین نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کلبی کی تفسیر کا دیکھنا درست ہے اونھون نے کہا نہین - اور جوزجانی وغیرہ نے کہا ہے کہ کلبی بڑا جھوٹا ہے اور دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ متروک ہے یعنی اوسکی روایت لینے کے لائق نہین ہے - اور ابن حبان کہتے ہین کہ اوس کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے کہ بیان کرنیکی حاجت نہین ہے - اور ان حضرت کے صفات مین سے یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ تفسیر کو ابی صالح سے اور ابو صالح کی روایت ابن عباس سے بیان کرتے ہین حالانکہ نہ ابو صالح نے ابن عباس کو دیکھا ہے نہ کلبی نے ایک حرف ابو صالح سے سنا - مگر جب اونکو تفسیر مین کچھ بیان کرنیکی حاجت ہوتی تو اپنے دل سے نکال لیتے ایسے کا ذکر کرنا بھی کتاب مین جائز نہین ہے نہ کہ اوس سے سند لینا - اور تذکرۃ الحفاظ مین ذہبی نے اونکے فرزند ارجمند ہشام بن کلبی کا جہان

بیان لکھا ہے وہاں انکے پدر بزرگوار یعنی محمد بن سائب کلبی کو رافضی لکھا ہے اور انکے
فرزند کو اس قسم کے متروکین میں سے کہ جسکو حفاظ حدیث نے داخل بھی نہیں کیا ہے
کہ وہ کہتے ہیں هشام بن الکلبی لحافظ احد المتروکین لیس بثقة فلهذا لم ادخله
بین حفاظ الحدیث وهو ابو المنذر هشام بن محمد بن السائب الکوفی الرافضی النسابة
اور یاقوت حموی نے معجم الادبا میں بیان محمد بن جریر طبری کی کتابونکا ذکر کیا ہے لکھا ہے
ولم یتعرض ای الطبری لتفسیر غیر موثوق به فانه لم یدخل فی کتابه شیئا عن کتاب محمد
بن السائب الکلبی و لا مقاتل بن سلیمان و لا محمد بن عمر الواقدی لانهم عنده
اظناء کہ طبری نے غیر معتبر تفسیر اپنی تفسیر کی کتاب میں بیان نہیں کی اور اسی لیے
اپنی کتاب میں کچھ بھی محمد بن سائب کلبی اور مقاتل بن سلیمان اور محمد بن عمر واقدی کی
کتابون سے نہیں لیا کیونکہ یہ لوگ اونکے نزدیک متہمین میں سے ہیں۔ اور محمد طاہر
گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات میں کلبی کی نسبت لکھا ہے قد قال احمد فی تفسیر
الکلبی من اوله الی اٰخره کذب لا یحل النظر فیه۔

یہ حالت ہے ابو سعید کلبی کی جو محققین کے اقوال سے ہمنے بیان کی ہے کہ بلحاظ
عقائد کے عبد اللہ بن سبا کے فرقے میں سے ہیں اور رجعت کے قائل اور جناب امیر کے بادلون میں
چھپے ہونے کے معتقد۔ اور بلحاظ صدق کے ایسے اعلیٰ درجے پر ہین کہ جنکو نہ دیکھا اور جن سے
نہ کچھ سنا اونسے برابر روایت کرتے ہیں۔ اور جس موقع پر جو چاہا اوسے اپنے دلسے گڑھکر
بیان کر دیتے ہیں۔ اور اعتبار کی یہ کیفیت ہے کہ معتبر اور محقق تفسیر لکھنے والے مثل طبری
کے اپنی کتاب میں اونکی کسی روایت کا نقل کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے اور یہی ہیں جنسے
یا ناقل حدیث ہبۂ فدک کے جسکو عطیہ نے کہ وہ بھی مدلس اور شیعی تھے اپنے مذہبی
عقائد کی حمایت کے لیے انسے روایت کیا اور انکے دیگر نام اور کنیتیں چھوڑ کر حدثنا
ابو سعید لکھکر لوگون کو اس شبہ میں ڈالا کہ یہ ابو سعید خدری ہون گے۔

اس بات کا ثبوت کہ ابوسعید جبتک سلسلہ ان حدیثون کا ختم ہوتا ہے ابوسعید خدری نہین ہین صرف خیالی نہین ہے بلکہ اس کا ثبوت متقدمین کی تحریرون اور روایتون سے بھی ملتا ہے۔ مثلاً کنز العمال مین جو روایت حاکم کی تاریخ سے منقول ہے اور جسے عماد الاسلام وغیرہ مین بیان کیا ہے اور سید الحفاظ ابن مردویہ کی روایت جو طرائف و عماد الاسلام وغیرہ مین منقول ہے اور درمنثور سیوطی اور بزار اور ابویعلی اور ابن حاتم کی روایتون مین صرف ابوسعید سے لکھا ہے خدری کا لفظ اوسکے آگے نہین ہے یہ لفظ اوسی وہم کے سبب سے جس کا ہمنے اوپر ذکر کیا پیچھے بڑھا یا گیا۔

اگرچہ عطیہ اور کلبی کے حالات بیان کرنے کے بعد ہبۂ فدک کی روایت کا غلط اور جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا اور ثابت بھی اسطور پر کہ اوسمین کچھ شبہ نہین رہا۔ اور اس بات کی ضرورت باقی نرہی کہ اور راویون سے بحث کی جای مگر ہم ہر روایت اور راویون سے بھی بحث کرتے ہین تاکہ معلوم ہو کہ یہ سارے سلسلے متروکین اور مجہولین اور کاذبین اور رافضیین سے کم وبیش بھرے ہوے ہین۔ اور جسکو دیکھیے اوس مین کچھ نکچھ تشیع یا تدلیس یا مجہولیت کی بو پائی جاتی ہے۔

پہلی روایت جو طرائف کی سید الحفاظ ابن مردویہ سے ہمنے نقل کی اوسکے آخری راوی ابوسعید ہین اور جنسے اونسے روایت کی ہے یعنی عطیہ اونکا حال تو معلوم ہوگیا۔ اب فضیل کا حال سنیے جنھون نے عطیہ سے روایت کی ہے۔ انکی نسبت تقریب مین لکھا ہے الفضیل بن مرزوق الکوفی رمی بالتشیع کہ فضیل بن مرزوق بسبب تشیع کے چھوڑ دیے گئے۔ اور تہذیب التہذیب مین لکھا ہے الفضیل بن مرزوق الکوفی قال ابن معین شدید التشیع قال ابو حاتم صدوق یہم کثیرا کہ فضیل بن مرزوق کوفی کی نسبت ابن معین نے کہا ہے کہ بڑے کٹے شیعہ تھے۔ اور ابوحاتم نے کہا ہے کہ سچے تھے مگر وہم بہت کرتے تھے۔ اور تہذیب مین انکی نسبت لکھا ہے یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ وقال النسائی ضعیف کہ انکی

حدیث لکھ لیجاوے مگر قابل حجت نہین ہے اور نسائی کہتے ہین کہ وہ ضعیف ہین - اور
میزان الاعتدال مین ہے قال ابوعبداللہ الحاکم فضیل بن مرزوق لیس من
شرط الصحیح عیب علی مسلم اخراجہ فی الصحیح وقال ابن حبان منکر الحدیث جدا
کان ممن یخطیٔ علی الثقات ویروی عن عطیۃ الموضوعات قلت عطیۃ اضعف منہ
قال ابن عدی عندی انہ اذا وافق الثقات یحتج بہ روی احمد بن ابی خیثمۃ عن ابن
معین ضعیف یعنی ابوعبداللہ حاکم کہتے ہین کہ فضیل بن مرزوق ہین شرط صحت نہین ہے -
اور حاکم نے امام مسلم پر اس امر سے عیب لگایا ہے کہ اونھون نے اوسکو ثقہ لوگون مین
بیان کیا ہے ابن حبان کہتے ہین کہ فضیل بہت ہی منکر الحدیث ہے اور ثقات پر خطا لگایا
کرتے تھے - اور عطیہ سے موضوعات روایت کرتے ہین - ذہبی کہتے ہین عطیہ تو انسے
بھی زیادہ ضعیف ہے - ابن عدی کہتے ہین کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ فضیل جب
ثقات کی موافقت کرین تو انسے احتجاج کیا جاے - اور احمد بن ابی خیثمہ نے ابن معین
سے انکا ضعیف ہونا روایت کیا ہے -

اور فضیل بن مرزوق سے اس خبر کو علی بن عباس نے روایت کیا ہے - انکا
حال سنیے - میزان الاعتدال مین ہے علی بن عباس الازرق الاسدی الکوفی عن العلاء
بن المسیب و ابن ابی سلیم وغیرھما روی عباس عن ابن معین لیس بشئ وقال الجوزجانی
والنسائی والازدی ضعیف وقال ابن حبان فحش خطاؤہ فاستحق الترک .....
القاسم بن زکریا ثنا عباد بن یعقوب ثنا علی بن عباس عن فضیل بن مرزوق عن عطیۃ
عن ابی سعید قال لما نزلت وآت ذا القربی حقہ دعا رسول اللہ ص فاطمۃ رض فاعطاھا
فدک قلت ھذا باطل ولو کان دفع ذلک لما جاءت فاطمۃ رض تطلب شیئا ھو فی حوزھا وملکھا
وفیہ غیر علی من الضعفاء کہ علی بن عباس ازرق اسدی کوفی علا ابن مسیب
اور ابن ابی سلیم وغیرہما سے روایت کرتے ہین - اور عباس نے ابن معین سے بیان کیا ہے

کہ یہ کچھ نہین ہین اور جوزجانی اور نسائی اور ازدی اونکو ضعیف کہتے ہین - اور ابن حبان کہتے ہین کہ یہ ایسی خطائین فاحش کرتے تھے جس سے چھوڑ دینے کے مستحق ہوے - قاسم بن ذکریا نے کہا کہ عباد بن یعقوب نے ہمسے بیان کیا اور اونسے علی بن عباس نے اور اوس سے فضیل بن مرزوق نے اور اوس سے عطیہ نے اور اوس سے ابو سعید نے کہ جب آیہ وات ذالقربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو بلا کر فدک دیدیا - ذہبی کہتے ہین کہ یہ حدیث باطل ہے - اگر آپ فدک دیدیتے تو حضرت فاطمہؓ پھر کچھ طلب نفرماتین اسلیے کہ فدک آپ کے قبضے اور ملک مین ہوتا - اور اس حدیث مین سوا علی بن عباس کے اور بھی ضعیف راوی ہین -

اور علی بن عباس سے عباد بن یعقوب روایت کرتے ہین ان حضرت کا حال معلوم کیجیے - تقریب مین یہ لکھا ہے عباد بن یعقوب الرواجنی بتخفیف الواو وبالجیم المکسورة والنون الخفیفة ابوسعید الکوفی صدوق رافضی حدیثه فی البخاری مقرون بالغ ابن حبان فقال یستحق الترک یعنی عباد بن یعقوب رافضی تھے انکی ایک حدیث بخاری مین ہے جنکی نسبت ابن حبان نے نہایت مبالغہ کرکے کہا ہے کہ وہ چھوڑ دینے کے لائق ہے اور مغنی مولفہ صاحب مجمع البحار مین ہے ابن یعقوب الرواجنی صدوق رافضی حدیثه فی البخاری مقرون فقیل علیه هو یستحق الترک اور تذہیب التہذیب مین ہے عباد بن یعقوب الاسدی ابوسعید الرواجنی احد رؤس الشیعة ... قال ابن عدی فیه غلو روی احادیث منکرة فی فضائل اهل بیت وقال صالح بن محمد یشتم عثمان کہ عباد بن یعقوب شیعون کے بڑے لوگون مین سے ہین - ابن عدی کہتے ہین کہ انمین تشیع کا غلو تھا فضائل اہل بیت مین بہت سی حدیثین منکر روایت کرتے ہین - اور صالح بن محمد کہتے ہین کہ یہ حضرت عثمان غنیؓ کو برا کہا کرتے تھے - اور میزان الاعتدال مین ہے عباد بن یعقوب الاسدی الرواجنی الکوفی من غلاة الشیعة ورؤس البدع لکنه صادق فی الحدیث

عن شریک والولید بن ابی ثور وخلق وعنه البخاری حدیثا فی الصحیح مقرونا بآخر
وقال ابن خزیمة حدثنا الثقة فی روایته والمتهم فی دینه عباد وروی عبدان
الاهوازی عن الثقة ان عباد بن یعقوب کان یشتم السلف وقال ابن عدی یروی احادیث
فی الفضائل انکرت علیه وقال صالح جزرة کان عباد بن یعقوب یشتم عثمان وسمعته
یقول الله اعدل من ان یدخل طلحة والزبیر الجنة قاتلا علیا بعد ان بایعاه ــ وکان
داعیة الی الرفض ومع ذلک یروی المناکیر عن المشاهیر فاستحق الترک وقال
الدارقطنی عباد بن یعقوب شیعی صدوق یعنی عباد بن یعقوب اسدی رواجنی کوفی غالیان شیعہ اور
بدعتیون کے رئیسون مین سے ہین لیکن حدیث مین صادق ہین شریک اور ولید بن ابی ثور اور
بہت سی خلق سے روایت کرتے ہین اور اونسے بخاری نے ایک حدیث جو دوسرے راوی سے
مقرون ہے روایت کی ہے - اور ابن خزیمہ کہتے ہین کہ ایسا شخص جو روایت مین ثقہ اور دین مین
متہم ہوکر ہمسے حدیث بیان کرتا ہے وہ عباد ہے - اور عبدان اہوازی نے ثقہ سے روایت
کی ہے کہ یہ سلف کو گالیان دیا کرتے تھے - اور ابن عدی کہتے ہین کہ یہ فضائل مین احادیث منکر
روایت کرتے ہین - اور صالح جزرہ کہتے ہین کہ عباد عثمان غنی رض کو گالیان دیتا تھا - اور مین نے
اوسکو یہ بھی کہتے سنا کہ اللہ تعالی اس امر سے زیادہ عادل ہے کہ طلحہ اور زبیر کو جنت مین داخل کرے
کیونکہ اونھون نے حضرت علی رض سے بیعت کرنیکے بعد قتال کیا - اور یہ رفض کی طرف لوگون کو بلایا کرتا
تھا - اور باوجود اسکے مشاہیر سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اسلیے مستحق ترک ہوا - دارقطنی
کہتے ہین کہ عباد پکا شیعہ ہے -

اس روایت کے سلسلے مین جن لوگون کے نام اسماء الرجال کی اون کتابون مین
ہکو ملے جو ہمارے پاس ہین اونمین پانچ نام پاے گئے اور خدا کے فضل سے پانچون شیعہ نکلے -
یعنی عباد بن یعقوب - علی بن عباس - فضیل - عطیہ - ابو سعید - اور ان سب کے بزرگ جو بانی
اس روایت کے ہین وہ ابو سعید کلبی ہین جن کا درجہ تشیع سے بھی بالا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے

کہ وہ حضرت علیؓ کی موت کے بھی قائل نہین بلکہ اونکی رجعت کے معتقد مین۔

دوسری روایت جو بحار الانوار مین بحذف اسانید اور تفسیر مجمع البیان طبرسی مین بتفصیل اسناد سید ابو حمید مہدی ابن نزار حسینی سے شروع اور ابو سعید خدری پر منتہی ہوتی ہے اوسکے اخیر تین راوی فضیل بن مرزوق اور عطیہ کوفی اور ابو سعید کلبی ہین جنکو غلطی سے یا دھوکے سے ابو سعید خدری سمجھا ہے۔ باقی اس سلسلے مین ایک یحیی بن یعلی ہین اونکی نسبت تقریب مین ہے یحیی بن یعلی الاسلمی کوفی شیعی ضعیف من التاسعۃ اور تہذیب التہذیب مین ہے یحیی بن یعلی الاسلمی ابو زکریا الکوفی القطوانی عن یونس بن خباب والاعمش وعنہ جندل ابن والق وقتیبۃ قال ابن معین لیس بشئ وقال ابو حاتم ضعیف الحدیث کہ یحیی بن یعلی شیعی ضعیف ہین اور ابن معین کہتے ہین کہ کچھ نہین ہین اور ابو حاتم کہتے ہین کہ ضعیف الحدیث ہین۔ باقی راویون کی حقیقت نہ موجودہ کتابون سے نکلی اور نہ اونکے تحقیق کی ضرورت ہے اسلیے کہ بالفرض اگر وہ صدوق اور سنی ثقہ بھی ہون تاہم سلسلہ روایت اون تین پر ختم ہوتا ہے جو شیعی اور مدلس ہین اور اخیر کے راوی جو بانی حدیث ہین اور جنکو ابو سعید خدری غلطی یا دھوکے سے لکھا ہے وہ کاذب اور واضع حدیث اور شیعی غالی ہین جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ سوا اسکے یہ روایت جو بحار الانوار مین لکھی ہے اوسمین کسی کتاب کا حوالہ نہین کہ جسکی طرف رجوع کیجاے کیا تعجب ہے بلکہ گمان غالب ہے کہ یہ روایت شیعون ہی کی ہو اور ملا باقر مجلسی نے یا صاحب مجمع البیان نے اپنے ہان کی کتابون سے نقل کیا ہو۔

تیسری روایت جسکو بحار الانوار مین سید ابن طاؤس کی کتاب سعد السعود سے نقل کیا ہے اور اونھون نے تفسیر محمد بن عباس بن علی بن مروان سے اس روایت کو لیا ہے۔ اسکی نسبت اول تو یہ دیکھنا ہے کہ محمد بن عباس بن علی بن مروان کون بزرگ ہین منتہی المقال فی اسماء الرجال کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ علما اور مفسرین شیعہ مین سے ہین جیسا کہ انکے ترجمہ کتاب مذکور مین لکھا ہے محمد بن عباس بن علی بن مروان بن الماهیار ابو عبد اللہ البزاز المعروف

(حاشیہ: ۵۔ کتاب لسان المیزان مین ... ابو سعید ... کلبی ...)

بابن الحجام ثقة ثقة فی اصحابنا عین سدید کثیر الحدیث له کتاب المقنع فی الفقه
کتاب الله واجن کتاب ما نزل من القرآن فی اهل البیت وقال جماعة من اصحابنا
انه کتاب لم یصنف فی معناه مثله وقیل انه الف ورق جش صه الا ذکر الکتاب بین الاولین
وفی ست اجبرنا بکتبه وروایات جماعة من اصحابنا عن ابی محمد هارون بن موسی التلعکبری
عنه اقول فی مشکا ابن سباس بن علی بن مروان الثقة عنه التلعکبری کہ محمد بن عباس ثقہ ہین
اور ہمارے اصحاب مین سے ہین نہایت کثرت سے حدیثین روایت کرتے ہین اور بہت کتابین
انکی تصنیفات میں سے ہین اونمین سے ایک تفسیر مین اون آیات قرآن کے ہے جو اہلبیت کی
شان مین نازل ہوئین اور جسکی نسبت ہمارے بہت سے عالمون نے کہا ہے کہ اس قسم کی کتاب
اس باب مین کبھی تصنیف نہین ہوئی اور اوسکے ہزار ورق ہین" اسلیے اس تفسیر مین
لکھا ہونا تو صرف شیعون کو مقبول ہوگا نہ کہ سنیون کو - اور ان حضرت نے اپنی تفسیر مین یہ لکھا
نہین کہ اس روایت کو سنیون کی کتاب سے لیا ہے یا شیعون کی مگر یہ بھی وہی روایت ہے جسکو
ہم اوپر بیان کرچکے اسلیے کہ اسمین دو طریقون سے اس روایت کو بیان کیا ہے ایک تو محمد بن
محمد اور ہیثم بن خلف اور عبداللہ بن سلیمان اور محمد بن قاسم سے کہ یہ چارون کہتے ہین حدثنا
عباد بن یعقوب یعنی یہ حدیث اونکو عباد بن یعقوب سے پہونچی اور عباد بن یعقوب کو علی بن
عباس سے (جسکو غلطی سے عابس لکھا ہے) اور دوسرا سلسلہ یہ ہے کہ جعفر بن محمد حسینی
روایت کرتے ہین علی بن منذر طریقی سے اور وہ روایت کرتے ہین علی بن عباس سے
پس یہ دونو سلسلے علی بن عباس پر ختم ہوتے ہین اور علی بن عباس کا سلسلہ ختم ہوتا ہے فضیل پر
اور راوی کا عطیہ پر اور راوی کا ابو سعید پر - اور ان تینون کا حال بخوبی معلوم ہوچکا ہے - انسے
ایک سلسلہ جو علی بن منذر طریقی سے چلا ہے اوسکی کیفیت یہ ہے کہ علی بن منذر اگرچہ صدوق
تھے مگر شیعہ جیسا کہ تقریب مین لکھا ہے علی بن منذر الطریقی بفتح المهملة وکسر الراء بعدها
تحتانیة ساکنة ثم قاف الکوفی صدوق یتشیع اور میزان الاعتدال مین ذہبی اونکی

نسبت کہتے ہین قال النسائی شیعی محض ثقۃ اور جبکہ علی بن منذر شیعہ تھے تو اون کی ایسی روایت پر جو اونکے عقائد کی تائید کرنے والی ہو جو کچھ اعتبار ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے اور علی بن منذر طریقی سے اس روایت کو جعفر بن محمد حسینی نے روایت کیا ہے۔ اور یہ نہ صرف معمولی شیعہ ہین بلکہ نہایت صدوق اور ثقہ من مشائخ الاجازہ شیعون کے ہین جیساکہ منتہی المقال مین جو اسمار الرجال مین نہایت معتبر کتاب شیعونکی ہے اونکی نسبت لکھا ہے جعفر بن محمد بن ابراهیم الحسینی الموسوی المصری یروی عنه التلعکبری وکان سماعه عنه سنة اربعین وثلاثمائة بمصر وله منه اجازة وزاد فی بعض النسخ ابو القاسم فی الاول فالظم انه یکنی به وکناه به الشیخ ایضا فی محمد بن ابی عمیر وعبر عنه بالشریف الصالح وفی عبد الله بن احمد بن نهیک ایضا کونه من مشائخ الاجازة وذلك امارة الوثاقة اور عبد اللہ بن احمد بن نہیک کے ذکر مین لکھا ہے الشیخ الصدوق ثقة اور اونھین کے تذکرے مین لکھا ہے اخبرنا القاضی ابو الحسین محمد بن عثمان بن الحسن قال اشتملت اجازة ابی القاسم جعفر بن محمد بن ابراهیم الموسوی انتهی

دوسرے سلسلے مین ایک راوی محمد بن قاسم بن زکریا ہین اونکی نسبت تقریب مین لکھا ہے محمد بن القاسم الاسدی الکوفی شامی الاصل لقبه کاو کذبوه یعنی یہ حضرت جھوٹون مین داخل ہین۔ اور رجعت پر ایمان لانے والے تھے اس سے بڑھکر انکے تشیع کی اور کیا دلیل ہوگی کما قال فی میزان الاعتدال محمد بن القاسم بن زکریا المحاربی الکوفی عن علی بن منذر الطریقی وجماعة تکلم فیه وقیل کان یؤمن بالرجعة وقد حدث بکتاب النهی عن حسین بن نصر بن مزاحم ولم یکن له فیه سماع ومات سنة ست وعشرین وثلاثمائة اور ایک راوی اس مین محمد بن محمد بن سلیمان ہین یہ وضع حدیث مین متہم ہین۔ اور میزان الاعتدال مین انکی نسبت لکھا ہے محمد بن محمد بن سلیمان عن الطبرانی بخبر موضوع اتهم به اور ایک راوی عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث ہین انکی نسبت میزان الاعتدال

مین لکھا ہے کہ یہ اول مین منسوب بناصبیت تھے اسلیے یہ بغداد سے نکالدیے گئے مگر پھر علی
بن عیسی کے زمانے مین واپس آئے اور اس داغ کے مٹانے کے لیے اپنے خیال سے بنابنا کر
فضائل کی حدیثین بیان کین اور ان مین کے ایک شیخ بن گئے الفاظ میزان کے یہ ہین عبد اللہ
بن سلیمان بن اشعث السجستانی ابوبکر الحافظ الثقۃ صاحب التصانیف وثقہ الدار قطنی
فقال ثقۃ الا انہ کثیر الخطاء فی الکلام علی الحدیث وذکرہ ابن عدی وقال لولا ما شرطنا
والا لما ذکرتہ الی قولہ سمعت اباداؤد یقول ابنی عبد اللہ کذاب قال ابن سعد کفانا
ما قال ابوہ فیہ ثم قال ابن عدی سمعت موسی بن القاسم یقول حدثنی ابوبکر سمعت
ابراہیم الاصبہانی یقول ابوبکر بن ابی داؤد کذاب قال ابن عدی کان فی الابتداء نسب الی
شئ من النصب فنفاہ ابن الفرات من بغداد فردہ علی بن عیسی فحدث واظہر فضائل من تحخیل فصار شیخا منہم
یہ حال تو ہے اون دو طریقون کا جو سید ابن طاؤس نے تفسیر محمد بن عباس سے نقل کی ہے
اور لکھا ہے کہ بیس طریقون سے یہ حدیث منقول ہے غالبا یہی کیفیت باقی سلسلون کی بھی ہوگی
بشرطیکہ کوئی اور سلسلے نام کے لیے بھی بیان کیے گئے ہون ہمکو تو ملا باقر مجلسی کی عادت سے
یقین نہین آتا کہ اور کوئی سلسلہ بیان بھی کیا گیا ہوگا کیونکہ اگر بیان کیا گیا ہوتا تو وہ اپنی کتاب
بحار الانوار مین جو ایک دریا ناپید اکنار ہے لکھنے سے دریغ نفرماتے بلکہ ضرور لکھتے تاکہ دیکھنے
والون کو روایت کی عظمت معلوم ہو۔

چوتھی روایت جو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار مین لکھی ہے اوسکے اول محمد بن عباس ہین
دوسرے علی بن عباس مقانعی تیسرے ابوکریب چوتھے معاویہ بن ہشام پانچوین فضیل بن
مرزوق چھٹے عطیہ ساتوین ابوسعید خدری ہین۔

یہ سلسلہ بھی فضیل بن مرزوق اور عطیہ اور ابوسعید پر منتہی ہوتا ہے اسلیے ہم اس
روایت کو بھی اگرچہ اسکے درمیانی راوی دوسرے ہین دوسری روایت نہین خیال کرتے
اور کیونکر خیال کرین جبکہ آخری راوی تو وہی فضیل اور عطیہ اور ابوسعید ہین۔ انہین سے ایک

درمیانی راوی ابوکریب ہین وہ بھی مجاہیل سے ہین جیسا کہ تذہیب التہذیب مین لکھا ہے ابوکریب الاسدی قال ابوحاتم مجہول۔

قسم اول جس مین چار روایتین تھین اونکا حال ہم بیان کرچکے اور یہ بات ہمنے صاف صاف دکھادی کہ یہ ایک ہی روایت ہے جسکے آخری راوی شیعی ہین۔ دوسرے قسم کی اونکا بھی یہی حال ہے۔

کنزالعمال سے جو روایت عمادالاسلام مین نقل کی ہے وہ صرف یہ ہے عن ابی سعید۔ نہ لفظ خدری کا ابوسعید کے آگے ہے اور نہ سلسلہ اسناد کا اوسمین مذکور ہے۔ اور صاحب کنزالعمال نے اسکو حاکم کی تاریخ سے لیا ہے اور حاکم نے اسکی نسبت کہا ہے کہ اس روایت کو صرف ابراہیم بن محمد بن میمون نے علی بن عابس سے بیان کیا ہے۔ یہ روایت بھی مثل دوسری روایتون کے تعجب خیز اور نفرت انگیز ہے۔ اسلیے کہ اول تو حاکم خود مائل بہ تشیع تھے بلکہ اس سے بھی کسی قدر بڑھے ہوے اور اونکی کتابون مین موضوع حدیثین منقول ہین اور الفاظ رافضی خبیث بھی اونکی نسبت استعمال کیے گئے ہین جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی مین لکھا ہے قال الخطیب ابوبکر ابوعبداللہ الحاکم کان ثقۃ یمیل الی التشیع فحدثنی ابراھیم بن محمد المردی وکان صالحا عالما قال جمع الحاکم احادیث وزعم انہا صحاح علی شرط البخاری ومسلم منہا حدیث الطیر ومن کنت مولاہ فعلی مولاہ فانکرھا علیہ اصحاب الحدیث ولم یلتفتوا الی قولہ ولاریب ان فی المستدرک احادیث کثیرۃ لیست علی شرط الصحۃ بل فیہ احادیث موضوعۃ شان المستدرک باخراجہا فیہ قال ابن طاھر سالت ابا اسمعیل الانصاری عن الحاکم فقال ثقۃ فی الحدیث رافضی خبیث ثم قال ابن طاھر کان شدید التعصب للشیعۃ فی الباطن اور راویون نے جو ابراہیم بن محمد بن میمون سے روایت کی ہے وہ خود اونکے تشیع کو ثابت کرتی ہے اسلیے کہ انکی نسبت منتہی المقال فی اسماء الرجال مین جو کہ شیعون کی معتمد کتاب سے ہے لکھا ہے کہ ابراہیم بن محمد بن میمون کو میزان الاعتدال مین اجلاء شیعہ سے

لکھا ہے کما قال ومن کتاب میزان الاعتدال انه من اجلاء الشیعة روی عن علی بن عابس انتھی ولعله ابن میمون الآتی اور پھر دوسرے مقام پر لکھتے ہین ابراھیم بن میمون الکوفی صدوق ویاتی فی ترجمة عبد الله بن مسکان ان ابراھیم ھذا احمل جواب مسائل عبد الله عن ابی عبد الله فیظهر ان الامام کان یعتمد علیه فھو معتمد علیه وفاقا للجمع اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معمولی شیعہ نہ تھے بلکہ امام جعفر صادقؑ کے معتمد علیہ تھے۔ ان حضرت نے روایت کی ہے علی بن عابس سے جو حقیقت مین علی بن عباس ہین اور علی بن عباس کا حال ہم اوپر لکھ چکے کہ انه کان من الضعفاء والمتروکین۔ اور ان حضرت کا سلسلہ ابو سعید تک پہونچتا ہے اور خیریت سے اسمین خدری کا لفظ بھی نہین ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ ابو سعید ابو سعید خدری نہین ہین بلکہ وہی ابو سعید کلبی ہین۔

دوسری وہ روایت ہے جو عماد الاسلام مین تفسیر درمنثور سیوطی سے اور طعن الرماح مین تفسیر مذکور اور نیز بزار اور ابو یعلی اور ابن حاتم اور ابن مردویہ سے بلا حوالہ سند نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابو سعید خدری سے یہ روایت منقول ہے۔ اس روایت کا سلسلہ اگرچہ منقول نہین ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہی روایت ہے جو سید الحفاظ ابن مردویہ سے اوپر نقل ہو چکی۔ اور مولوی حیدر علی صاحب مرحوم نے اپنی ایک تالیف مین اسکی اسناد بیان کی ہین اور وہ یہ ہین حدثنا عباد بن یعقوب حدثنا ابو یحیی التیمی حدثنا فضیل بن مرزوق عن عطیة عن ابی سعید اسمین بھی ابی سعید کے آگے لفظ خدری نہین ہے اور جس سے تصدیق اس بات کی ہوتی ہے جو اوپر ہم لکھ چکے کہ یہ ابو سعید کلبی ہین۔ اور عطیہ انھین سے روایت کرتے ہین اور سوائے ابو یحیی تیمی سب راوی اسکے شیعی ہین جنکی تفصیلی کیفیت اوپر بیان ہو چکی۔ اور ابو یحیی تیمی کی نسبت تہذیب مین لکھا ہے ضعفه ابو حاتم کہ یہ بھی ضعفا مین سے ہین غرضکہ یہ روایت بھی کوئی جدید روایت نہین ہے بلکہ وہی ابو سعید کلبی کی روایت ہے۔

تیسری روایت وہ ہے جو بحار الانوار وغیرہ مین لکھی ہے کہ عبد الرحمن بن صالح کہتے ہین

کہ مامون کے پوچھنے پر ہبہ فدک کے متعلق عبید اللہ بن موسی نے وہ حدیث لکھ بھیجی جسکو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت از سرتاپا شیعونکی روایت ہے۔ ابتدا بھی اسکی شیعی سے اور انتہا بھی اوسکی شیعی پر ہوتی ہے۔ اسلیے کہ روایت عبد الرحمن ابن صالح سے بیان کی گئی ہے اونکی نسبت میزان الاعتدال ذہبی مین لکھا ہے عبد الرحمن بن صالح الازدی ابو محمد الکوفی کان شیعیا وقال ابو داؤد الف کتابا فی مثالب الصحابة رجل سوء وقال ابن عدی احترق بالتشیع مات سنة خمس وثلاثین ومائتین اور تقریب مین انکی نسبت لکھا ہے عبد الرحمن بن صالح الازدی الکوفی نزیل بغداد صدوق یتشیع وقال ابو داؤد وضع مثالب فی الصحابة کہ یہ حضرت شیعہ تھے اور نہ صرف معمولی شیعہ بلکہ تشیع مین غرق تھے یہانتک کہ صحابہ کے معائب اور مطاعن مین حضرت نے ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ پھر انسے کیا تعجب ہے کہ وہ ایسی روایت نقل کرین۔ اور بالفرض اگر یہ سنی بھی ہوتے تو چونکہ جس قصے کو یہ بیان کرتے ہین بشرط صحت اوس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مامون کو جو جواب عبید اللہ ابن موسی نے لکھا اوسمین وہی روایت بیان کی جو فضیل بن مرزوق اور عطیہ سے منقول ہے۔ اور ان حضرات کا حال ہم اوپر بتفصیل بیان کر چکے۔ اسلیے وہ روایت قابل سند نہین ہے۔

چوتھی وہ روایت ہے جو طرائف اور احقاق الحق مین واقدی اور بشر بن الولید اور بشر بن غیاث سے بحذف سلسلہ اسناد منقول ہے۔ غالبا یہ بھی وہی روایت ابو سعید اور عطیہ اور فضیل کی ہوگی۔ اور چونکہ اسی واقدی اور بشر بن غیاث سے طرائف اور احقاق الحق مین بیان کیا ہے اسلیے اسکی طرف توجہ کرنیکی بھی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ واقدی اون بزرگوار مصنفون مین ہین کہ اونکی کتابین نہ صرف ضعیف روایتون بلکہ موضوع اور غلط اور جھوٹی خبرون سے بھری ہوئی ہین اور اونکی غیر معتبر ہونے پر اکثر محققین اور علما کا اتفاق ہے۔ اور بشر بن غیاث کی شان واقدی سے بھی بڑھی ہوئی ہے یہان تک کہ اونکو محققین نے زندیق تک کا خطاب دیا ہے۔

اول واقدی کا حال سنیے انکی نسبت تقریب مین لکھا ہے عمر بن واقد الواقدی المدنی القاضی

نزیل البغداد متروک مع سعة علمه کہ وہ باوجود بہت بڑے عالم ہونیکے متروک ہین۔ اور تذکرۃ الحفاظ
مین ذہبی انکی نسبت لکھتے ہین محمد ابن عمر الواقدی الاسلمی الحافظ البحر لم اسق ترجمته
هنا لاتفاقهم علی ترك حدیثه وهو من اوعیة العلم لکنه لایتقن الحدیث وهو راس فی
المغازی والسیر ویروی عن کل ضرب یعنی واقدی بڑے حافظ ہین۔ مین
انکے ترجمے کو یہان اسلیے نہین لکھتا کہ محدثین نے انکے متروک الحدیث ہونے پر اتفاق کیا ہے۔
اگرچہ یہ زبردست عالم ہین لیکن حدیث مین احتیاط نہین کرتے۔ مغازی اور سیر خوب جانتے ہین
مگر ہر طرح کی جھوٹی سچی روایت کرتے ہین۔ اور تذہیب التہذیب مین بھی یہی انکی صفت لکھی
ہے اور پھر لکھا ہے قال البخاری متروك اور تہذیب مین ہے وقال احمد هو کذاب وقال
ابن معین هو ضعیف اور میزان الاعتدال مین انکی نسبت لکھا ہے محمد بن عمر بن واقدی
الاسلمی صاحب التصانیف واحد اوعیة العلم علی ضعفه وحسیك ان ابن ماجة لایجسر ان
یسمیه قال احمد بن حنبل هو کذاب یقلب الاحادیث یلقی حدیث ابن اخی الزهری
علی معمر ونحو ذا وقال ابن معین لیس بثقة وقال مرة یکتب حدیثه وقال البخاری وابو حاتم
متروك وقال ابو حاتم ایضا والنسائی یضع الحدیث وقال ابن عدی احادیثه غیر
محفوظة والبلاء منه وقال ابو غالب بن بنت معاویة بن عمرو سمعت ابن المدینی
یقول الواقدی یضع الحدیث وقال ابو داؤد بلغنی ان علی بن المدینی قال کان
الواقدی یروی ثلاثین الف حدیث غریب وقال المغیرة بن محمد المهلبی سمعت
ابن المدینی یقول الهیثم ابن عدی اوثق عندی من الواقدی لا ارضاه فی الحدیث
ولا فی الانساب ولا فی شئ قلت وقد سبق جملة من اخبار الواقدی وجوده وغیر ذلك
فی تاریخی الکبیر ومات وهو علی القضاء سنة سبع ومأتین فی ذی الحجة واستقر الاجماع
علی وهن الواقدی۔ ان روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ گو وہ بہت بڑے عالم تھے اور
بڑے صاحب تصنیف مگر بالکل نامعتبر یہان تک کہ انکی وھن اور متروک الحدیث ہونے پر سب

متفق ہین اور اس سے زیادہ اور کیا عیب ہو سکتا ہے کہ حدیث بنایا کرتے تھے اور تیس ہزار
حدیث غریب اونسے منقول ہین انکی روایت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ معتبر مفسرین
انکی روایت کے نقل کرنے سے بھی پرہیز کرتے تھے جیسا کہ تفسیر طبری کی نسبت ہم اوپر لکھ آئے ہین
کہ اوسکی مفسر نے کلبی اور واقدی سے کچھ بھی اپنی تفسیر مین نہین لیا اسلیے کہ یہ لوگ ضعیف اور
غیر معتبر تھے۔ اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ واقدی کی نسبت بعضون نے بیان کیا ہے کہ اسکے
نام سے جو کتابین مشہور ہین وہ دراصل ابراہیم بن محمد بن ابی یحیی ابو اسحاق مدنی کی ہین جو کہ
رواۃ اور مصنفین شیعہ سے ہین اونکی کتابون کو واقدی نے نقل کیا اور اپنے نام سے اوسے
مشہور کیا اسلیے اسکی کتابین درحقیقت شیعونکی کتابین سمجھنا چاہیین جیسا کہ منتہی المقال فی اسماء
الرجال مین جو معتبر کتابونمین سے شیعونکی ہے ابراہیم بن محمد کے ترجمے کے ذیل مین لکھا ہے
کما یقول ابراھیم بن محمد بن ابی یحیی ابو اسحٰق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر و ابی
عبد اللہ وکان خصیصا والعامۃ لھذہ العلۃ تضعفہ وحکی بعض اصحابنا عن بعض المخالفین
ان کتب الواقدی سائرھا انما ھی کتب ابراھیم بن محمد بن ابی یحیی نقلھا الواقدی وادعاھا وفی فہرست
الشیخ ابن محمد بن یحیی ابو اسحٰق مولی اسلم مدنی روی عن ابی جعفر وابی عبد اللہ
وکان خاصا بحدیثنا والعامۃ تضعفہ لذلک ذکر یعقوب بن سفیان فی تاریخہ فی اسباب
تضعیفہ عن بعض الناس انہ سمعہ ینال من الاولین ذکر بعض ثقات العامۃ ان کتب الواقدی
سائرھا انما ھی کتب ابراھیم بن محمد بن یحیی نقلھا الواقدی وادعاھا وذکر بعض اصحابنا ان لہ
کتابا مبوبا فی الحلال والحرام عن ابی عبد اللہ الحسین بن محمد الازدی الی قولہ وما من العامۃ تضعفہ لذلک
ولتشیعہ لم من صاحب میزان الاعتدال وھو کذاب رافضی۔ (دیکھو صفحہ ۲ منتہی المقال
مطبوعہ ایران) ایسے وضاع کی روایت ثبوت مین پیش کرنا اور اوس سے ایسے معرکۃ الآرا
بحثون مین استدلال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی صحیح روایت اس باب مین حضرات
امامیہ کو نہین ملی اور ملے کیونکر جبکہ اوس کا وجود ہی نہ تھا اور نہ ہے۔ اور جبکہ واقدی کی

کتابونکی نسبت یہ مانا جاے کہ اوسنے ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ کی کتابون کو نقل کرکے اپنے نام سے مشہور کیا تو پھر کیا شبہ باقی رہتا ہے کہ یہ کتابین اصل مین شیعون کی ہین۔

بشر بن غیاث کا بھی حال سن لیجیے۔ میزان الاعتدال مین اونکی نسبت لکھا ہے

بشر بن غیاث المریسی مبتدع ضال لاینبغی ان یروی عنہ وقال ابو النضر ہاشم بن القاسم کان والد بشر المریسی یہودیا قصابا صباغا فی سویقۃ نصر بن مالک وقال المروزی سمعت اباعبد اللہ ذکر بشرا فقال کان ابوہ یہودیا وکان بشر یستغیث فی مجلس ابی یوسف فقال لہ ابو یوسف لا تنتہی او تفسد خشبۃ یعنی تصلب وقال قتیبۃ بن سعید بشر المریسی کافر وقال الخطیب حکی عنہ اقوال شنیعۃ اساء اہل العلم قولہم فیہ وکفرہ اکثرہم لاجلہا قال ابو زرعۃ الرازی بشر المریسی زندیق۔ کہ بشر بن غیاث مریسی بدعتی گمراہ ہے اس لائق نہین کہ اوس سے روایت کیجاوے۔ ابو النضر ہاشم بن قاسم کہتے ہین کہ اس کا باپ یہودی قصاب رنگریز نصر بن مالک کے بازار مین تھا اور مروزی کہتے ہین کہ مین نے ابو عبد اللہ سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ بشر قاضی ابو یوسف کی مجلس مین استغاثہ کر رہا تھا کہ قاضی صاحب نے کہا کہ تو باز نہ آئے گا کیا سولی کو خراب کیا چاہتا ہے یعنی سولی دیدینگے اگر تو باز نہ آئیگا۔ اور قتیبہ بن سعید کا قول ہے کہ یہ کافر تھا اور خطیب کہتے ہین کہ اس سے برے اقوال منقول ہین جنکی وجہ سے علمانے اسکو کافر کہا ہے۔ اور ابو زرعہ رازی کہتے ہین کہ یہ زندیق تھا۔

پانچوین روایت معارج النبوت کی ہے جو عماد الاسلام مین نقل کی گئی ہے۔ اس روایت سے استدلال کرنے پر ہمکو تعجب ہے کہ جناب مجتہد انام مولنا سید دلدار علی صاحب سے محقق اور متبحر عالم اسے سند مین پیش کرتے ہین۔ معارج النبوت کا حال فارسی پڑھنے والے طالب العلم تک جانتے ہین کہ مولود کے رسالون سے بڑھکر کوئی قدر اور قیمت اوسکی علما کے نزدیک نہین ہے۔ وہ ایک شاعرانہ اور منشیانہ تحریر کے لیے عمدہ نمونہ ہے لیکن بلحاظ صحت کے کچھ بھی اوسکی وقعت

نہین ہے - یہ اوس قسم کے مؤرخین مین سے ہین کہ اپنے تنور گرم کرنے کے لیے جو خشک و تر ایندھن اونکو ملا اوسے کام مین لاے اور سامعین کے متعجب در مسرور اور محظوظ کرنے کے لیے اوسے عمدہ الفاظ مین بیان کیا - مگر اوسکو آجتک کسی نے اس قابل نہین سمجھا ہے کہ اوس سے کوئی سند پیش کیجاے نہ سواے رسالون مولود کے کسی بحث مین آجتک اوس سے کوئی سند پیش کی گئی لہذا اوس مین مرقوم ہونے پر اس روایت سے یا اور کسی روایت سے استدلال کرنا شان علما سے نہایت ہی بعید ہے اور بالفرض اگر وہ اور اوسکا مصنف معتبر و معتمد ہوتے تو اس روایت سے استدلال کرنا اور بھی بعید تھا کیونکہ خود اوسمین اس روایت کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونیکی طرف بوجوہ اشارہ موجود ہے وجہ اول صاحب معارج نے باوصف التزام لکھنے واقعات کے اس روایت ہبہ کو واقعہ نہین قرار دیا ہے بلکہ اس روایت کے قبل کی روایت کو جو اس روایت کے منافی ہے واقعہ قرار دیا ہے وجہ دوم صاحب معارج نے اس روایت کو وضعا موخر اور اوسکے منافی روایت کو وضعا مقدم کیا ہے وجہ سوم اس روایت کو بغیر حوالہ نقل کیا ہے اور اسکے منافی روایت کو بحوالہ مقصد اقصی لکھا ہے وجہ چہارم اس روایت کو بعنوان قصہ و بدون حوالہ بلفظ بعضے گویند نقل کیا ہے جو منقول عن المجہول یا منقول عن المجروح ہونے پر دال ہے اور اسکی منافی روایت کو بعنوان واقعہ و بحوالہ لکھا ہے جو صحیح و قابل اعتبار ہونے پر دال ہے پس بخوبی واضح ہو گیا کہ صاحب معارج نے اس روایت ہبہ کے غیر صحیح و ناقابل اعتبار ہونیکی طرف بوجوہ اشارہ کر دیا ہے لہذا معارج مع اپنے مصنف کے معتبر و معتمد ہونیکی تقدیر پر بھی اوسمین موجود ہونے پر اس روایت سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ اس قابل نہین ہے کہ ہم اوسکی نسبت کچھ بھی لکھین بجز اسکے کہ اوسکو علما کی شان سے بعید سمجھین -

ہمنے تمام روایتونکی حقیقت بیان کر دی اور سب راویونکا حال لکھدیا اور شافی کے تصنیف ہونے کے زمانے سے ابتک جسکو نو سو برس ہوے جتنی روایتین ہبہ کی تائید مین پیش کی گئی تھین اون سب کو دکھا دیا اور یہ مثل کہ ہرگاہ دم بر دم آشتم آمادہ بر آمدن روایتون پر ثابت کر دی

اسلئے کہ ان تمام روایتون کا سلسلہ ابو سعید کلبی تک پہونچتا ہے اور اوسکی روایت بسبب اون عیبون کے جو اوسمین تھے ہرگز قابل لحاظ نہین اور باوجود اسکے کہ یہ ایک ہی ماخذ سے لی گئی ہے ہمکو تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر سید مرتضی علم الہدی اور جناب مولانا دلدار علی صاحب محقق اور کاملین نے اس کہنے کی جرأت کی کہ قد روی من طرق مختلفة غیر طریق ابی سعید الذی ذکرہ صاحب الکتاب انہ لما نزل قولہ تعالی وات ذا القربی حقہ دعا النبی فاطمة فاعطاھا فدک واذا کان ذلک مرویا فلا معنی لدفعہ بغیر حجة کیا یہ بات تعجب انگیز نہین ہے کہ سید مرتضی ایک طریقے سے بھی اس روایت کو بیان نفرمائین اور صرف اوس روایت کو جو ابا عن جد شیعو نمین مشہور تھی اور جس کا ذکر قاضی عبد الجبار نے اپنی کتاب مغنی مین کیا تھا کہ شیعہ ایسا کہتے ہین کافی سمجھکر اپنی طرف سے صرف یہ لکھدین کہ اور مختلف طریقون سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ اور پھر کیا اوس سے کم یہ بات تعجب کرنیوالی ہے کہ علم الہدی کے زمانے سے لیکر ابتک باوجودیکہ ہزارون عالم اس مدت مین گذرے اور سیکڑون کتابین اس بحث مین لکھی گئین اور بڑے بڑے دعوی کیے گئے اور نہایت فصیح و بلیغ اور درد انگیز تقریرو نمین یہ دعوی بیان کیا گیا اور علما شیعہ نے سنیون کی ساری کتابین چھان ڈالین نہ متن چھوڑا نہ حاشیہ نہ حدیث کی کتاب باقی رکھی نہ تاریخ کی مگر ایک صحیح روایت بھی اس دعوی کے ثبوت مین اہل سنت کی کتابون سے پیش نکر سکے اور یہ تمنا اپنے ساتھ قبر مین لیگئے۔ اگر یہ نامور علما اور یہ مشہور متکلمین جنکے علم وفضل کا غلغلہ آسمان تک پہونچا اور جنھون نے اپنے گروہ مین سنیون پر فتح وظفر حاصل کرنیکی خوب شہرت پائی بجائے فصیح و بلیغ تقریرین کرنے اور زور قلم دکھلانیکے ایک صحیح روایت پیش کر دیتے تو غلط بنیاد پر ایک مبسوط کتاب لکھنے سے اور ہزار قوت بیانیہ ظاہر کرنے سے زیادہ بہتر اور زیادہ مناسب اور زیادہ موزون ہوتا۔ مگر ایسا نکرنے سے خود انھون نے دنیا پر ثابت کر دیا کہ کوئی روایت ایسی موجود ہی نہین ہے جسے وہ اہل سنت کے مقابلے مین صحیح اور قابل اعتبار قرار دیکر پیش کر سکتے۔

شافی - اور کشف الحق - اور طرائف - اور بحار الانوار - اور عماد الاسلام - اور طعن الرماح - اور تشئید المطاعن کے مشہور اور نامور مصنفین سوا اسکے اور کچھ نکر سکے کہ فضیل بن مرزوق اور عطیہ نے جو وضعی اور جھوٹی روایت کلبی سے پائی تھی اور آیندہ مشہور کی تھی اوسی کو پیش کرتے اور اوسی سے استدلال کرتے - اور ہم نہ صرف پچھلے لوگون پر کسی حدیث صحیح کے پیش نکرنے کا الزام دیتے ہین بلکہ اب بھی ہم تحدی کرتے ہین اور ہندوستان اور ایران اور لکھنؤ اور طہران بلکہ تمام دنیا کے شیعون کو مقابلے پر بلاتے اور کہتے ہین کہ اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو اب بھی کوئی ایک صحیح روایت جسکے بانی اور راوی شیعہ نہون اہل سنت کی کتاب سے پیش کرو۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ ۝

چونکہ اب ہم اچھی طرح اون روایتون کی تکذیب اور تردید کر چکے جو ہماری کتابون سے شیعون نے پیش کی تھین اب ہم اوس تناقض اور تخالف کو دکھاتے ہین جو خود شیعون کی روایتون مین ہے اور جس سے اونکا دعوی خود اون کے یہان کی روایتون سے ثابت نہین ہوتا۔

تناقض اور اختلاف شیعون کی اون احادیث اور اخبار مین جو اس باب مین بیان کی گئی ہین کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا

ہبۂ فدک کے متعلق اول ہم امامیہ کی اون حدیثون کو بیان کرتے ہین جسمین فدک کے دیے جانیکا ذکر ہے - بعد اوسکے اوس کا تناقض اور اختلاف بیان کرین گے۔

(۱) جب آیہ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ نازل ہوئی تو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ فاطمہؓ کو بلاؤ وہ بلائی گئین آپ نے کہا کہ اے فاطمہؓ فدک اوس زمین سے ہے جن پر لشکر نے چڑھائی نہین کی اور وہ خاص میرا ہے مسلمانون کا اوسمین کچھ حق نہین ہے اور مین وہ تمھین دیتا ہون اسلیے کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے پس اسے تم اپنے اور اپنی اولاد کے لیے لو۔ (بحار الانوار کتاب الفتن باب دول

الآیات فی امر فدک صفحہ ۹۸ مطبوعہ ایران از عیون الاخبار)

(۲) دوسری روایت جو تفسیر علی بن ابراہیم قمی مین امام جعفر صادق ؑ سے مروی ہے یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلعم جب ایک غزوے سے لوٹے اور راہ مین اپنے ہمراہیون کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ جبریل ؑ نازل ہوے اور کہا کہ ای محمد اوٹھو اور سوار ہو۔ حضرت سوار ہوے اور جبریل ؑ آپ کے ساتھ تھے زمین آپکے واسطے ایسی لپیٹ دی گئی جسطرح کپڑا لپیٹا جاتا ہے جس سے فوراً آنحضرت صلعم فدک مین پہونچ گئے۔ اہل فدک نے ڈرکر دروازے بند کر لیے اور کنجیان ایک بوڑھیا کو دیدین جبریل ؑ نے اوس سے کنجیان لیکر شہر کے دروازے کھولے اور آنحضرت صلعم نے اندر داخل ہو کر گھر اور مکانات وغیرہ دیکھے اوس وقت جبریل ؑ نے کہا کہ یا محمد ھذا ما خصک اللہ بہ واعطاکہ دون الناس یہ وہ ہے جسے خدا نے آپکے لیے مخصوص کیا اور آپ کو عطا فرمایا ہے اور کوئی مسلمان اسمین آپ کا شریک نہین پھر جبریل ؑ نے دروازے شہر کے بند کر دیے اور کنجیان آپ کے حوالے کین۔ جب آپ مدینہ مین داخل ہوے تو فاطمہ ؑ کے پاس آئے اور کہا کہ ای میری بیٹی خدا نے فدک مجھے دیا ہے اور مین اختیار رکھتا ہون کہ جو چاہون کرون وانہ قد کان لامک خدیجۃ رض علی ابیک مھر وان اباک قد جعلہا لک بذلک وانحلتکہ لک ولولدک بعدک کہ تمہاری مان کا مہر تمہارے باپ پر واجب الادا ہے اوسمین مین تمہین اور بعد تمہارے تمہاری اولاد کو فدک دیتا ہون۔ پھر حضرت علی ؑ کو بلا کر کہا کہ ہبہ نامہ فاطمہ کے لیے لکھدو۔ چنانچہ ہبہ نامہ آنحضرت صلعم کیطرف سے علی نے لکھا اور اوسپر حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی لکھی گئی۔ پھر اہل فدک آنحضرت کے پاس آئے اور اونکو چوبیس ہزار دینار سالانہ پر اوسکا اجارہ دیدیا گیا۔ بحار الانوار مطبوعہ ایران صفحہ ۹۸۔

(۳) تیسری روایت مین بعد بیان اس امر کے کہ کسطرح فدک آنحضرت صلعم کے قبضے مین آیا لکھا ہے کہ آیہ وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے اوس وقت جبریل ؑ نے فرمایا اعط فاطمۃ ؑ فدکا وھی من میراثھا من امھا خدیجۃ ؓ ومن اختھا ھند

بنت ابی ہالہ کہ فاطمہؑ کو فدک دیدیجیے کہ وہ اونکی ماں خدیجہ اور اونکی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث مین سے ہے۔ پھر آپنے جو کچھ اوس مین سے مال لیا تھا اوسکو لیکر فاطمہؑ کے پاس آئے اور اس آیت کی خبر کی فاطمہؑ نے جواب دیا کہ مین آپکی زندگی مین کوئی نئی کارروائی نکرونگی بلکہ آپ کو میری جان و مال کا اختیار رہے۔ آپنے فرمایا کہ مجھے اس امر کا خوف ہے کہ لوگ تمیر عار رکھکر اسکو میرے بعد تمسے چھین لین اور تمکو ندین۔ فاطمہؑ نے کہا تو اچھا آپ اپنا حکم جو کرنا چاہتے ہین کرین۔ آپنے لوگونکو اونکے گھر مین بلاکر سب کہدیا کہ یہ مال فاطمہؑ کا ہے اور پھر اوسکی اونمین تفریق کردی اور ہر سال ایسا ہی کرنے کہ فاطمہؑ کی قوت کے بقدر رکھ لیتے۔ اور جب آپ کی وفات قریب پہونچی تو آپ نے فدک بالکل اونکو دیدیا۔ بحار الانوار صفحہ ۹۱ از مناقب ابن شہر آشوب۔

(۴) چوتھی روایت یہ ہے کہ جب آیہ وآت ذاالقربی حقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے جبریلؑ سے پوچھا کہ مسکین تو مین جانتا ہون ذوالقربی کون ہین۔ جبریل نے کہا ہم اقاربك وہ آپ کے رشتہ دار ہین تب آپ نے حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہؑ کو بلاکر کہا کہ خدا نے مجھے حکم دیتا ہے کہ جو خدا نے فئے مجھے عطا کیا ہے اور جو میرے ساتھ مخصوص ہے وہ تمھین دون۔ اسلیے مین تمھین فدک دیتا ہون۔ بحار الانوار از تفسیر عیاشی صفحہ ۹۱۔

(۵) عبداللہ بن سنان نے امام جعفر صادقؑ سے ایک بڑی لمبی روایت کی ہے جسکو ہم مفصل دعوی ہبۂ فدک مین نقل کرینگے اوسمین جہان شہادت حضرت ام ایمن کی بیان کی گئی ہے اوسمین یہ لکھا ہے کہ جب آپکو جبریلؑ فدک کے حدود بتانے کے لیے لیگئے اور واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہ نے کہا کہ آپ کہان تشریف لیگئے تھے آپنے فرمایا کہ جبریل مجھے فدک کے حدود بتانے لیگئے تھے اسپر حضرت فاطمہ نے عرض کیا یا ابت انی اخاف العیلة والحاجة من بعدك فصدق بها علی فقال هی صدقة علیك فقبضتها کہ ای میرے باپ مین بعد آپکے افلاس اور محتاجی سے ڈرتی ہون فدک مجھے دیدیجیے آپنے فرمایا اچھا یہ تمھارے اوپر صدقہ ہے یعنی تمھارے لیے عطیہ ہے

پس فاطمہؑ نے اوسپر قبضہ کرلیا پھر آنحضرت صلعم نے حضرت ام ایمن اور علی سے کہا کہ تم اسپر گواہ رہو۔ بحار الانوار از کتاب الاختصاص صفحہ ۱۰۱۔

یہ روایتین جو اوپر ہمنے بیان کین کچھ جزئی اور غیر ضروری باتون ہی مین باہم مختلف نہین ہین بلکہ اونکا تخالف اون اہم امور مین ہے جو نفس واقعہ پر موثر ہے۔ اور انکے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وضعین روایت نے ہر موقع اور ہر محل کے واسطے اور ہر اعتراض کے دفع کرنے کے خیال سے یہ روایتین بنائی ہین مگر اونکی کثرت ہی نے وہ تناقض پیدا کردیا کہ اوسکا دفع کرنا مشکل ہے۔

چنانچہ پہلی روایت مین جو بحوالہ عیون الاخبار بحار الانوار سے ہمنے نقل کی ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیت نازل ہونے پر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ فاطمہؑ کو بلاؤ اور وہ بلائی گئین۔ اور دوسری روایت مین جو بحوالہ تفسیر قمی بحار الانوار سے ہمنے نقل کی ہے یہ ہے کہ جب آپ کنجیان فدک کی لیکر مدینہ مین داخل ہوے تو خود فاطمہؑ کے پاس آئے اور کہا کہ تمھاری مان کے مہر مین جو مجھپر واجب الادا ہے تمھین اور تمھاری اولاد کو فدک دیتا ہون۔

اور نیز پہلی روایت مین ہے کہ آپنے فاطمہؑ سے فرمایا کہ مجھے خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ تمکو فدک دیدون۔ اور دوسری روایت مین یہ ہے کہ فدک خدا نے مجھے دیا ہے اور میرے لیے مخصوص کردیا ہے اور مین اختیار رکھتا ہون کہ جو چاہون کرون اور اس اختیار کی وجہ سے آپنے کہا کہ تمھاری مان کے مہر مین اسے دیتا ہون۔

تیسری روایت مین جو بحوالہ مناقب ابن شہر آشوب ہمنے بحار الانوار سے نقل کی ہے یہ ہے کہ آیہ مذکور کے نازل ہونے پر آپنے جبریلؑ سے پوچھا کہ حق ذوالقربی کا کیا ہے۔ جبریلؑ نے کہا کہ فاطمہؑ کو فدک دیدیجیے کہ وہ اونکی مان خدیجہ اور اونکی بہن ہند بنت ابی ہالہ کی میراث مین سے ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مان کی میراث مین فدک فاطمہ کو دیا گیا اور دوسری روایت مین لکھا ہے کہ مان کے مہر مین دیا گیا۔ غالبا جبریل امینؑ نے میراث اور مہر کو ایک تصور

کیا ہوگا۔ یا اونسے سہو ہوگیا ہوگا۔ سوائے اسکے یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ فدک کی آمدنی چوبیس ہزار دینار سالانہ بتائی گئی ہے۔ اور حضرت خدیجہ کے مہر کی تعداد کا بیان کچھ ذکر نہین شاید چوبیس ہزار دینار سالانہ کی آمدنی کی جاگیر ہی مہر مین قرار پائی ہوگی۔

پھر اسی تیسری روایت مین یہ ہے کہ جب آپنے فدک فاطمہ کو دینا چاہا تو اونھون نے عرض کیا کہ آپ کی زندگی مین مین کوئی نئی کارروائی نہین کرنی چاہتی آپ کو میری جان ومال کا اختیار ہے اسپر آپنے فرمایا کہ شاید میرے بعد لوگ تمکو ندین تب فاطمہؑ نے کہا بہت اچھا جو آپ کرنا چاہتے ہین کیجیے اسپر آپنے لوگون کو اونکے گھر مین بلا کر سب سے کہدیا کہ یہ مال فاطمہؑ کا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگون کو آنحضرت صلعم نے جمع کرکے فدک کے دینے کا اعلان فرما دیا تھا مگر تعجب ہے کہ حضرات شیعہ اون روایتون مین جن مین یہ ذکر ہے کہ جب فاطمہؑ سے شہادت طلب کی گئی یہ لکھتے ہین کہ آپ نے ام ایمن اور علی مرتضی اور حسنینؑ کو شہادت مین پیش کیا اور کسی دوسرے مرد کو شہادت مین پیش نہ کیا اگر واقعی یہ واقعہ بہت سے لوگون کے سامنے ہوا تھا تو بہت سے گواہ اوسوقت زندہ اور موجود ہونگے پھر طلب کرنیکے وقت اونمین سے دو چار کے نام اگر لیے جاتے اور وہ آکر شہادت دیتے تو یا فدک فاطمہ کو ملجاتا یا اونکی حجت ابو بکرؓ پر تمام ہوجاتی۔ کیونکہ وہ تو جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے نصاب شہادت کی تکمیل چاہتے تھے پھر وہ تکمیل کیون نکردی گئی۔ اس تیسری روایت سے ایک اور بات ثابت ہوتی ہے جو اس معاملے مین نہایت اہم ہے وہ یہ کہ فدک بعد ہبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے مین رہا اوسکا کل انتظام آپ ہی فرماتے تھے اور اوسکی آمدنی آپ ہی جس مصرف مین چاہتے تھے صرف کرتے تھے اور حضرت سیدہ کو اوسکی آمدنی سے فقط بقدر قوت آپ ہی دیتے تھے پس ہبہ بغیر قبضہ ہوا لہذا اس ہبہ سے فدک حضرت سیدہ کا ملک نہین ہوسکتا ہے اور جس روایت مین بعد ہبہ فدک پر حضرت سیدہ کا قبضہ ہونا اور اونھین کا وکیل اوسپر مامور ہونا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اوس وکیل کو نکالدینا مذکور ہے وہ روایت اس تیسری روایت سے باطل ہوگئی

اور اسی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے لوگون کو فاطمہ رض کے گھر پر بلا کر کہدیا کہ یہ مال فاطمہ رض کا ہے۔ اور دوسری روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رض کے ہاتھ سے ہبہ نامہ فاطمہ رض کے نام لکھا دیا تھا اور اوسپر شہادت علی رض اور ام ایمن کی کرائی تھی۔ تعجب ہے کہ اس خیال سے کہ آیندہ لوگون کو موقع فاطمہ رض کے محروم کرنے کا باقی نرہے یہان تک تو آپنے دور اندیشی فرمائی کہ لوگون کو بلایا اور اونکو جتایا کہ یہ مال فاطمہ رض کو دیا جاتا ہے۔ مگر ہبہ نامہ حضرت علی رض سے لکھوایا اور صرف ام ایمن کی گواہی کرائی اون لوگونمین سے جو بلاے گئے تھے کسیکی گواہی نلکھوائی حالانکہ اونمین سے دو چار کی گواہی کرانا زیادہ مناسب اور زیادہ ضروری تھا تاکہ شہادت پر بقول شیعون کے جو اعتراض ہوا وہ نہوتا اور غیرونکی گواہی سنکر شیخین رض کو بھی دعوی تسلیم ہی کرنا پڑتا۔

اور گو اس تیسری روایت مین یہ ذکر ہے کہ وقت وفات کے آنحضرت صلعم نے فدک فاطمہ رض کو واپس کر دیا مگر پھر اوسکی کوئی تفصیل نہین بیان کی گئی کہ کسطرح واپس کیا اور کیونکر فاطمہ رض کا قبضہ کرایا۔ اب اس امر کا ثبوت پیش کرنا شیعون پر ہے کہ یہ کارروائی فدک پر فاطمہ رض کے قبضہ کرانیکی کسوقت اور کیونکر اور کن کے سامنے ہوئی۔

چوتھی حدیث دیگر احادیث کے بالکل متناقض ہے اسلیے کہ اور حدیثون سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب ذوالقربی کے معنی آپ نے جبریل ع سے پوچھے تو جبریل ع نے خدا کی طرف سے بالتخصیص حضرت فاطمہ رض کا نام لیا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا نام ہی نہین لیا بلکہ اسقدر تخصیص ظاہر کردی کہ مراد اس سے آپ ہی کے رشتہ دار ہین یعنی امت کے اقارب مراد نہین۔ اور یہ امر کہ وہ اقارب کون ہین اور کنکو اونکا حق دینا چاہیے پیغمبر خدا صلعم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور آپ کے عدل نے یہی تقاضا کیا کہ جو کچھ ہے اور سب اقارب کو چھوڑ کر حسنین ع اور فاطمہ رض ہی کو وہ دیدین۔ اور حدیثونمین تو حضرت فاطمہ رض کی تخصیص کا یہ جواب ہوسکتا تھا کہ آنحضرت صلعم نے تخصیص نہین کی بلکہ خدا ہی نے ایسا حکم دیا اور آپ صرف اوسکی تعمیل کرنے والے تھے

مگر اس حدیث مین جو تخصیص آنحضرت صلعم نے فرمائی اوس کا جواب کچھ ہو ہی نہین سکتا اسواسطے
کہ آپ کی شان سے بعید ہے کہ عدل نفرمائین اور تمام اقارب مین سے صرف اپنے نواسون اور
ایک بیٹی کو منتخب کرلین - اور معاذاللہ اس طور پر دوسرون کے حقوق تلف کیے جائین -
معلوم نہین کہ حضرات امامیہ پیغمبر صاحب کے اس داغ کو جو اونکے اس قول او رخیال سے لگتا ہے
کیونکر دور کرسکین گے - اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کیا پیغمبر کے عدل ورانصاف اور بے طرفداری اور
بے غرضی کی یہی شان تھی کہ وہ اورون کو چھوڑکر تین رشتہ دارون کو صرف اسلیے کہ اونھین
زیادہ چاہتے تھے چن لین اور جو کچھ اوسوقت اونکو ملا ہو وہ سب کا سب اونھین کو دیدین -
معلوم نہین کہ حضرات امامیہ اسکا کیا جواب دینگے ہمارے تو رونگٹے اس سے کھڑے ہوتے
ہین اور پیغمبر کی شان مین اسے ایک نہایت بے ادبی اور گستاخی بلکہ اون پر ایک قسم کا اعتراض
سمجھتے ہین نعوذ باللہ من ھذا سوا اسکے اکثر روایتون مین جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکرؓ
کی شہادت طلب کرنے پر حضرت فاطمہؓ نے حسنینؓ کو بھی پیش کیا اور اونھون نے بھی گواہی دی
اسکا بھی بطلان ثابت ہوتا ہے - اسلیے کہ اس حدیث کی رُو سے تو فقط فاطمہ دعوی کرنے والی
نہین ہوسکتی تھین بلکہ حسنین کا بھی مدعیون مین شریک ہونا چاہیے تھا پھر وہ کیونکر مدعی
ہوکر گواہون مین پیش کیے جاسکتے تھے -

پانچوین روایت سے تو سارا بنا بنایا گھر شیعون کا گرجاتا ہے اور سارا تانا بانا اونکا ٹوٹ جاتا ہے
اسلیے کہ جو شہادت ام ایمن کی اوسمین بیان کی گئی ہے اوسمین یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے
کہا کہ ای میرے باپ مین آپکے بعد افلاس اور احتیاج سے ڈرتی ہون فدک مجھے عطا کردیجیے
آپ نے فرمایا اچھا یہ تمپر صدقہ یعنی عطا ہے - اوسپر پیغمبر خدا صلعم نے کہا کہ ای ام ایمن اور ای علی
تم گواہ رہنا - اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے خود فدک کی درخوست کی اور آپ
کے بعد مفلسی کا خوف بتاکر آپ سے فدک مانگا اور اونکے مانگنے پر آنحضرت نے فدک اونکو دیدیا -
اس روایت سے آیہ وات ذاالقربی حقه کا دربارۂ فدک نازل ہونا اور جبریلؑ سے ذوالقربی کے معنے

پوچھکر بحکم آیہ وآت ذاالقربی حقہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کو فدک ہبہ کردینا باطل ہوگیا۔ اور وہ روایتین بھی جس مین یہ بیان ہے کہ فدک حضرت فاطمہؑ کو اونکی مان کے مہر یا میراث مین دیا گیا تھا۔ ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ ایسی روایتون کے ہوتے ہوے حضرات امامیہ کسطرح فدک کے ہبہ کو ثابت کرسکتے ہین اور کس منہ سے باوجود ان متناقض روایتون کے ہبۂ فدک کا نام زبان پر لاتے ہین۔

ان متناقض اور مختلف روایتون کے علاوہ ایک اور روایت کافی مین حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے جس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقربیٰ سے مراد علیؓ تھے اور حق اون کا وہ وصیت تھی جو اونکو کیگئی۔ اور نیز اسم اکبر اور میراث علم اور آثار علم نبوت جو اونکو دیے گئے۔ یہ حدیث باب شصت وچہارم کتاب الحجۃ مین کافی کے منقول ہے۔ یہ حدیث بہت بڑی ہے جس مین اس بات کا بیان ہے کہ رسول خدا صلعم ہمیشہ فضائل اہل بیتؑ اظہار فرماتے اور جو کچھ قرآن مین اونکی نسبت بیان ہوا ہے اوسے ظاہر کرتے۔ آپنے آیہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ کا بیان کیا اور پھر فرمایا کہ خدا کہتا ہے واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ اور اسکے بعد آپنے فرمایا جسکو بالفاظ ذیل کافی مین بیان کیا ہے ثم قال جل ذکرہ وآت ذاالقربیٰ حقہ فکان علی وکان حقہ الوصیۃ التی جعلت لہ والاسم الاکبر ومیراث العلم واثار علم النبوۃ اور اس کا ترجمہ صافی شرح اصول کافی مین ان لفظون سے کیا ہے۔ بعد ازان گفت جل ذکرہ در سورۂ بنی اسرائیل بدہ صاحب نزدیکی را حق او لپس حاضر شد علیؑ برای اخذ حق خود وبود حق او وصیتی از رسول کہ گردانیدہ شد برای او ومعنی اینکہ آن حق باو رسانیدہ شد واسم اکبر ومیراث علم وآثار علم نبوت۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق ادا کرنے کے لیے نازل ہوئی اور ذوالقربیٰ سے بھی وہی مراد ہین اور اس صورت مین وہ روایتین باطل ہوتی ہین جن مین یہ ذکر ہے کہ یہ آیت فدک کے دینے کے لیے نازل ہوئی

شاید حضرات شیعہ یہ فرمائین کہ دونو روایتین صحیح ہین اور ذوالقربیٰ سے فاطمہؑ بھی مراد ہین اور اونکا حق فدک۔ اور جناب امیرالمؤمنین بھی مقصود ہین اور اونکا حق وصیت اور میراث علم اور اسم اکبر تھا۔ مگر یہ کہنا صحیح نہوگا اسلیے کہ اور روایتون سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلعم ذوالقربیٰ اور حق ذوالقربیٰ کی حقیقت سے ناواقف تھے اور اسلیے آپنے جبریلؑ سے پوچھا اور جبریلؑ نے بحکم خدا بتایا کہ اوس سے مراد فاطمہؑ اور حق سے مراد فدک ہے۔ دونو روایتین کسی طرح سے مطابق نہین ہوسکتین۔ اس حدیث کو تفسیر صافی مین ذیل آیہ وآت ذاالقربیٰ سورۂ بنی اسرائیل مین بھی نقل کیا ہے۔ اور چونکہ صاحب تفسیر کو خیال گذرا کہ یہ روایتین متناقض ہین اسلیے بطور دفع دخل مقدر یہ فرمایا اقول لا تنافی بین هذا الحدیث وبین الاحادیث السابقة ولا بینهما وبین تفسیر العامة کما یظهر للمتدبر العارف بمخاطبات القرآن ومعنی الحقوق ومن الذی له الحق ومن الذی لاحول له والحمد لله کہ کچھ اختلاف اس حدیث مین اور پہلی حدیثون مین نہین ہے اور نہ ان حدیثون مین اور سنیونکی تفسیر مین اختلاف ہے جیسا کہ غور کرنیوالے اور مخاطبات قرآن اور معنی حقوق اور مستحق اور غیر مستحق کے جاننے والے پر ظاہر ہے۔ مگر وجہ عدم اختلاف کچھ بیان نہ کی الحمدللہ کہکر ساکت ہوگئے اور متدبر و عارف بالقرآن کے رائے پر رفع تناقض کو چھوڑ دیا مگر متدبر اور عارف بمعنی القرآن کے نزدیک جو کچھ ظاہر ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ساری روایتین غلط اور یہ تمام باتین بنائی ہوئی اور خلاف سوق قرآن کے ہین۔

چونکہ ہم شیعونکی روایتین بیان کرکے اس بات کو ثابت کر چکے کہ اون روایتونمین باہم ایسا اور اتنا تناقض ہے کہ ایک پر بھی یقین کرنا ممکن ہے اسلیے اب ہم اس بات کو دکھاتے ہین کہ جو شخص سوق اور مخاطبات قرآنی پر غور کریگا اور جسکو یہ علم ہوگا کہ یہ آیت مکی ہے نہ مدنی وہ اون بیانات کو جو حضرات امامیہ نے اس آیت کے متعلق کیے ہین ایک نوع کی تحریف معنوی سمجھیگا۔

آیہ وآت ذاالقربیٰ حقہ کے موقع نزول اور طرز بیان پر غور کرنے سے ہبۂ فدک کا ثابت نہونا

جو روایتین ہبۂ فدک کے متعلق حضرات امامیہ کے یہان منقول تھین اونکو نقل کرکے ہمنے ثابت

کردیا کہ اونمین ایسا اور اتنا تناقض ہے کہ ازروے اصول شہادت کے وہ قابل اعتبار نہین ہین۔
اب ہم اس بات کو دکھاتے ہین کہ آیہ وآت ذاالقربی حقہ بوجوہ مفصلہ ذیل شیعون کے
دعوی کے مفید یا اوس سے متعلق نہین ہے۔
وجہ اول - یہ آیت دوجگہ قرآن مجید مین آئی ہے ایک سورۂ بنی اسرائیل مین دوسرے سورۂ روم
مین اور یہ دونو سورتین مکی ہین - اور مکے مین فدک کہان تھا - فدک تو ساتوین سال ہجرت کے
آنحضرت صلعم کے قبضے مین آیا تھا -
تحفۂ اثنا عشریہ کے باب دوم مین کید سی و دوم کے ذکر مین مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے
لکھا ہے کہ جمعی کثیر از علماء ایشان سعی بلیغ نمودہ اند در کتب احادیث کہ شہرت ندارند و نسخ آن کتب
متعذر بدست نمی آید اکاذیب موضوعہ کہ مؤید مذہب شیعہ و مبطل مذہب سنیان باشد الحاق نمایند چنانچہ
قصۂ فدک در بعضے تفاسیر داخل نمودہ اند و سیاق حدیث چنین روایت کردہ اند لما نزلت و
اٰت ذاالقربی حقہ دعا رسول اللہ فاطمۃ واعطاھا فدک اما بحکم آنکہ دروغ گو را حافظہ
نمی باشد بیاد شان نماند کہ این آیہ مکی است و در مکہ فدک کجا بود - اور حاشیہ پر اسکے تفسیر مجمع البیان
سے نقل کیا ہے السورۃ الروم مکیۃ الا قولہ تعالی فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ
تُصْبِحُوْنَ بجواب اسکے تقلیب المکائد مین مولانا محمد قلی صاحب فرماتے ہین کہ مجمع البیان مین
بہت سے قول اہل سنت کے بھی بطریق نقل وحکایت کے سطور ہین اور یہ بھی کہ اطلاق مکی کا اس سورت
پر باعتبار اکثر آیات کے ہے اور اسکی نظیر قرآن مین بہت ہے - اور نیز یہ کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ
نازل ہوئی ہو - مرتبہ اول مکے مین اور مرتبہ دوم مدینے مین جیسا کہ فخر الدین رازی نے سورۂ
فاتحہ کے شان نزول مین کہا ہے - اور یہ بھی کہ مکی اوسکو کہتے ہین جو مکے مین نازل ہوئی ہو عام
اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے - فتح مکے کے سال مین یا حجۃ الوداع کے سنہ مین اور پھر
یہ کہتے ہین کہ اگر ہم ان سب باتون سے درگذر کرین تو ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جاسے کہ اگرچہ
فدک مکے مین نہ تھا لیکن چونکہ خداے تعالی کو اپنے علم ازلی سے معلوم تھا کہ پیغمبر خدا کو بعد ہجرت کے

مدینے مین اور بعد فتح خیبر کے جو امیرالمومنین علی بن ابی طالب کے ہاتھ سے ہوگی فدک ملیگا حکم اوس کا پہلی ہی نازل کر دیا اور بنزول حکم مین کسی ایسی چیز کا ذکر کرنا جو آیندہ زمانے مین آئیگی قبل اوسکے وقوع کے کچھ حرج نہین ہے۔ اور اسکی بہت سی مثالین ہین جیسا کہ تفسیر کبیر مین وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ کی تفسیر مین امام رازی لکھتے ہین کہ پیغمبر صلعم نے بنی امیہ کو خواب مین دیکھا تھا اسطور پر کہ بندر آپکے منبر پر اوچھلتے کودتے ہین اور پھر فخرالدین رازی کہتے ہین کہ یہ قول ابن عباس کا ہے مگر مشکل اسمین یہ ہے کہ یہ آیت تو مکی ہے اور مکے مین منبر نہ تھا اور پھر اسکا جواب اس طور پر دیتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جاے کہ یہ کچھ بعید نہین ہے کہ مکے مین اونکو دکھایا جاے کہ مدینے مین منبر قائم ہوگا۔

چونکہ ضروری بات قابل بحث کے آخری جواب صاحب تقلیب المکائد کا ہے اسلیے اوسی کے الفاظ ہم یہان نقل کرتے ہین باقی کل تقریر جسے دیکھنی ہو وہ صفحہ ۲۳ کیدسی و دوم تقلیب المکائد مطبوعہ مطبع اردو اخبار دہلی کو ملاحظہ کرے۔

"واگر ازین ہمہ مراتب تنزل کنیم پس ممکن ست کہ جواب دادہ شود کہ اگرچہ فدک در مکہ نبود لیکن چون حق تعالی شانہ بعلم ازلی میدانست کہ رسول خدا را بعد از ہجرت بمدینہ و فتح جنگ خیبر از دست حق پرست امیرالمومنین علی بن ابی طالب فدک بدست خواہد آمد حکم آن از پیشتر نازل کردہ و نزول حکم امریکہ در استقبال خواہد آمد از وقوع آن مانعتی نیست و امثال آن بسیار ست۔ و فخرالدین رازی در تفسیر کبیر در تفسیر قولہ تعالی وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ گفتہ القول الثالث فی الرؤیا قال سعید بن المسیب رای رسول اللہ صلعم بنی امیۃ ینزلون علی منبرہ نزو القردۃ فساءہ ذلک وھذا قول ابن عباس رض فی روایۃ والاشکال فیہ ان ھذہ الآیۃ مکیۃ وما کان لرسول اللہ صلعم بمکۃ منبر قال ویمکن ان یجاب عنہ بانہ لا یبعد ان یری بمکۃ ان لہ بالمدینۃ منبرا یتداولہ بنو امیۃ"

یہ کہنا کہ مجمع البیان مین بہت سے قول اہل سنت کے بھی بطریق نقل و حکایت کے مسطور مین کافی

ف: اور رویا کی وا جو تمکو دکھایا ہمنے سو جانچنے کو لوگون کے ۱۲ موضح پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۶

جواب نہین ہے کم سے کم اپنے ہی یہان کی روایتون سے اسکو ثابت کرنا تھا کہ یہ سورت مکی نہین ہے بلکہ مدنی ہے۔ نہ یہ جواب کافی ہے کہ اطلاق مکی کا اس سورت پر باعتبار اکثر آیات کے ہے تاوقتیکہ اس کا ثبوت نہ دیا جاے کہ کونسی آیتین اسمین کی ہین اور کونسی مدنی۔

اور یہ فرمانا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دومرتبہ نازل ہوئی ہو مرتبۂ اول مکے مین اور مرتبہ دوم مدینے مین تعجب انگیز ہے اسلیے کہ دومرتبہ تو یہ آیت نازل ہی ہوئی ہے ایک سورۂ روم مین اور دوسری بنی اسرائیل مین۔ اور خیر سے دونو مکی ہین اسلیے یہ فرمانا تھا کہ ممکن ہے کہ یہ آیت تین مرتبہ نازل ہوئی ہو۔

اور یہ فرمانا کہ مکی اوسے کہتے ہین جو مکے مین نازل ہوئی ہو عام اس سے کہ قبل ہجرت کے ہو یا بعد ہجرت کے فتح مکہ کے سال مین یا حجۃ الوداع مین۔ کچھ مفید مطلب نہین ہے اسلیے کہ مکے مین فدک فاطمہؑ کو نہین دیا گیا بلکہ مدینے مین اور فوراً بعد قبضے مین آنے فدک کے اسلیے ان سب جوابون سے بہتر بظاہر صاحب تقلیب المکائد کو یہی جواب معلوم ہوا جو اخیر مین فرماتے ہین کہ ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جاے کہ اگرچہ فدک مکے مین نہ تھا لیکن موافق علم ازلی کے پیش از وقوع خدا نے حکم دیدیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ جب فدک تمھارے قبضے مین آوے تو اوسے فاطمہؑ کو دیدینا مگر اس سے بھی مطلب حاصل نہین ہوتا اسلیے کہ جو روایتین حضرات شیعہ نے فدک دینے کی بیان کی ہین اونسے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اوسی وقت آپنے جبریلؑ سے پوچھا کہ ذوالقربی کون ہین اور اونکا حق کیا ہے۔ بلکہ احادیث شیعہ صاف اس بات پر دال ہین کہ یہ آیت بعد فتح خیبر اور فدک کے قبضے مین آنے کے نازل ہوئی ہے۔ نہ قبل اوسکے۔ جیسا کہ تفسیر صافی مین اسی آیت کے ذیل مین لکھا ہے وفی الکافی عن الکاظم فی حدیث لہ مع المھدی ان اللہ تعالی لما فتح علی نبیہ فدک وما والاھا لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب فانزل اللہ علی نبیہ وآت ذاالقربی حقہ ولم یدر رسول اللہ صلعم من ھم فراجع فی ذلک جبریلؑ وراجع جبریلؑ ربہ فاوحی اللہ الیہ ان ادفع فدک الی فاطمۃ الخ یعنی امام موسی کاظمؑ سے یہ حدیث

منقول ہے کہ جب فدک فتح ہوا بغیر لڑائی کے تب خدا نے پیغمبر پر یہ آیت نازل کی کہ وات ذا القربیٰ حقہ اور پیغمبر خدا نہین جانتے تھے کہ وہ اقارب کون ہین تب آپنے جبرئیل سے پوچھا اور جبرئیل نے خدا سے اور وحی آئی کہ فدک فاطمہؑ کو دیدو۔ اس حدیث سے اور دیگر حدیثین جو عیون اخبار رضا وغیرہ مین منقول ہین یہی ثابت ہوتا ہے کہ فدک کے قبضے مین آنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سے صاحب تقلیب المکائد کا فرمانا کہ بطور پیش بندی قبل از قبضہ فدک مکے مین یہ آیت نازل ہوئی ہوگی احادیث ائمہ کی تکذیب کرتا ہے۔

غرضکہ کسی طرح بات بنائے نہین بنتی اور یہ مصنوعی روایت کسی پہلو سے صحیح نہین ہوسکتی۔ اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا یہ فرمانا کہ بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نمی باشد صادق آتا ہے۔

وجہ دوم۔ یہ کہ خطاب وات ذا القربیٰ حقہ اگرچہ آنحضرت صلعم کی طرف ہے مگر سیاق قرآنی صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ خطاب عام ہے تمام امت سے۔ نہ مخصوص ہے صرف آپ کی ذات مبارک پر۔ اسلیے کہ یہ آیت جو سورۂ بنی اسرائیل مین ہے اوسمین توحید اور احسان اور صلۂ رحم اور مکارم اخلاق کا بیان ہے۔ اور آیات ماقبل و مابعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین تخصیص نہین ہے بلکہ تعمیم ہے چنانچہ آیات ماقبل و مابعد یہ ہین وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَـقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝ اب ان آیات کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔ کہ تیرے ربّ

یہ حکم دیا ہے کہ اوسکے سوا تم کسیکی عبادت مت کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ایک یا دو ماں باپ بوڑھے ہو جائین تو نہ کہ اونسے ہون اور نہ اونکو جھڑک اور کہ اونسے ادب کی بات۔ اور جھکا اونکے سامنے بازو عاجزانہ اور نیازمندانہ اور یہ دعا مانگ کہ ای رب ان پر رحم کر جسطرح کہ اونھون نے مجھے چھٹ پن مین پرورش کیا۔ تمھارا رب خوب جانتا ہے جو تمھارے دلون مین ہے۔ اگر تم نیک ہو تو وہ توبہ کرنے والون کو بخشتا ہے۔ اور دے قرابت والے کو اوسکا حق اور محتاج کو اور مسافر کو اور مت اوڑا فضول خرچی مین۔ فضول خرچ بھائی ہین شیاطین کے۔ اور شیطان اپنے رب کا ناشکر ہے۔ اور اگر کبھی تو اون سے تغافل کرے بوجہ چاہنے اپنے رب کے رحمت کی جسکی تجھے امید ہے تو اونسے بات نرمی کی ہی کہدے۔ اور مت باندھ لے اپنے ہاتھ گردن مین (یہ کنایہ ہے بالکل خرچ نکرنے سے) اور نہ بالکل فراخ دستی کر کہ بیٹھ رہے ملامت زدہ اور پشیمان۔ تیرا رب تو جسکو چاہتا ہے رزق خوب سا دیتا ہے اور (جسکو چاہتا ہے) کم دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندون کے حال سے خبردار رہے۔

ان آیتون سے پہلے بھی وہ آیتین ہین جن مین شرک اور معاصی سے نہی اور توحید اور عبادت کا امر کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ کہ خداوند تعالی کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو مت ملاؤ کہ ملامت زدہ اور پشیمان ہو کر بیٹھ رہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اول خداوند تعالی نے شرک اور معاصی کی برائیان بیان کین اور بعد اوسکے توحید اور عبادت ارشاد کیا۔ اور اوسکے پیچھے احسان اور بر اور صلۂ رحم اور مکارم اخلاق کا ذکر فرمایا۔ پس گویا اس سورت مین جو یہ آیتین ہین وہ بیان مین توحید اور عبادت و صلۂ رحم اور مکارم اخلاق اور سلوک اور احسان اور ادائے حقوق کے ہین اور یہ وہ چیزین ہین کہ دراصل امت کی ہدایت اور عمل کے لیے بیان کی گئی ہین۔ اور گویا وہ ایک قانون ہے جسمین انسان کی اخلاقی صفات کا بیان اور اوسپر عمل کرنیکی ہدایت کی گئی ہے۔ کوئی وجہ نہین ہے کہ سب آیتین تو عام ہون اور اونکا خطاب امت کی طرف اور ایک آیت یعنی

وآت ذا القربی حقہ صرف مخصوص آنحضرت صلعم سے ہو - اور پھر وجہ خصوصیت بھی کوئی
موجود نہو - مجمع البیان طبرسی مین بھی ان آیتون کے معنی مین علامہ طبرسی فرماتے ہین کما
تقدم النهی عن الشرك والمعاصی عقبه سبحانه بالامر بالتوحید والطاعات فقال سبحانه
وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاه اور پھر وآت ذا القربی حقہ کی آیت سے
لیکر تا آیہ انه کان بعباده خبیرا بصیرا جو پانچ آیتین ہین انکی تفسیر مین علامہ موصوف
فرماتے ہین ثم حث سبحانه نبیه علی ایتاء الحقوق لمن یستحقها وعلی کیفیة الانفاق
فقال وآت ذا القربی حقه معناه وآت القرابات حقوقهم التی اوجبها الله لهم فی اموالکم یعنی
خداوند تعالی نے اول شرک و معاصی سے ممانعت کی اوسکے بعد توحید و عبادات کا حکم بیان فرمایا
پھر اپنے پیغمبر کو اون لوگون کے حقوق کو جو اوسکے مستحق ہین دینے اور خرچ کرنے کے طریقون
پر آگاہ کیا اور فرمایا کہ ذوی القربی کو اونکا حق عطا کر یعنی رشتہ دارون کو اونکے حقوق جو
خدا نے اونکے لیے تمھارے مالون مین مقرر کیے ہین عطا کرو پس ان سب آیتون کے دیکھنے
اور سیاق قرآنی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین کوئی موقع کسی خاص بات مین پیغمبر
صاحب کی تخصیص کا نہین ہے - اور اگر خاص آیہ وآت ذا القربی حقہ کی تخصیص پیغمبر کے ساتھ
کیجاے تو سارا کلام مہمل اور بے معنی ہوا جاتا ہے - حضرات امامیہ کو آیہ وآت ذا القربی حقہ
مین صرف ایک بات سے اسکا موقع ملا کہ اس آیت کے حکم کو آنحضرت صلعم سے مخصوص خیال کرین
اور وہ یہ ہے کہ اس آیت مین خطاب بصیغۂ واحد ہے لیکن علم معانی و بیان کے جاننے والے
ایک طرف معمولی سمجھ کے آدمی اور قرآن کے ترجمہ جاننے والے بھی اس بات کو سمجھتے ہین
کہ قرآن مجید کا طرز بیان ایسا واقع ہوا ہے کہ اکثر خطاب خاص آنحضرت صلعم کی طرف ہوتا ہے
مگر درحقیقت مراد اوس سے امت ہوتی ہے - بہت دور جانے اور قرآن کے اور مقامات دیکھنے
کی بھی ضرورت نہین ہے اسی رکوع مین جو طرز بیان خدا کا ہے اوس سے اسکا ثبوت ہوتا ہے
جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ کہ خدا کے

ساتھ دوسرے کو معبود نہ بنا نہین تو ذلیل اور عاجز ہو جائیگا۔ کیا ایک لحظہ کے لیے بھی کوئی مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ یہ خطاب خاص آنحضرت صلعم کی طرف ہے اور اسی لیے مفسرین شیعہ نے بھی اس خطاب کو عام مانا ہے جیسا کہ علامہ طبرسی فرماتے ہین ان الخطاب للنبی والمراد بہ امتہ کہ یہ خطاب پیغمبر سے ہے اور مراد امت ہے۔ اس آیت کے سوا یہ آیت بھی اسی رکوع مین ہے اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا کہ اگر پہونچ جائین تیرے سامنے بڑھاپے کو مان باپ مین سے ایک یا دونو تو اونسے اف کر کے بات نکر اور نہ اونکو جھڑکی دے اور اونسے ادب کی بات کر۔ کیا کوئی ذہن اس خطاب کو آنحضرت صلعم کی طرف سمجھے گا جبکہ آنحضرت صلعم کی شان اس سے ارفع و اعلی تھی کہ آپ کو ایسی برائی سے بچانے کے لیے نصیحت کیجاتی۔ آپ کے والدین چھٹ پن ہی مین گذر گئے تھے اور اونکے مرنے کے چالیس برس بعد خدا کا کلام نازل ہوا تھا تو صاف ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھی امت ہی کی طرف ہے اور سوا اسکے اور آیتین جو بیان کی گئی ہین مثلا لَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِیۡرًا وَ لَا تَجۡعَلۡ یَدَکَ مَغۡلُوۡلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَ لَا تَبۡسُطۡہَا کُلَّ الۡبَسۡطِ کہ اسراف نکر اور اپنے ہاتون کو باندھ نہ لے۔ یعنی بخل نکر اور نہ زیادہ فضولی انمین سے کوئی ایک بھی ایسی نہین ہے کہ مخصوص آنحضرت صلعم سے ہو۔ باوجودیکہ یہ سب خطاب بصیغہ واحد آنحضرت صلعم کی طرف کئے گئے ہین اور انمین کوئی موقع اور محل شیعون کو بھی انکار کا نہین ہے۔ پس ان تمام آیتون مین سے صرف ایک آیت کو مخصوص کرنا آنحضرت صلعم سے بغیر کسی مرجح اور مخصص وجہ کے قابل مضحکہ ہے۔ خصوصًا جبکہ آیہ وآت ذالقربی کی پہلی آیت کو دیکھا جائے جس مین والدین کے ساتھ احسان کرنیکا حکم ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مسلسل بیان اوس کا ہے جو ہدایت انسان کو اخلاق اور احسان اور صلہ رحم اور ادائے حقوق کے متعلق کی گئی ہے۔ اسمین اول بیان کیا کہ خدا کے سوا دوسرے کی عبادت نکرنی چاہیے اوسکے بعد بتایا کہ مان باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا لازم ہے۔ اوسکے بعد فرمایا قرابتدارون اور مسکینون

اور مسافرون کے حق ادا کرنے چاہیین اور پھر اوسکی ساتھ اعتدال کی بھی ہدایت فرمائی کہ بخشش
ایسی ہو کہ اسراف کے درجے پر پہونچ جاسے اور نہ ایسا بخل کہ آدمی اپنے ہاتھ باندھ لے اور پھر
اوسکے ساتھ یہ بھی کہ اگر اتنی استطاعت نہو کہ اونکے ساتھ کچھ سلوک کیا جاسکے تو اون سے
اخلاق اور نرمی سے بات چیت کرنی چاہیے جیسا فرمایا ہے فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ٥ اگر یہ وآت
ذالقربی مین مراد خدا کی یہ ہوتی کہ فدک فاطمہ کو دیدیا جاسے تو معلوم نہین کہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا
کیون کہا جاتا - اور پھر تبذیر کی برائی اور اوسکا خوف بھی نہایت سخت لفظون مین کہ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ
كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ کیون دلایا جاتا - اور یہ کیون کہا جاتا کہ اگر تمھارے پاس دینے کو نہو تو انسے
وعدہ ہی کر لو کہ جب خدا تمکو دیگا تو تم اون سے سلوک کروگے - اگر کوئی اس آیت کو ہبہ فدک کے
متعلق سمجھے تو آیہ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا
مَّيْسُوْرًا ٥ اس موقع پر مہمل ہوئی جاتی ہے - مفسرین شیعہ نے بھی اس آیت کے وہی
معنی لکھے ہین جس سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے - صاحب مجمع البیان طبرسی فرماتے
ہین وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمْ ای وان تعرض عن هولاء الذين امرتك باداء حقوقهم
عند مسالتهم ایاك لانك لا تجد ذلك حياء منهم ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا
ای لتبتغی الفضل من الله والسعة التی یمکنك معها البذل بامل تلك السعة و
ذلك الفضل فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ای عدهم عدة حسنة وقل لهم
قولا سهلا لینا یتیسر علیك وروی ان النبی کان لما نزلت هذه الاية اذا سئل ولم يكن
عنده ما يعطی قال یرزقنا الله وایاکم من فضله یعنی اگر ان لوگون کے حقوق ادا کرنے اور
اونکے دینے سے تم مجبور ہوا ور اونکے سوال پورا کرنے کے لیے تمھارے پاس کچھ نہوا ور
شرم کے مارے اونسے اعراض کرو تو تمھین چاہیے کہ خدا کے فضل پر امید رکھکر اونسے وعدہ
کرو اور اچھے لفظون مین اونسے کہدو کہ جب خدا تمھین دیگا تو تم اونکے ساتھ سلوک کروگے -
اور پیغمبر خدا صلعم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد یہی کیا کرتے کہ جب آپسے سوال کیا جاتا

اور آپکے پاس کچھ دینے کو نہو تا تو یہ فرماتے کہ اللہ اپنے فضل سے ہمکو اور تمکو رزق دے۔

یہ بیان تو سورۂ بنی اسرائیل کا کیا گیا۔ اب سورۂ روم پر غور کرنا چاہیے کہ وہان یہ آیت کس موقع پر آئی ہے۔ آیات ماقبل وما بعد یہ ہین وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ یعنی جب لوگون کو ہم رحمت پہونچاتے ہین تو وہ اوس سے خوش ہوجاتے ہین۔ اور اگر اونکے اعمال کے سبب اونکو کوئی برائی پہونچ جاتی ہے تو وہ نا امید ہوجاتے ہین کیا وہ نہین دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے روزی فراخ دیتا ہے اور (جسکو چاہتا ہے) کم دیتا ہے۔ اسمین نشانیان ہین ایمان والون کے لیے۔ پس دے رشتہ دار کو اوسکا حق اور مسکین اور مسافر کو۔ یہ بہتر ہے اون لوگون کے لیے جو اللہ کی رضامندی چاہتے ہین اور یہی لوگ مراد کو پہونچنے والے ہین۔

اسمین بھی تخصیص باطل ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اسکو اسطرح پر شروع کیا ہے کہ اللہ کو اختیار ہے جسکو چاہے روزی فراخ دے اور جسپر چاہے تنگ کردے۔ یہ مضمون عام ہے اسی پر آگے چلکر تفریع کی ہے اور فرمایا ہے کہ ای پیغمبر تو قرابتیون اور مسکینون اور مسافرون کو اونکا حق دیتا رہ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسمین تعمیم مراد ہے۔ خصوصاً اس آیت کے اخیر لفظون سے تو تعمیم مین کوئی شک ہی نہین باقی رہتا۔ اور وہ الفاظ ہین ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ کہ یہ بات بہتر ہے اون لوگون کے لیے جو خدا کی رضامندی چاہتے ہین اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہین۔ یہ ارشاد اوسی وقت باموقع اور برمحل صحیح ہوسکتا ہے جبکہ حکم عام ہوا ور خطاب مومنین سے۔ ورنہ قرآن جو ایک کلام فصیح و بلیغ ہے مہمل سمجھا جائیگا۔ اسلیے کہ آنحضرت صلعم کی نسبت تو یہ گمان ہو ہی نہین سکتا کہ

وہ اون حقوق کے دینے مین تامل فرمائے یا اونکو اس حکم پر عمل کرنے کے لیے ترغیب اور ترہیب کی ضرورت ہوتی اور ذٰلِکَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ کہنے کی خدا کو کیا ضرورت پڑتی۔ یہ اوسی وقت باموقع سمجھا جا سکتا ہے جبکہ خطاب عام ورمومنین کی طرف سمجھا جاے کہ امت ہی کے لوگ ایسے ہوتے ہین جنکو پورے طور پر حقوق ادا کرنے کے لیے ترغیب و ترہیب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ذاتی اغراض اور شخصی محبت کو دخل نہ دینے کے لیے اس قسم کے بیان سے اون کو نصیحت کیجاتی ہے۔ پس جو شخص ذرا بھی قرآن کو غور سے دیکھے گا اور اس آیت کے ماتقدم اور ماتاخر اور طرز بیان اور سیاق عبارت پر نظر کریگا وہ ذرا شبہ نہین کر سکتا کہ قربیٰ سے عام رشتہ دار مراد ہین۔ کما قیل انه خطاب له ولغیره والمراد بالقربی قرابة الرجل وهو امر بصلة الرحم بالمال۔

وجہ سوم یہ کہ اگر شیعون کے خیال کے موافق تسلیم کیا جاے کہ آیہ وات ذا القربی حقه مین ذا القربیٰ سے مراد فاطمہؓ اور حقہ سے مراد فدک ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے حکم کی پوری تعمیل یا تو آنحضرت صلعم نے معاذاللہ خود نہین کی یا خدا نے نہین کرائی۔ اسلیے کہ اس آیت مین تین لوگون کے حق ادا کرنیکا حکم دیا گیا ہے ایک ذوالقربیٰ دوسرے مسکین تیسرے مسافر ذوالقربیٰ کی نسبت تو شیعون نے یہ بات بنائی کہ آپ اسکے معنی نہین سمجھے اور جبریلؑ سے پوچھنے پر مجبور ہوے۔ اور وہ بھی اوس سے جاہل تھے اونکو بھی خدا سے پوچھنا پڑا اور خدا نے بتایا کہ ذوالقربیٰ فاطمہؓ ہین اور اونکا حق بھی دریافت کر لیا اور ادا بھی کر دیا گیا مگر باقی اشخاص ویسے ہی محروم چھوٹے گئے۔ پھر ذوالقربیٰ کا حق جسطرح ادا کیا گیا وہ بھی سمجھ مین نہین آتا اسلیے کہ لفظ تو ذوالقربیٰ کا عام ہے اور رشتہ دارون کو شامل۔ اور تخصیص کر دی گئی صرف ایک کی۔ سوائے اسکے ذوالقربیٰ کا لفظ قرآن مجید مین اسی آیت مین نہین آیا بلکہ تیرہ جگہ متعدد آیتون اور مختلف سورتون مین آیا ہے۔ اور ایسے موقع پر آیا ہے جہان کہ ادائے حقوق کی ہدایت اور اوسکی ترغیب اور اکثر اوسکے ساتھ دیگر اشخاص مساکین اور ابن السبیل وغیرہ

شریک ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہان جہان ایسے موقع پر یہ لفظ آیا ہے وہان مراد ان سبکے ساتھ نیکی کرنا اور اونکی خبر لینا اور اونکی مدد کرنا ہے۔ مثلاً سورۂ بقر مین خدا تعالی فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ یعنی جبکہ عہد لیا ہمنے بنی اسرائیل سے کہ خدا کے سواکیکی عبادت نکرنا۔ اور ماں باپ اور رشتہ دارون اور یتیمون اور غریبون کے ساتھ سلوک کرنا۔ اور لوگون سے اچھی بات کہنا۔ اور نماز پڑھنا اور زکوۃ دینا۔ پھر تم پھر گئے اس عہد سے مگر تم مین سے چند لوگ۔ اور اب بھی تم اعراض کرتے ہو۔

اس آیت مین بیان ہے کہ بنی اسرائیل سے ہمنے ان باتون کا عہد لیا تھا کہ خدا کے سوا عبادت نکرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی اور رشتہ دارون اور یتیمون اور مسکینون کے ساتھ بھلائی۔ اور سب سے اچھی بات کرنا مگر اونھون نے اس عہد کو توڑ ڈالا چونکہ بنی اسرائیل نے اس عہد کو توڑ دیا تھا اسلیے خداوند تعالے نے اس موقع پر اس کا ذکر اسلیے کیا کہ آنحضرت صلعم کی امت کو تنبیہ ہو کہ وہ ایسا نکرے۔ اور پھر اوسیکی تشریح اور تفسیر سورۂ بنی اسرائیل مین کردی یعنی بتادیا کہ جن باتون کا بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا وہ اونھین کے ساتھ مخصوص تھین بلکہ حسن اخلاق اور حسن معاشرت اور حسن معاملے کے لیے یہ باتین ہر انسان پر لازم ہین اور اونکا کرنا ضروری ہے اور پھر اونھین باتون کو آنحضرت صلعم کو مخاطب کرکے آپ کی امت کو بتایا اور ان لفظون سے وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا الخ فرمایا۔ کہ خدا نے تمھارے اوپر لازم اور واجب کردیا ہے کہ اوسکے سوا دوسرے کی عبادت نکرو اور والدین کے ساتھ احسان اور ذوالقربی اور مسکین اور ابن سبیل کا حق ادا کرو۔ گویا یہ آیتین اونھین آیتونکا صاف صاف بیان ہین جو سورۂ بقر مین بنی اسرائیل پر واجب کی گئی تھین۔ وہان و اذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل فرمایا اور یہان وقضی ربک جسکے معنی قریب قریب

ایک ہوتے ہین یعنی ان باتون کا کرنا واجب کردیا گیا پھر وہان فرمایا لاتعبدون الا اللہ اور یہان ارشاد کیا ان لاتعبدوا الا ایاہ پھر وہان تو فرمایا تھا وبالوالدین احسانا یہان بھی وہی فرمایا وبالوالدین احسانا اور اوسکی اور بھی زیادہ تشریح کردی اور احسان کا ادنی درجہ تک بھی بیان کردیا کہ اونسے اُف تک نکہو۔ پھر وہان بیان فرمایا وذی القربے والیتمی والمسکین یہان فرمایا وات ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل اور پھر اعتدال کی بھی یہان نصیحت فرمائی کہ لاتبذر تبذیرا الخ اور پھر وہان فرمایا وقولوا للناس حسنا اور یہان فرمایا فقل لھم قولا میسورا پس دیکھو کیسا مسلسل اور مرتب بیان ان دونون آیتون کا ہے اور سورۂ بنی اسرائیل کی آیتین کیسی تشریح اور تصریح اونہین احکام کی ہین جو بنی اسرائیل کو دیے گئے تھے۔

ذوالقربیٰ کا لفظ سورۂ بقر مین ایک اور آیت مین آیا ہے اور وہ یہ ہے لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ یعنی نیکی یہ نہین ہے کہ تم پورب پچھم کی طرف مونہہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اسا اور آخرت اور فرشتون اور کتاب اسا اور پیغمبرون پر ایمان لاے۔ اور خدا کی محبت مین مال رشتہ دارون اور یتیمون اور غریبون اور مسافرون اور مانگنے والون کو اور غلامون کے آزاد کرنے مین دے۔

اسمین بھی بر اور احسان کا بیان حق تعالی فرماتا ہے۔ اور گویا یہ بھی دوسری لفظون مین اونھین احکام کا تذکرہ ہے جو سورۂ بنی اسرائیل مین بیان کیے گئے ہین کہ نیکی یہی نہین ہے کہ اپنے مونہہ پورب پچھم کی طرف کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا اور قیامت اور فرشتون اور کتاب اور پیغمبرون پر ایمان لاو۔ اور خدا کی محبت مین اپنا مال ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابن سبیل اور سائلین کے دینے اور غلامون کے آزاد کرانے مین صرف کرو۔

سورۂ نساء مین بھی ذی القربیٰ کا لفظ اسی موقع پر آیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَۨا یعنی عبادت کرو اسکی اور اوسکا شریک کسی کو مت کرو۔ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ دار اور یتیم اور مساکین اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور دوست ورفیق اور مسافر اور باندی غلامون سے بھلائی کرو۔ اللہ کو اچھا نہین معلوم ہوتا وہ شخص جو اتراوے اور بڑائی کرے۔

اور سورۂ نحل مین بھی یہ لفظ آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ یعنی اللہ حکم دیتا ہے انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ دار ون کے دینے کا اور منع کرتا ہے بیحیائی اور برے کام اور سرکشی کرنے سے۔ تمکو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

ان تمام آیتون کے دیکھنے سے وہی ایک سلسلہ بیان کا اور وہی ایک قسم کی تعلیم احسان اور سلوک کی معلوم ہوتی ہے۔ جو سورۂ بنی اسرائیل مین بیان کی گئی ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی وہ اصل اصول اخلاق کے ہین جنکی تعلیم خدا کو منظور تھی اور جسکو طرح طرح سے بیان کیا۔ کبھی پچھلی امتون کے میثاق اور عہد کی یاد دلاکر۔ کبھی اوسکی خوبیان بتاکر۔ اور کبھی بطور حکم اور ہدایت کے۔ پس جبکہ لفظ ذی القربیٰ کا متعدد جگہہ آیا ہوا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے معنی کبھی پہلے استفسار نفرمائے ہون تو اس موقع پر کوئی سبب معلوم نہین ہوتا کہ آنحضرت صلعم کو اس لفظ کے معنی پوچھنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ یا یہ لفظ جو اپنے عام معنو نمین استعمال کیا گیا ہو اور جس مین خطاب کا عام ہونا صاف ظاہر ہوتا ہو وہ ایک اس موقع پر ایسا متعلق اور مشتبہ ہو جاوے کہ آنحضرت صلعم کو اوسکے معنی معلوم نہون اور پھر اونکے ساتھ احسان کرنا اور اونکے حقوق کا ادا کرنا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے مخصوص سمجھا جاے اور تمام اقارب مین سے ایک ہی رشتہ دار مستثنیٰ کر لیا جاے - یہ بات خدا کے رسول کی شان سے بہت بعید اور سیاق قرآن کے بالکل مخالف اور عام ہدایت کے سراسر متناقض ہے -

سورہ انفال مین بھی ذوالقربی کا لفظ آیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ الآیہ جو کچھ غنیمت مین تمھارے ہاتھ آئے اوسکا پانچوان حصہ خدا اور رسول اور ذی القربی اور یتامی اور مساکین اور مسافرین کے لیے ہے - اس آیت پر اگر حضرات امامیہ غور فرمائین تو اونکو اس کہنے مین کہ آیہ وآت ذا القربی حقہ دینے مین خیبر کے فتح ہونیکے بعد نازل ہوئی بہت مشکل پیش آئیگی بلکہ اونکا سارا عنکبوتی گھر برباد ہوجاے گا - اسلیے کہ کوئی اس باب مین شبہ نہین کرسکتا کہ آیہ وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ فتح خیبر سے پہلے نازل ہوئی - اسلیے کہ غنیمت کا مال خیبر کے فتح ہونے سے پہلے آیا کرتا تھا اور اوسکی تقسیم ہوا کرتی تھی اور اس آیہ واعلموا انما غنمتم مین اوسکی تفصیل بھی ہے - پس جنگ بدر سے لیکر خیبر کے فتح ہونے تک پیغمبر خدا صلعم آیہ واعلموا انما غنمتم کے مطابق غنیمت کے حصے مین سے اقارب اور مساکین اور مسافرین کو اونکے حقوق دیا کرتے تھے - اور دینا ہو نہین سکتا جبتک کہ معلوم نہو کہ اقارب اور مساکین وغیرہ کون ہین اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کو ذوالقربی کے معنی اور یہ کہ اقارب کون ہین معلوم تھے تو بعد خیبر کے فتح ہونے اور فدک ملنے کے آنحضرت صلعم کو جبریل سے ذوالقربی اور حقہ کے معنی دریافت کرنیکی کیا ضرورت ہوئی اگر ضرورت ہوتی تو اس آیہ واعلموا انما غنمتم کے نازل ہونے کے وقت ہوسکتی تھی - تاکہ غنیمت کی تقسیم مین غلطی نہو اور اگر تسلیم کیا جاے کہ آیہ وآت ذا القربی مین مراد ذی القربی سے صرف حضرت فاطمہؑ ہین تو آیہ واعلموا انما غنمتم مین بھی جو لفظ ذی القربی کا آیا ہے اوس سے بھی مراد حضرت فاطمہؑ ہونگی - اور خمس بھی صرف اونھین کا حق ہوگا - اور بجز اونکی اولاد کے تمام بنی ہاشم خمس سے

محروم ہونگے ولم یقل بہ احد یہ خود مذہب شیعہ کے خلاف ہے۔ وہ خود فرماتے ہین کہ خمس مین سے نصف امام وقت کا اور باقی نصف یتامی اور مساکین اور ابن سبیل کا ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت کی تفسیر مین مجمع البیان طبرسی مین لکھا ہے اختلف العلماء فی کیفیۃ قسمۃ الخمس ومن یستحقہ علی اقوال احدھا ما ذھب الیہ اصحابنا وھو ان الخمس یقسم علی ستۃ اسھم فسھم للہ وسھم للرسول وھذان السھمان مع سھم ذی القربی للامام القائم مقام الرسول وسھم لیتامی آل محمد وسھم لمساکینھم وسھم لابناء سبیلھم لا یشرکھم فی ذلک غیرھم لان اللہ سبحانہ حرم علیھم الصدقات لکونھا اوساخ الناس وعوضھم من ذلک الخمس۔ روی ذلک الطبری عن علی بن الحسین زین العابدین ومحمد بن علی الباقر واختلف فی ذوی القربی فقیل ھم بنو ھاشم خاصۃ من ولد عبد المطلب لان ھاشما لم یعقب الا منہ عن ابن عباس ومجاھد والیہ ذھب اصحابنا یعنی کیفیت قسمت خمس مین علما کا اختلاف ہے اور ان لوگون مین کہ اسکے کون کون مستحق ہین۔ ہمارے علما کا یہ مذہب ہے کہ خمس کے چھ حصے کیے جائین۔ ایک حصہ اللہ کا اور ایک حصہ رسول کا۔ اور یہ دونو حصے مع ایک حصہ ذی القربی کے امام کا ہے جو قائم مقام رسول ہے۔ اور ایک سہم آل محمد کے یتیمونکا اور ایک اونھین کے مساکین کا اور ایک اونھین کے مسافرین کا۔ آل محمد کا کوئی اور شریک اسمین نہین ہوتا۔ اسلیے کہ اللہ تعالی نے صدقات کو بوجہ لوگون کے میل ہونے کے آل محمد پر حرام کردیا ہے اور اوسکے عوض مین اونکو بھی خمس دیا ہے۔ طبری نے امام زین العابدین اور امام باقر سے یہ روایت کی ہے۔ دوسرا اختلاف ذوالقربی مین ہے کہ اوس سے کون مراد ہین۔ بعضے کہتے ہین کہ اس سے مراد خاص بنی ہاشم اولاد عبد المطلب ہین۔ کیونکہ ہاشم کی نسل عبد المطلب ہی سے چلی ہے۔ یہ مروی ہے ابن عباس اور مجاہد سے ؛ اور یہی مذہب ہے ہمارے علما کا۔

اور تفسیر قمی مین ہے فمن الغنیمۃ یخرج الخمس ویقسم علی ستۃ اسھم:

سهم للّٰه وسهم لرسول اللّٰه وسهم للامام فسهم اللّٰه وسهم الرسول یرثه الامام فیکون للامام ثلاثة اسهم من ستة وثلاثة اسهم لایتام آل الرسول ومساکینهم وابناء سبیلهم

غرضکہ کسی پہلو یہ بات ٹھیک نہین بیٹھتی کہ ذوالقربیٰ کے معنی پیغمبر نجانتے ہون اور اون اقارب کو جن کا حق دینا چاہیے آپ نہ پہچانتے ہون اور باوجود نازل ہونے متعدد آیات کے جو متعلق احسان ذی القربیٰ کے ہین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیہ وآت ذا القربیٰ کے نازل ہونے پر جبریل امین سے پوچھنے پر مجبور ہوے ہون۔ اور خدا نے فرمایا ہو کہ ذوالقربیٰ سے مراد فاطمہ ہین اور فدک جسکی آمدنی سالانہ چالیس یا ستر ہزار دینار تھی اون کو دیکر پیغمبر خدا صلعم ادائے حقوق سے سبکدوش ہو گئے ہون اور باقی تمام رشتہ دارون اور مسکینون اور مسافرون کو محروم چھوڑ دیا ہو۔ وکیف یجوز لاحد من المسلمین ان یتکلم بمثل هذا او یبدل کلام اللّٰه من تلقاء نفسه ویحرفه عن موضعه سبحانك هذا بهتان عظیم

کیا یہ بات قیاس مین آسکتی ہے کہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک جسکی آمدنی چوبیس ہزار دینار کہی جاتی ہے حضرت فاطمہ کو دیدیا ہو

روایتون اور حکایتون کو ایک طرف رکھکر اور اونکے تناقض اور باہمی اختلاف سے بھی قطع نظر کر کے اس بحث کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا اور ایک منصف غیر متعصب آدمی کی طرح اوسپر غور کرنا چاہیے۔ تاکہ معلوم ہو کہ آیا اوسی زمانے مین جبکہ پیغمبر خدا صلعم نے فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کیا غنیمت یا فئے یا خراج یا اور کسی قسم کی آمدنی ایسی کافی ووافی تھی کہ جس سے اخراجات جو اوسوقت اسلام کی اشاعت اور مسلمانون کی حفاظت اور کفار کے حملون سے بچانے اور اونپر جہاد کرنے اور وفود یعنی ایلچیون اور مہمانون کے ٹھہرانے اور تحف وہدایا دینے کے لیے ضروری تھے بغیر کسی دقت کے ادا ہو سکتے۔ اور موجودہ حالت اوس زمانے کی ایسی تھی کہ پیغمبر خدا صلعم چوبیس ہزار یا ستر ہزار دینار کی سالانہ آمدنی کی جاگیر اپنی بیٹی کو بخشدیتے۔ اور

کیا آنحضرت صلعم کی سیرت اور عادت ایسی تھی کہ مہاجرین والضار اور عام مسلمین کا خیال نکرکے اور اونکو تنگی اور افلاس مین چھوڑکر جو کچھ آپکے حصے مین آیا تھا (بشرطیکہ اوسکو ہم آپ کا ذاتی حصہ سمجھین) وہ اپنے رشتہ دارون مین سے کسی ایک چہیتے رشتہ دار کو دیدیتے۔ ہم یہ کہتے ہین کہ ان باتون پر خیال کرنے سے ایک لحظہ کے لیے بھی کوئی آدمی ہبہ کی روایت کو صحیح نہ سمجھیگا اور نہ پیغمبر خدا صلعم کی شان اور خصلت اور سیرت اور حالت کے مطابق پائیگا۔ اسلیے کہ فدک ساتوین برس ہجرت کے پیغمبر خدا صلعم کے قبضے مین آیا۔ اور وہ زمانہ نہایت عسرت اور تنگی کا تھا حضرت کی خود یہ حالت تھی کہ فاقے پر فاقے کرتے اور بھوک کی تکلیف سے دو دو دن تک شکم مبارک پر پتھر باندھتے اور اہل بیت کا یہ حال تھا کہ نان جوین کو محتاج تھے اور ضروری حاجتون کے پورا کرنے کے لیے بھی کچھ سرمایہ نرکھتے تھے مہاجرین گھربار چھوڑے ہوے مدینے مین دوسرون کے یہان ٹکے ہوے تھے اور وہ اپنے اوپر تنگی اوٹھاکر اور ایثار علی النفس کرکے اونکی مدد کرتے تھے۔ اور حالت اسلام کی یہ تھی کہ چارون طرف سے دشمنون کا ہجوم تھا اور ہر جانب سے حملہ اور لڑائی کا اندیشہ۔ ہر روز جہاد کی ضرورت پیش آتی۔ اور ہر وقت دشمنون کا کھٹکا لگا رہتا۔ اسلام کے لشکر کی تیاری اور اونکے لیے آلات حرب وضرب تیار کرنے کے لیے پیغمبر خدا صلعم کو ہردم فکر لگی رہتی۔ وفود اور ایلچی اور قاصد چارون طرف سے چلے آتے اور اونکی مہمانداری اونکی حالت کے مطابق کرنی پڑتی۔ اور نیز تحف اور ہدایا جو وہ لاتے اونکے موافق اونھین آپکو بھی دینا پڑتے اور ان اخراجات کے لیے مسلمانون سے مدد لینے کی ضرورت ہوتی اور اس کام مین اعانت کرنے کے لیے خدا کی طرف سے رغبت دلانے والی آیتین نازل ہوتی رہتین۔ اور مسلمان جو کچھ استطاعت رکھتے تھے وہ اپنے حوصلے اور استطاعت کے موافق مال سے اثاث البیت سے کپڑے سے غلے سے غرضکہ ہر طرح سے مدد کرتے یہان تک کہ جو مفلس اور فقیر تھے وہ بھی بوقت ضرورت اپنے اوپر خود فاقہ کرتے اور جو کچھ اونکے پاس کھانے کو ہوتا وہ فی سبیل اللہ آنحضرت صلعم کے سامنے لاکر رکھدیتے۔ تو کیا ایسی تنگی کے زمانے مین کسی معمولی آدمی سے بھی

جو کسی گروہ کی سرداری کا دعوی کرتا ہو یا کسی قسم کی اولوالعزمی کے خیال رکھتا ہو اور اپنے گروہ کی حفاظت کا ذمہ دار ہو یہ توقع ہو سکتی ہے کہ جو کچھ اوسکو ملے وہ بجاے اسکے کہ اون اغراض و مقاصد مین کام مین لاوے جو اوسکے پیش نظر ہون اپنے رشتہ دارون کو دیدے۔ اور پھر رشتہ دارون مین بھی سب کے ساتھ انصاف نکرے۔ بلکہ سب کے حقوق تلف اور ضائع کر کے صرف اپنے ایک چہیتے فرزند کو دیدے۔ تو کیا ایسے شخص کو دنیاوی لحاظ سے بھی کوئی سرداری کے قابل سمجھے گا یا اوسکے لشکری اوسے سردار مانینگے۔ یا کچھ بھی ایسے شخص کی عزت اونکے دلمین ہوگی۔ یا سوالے خودغرضی اور نفس پروری کے کوئی دوسرا خیال اوسکی نسبت کیا جائیگا۔ چہ جاے اسکے کہ ایک ایسی ذات پاک کی نسبت یہ امر منسوب کیا جاے جو دین کا پیشوا اور تمام دنیا کا سردار اور سارے خلق مین برگزیدہ اور خدا کا پیارا ہو۔ اور جسکو خدا نے اخلاق مکارم کی تکمیل کے لیے بھیجا ہو۔ اور جس نے خودغرضی اور نفس پروری کو بیخ و بن سے اوکھاڑ دیا ہو۔ اور جسنے ہمیشہ ایثار علی النفس پر خود عمل کیا ہو اور اپنے عزیزون اور رشتہ دارون کو ہر حالت اور ہر موقع پر اسی بات کی نصیحت کی ہو۔ اور اونسے ہمیشہ اسکی تعمیل کرائی ہو۔ اور جسکے عزیز اور رشتہ دار بھی ایسے ہون جنکے زہد اور پرہیزگاری اور ترک دنیا پر خداوند تعالی نے اظہار خوشنودی اور رضامندی فرمایا ہو۔ اور جو فیض اور سخاوت اور دوسرون کے آرام دینے کو اپنے اوپر مقدم رکھتے رہے ہون اور جو دنیا کے تعلقات سے نفرت رکھنے اور دنیا سے بے تعلق رہنے مین زمین پر انسانونمین ضرب المثل اور آسمانون مین خدا کے فرشتون کے سامنے مدوح اور بے غرضی اور نفس کشی مین سارے دنیا کے لیے ایک نمونہ ہون۔ کیا ایسے شخص کی نسبت کوئی یہ خیال کر سکتا ہے کہ وہ سب کا خیال چھوڑ کر جو کچھ ملے وہ اپنے ایک عزیز کو دیدے۔ اور کیا اوسکے عزیزون سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ اور سب کو عسرت و تنگی کی حالت مین چھوڑ کر جو کچھ اوسکے باپ کا حصہ ہوا وسے تنہا اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے لینا پسند کرے۔ ہرگز نہین ہرگز نہین۔ درحقیقت اگر ہبۂ فدک کی روایت صحیح مانی جاے

اور فدک کا خراج چوبیس یا ستر ہزار دینار تسلیم کیا جاے تو منکرین نبوت کو آپ کی نبوت مین
شکوک پیدا کرنے کا اچھا موقع ملیگا۔ اور دشمنون کے ہاتھ مین گویا یہ ایک عمدہ ہتیار دینا ہوگا
حضرات امامیہ اہل بیت کی محبت مین گو ایسے مستغرق ہون کہ اونکو اس قسم کی باتون کے برے
نتائج سمجھ مین نہ آوین۔ اور صحابہ کرام کے اوپر الزام لگانے کے لیے جیسی روایتین چاہین
بناکر پیش کرین۔ مگر ہمارے تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہین۔ اور ہم تو اس قسم کے خیال سے جس سے
پیغمبر خدا کی شان مین ذرا بھی داغ آوے لاکھون کوس بھاگتے ہین۔

اب ہم اسکو ثابت کرتے ہین کہ پیغمبر خدا کا زمانہ تنگی و افلاس کا تھا اور جہاد کے لیے
کافی سامان مہیا نہ تھا اور نہایت تکلیف اور تنگی سے جہاد کا سامان جمع کیا جاتا تھا۔ چنانچہ خود
شیعون کے یہان سے اس کا ثبوت ہوتا ہے اور اونکی تواریخ مین لکھا ہے کہ آخری غزوہ پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا تبوک ہے۔ جو سنہ ۹ھ مین ہوا۔ اسوقت ایسی تنگی اور مصیبت مسلمانون
پر تھی کہ اس غزوے کا نام جیش العسرہ ہوگیا۔ اور خدا کی طرف سے آیات ترغیب و ترہیب نازل
ہونے لگین۔ اور مسلمان جو ایمان مین صادق تھے مدد کرنے لگے چنانچہ جب آیہ انْفِرُوا خِفَافًا
وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝
نازل ہوئی۔ اور آنحضرت صلعم نے جہاد کی تحریص اور جان و مال سے مدد دینے کی ترغیب شروع
کی تو مدینے مین ایک ہلچل مچ گئی۔ حضرت عثمان رضؓ نے دو سو اونٹ اور دو سو اوقیہ چاندی کے
شام کی تجارت کے لیے جمع کیے تھے وہ سب آنحضرت صلعم کے سامنے تجہیز لشکر کے لیے حاضر
کردیے۔ جسپر پیغمبر خدا نے فرمایا لا یضر عثمان ما عمل بعد ھذا اور ایک روایت مین یہ ہے کہ
تین سو اونٹ مع سامان کے اور ہزار مثقال زر سرخ پیش کیا اوسپر پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا
اللھم ارض عن عثمان فانی عنہ راض حضرت عمر رضؓ نے آدھا مال اپنا آنحضرت صلعم کے سامنے
حاضر کیا۔ آپنے پوچھا کہ تمنے اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑا ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے
جواب دیا کہ اتنا ہی اونکے لیے چھوڑ دیا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر آئے اور کل مال و متاع اپنا تمام

راضی ہو عثمان سے پس تحقیق مین اوس سے راضی ہون ۱۲

پیغمبر صاحب کے سامنے رکھدیا- آپ نے پوچھا کہ اپنے اہل وعیال کے لیے کیا رکھا ہے- جواب مین
عرض کیا اذخرت اللہ ورسولہ یعنی خدا اور رسول کو اونکے لیے چھوڑا ہے- عبدالرحمن
بن عوف نے چالیس اوقیہ اور ایک روایت مین چار ہزار درہم پیش کیے اور عرض کیا کہ
میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے آدھا خدا کو قرض دیا اور آدھا اپنے اہل وعیال کے لیے
چھوڑا- اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب اور طلحہ بن عبیداللہ اور سعد بن عبادہ اور
محمد بن سلمہ نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق رقم حاضر کی اور چونکہ ضرورت شدید تھی اور
جہاد کے سامان جمع کرنے کے لیے آنحضرت صلعم کو نہایت فکر تھی اسلیے جن مسلمانون کے پاس
روپیہ نہ تھا نہ مال ومتاع اونھون نے کھانیکا سامان جو کچھ مل سکا وہی حاضر کردیا- چنانچہ عاصم
بن عدی انصاری نے سو وسق خرمے لشکر کے سامان کے لیے پیش کیے- اور ابو عقیل انصاری
نے آدھا صاع یعنی سوا سیر یا ایک صاع یعنی ڈھائی سیر چھوہارے ہی حاضر کیے اور کہا کہ کل صبح
تک مین نے پانی بھرا اور دو دن مزدوری کی وسین مجھے دو صاع خرما یعنی پانچ سیر چھوہارے ملے
مین ایک اپنے عیال کے لیے رکھا ہے اور دوسرا آپ کے سامنے حاضر کیا ہے- آنحضرت صلعم
نے فرمایا کہ اوسکے پیش کیے ہوے خرمے کو سب مال کے اوپر رکھدین اسپر منافقون نے بنظر حقارت
اوسکے صدقے کو دیکھا اور اوسکی کمی پر عیب لگایا- اوسپر آیت نازل ہوئی اَلَّذِیْنَ
يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ
فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ اور آخر کار یہان تک نوبت پہونچی
کہ عورتون نے اپنا زیور اوتار اوتار کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھیجا اور بعض لوگ ایسے بھی
رہگئے جنکے پاس نہ مال تھا نہ اثاث البیت- اور لشکر کے ساتھ جانے کے لیے سواری تک
نہ تھی- چنانچہ اونمین سے سالم بن عمیر وعتبہ بن زید وابولیلی وعمرو بن عنمہ اسلمی اور عبداللہ بن
مغفل وغیرہ تھے کہ جو آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے اور کہا یا رسول اللہ لیس
بنا قوۃ ان نخرج معک کہ نہ ہمارے پاس کچھ سرمایہ ہے نہ کچھ سامان کہ آپ کے ساتھ ہم

چل سکیں ہرطرح کی قوت و ثروت سے ہمارا ہاتھ خالی ہے۔ ہمیں کچھ سواری عنایت فرمایے
تاکہ ہم ہمراہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے یعنی بوجہ تنگی
اور کمی سامان کے کوئی زائد سواری نہ تھی جو آپ اونکو دیتے چنانچہ یہ لوگ یہ جواب سنکر روتے
ہوے باہر نکلے اور بکائین کی جماعت سے ملقب ہوے۔ اور یہ آیت اونکی شان مین نازل
ہوئی وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ
مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ۝ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ
وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ
لَا يَعْلَمُونَ ۝ آخر ابن یامین نے ابولیلی اور ابو مغفل کو ایک اونٹ دیا تاکہ باری باری وہ
اوسپر بیٹھیں اور اونکی زادراہ کے لیے ایک صاع یعنی ڈھائی سیر خرمے بھی دیے۔ غرضکہ
اسطرحپر سامان جمع کیا گیا اور لوگوں نے مدد کی اسپر بھی منجملہ تیس ہزار آدمی کے صرف ہزار
آدمیوں کے پاس سواری تھی باقی سب پیادہ۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ آخری غزوہ
آنحضرت صلعم کا ایسی تکلیف کا تھا اور اخیر زمانے مین آپ پر اور آپکے لشکر پر ایسی تنگی اور
تکلیف تھی کہ لوگ سیر سیر بھر خرمے تجہیز لشکر کے لیے پیش کرتے اور وہ قبول کیا جاتا اور باوجو
ہرطرح کی مدد و اعانت کے کافی سامان مہیا نہو سکا اور لوگ بوجہ سواری نملنے کے لشکر کے ساتھ
نجا سکتے۔ اور بے استطاعتی سے مایوس ہوکر روتے رہجاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بھی کسی قسم کی مدد سواری وغیرہ سے نکر سکتے۔

پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خود یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت
عمر آئے اور آنحضرت صلعم کی اوس کوٹھری کو دیکھا جسمین آپ کا سامان رہتا تھا تو سوا ے
ڈھائی سیر جو کے اور چند دباغت کی ہوئی کھالوں کے کچھ نہ تھا۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ اے
ابن خطاب تم کیا دیکھتے ہو تو اونھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ خدا کے رسول ہین
اور یہ کل خزانہ آپ کا ہے حالانکہ قیصر و کسرے اور مدمان روم و فارس کے کیسی زندگی

بسر کرتے ہین - آپ نے فرمایا وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ٥

یہ نہ خیال کیا جاے کہ آپ پر مصارف کی تنگی ابتدائے زمانے مین تھی اور اخیر مین غنائم اور فئے وغیرہ کی آمدنی سے کچھ تکلیف کم ہو گئی ہو گی بلکہ اخیر وقت تک عسرت کا وہی حال رہا - اور اگرچہ کسی قدر مداخل غنائم اور فئے سے ہونے لگے لیکن مخارج اسقدر بڑھ گئے تھے کہ کسی طرح پورے نہوتے تھے - اور شب و روز آنحضرت صلعم کو تکلیف اوٹھانی پڑتی تھی چنانچہ اسکے ثبوت مین ہم ایک روایت کافی کی پیش کرتے ہین جس سے معلوم ہوگا کہ بعد حجۃ الوداع کے جو آخری سال آپ کی زندگی کا ہے آپ کی مالی حالت کیسی تھی - کتاب مذکور کے جزو سوم کتاب الحجہ کے باب شصت و چہارم مین جسکا عنوان ما نص الله ورسوله على الائمة واحدا واحدا ہے ایک طویل حدیث امام جعفر صادق سے درج ہے - جس مین یہ لکھا ہے کہ جب رسولخدا حجۃ الوداع سے لوٹے اور مدینے مین داخل ہوے تو انصار آپ کی خدمت مین حاضر ہوے اور عرض کیا یا رسول اللہ خداوند تعالی نے ہمکو یہ عزت بخشی کہ آپ ہمارے یہان تشریف لاے اور اپنے آنے سے ہمکو مشرف کیا - اور آپکی بدولت خدا نے ہمارے دوستون کو خوش اور ہمارے دشمنون کو ذلیل کیا - آپ کے پاس باہر سے ایلچی آتے ہین اور آپکے پاس اتنا بھی نہین ہوتا کہ آپ اونکو کچھ عطا فرماوین اسپر آپ کے دشمن ہنستے ہین اور شماتت کرتے ہین اسلیے ہم چاہتے ہین کہ آپ ایک تہائی مال ہمارا قبول فرمائیے تاکہ آپ اوسے ایلچیون کی مدارات اور دعوت اور تحف اور ہدایا مین خرچ کرین آپ نے یہ سنکر انتظار فرمایا اور جبرئیل امین یہ آیت لاے قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى الآية اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب زمانہ وفات تک آپ کو استطاعت معمولی مصارف کے ادا کرنیکی بھی نہ تھی تو کیونکر سمجھ مین آسکتا ہے کہ ایسی تنگی کے زمانے مین اور ایسی تکلیف کے وقت مین پیغمبر خدا صلعم فئے کے مال مین سے ایک بڑی جاگیر جسکی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو وہ اپنی بیٹی کو بخشدین - اور ان

تکالیف کا کچھ لحاظ نکرین۔ اگر حضرت شیعہ یہ کہین کہ پیغمبر خدا صلعم نے آیندہ کے خیال سے یہ جاگیر
حضرت فاطمہؑ کو بخشدی تھی مگر آمدنی اوسکی آپ ہی صرف فرماتے اور خود حضرت سیدہ قوت مالایموت
کے بقدر لیکر سب فی سبیل اللہ خرچ کر دیا کرتین۔ مگر یہ جواب قابل اطمینان نہوگا اسلیے کہ پیغمبر خدا صلعم
کو اگر منظور نہ تھا کہ حضرت فاطمہ اوس سے متمتع ہون یا فراغ حاصل کرین تو ضرورت ہی کیا تھی کہ نام
کے لیے جاگیر اونکے نام کر دیتے۔ اور آیندہ کے خیال سے اپنے اس عمل سے ایک ایسا نمونہ قائم
کرتے جو بظاہر نبوت کی شان کے خلاف تھا۔ اور نیز آیندہ کے خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر
دینے کا آپ کو خیال کیون ہوتا جبکہ خود خداوند تعالی نے آپ سے فرمایا ہو۔ جیسا کہ خود شیعون کی
روایت سے ظاہر ہے کہ یا احمدؐ ان احببت ان تکون اورع الناس فازھد فی الدنیا وارغب
فی الاخرۃ وخذ من الدنیا خفا من الطعام والشراب واللباس ولا تدخر لغد واجعل
نومک صلوۃ وطعامک الجوع وقال اللہ یا احمد ان المحبۃ للفقراء والتقرب
الیھم قال یارب ومن الفقراء قال رضوا بالقلیل وصبروا علی الجوع وشکروا
علی الرخاء ولم یشکوا جوعھم ولا ظمأھم ۔ اور نیز من لایحضرہ الفقیہ مین منجملہ اون وصایا
کے جو آپ نے حضرت علیؑ کو کی تھین ایک یہ وصیت بھی لکھی ہے یا علی ثلاث من حقائق
الایمان الانفاق من الاقتتار وانصافک الناس من نفسک وبذل العلم للمتعلم ۔ اور نیز یہ حدیث
بھی ہے کہ آپ نے فرمایا تکون امتی فی الدنیا علی ثلاثۃ اطباق اما الطبق الاول فلا
یحبون جمع المال وادخارہ ولا یسعون فی اقتنائہ واحتکارہ وانما رضوا من الدنیا
سد جوعۃ وستر عورۃ وغناھم فیھا ما بلغ بھم الاخرۃ فاولئک الامنون الذین
لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ یعنی میری امت دنیا مین تین قسم کی ہوگی اول وہ کہ جمع
مال اور ثروت کو پسند نکرین گے اور دنیا کی اشیا سے صرف بقدر سد جوع اور ستر عورت کی کفایت کرینگے
اور دولت عقبی کو شرط غنا جانین گے۔ یہی لوگ ایمان والے ہین جنپر نہ کچھ خوف اور نہ غم ہوگا
اگر بالفرض ہم ان باتون مین سے کسی بات کو خیال مین نہ لاوین اور یہ سمجھکر کہ رسول خدا صلعم

نے آیندہ کا خیال فرمایا اور خلیفون کے ظلم وستم سے جسکا علم اونکو شیعون کے قول کے موافق تھا اندیشہ کرکے حضرت فاطمہ کو فدک دیدیا ہوا اور اس سے گویہ مقصود نہو کہ وہ خود اپنی ذات مین اسے صرف کرین بلکہ آپ کو اطمینان تھا کہ وہ سب خدا کی راہ مین خرچ کردیا کرین گی مگر عزت اور حرمت قائم رکھنے کے لیے فدک کا دینا مصلحتاً مناسب جانا ہو۔ مگر سیرت نبوی اس خیال کو ہمارے دل مین آنے نہین دیتی اسلیے کہ جب ہم دیکھتے ہین کہ آپ کا برتاؤ اپنے عزیزون کے ساتھ کیا تھا اور اونکے لیے کچھ آیندہ کی فکر نہین فرماتے تھے۔ اور کسی خیال سے بھی زہد اور توکل اور ایثار علی النفس کے سوائے کچھ اونکے واسطے جمع نکرتے تھے تو ہمارے خیال مین کسی طرح نہین آتا کہ آپنے کسی خیال سے بھی ایسی بڑی جاگیر اپنی بیٹی کو عطا کردی ہو۔ جب ہم آپکی سیرت پر غور کرتے ہین تو آپ کی ساری زندگی مین ہم یہی دیکھتے ہین کہ آپنے توکل اور ایثار علی النفس کا خود اپنی ذات سے ایک عمدہ نمونہ قائم کیا اور اپنے رشتہ دارون اور عزیزون کو بھی اوسکا عمدہ سبق سکھلایا۔ اگر خمس ملا تو اوسمین سے صرف بقدر قوت لایموت کے اپنے اور اپنے عزیزون کے لیے لیکر باقی سب خدا کی راہ مین صرف کردیا۔ اور ملکی مصالح اور جہاد کی ضرورتون مین صرف فرمایا۔ اگر فئے مین سے کوئی جائداد ہاتھ آئی تو اوسکی آمدنی بھی خدا کی ہی راہ مین خرچ کی۔ نہ یہ کہ شیعون کے عقیدے کے مطابق ہم آپ کی سیرت مین یہ پاتے ہون کہ اگر خمس ملا تو وہ بھی اپنے رشتہ دارون کے لیے مخصوص کردیا۔ اگر فئے مین سے بڑی آمدنی کی جائداد ہاتھ آئی تو وہ بھی اپنی ہی پیارون کو دیدی۔ اور ایسے وقت مین جبکہ مصیبت اور تنگی چارون طرف سے مسلمانون کو گھیرے ہوے تھی اور ہر جانب سے الجوع الجوع کی صدا آرہی تھی۔ ایک طرف تو مسلمان بے سواری کے پیادہ پا جہاد کو چلے جاتے تھے۔ دوسری جانب سے اصحاب صفہ اور فقرا اور مساکین پر دو دو روز کے فاقے ہوتے تھے۔ نہ اونکے بدن پر کپڑا تھا کہ ستر عورت کرتے۔ اور نہ اونکے پاس ہتیار تھے کہ جہاد مین شریک ہوتے۔ ایسی حالت مین پیغمبر خدا صلعم اور پیغمبر بھی ایسے پیغمبر جو دنیا کو ترک دنیا کی تعلیم دے رہے ہون اور ایثار علی النفس کا سبق خلق خدا کو سکھارہے ہون اس فکر مین کہ اونکے رشتہ دارون کو آیندہ تکلیف نہو اور اونکے بچے اونکے بعد

تکلیف نہ اوٹھاوین اور اس خیال سے ستر ہزار دینار کی جاگیر اونکے لیے علیحدہ کر دین - ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ یہ باتین آپ کی سیرت مبارک سے کیونکر مطابق ہونگی اور نبوت کی شان اس سے کیونکر ظاہر ہوگی - اور دنیا پر آپ کی نبوت کا عمدہ اثر کیونکر پڑے گا -

اب رہا یہ امر کہ آیا سیرت نبوی وہی تھی جس کا ہمنے نقشہ کھینچا - یہ ایک ایسی بات ہے کہ شیعوان اور سنیون کی کتابین اس سے بھری پڑی ہین - اور کوئی بات اسکے خلاف معلوم نہین ہوتی - چنانچہ اور باتون کو جانے دو وہ معاملہ جو خود حضرت فاطمہؓ سے پیش آیا اوسی سے اسکی تصدیق ہوتی ہے - چنانچہ اسکی تصدیق مین ہم چند روایتین لکھتے ہین -

(۱) کتاب قرب الاسناد مین امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا کہ جناب امیر المومنینؑ اور حضرت فاطمہؓ پیغمبر خدا صلعم کی خدمت مین حاضر ہوے کہ گھر کی خدمت باہم انکی تقسیم کر دی جاے - آپنے گھر کے اندر کا کام حضرت فاطمہؓ کے اور باہر کا جناب امیر کے متعلق کیا فقط - اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھر اور باہر کا کام خود دونو حضرات کرتے تھے کوئی خادم یا خادمہ بہت دنون تک مدد دینے کے لیے بھی نہ تھے -

(۲) کتاب علل الشرائع مین حضرت امام حسنؑ سے روایت ہے کہ مین نے اپنی والدہ فاطمہؓ کو دیکھا کہ جمعے کی شب کو محراب مین کھڑی نماز پڑھ رہی ہین اور صبح تک رکوع اور سجود فرماتی رہین - بعد ختم نماز کے آپ نے مومنین و مومنات کے لیے دعا کی تو مین نے کہا کہ اے مادر مہربان آپ اپنے لیے کچھ دعا کیون نہین مانگتین حضرت سیدہؑ نے جواب دیا کہ یابنی الجار ثم الدار اول ہمسایہ کا کام کرنا چاہیے پھر اپنا فقط - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود حضرت سیدہؑ کو ایثار علی النفس کا درجہ یہان تک حاصل تھا کہ اپنے کام پر ہمسایے کے کام کو مقدم سمجھتی تھین - اور اون کو اپنے اوپر ترجیح دیتی تھین -

(۳) علل الشرائع مین حضرت امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ آپ نے قبیلۂ بنی سعد کے ایک آدمی سے کہا کہ مین تمھین اپنے اور فاطمہؓ کے حال سے خبر دیتا ہون کہ اونکو پیغمبر خدا صلعم سب سے

زیادہ چاہتے تھے اوراسپر وہ سارا گھر کا کام خود کرتی تھین۔ یہان تک آپنے پانی کے گھڑے اوٹھائے کہ آپ کے سینہ مبارک پر اوسکا نشان پڑگیا۔ اور یہان تک چکی پیسی کہ آپ کے دستہاے مبارک کی کھال سخت پڑگئی۔ اور یہان تک گھرمین جھاڑو دی کہ آپ کے سب کپڑے غبار آلود ہوجاتے اور کھانا پکانے کے لیے اسقدر آگ سلگانے کی محنت فرماتین کہ اوسکے دھوئین سے آپکے کپڑے سیاہ ہوجاتے۔ اسی طرح ہر قسم کی تکلیف آپ اوٹھاتین۔ تب مین نے آپ سے کہا کہ اگر تم اپنے باپ کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو تو کسی قدر تمھاری یہ تکلیف کم ہوجاے۔ اسپر وہ پیغمبر خدا کی خدمت مین حاضر ہوئین مگر آپ کو لوگون سے بات چیت کرتے دیکھکر مارے شرم کے واپس چلی آئین۔ حضرت رسولخدا صلعم سمجھ گئے کہ فاطمہ کسی غرض سے آئی تھین اور بے کہے لوٹ گئین۔ دوسرے دن آپ تشریف لاے اور پوچھا کہ اے فاطمہ کل تم کس غرض سے آئی تھین۔ یہ سنکر مین نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک خادم کے مانگنے کے لیے آئی تھین تاکہ اس محنت اور تکلیف سے جو انکو پانی بھرنے اور چکی پیسنے اور جھاڑو دینے مین ہوتی ہے کچھ نجات ملے۔ یہ سنکر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کیا مین تم دونوکو وہ چیز نہ بتادون جو خادم سے تم دونو کے حق مین بہتر ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ ۳۳ دفعہ سبحان اللہ اور ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کرو اسپر تین دفعہ حضرت فاطمہؑ نے کہا رضیت عن اللہ ورسولہ کہ مین خدا اور اوسکے رسول سے راضی ہوئی فقط اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اس محبت کے جو اونھین حضرت فاطمہؑ کے ساتھ تھی اور باوجود دیکھنے اس تکلیف اور محنت کے جو اونھین گھر کے کام کاج کرنے مین ہوتی تھی نہین چاہتے تھے کہ مسلمان غریبون اور مسکینون کو چھوڑ کر اپنے اہل وعیال کے لیے آسایش کا سامان مہیا کردین اور ایسے وقت مین جبکہ اور بہت سے ضروری کام درپیش تھے اور مسلمان مفلس ومحتاج۔ تو آپ اپنی بیٹی کو ایک خادم دیتے۔ شان نبوت یہی تھی اور رسالت کی تصدیق اور اہل بیت کی عظمت اور آل رسول کے مکارم اخلاق کا ثبوت انھین باتون سے ہوتا ہے۔

(۴) کتاب عیون الاخبار مین حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ اسما بنت عمیس کہتی

ہین کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلعم حضرت فاطمہؑ کے پاس تشریف لاے اور اونکی گردن مین ایک گلوبند سونیکا دیکھا جسے علی بن ابی طالبؑ نے فئے مین سے انکے لیے خریدا تھا۔ تو رسول اللہ صلعم نے حضرت سیدہؑ سے فرمایا کہ ای فاطمہؑ کیا لوگ نکہین گے کہ فاطمہ محمدؐ کی بیٹی جبابرہ یعنی مغرور امیرون کا سا زیور پہنتی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت فاطمہؑ نے اوسی وقت اوسے توڑ دیا اور بیچ ڈالا۔ اور اوس سے ایک غلام خرید کرکے اوسے آزاد کردیا۔ اس بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش ہوئے۔

(۵) کافی مین زرارہ امام باقرؑ سے روایت کرتے ہین کہ پیغمبر خدا صلعم کی عادت تھی کہ جب آپ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنے ہر ایک گھر والے سے رخصت ہوتے۔ مگر سب سے آخر حضرت فاطمہؑ کو الوداع کہتے اور اونھین کے گھر سے سفر کو تشریف لیجاتے اور جب سفر سے واپس آتے تو پہلے حضرت فاطمہؑ کے دیکھنے کو تشریف لاتے۔ ایک وقت ایسا ہوا کہ پیغمبر خدا صلعم کسی سفر پر گئے اور جناب امیرؑ نے فئے سے کچھ حصہ پایا اور اوسے فاطمہؑ کو دیدیا اور پھر خود پیغمبر صلعم سے جاملے۔ جناب امیر کی غیبت مین حضرت فاطمہؑ نے دو کنگن چاندی کے بناے اور ایک پردہ اپنے دروازے پر لٹکایا۔ جب پیغمبر خدا صلعم پھر مدینے مین واپس تشریف لاے اور مسجد سے موافق اپنی عادت کے سیدھے فاطمہؑ کے گھر مین آے فاطمہؑ خوش خوش آپ کی طرف دوڑین۔ رسول خدا صلعم نے جون ہی آپ کے ہاتھ مین وہ کنگن دیکھے اور دروازے کے پردے پر نظر کی ویسے ہی بغیر اسکے کہ بیٹھین واپس تشریف لیگئے۔ حضرت فاطمہؑ اسے دیکھکر رونے لگین اور سوچین کہ ان چیزون سے پہلے تو رسول خدا صلعم کی یہ عادت نہ تھی اسلیے فوراً پردے کو دروازے سے اوتار لیا اور دونو کنگن ہاتھ سے نکال لیے اور حسنینؑ کو بلا کر ایک کے ہاتھ مین کنگن اور دوسرے کے ہاتھ مین پردہ دیا اور فرمایا کہ اسے پیغمبر خدا صلعم کی خدمت مین لیجاؤ اور بعد سلام کے میری طرف سے عرض کرو کہ آپ کے پیچھے ان چیزون کے سوا ہمنے کچھ نہین بنایا ہے اب یہ آپ کی خدمت مین حاضر ہین جو چاہیے کیجیے۔ جب حسنینؑ ان چیزون کو لیکر پہونچے اور اپنی مان کا پیغام ادا کیا

تو آپ نے دونون کے منھ چومے اور زانوے مبارک پر بٹھلا لیا اور حکم دیا کہ دونو کنگن چاندی کے توڑ دیے جائین اور پھر اہل صفہ کو جو منجملہ مہاجرین کے تھے اور مسجد نبوی کے حجرے مین بوجہ مسکینیت اونھوں نے گھر کے پردے رہتے تھے بلایا اور اون پر وہ چاندی کے ٹکڑے تقسیم کر دیے۔ پھر انھین اصحاب صفہ مین سے ایک آدمی کو کہ ننگا تھا جسکے پاس کوئی کپڑا بدن چھپانے کے لیے بھی نہ تھا آگے بلایا اور اوس دروازے کے پردے مین سے ایک ٹکڑا پھاڑ کر اوسے دیدیا اور اسی طرح ہر ایک کو تھوڑا تھوڑا باندازہ کمر اور ستر عورت کے ایک ایک پارچہ اوس پردے کا عنایت کیا اور پھر آپ نے فرمایا کہ خدا رحمت بھیجے فاطمہؓ پر اور اونکو حلہای جنت عطا کرے بعوض اس بخشش کے جو اونھون نے کی اور بعوض اس پردے کے جس سے چند مسلمانون کی سترپوشی ہوئی اور جنت کا زیور پہنائے بعوض اون کنگنون کے جو اونھون نے غربا مین تقسیم کیے۔

جسطرح پیغمبر خدا صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو خادمہ کے مانگنے کے بدلے تسبیح سکھائی اور اوسے نعم البدل دنیاوی آرام کا بتایا یہی معاملہ آپ نے اپنے دوسرے عزیز جعفر طیارؓ کے ساتھ بھی کیا اور اوسکا قصہ یہ ہے کہ جس دن خیبر فتح ہوا حضرت جعفر بن ابی طالبؓ جو مکے سے حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے آئے۔ اور یہ ایک عمدہ اتفاق تھا کہ اونکا آنا اور خیبر کا فتح ہونا ایک ہی دن ہوا۔ جب پیغمبر خدا صلعم کو خیبر کی فتح اور اوسی کے ساتھ جعفر بن ابی طالبؓ کے آنیکا مژدہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مین نہین سمجھ سکتا کہ ان دونو خوشیون مین سے کسکو ترجیح دون جعفر کے آنے کو یا خیبر کے فتح ہونیکو جب جعفرؓ آپ کے پاس پہونچے آپ نے اوٹھکر اون کو گلے لگایا اور اونکی آنکھون کو چوما اور فرمایا کہ اے جعفر کیا تھین کچھ دون اور کیا مین تمھین کچھ عطا کرون۔ جعفرؓ نے کہا ضرور یا رسول اللہ اسپر لوگون نے گمان کیا کہ آپ اونکو سونا چاندی دینگے اور لوگ مشتاق ہوے کہ دیکھین آپ کیا عطا فرماتے ہین۔ تو آپنے فرمایا کہ کیا اے جعفر مین تمکو ایسی نماز نہ سکھاؤن کہ اگر تم اوسے پڑھو اور گو تم جہاد سے بھی بھاگ گئے ہو اور مثل سمندر کی جھاگ کے گناہ ہون تب بھی وہ اوسکے پڑھنے سے بخشدیے جائین۔ حضرت جعفرؓ نے عرض کیا کہ ہان۔ اسپر آپ نے اونکو وہ نماز سکھائی جو جعفر طیارؓ

کی صلوۃ سے مشہور ہے۔ اوسمین چار رکعتین ہین دو سلامون سے۔ جسکی پہلی رکعت مین بعد الحمد کے سورۂ زلزال اور دوسری مین بعد الحمد والعادیات تیسری مین سورۂ نصر اور چوتھی مین قل ہو اللہ۔ اور بعد قرارت کے ہر رکعت مین پندرہ مرتبہ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر۔ اور ہر رکوع مین اور سجدے سے سر اوٹھانیکے بعد اوسکو دس مرتبہ پڑھنے کا ارشاد ہے۔

پس کیا کوئی انصاف پسند آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس برتاو کو جو آپکا اپنے عزیزون کے ساتھ تھا دیکھکر ایک لحظہ کے لیے بھی یہ خیال کرسکیگا کہ وہ پاک رسول جو دو چاندی کے کنگن اپنی بیٹی کے ہاتھ مین دیکھکر اون کے پاس سے چلے آوین اور اوسکا دیکھنا گوارا نکرین۔ اور وہ دنیا سے نفرت دلانے والا پیغمبر جو اپنے جگر گوشہ کے دروازے پر ایک پردے کا پڑا ہونا دیکھ نسکے اور اوسے ناپسند کرے۔ اور وہ زہد و توکل اور ایثار علی النفس کی تعلیم دینے والا باپ جو اپنی بیٹی کے پانی بھرنے کے داغ سینہ پر دیکھکر اور اوسکے مبارک ہاتھ چکی کے پیسنے سے خستہ دیکھنے پر بھی ایک خادمہ سے مدد نکرے۔ اور اپنے بھائی جعفر کے حبشہ سے واپس آنے پر خیبر کی فتح سے کم خوشی ہو اور اوس خوشی مین بجاے دراہم و دنانیر دینے کے اونھین خاص نماز کی تعلیم دین اور اوسی کو وہ تمام دنیا کی دولت سے بڑھکر سمجھے۔ اور وہ نبی اپنی اولاد کی بزرگی اور عزت اور فضیلت کے سامان اوسی بات مین دیکھے اور اونکو دنیاوی تکالیف سے روحانی آسایش اور وصول الی اطمینان حاصل کرنے کے لیے عبادت اور تسبیح سکھاوے۔ اور اوسی کو تمام رنجون اور مصیبتون کا نعم البدل سمجھے۔ اور جو کچھ اوسے ملے وہ فقرا اور مساکین اور خدا کی راہ اور اعلاے کلمۃ اللہ اور اعلاے فرائض جہاد وغیرہ مین صرف کرے۔ اوسکی نسبت کوئی یہ گمان کرسکیگا یا اوسکی ایسی پاک ذات سے اس بات کی امید ہوگی کہ وہ ایک ایسی بڑی جاگیر جسکی آمدنی ستر ہزار دینار کی ہو وہ اپنی بیٹی کو بخشدے اور سب کو اون کے حقوق سے محروم کرے۔ لا واللہ لا واللہ لا واللہ ہرگز نہین ہرگز نہین

إِنْ هٰذَا إِلَّا إِفْكٌ مُّبِينٌ ۝

چونکہ آیہ وات ذاالقربی حقہ کے متعلق ہم پوری بحث کر چکے۔ اسلیے اب ہم اس سے بحث کرتے ہین کہ آیا فدک حضرت فاطمہ زہراؑ کے قبضے مین تھا اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ غصب کرلیا گیا۔ اور حضرت سیدہؓ نے اسکا دعوی ابوبکرؓ صدیق کے سامنے کیا اور اونسے شہادت مانگی گئی اور وہ رد کی گئی اور فدک اونکو واپس نہ دیا گیا۔ اسکے متعلق حضرات امامیہ کیا ثبوت ہمارے یہان کی روایتون سے پیش کرتے ہین اور خود اونکے یہان اسکے متعلق کیا روایتین بیان کی گئی ہین

کیا فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قبضے مین تھا

علمائے امامیہ اس بات کا دعوی کرتے ہین کہ جب آنحضرت صلعم نے فدک حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کیا تو اوسکا ہبہ نامہ بھی لکھدیا اور قبضہ بھی کرادیا مگر کوئی روایت جس سے ثابت ہو کہ درحقیقت فدک پر حضرت فاطمہؑ کا قبضہ تھا سنیون کی کتابون سے پیش نہین کی گئی مجرد دعوی ہی کیا گیا ہے جناب سید مرتضی علم الہدی شافی مین فرماتے ہین کہ صاحب کتاب یعنی قاضی عبدالجبار جو اس بات سے انکار کرتے ہین کہ فدک حضرت سیدہؓ کے قبضے مین تھا ہم اوسکے اس انکار پر کوئی حجت نہین دیکھتے۔ اور گو جیسا وہ کہتے ہین یہ ٹھیک ہے کہ اگر فدک آپ کے قبضے مین ہوتا تو وہ اوٹھین کا سمجھا جاتا لیکن یہ کیونکر معلوم ہوا کہ وہ اونکے قبضے سے نہین نکال لیا گیا۔ اور جبکہ یہ بات طرق مختلفہ سے ثابت ہے کہ آیہ وات ذاالقربی حقہ کے نازل ہونے پر پیغمبر خدا نے آپ کو فدک دیدیا تو بغیر حجت کے اوسکے آپ کے قبضے مین ہونے سے انکار نہین ہوسکتا۔ مگر کوئی ثبوت اس بات کا کہ درحقیقت فدک پر حضرت فاطمہؑ کا قبضہ تھا اور اونکی طرف سے کوئی وکیل انتظام کے لیے مامور تھا اور اوسکی آمدنی آپ کے پاس آتی تھی ہمارے یہان کی کتابون سے پیش نہین کیا۔

اور جناب مولانا دلدار علی صاحب نے بھی سوائے قیاسی دلیل کے کوئی روایت عماد الاسلام مین بیان نہین فرمائی جو کچھ اونھون نے ارشاد فرمایا وہ یہ ہے المسئلة الثانية ان فدك كانت في يد فاطمة يدل عليه اطباق الامامية وروايا نهم كما عرفت وايضا يدل عليه انك قد عرفت ان روايات العامة والامامية تدل على ان النبي كان

مامورا باعطاء فاطمة فدك وكان واجبا عليه ان يرفع يده عنها ويجعلها تحت يد فاطمة وعقد الهبة بدون تسليم فدك لها لا يصح ولا يخرج رسول الله عما في ذمته من اداء امر الله تعالى لان الهبة بدون القبض والتسليم كلا هبة وايضا يدل عليه ما مر من عبارة علمائهم المسطور في الطرائف وايضا يدل على كون فدك في يد فاطمة ان استشهد ابوبكر فاطمة على ما ادعته من النحلة فلو لم يكن في يدها لكان الاستشهاد عبثا لانه معلوم ان الهبة بدون القبض كلا هبة فح كان كافيا لابي بكر ان يقول انك وان كنت صادقة في ذلك لكنك تعلمين ان الهبة بدون القبض لا تفيد بل كان هذا اولى لان في الاستشهاد من بنت رسول الله ورد شهادة امرأتين من اهل الجنة قباحة لا يقدر احد على اخفائها يعنی دوسرا مسئلہ اس بیان مین ہے کہ فدک حضرت فاطمہؓ کے قبضے مین تھا اوسپر تمام امامیہ متفق اور اونکی روایتین اوسپر شاہد مین اور نیز یہ بات بھی اوسپر دلالت کرتی ہے کہ سنیون اور شیعون کی روایت سے یہ معلوم ہوچکا کہ پیغمبرؐ مامور تھے کہ حضرت فاطمہؑ کو فدک عطا کرین اور اون پر واجب تھا کہ اپنا قبضہ اوٹھا کر اوسے فاطمہؑ کے قبضے مین دیدین کیونکہ عقد ہبہ بغیر اسکے کہ فدک فاطمہؑ کو تسلیم کردیا جاوے پورا نہین ہوسکتا تھا اور نہ پیغمبر خداصلعم تعمیل حکم الٰہی سے بغیر اسکے سبکدوش ہوسکتے تھے اسلیے کہ ہبہ بغیر قبض وتسلیم کے مثل ہبہ نکرنے کے ہے۔ اور سوا اسکے اس بات کے ثبوت مین وہ بھی ہے جو سنیون کے علما کی عبارت سے طرائف مین بیان کیا گیا ہے۔ اور نیز قبضۂ فدک کی یہ بھی دلیل ہے کہ ابوبکر نے فاطمہؑ سے شہادت مانگی اگر فدک آپ کے قبضے مین نہوتا تو شہادت کا طلب کرنا عبث ہوتا اسلیے کہ یہ بات معلوم ہے کہ ہبہ بغیر قبض کالعدم ہے۔ اور ایسی حالت مین ابوبکر کو یہ کہدینا کافی تھا کہ گو آپ اپنے دعوی مین سچی ہین مگر اسنا تو آپ بھی جانتی ہین کہ ہبہ بغیر قبض کے مفید نہین۔ اور یہ کہنا بنسبت طلب اور رد کرنے شہادت کے بہتر تھا فقط اس مین جناب مجتہد صاحب نے کچھ اشارہ طرائف کی طرف کیا ہے مگر وہ کتاب بھی اسوقت ہمارے سامنے ہے اوسمین کوئی روایت بھی ہمارے مانکی

منقول نہین ہے جس سے فدک پر حضرت فاطمہؑ کے قبضے کا ثبوت ہوتا ہو اگر کوئی روایت اوسمین ہوتی تو ہم ضرور یہان طرائف کی روایتون کا ذکر ہے وہان اوسے بیان کرتے۔ اگر کسی کو شک ہو تو وہ طرائف دیکھے اور کوئی ایک روایت بھی اوسمین سے اسکے متعلق پیش کرے۔

حضرت مجتہد صاحب قبلہ کا کسی روایت کا نقل نکرنا خود ظاہر کرتا ہے کہ کوئی روایت متعلق قبضۂ فدک کے اونھون نے نہین پائی اگر جھوٹی سچی قوی یا ضعیف اصلی یا وضعی کوئی بھی وہ روایت پاتے اوسے نقل کرنے سے نچھوڑتے۔ رہا یہ قیاس آپ کا کہ اگر حضرت فاطمہؑ کا قبضہ نکرادیا ہوتا تو عقد ہبہ کیونکر پورا ہوتا کیونکہ بغیر قبضے کے ہبہ کا ہونا نہونا برابر ہے اس بنیاد پر تھا کہ آیہ وات ذاالقربی حقه کے نازل ہونے پر فدک حضرت فاطمہؑ کو دیدیا گیا۔ مگر جب ہمنے اوس بنیاد ہی کا باطل ہونا ثابت کردیا تو جو کچھ آپ نے یہ قیاس لگایا تھا وہ بھی باطل ہوگیا اور قبضہ کا نہونا اسوجہ سے ہمارے بیان کا مؤید ہوا اسلیے کہ اگر حقیقت مین آپ نے فدک ہبہ کردیا ہوتا تو ضرور حضرت فاطمہؑ اوسپر قابض ہوتین اور قبضہ ایک ایسی جاگیر پر جسکی آمدنی چالیس یا ستر ہزار دینار کی ہو اور تین چار برس تک حضرت فاطمہؑ اوسپر قابض رہی ہون اور اون کے کارندے اوسپر مامور ہون اور جاگیر کی آمدنی اور غلہ اونکے پاس آتا رہا ہو ایسا معاملہ نہ تھا کہ وہ پوشیدہ رہتا یا کسیکے چھپائے چھپ سکتا۔ بلکہ شہادت وغیرہ پیش کرنیکی کوئی ضرورت ہی نہوتی اگر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے شہادت طلب فرمائی ہوتی تو اوسکا یہ جواب کافی تھا کہ القبض دلیل الملک وراسی کو آپ مہاجرین وانصار کے سامنے نہایت مدلل طور پر بیان فرماسکتی تھین کہ خلیفۂ وقت کا ظلم وستم میرے اوپر دیکھو کہ کل تک جس جاگیر پر میرا قبضہ تھا اور جس کا محاصل میرے پاس آتا تھا اوسے انھون نے غصب کرلیا اور میرا قبضہ اوٹھادیا اور اب مجھسے شہادت مانگتے ہین۔ کیا قبضے سے بڑھکر کوئی شہادت ہوسکتی ہے۔ اور کیا میرا قبضہ کوئی پوشیدہ امر تھا۔ کیا آپ کے اس ارشاد سے صحابہ پر اثر نہوتا اور وہ خلیفۂ وقت کے حکم کو ظالمانہ اور جابرانہ نسمجھتے۔ اور بالفرض اون سب نے ستانے ہی پر کمر باندھی تھی اور سب اس ظلم کرنے پر آمادہ یا شریک تھے تو آپ کی

حجت تو ختم ہو جاتی - جبکہ ایسی بڑی شہادت ہوتی ہوئی آپ نے پیش نہین فرمائی اور قبضے پر زور نہین دیا اور اپنے تصرف کا اظہار نہین فرمایا تو یہ امر خود اس بات کے لیے کافی ہے کہ حقیقت مین قبضہ آپکا فدک پر ہوا ہی نہ تھا اور جب قبضہ نہ تھا تو ہبہ کا ہونا نہونا برابر تھا -

آیا فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا یا نہین

جتنی کتابین امامیہ کی ہمنے اوپر بیان کی ہین اون سب پر ہم ایک نظر ڈالتے ہین کہ اونمین متعلق اس دعوی کے حضرات علماے امامیہ نے ہماری طرف سے کیا ثبوت پیش کیا ہے -

شافی مین بجواب مغنی کے جو کچھ لکھا گیا ہے اوسکا مضمون زیادہ تر یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فدک کے دعوی مین حق پر تھین اور راوسکا مانع اور شہادت کا طلب کرنے والا خطا پر - کیونکہ بوجہ معصومہ ہونے کے آپ شہادت کی محتاج نہ تھین مجرد آپ کا دعوی ہی کافی تھا اور پھر آپ کی عصمت پر قرآنی شہادت آیہ اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا سے پیش کی ہے - اور خزیمہ ذوالشہادتین کا قصہ نقل کرکے بہت پردرد تقریر مین اس بات کو بیان کیا ہے کہ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اونسے بھی کم تھین - اور کیا سواے حق کہنے کے دوسرا شبہہ اونکی طرف ہو سکتا تھا - مگر کوئی صحیح روایت کہ جس سے یہ ثابت ہوتا کہ آپنے فدک کے ہبہ کا دعوی کیا اور اوسپر شہادت طلب کی گئی پیش نہین فرمائی - البتہ دو بے سروپا روایتین پیش کی ہین مگر اونکی نسبت بھی یہ نہین لکھا کہ وہ کس کتاب سے اونھون نے لی ہین - بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایتین خود شیعون کی ہین -

چنانچہ پہلی روایت جو صفحہ ۲۳۰ شافی مطبوعہ ایران مین درج ہے یہ ہے کہ مروی ہے کہ جب امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گواہی دی تو ابو بکر نے اونکو فدک دینے کو لکھدیا اور عمر نے اونکے حکم پر اعتراض کرکے اوسکو پھاڑ ڈالا - چنانچہ ابراہیم بن محمد ثقفی نے روایت کی ہے

ابراہیم بن میمون سے اور اونسے عیسی بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے اور عیسی نے اپنے باپ عبد اللہ سے اور عبد اللہ نے اپنے باپ محمد سے اور محمد نے اپنے دادا علی بن ابی طالب سے کہ فاطمہ ابو بکر کے پاس آئین اور فرمایا کہ میرے باپ نے مجھے فدک دیدیا تھا اور اسکے گواہ علی اور ام ایمن ہین۔ ابو بکر نے کہا کہ آپ بھی تو سچ ہی فرماتی ہین اچھا مین اوسکو آپ کو دیتا ہون اور پھر ایک چمڑے کا کاغذ منگاکر اوسپر لکھدیا۔ وہان سے فاطمہ نکلین تو عمر سے ملاقات ہوئی عمر نے کہا کہ آپ کہان سے آتی ہین آپ نے فرمایا کہ ابو بکر کے پاس سے۔ مین نے اون سے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ نے مجھے فدک دیدیا تھا اور علی اور ام ایمن اسکے گواہ ہین تو ابو بکر نے فدک مجھے دیدیا اور وثیقہ لکھدیا۔ عمر اون سے اوس وثیقہ کو لیکر ابو بکر کے پاس لوٹکر آئے اور کہا کہ تمنے فاطمہ کو فدک دیکر وثیقہ بھی لکھدیا ابو بکر نے کہا ہان۔ عمر نے کہا علی تو اپنے ہی لیے چاہتے ہین اور ام ایمن صرف ایک عورت ہے اور وثیقہ پر تھوک کر اوسکو مٹا دیا یہ روایت مختلف طور سے مروی ہے جو شخص معلوم کرنا چاہے وہ دوسری کتابونمین دیکھے۔ اہل سنت یہ نہین کہسکتے کہ یہ از اخبار احاد ہے۔ اور اگر ہو بھی تو کم سے کم اس کا حال یہ تو ہوگا کہ ظن کے موجب ہوگی اور اپنے خلاف مضمون کے یقینی ہونیکی مانع ہوگی انتہی۔

دوسری۔ روایت عمر بن عبد العزیز کی رد فدک کے متعلق ہے جیسا کہ فرماتے ہین کہ محمد بن زکریا غلابی اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہین اور اونکے شیوخ ابو المقدام ہشام بن زیاد مولی آل عثمان سے کہ ہشام کہتے ہین کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوے تو انھون نے آل فاطمہ پر فدک رد کردیا۔ اور ابو بکر عمرو بن حزم والی مدینے کو یہ لکھبھیجا کہ اگر مین تجکو یہ لکھون کہ ایک بکری ذبح کرنا تو تجھے پوچھنا چاہیے کہ منڈی ہو یا سینگ دار یا یہ لکھون کہ ایک گاے ذبح کرنا تو مجکو اوسکا رنگ دریافت کرنا چاہیئے جب میرا یہ پروانہ تیرے پاس پہونچے تو فدک کو اولاد فاطمہ و علی پر تقسیم کردے۔ ابو المقدام کہتے ہین کہ بنو امیہ نے اس امر سے عمر بن عبد العزیز پر نہایت شور مچایا اور کہا کہ تمنے شیخین کے فعل کی حقارت کی اور عمر بن عبس ایک لشکر کوفہ کا

لیکرا و نپر حریدھ آیا۔ جب لوگون نے بہت غوغا کیا تو عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ تم لوگ کچھ نہین جانتے
اور مین جانتا ہون تم کو یاد نہین مجھے یاد ہے مجھسے ابو بکر محمد بن عمرو بن خرم نے اپنے باپ سے
اور اونکے باپ نے انکے دادا سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ
میری جگر پارہ ہے جس سے اوسکو رنج پہونچے اوس سے مجکو پہونچتا ہے اور جس شی سے
وہ خوش ہون اوس سے مین خوش ہوتا ہون۔ اور فدک ابو بکر و عمر کے زمانے مین کسی کا
نہ تھا۔ پھر مروان اوسکا مالک ہوا اور اوسنے اوسکو میرے باپ عبد العزیز کو ہبہ کردیا پھر
اوس کے وارث مین اور میرے بھائی ہوے۔ مین نے اونسے یہ درخواست کی کہ وہ اپنا
حصہ میرے ہاتھ فروخت کردین اون مین سے بعض نے میرے ہاتھ فروخت کردیا اور
بعض نے مجھے ہبہ کردیا یہانتک کہ مین سب کا مالک ہوگیا۔ اب مین نے بہتری یہ دیکھی
کہ مین اسکو اولاد فاطمہ پر رد کردون۔ اسپر لوگون نے کہا کہ اگر تمنے یہ کیا ہے تو اسکی اصل اپنے
قبضے مین رہنے دو اور غلے کو تقسیم کرادو تو عمر بن عبد العزیز نے یون ہی کردیا۔

صاحب تلخیص شافی نے بھی انھین دونو روایتون کو بیان کیا ہے مگر اونھون
نے بھی منقول عنہ کتاب کا حوالہ نہین دیا جس سے معلوم ہو کہ اونھون نے سنیون کی ہی کتاب سے
نقل کیا ہے۔ اور ان دو روایتون کے نقل کرنے کے بعد بلا حوالہ سند مامون کا قصہ کہ اونھون
نے فدک آل فاطمہ کو واپس کیا لکھا ہے کما قال و مما یدل علی صحۃ دعوھا النحل و
ان ذلک کان معروفا شائعا ما کان من عمر بن عبد العزیز من رد فدک علی ولدھا
لما تبین ان الحق کان معھا و کذلک فعل المامون فانہ نصب لھا وکیلا و وکیلا لابی بکر
و جلس للقضاء و حکم لھا بذلک و لو لم یکن الامر معروفا معلوما کما فعلوا ذلک
مع موضعھم من الخلافۃ و سلطانھم الذی ارادوا حفظ قلوب الرعیۃ و ان
لا یفعلوا ما یؤدی الی تنفیرھم و لیس لاحد ھم ان ینکر ذلک و یدفعہ لان الامر
فی ذلک اظھر من ان یخفی کہ حضرت فاطمہ کے دعوی ہبہ کی صحت پر دلالت کرنی والی

یا تو نہین سے ایک عمر بن عبد العزیز کا قصہ ہے کہ اونھون نے فاطمہ کی اولاد کو فدک واپس کر دیا
جبکہ اون پر یہ ثابت ہو گیا کہ فاطمہ حق پر تھین اور اسی طرح مامون نے کیا کہ اونھون نے ایک
مجلس قائم کی اور اوسمین ابو بکر و فاطمہ دونو کی طرف سے وکیل مقرر کئے اور خود فیصلہ کیا اور فدک
آل فاطمہ کو واپس کیا اگر یہ بات کہ فدک کا دعوی فاطمہ نے کیا ہے مشہور اور معلوم نہوتی تو باوجود خلیفہ
ہونے اور صاحب سلطنت ہونیکے وہ کبھی ایسا کرتے کیونکہ خیال رعایا کے دلون کا اون کو کرنا
ضروری تھا۔ اور ایسی بات جس سے وہ شور مچاوین کبھی نکرتے۔ اگر اونکے نزدیک وہ بات
حق نہوتی۔ اور اس بات کا کوئی انکار تو کر ہی نہین سکتا کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ چھپائے چھپ
نہین سکتی۔ (دیکھو صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ ایران)

علامہ حلی نے کتاب کشف الحق مین ایک روایت واقدی کی لکھی ہے چنانچہ وہ فرماتے
ہین کہ واقدی اور دوسرے ناقلین اخبار اہل سنت نے روایت اور اخبار صحیحہ مین ذکر کیا ہے کہ
پیغمبر خدا صلعم نے جب خیبر کو فتح کیا تو ایک گاؤن یہود کے دیہات سے اپنے لیے خاص کر لیا
اور فاطمہ کو بحکم خدا دیدیا (جتنا حصہ متعلق ہبہ کے تھا وہ اوپر ہم نقل کر چکے) بعد وفات آنحضرت
صلعم کے جب ابو بکر خلیفہ ہوئے تو اونھون نے فدک سے فاطمہ کو روکا اسپر حضرت فاطمہ نے
اوسکی واپسی کا دعوی کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے۔ ابو بکر نے اوسکی واپسی سے انکار کیا پھر ابو بکر نے
کہا کہ جو آپکے باپ نے آپ کو دیا ہے اوسے مین نہین روک سکتا اور ارادہ کیا کہ اونکو اس کے
متعلق سند لکھدین مگر عمر بن خطاب نے انکو اس سے روکا اور کہا کہ فاطمہ ایک عورت ہین جس
بات کا وہ دعوی کرتی ہین اوسکے لیے اونسے شہادت مانگنی چاہیے اسپر ابو بکر نے شہادت
پیش کرنے کا حکم دیا تب حضرت فاطمہ ام ایمن اور اسماء بنت عمیس کو مع علی کے لائین اور
اون سب نے شہادت دی۔ تب ابو بکر نے سند لکھدی مگر جب یہ خبر عمر کو پہونچی تو اونھون
نے اوس کاغذ کو لیکر مٹا دیا اسپر جناب سیدہ نے قسم کھائی کہ ان دونو سے بات نکرینگی
اور ہمیشہ اون سے ناراض رہین۔

دوسری روایت مامون کی لکھی ہے جس مین کسی کتاب یا سند کا حوالہ نہین اور وہ یہ ہے جمع المامون الف نفس من الفقہاء وتناظروا وادی بحثہم الی رد فدک علی العلویین من ولدہا فردہا علیہم کہ مامون نے ہزار فقیہون کو جمع کیا اور فدک کے متعلق مباحثہ کرایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فدک حق فاطمہؑ کا ثابت ہوا اور مامون نے اوسے فاطمہؑ کی اولاد کو واپس کر دیا۔

تیسری روایت متعلق قصۂ عمر بن عبد العزیز کے ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے بیان کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابو ہلال عسکری نے کتاب اخبار الاوائل مین ذکر کیا ہے کہ عمر بن عبد العزیز اول اون لوگون مین سے ہین جنھون نے فدک فاطمہؑ کے وارثون کو واپس کیا۔

علامہ فضل بن روزبہان نے اپنی کتاب ابطال الباطل مین جو کشف الحق کے جواب مین لکھی ہے ان بے بنیاد قصون کی نسبت یہ جواب دیا ہے واما دعوی فاطمۃ فلم یصح فی الصحاح وما ذکروہا نقلۃ الاخبار من ارباب التواریخ ومجرد نقلہم لا یصیر سببا للقدح فی الخلفاء کہ حضرت فاطمہؑ کا دعوی کرنا صحاح مین ثابت نہین ہے اور جو کچھ اہل تواریخ اور ناقلان اخبار ذکر کرتے ہین فقط اونکے غلط سلط نقل کر دینے سے خلفا پر الزام عائد نہین ہو سکتا۔ اسکے جواب مین قاضی نور اللہ شستری نے احقاق الحق مین کوئی مستند روایت پیش نہین کی اور دو بے سر و پا قول نقل کیے ہین ایک معجم البلدان سے کہ اوسمین فدک کے ذکر مین یہ لکھا ہے وہی التی قالت فاطمۃؑ ان رسول اللہ نحلنیہا فقال ابو بکر ارید بذلک شہودا ولہا قصۃ کہ فدک وہی ہے جسکے لیے فاطمہؑ نے دعوی کیا تھا کہ پیغمبر خدا صلعم نے اوسے ہبہ کر دیا ہے اور جسپر ابو بکر نے کہا تھا کہ اسکے لیے شہادت چاہیے اور اوس کا ایک قصہ ہے۔

دوسرے عمر بن عبد العزیز اور مامون کے رد فدک کا قصہ۔ مگر اسمین بھی کسی منقول عنہ کتاب یا سند کا ذکر نہین کیا مجملا یون لکھا ہے کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوے تو اونھون نے

احقاق الحق صفحہ ۱۱۲

عامل مدینہ کو فدک کے واپس کرنیکو اولاد فاطمہ پر لکھ بھیجا پھر فدک خلافت عمر بن عبد العزیز مین اولاد فاطمہ ہی کے قبضے مین رہا۔ جب یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اوسنے پھر لے لیا اور پھر بنوامیہ کے ہی قبضے مین رہا یہان تک کہ ابو العباس سفاح خلیفہ ہوا کہ اوسنے حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کو دیدیا اور وہی اوسکے منتظم رہے اور علویین اوسکو تقسیم کرتے رہے۔ جب منصور خلیفہ ہوا اور اوسپر اولاد حسنؑ نے خروج کیا تو اوسنے اوسنے پھر لے لیا پھر جب مہدی بن منصور والی خلافت ہوا تو اوسنے اوسکو اون پر واپس کردیا۔ پھر اوسکو موسی ہادی نے لے لیا اور جو اوسکے بعد خلیفہ ہوے زمانۂ مامون تک اسی طرح رہا۔ پھر مامون کے پاس اولاد علی نے آکر اوسکا مطالبہ کیا تو اوسنے حکم دیا کہ یہ ایک وثیقہ پر لکھدیا جاے اور وہ لکھکر مامون کو سنادیا گیا۔ دعبل شاعر کھڑا ہوا اور اوسنے یہ شعر پڑھا ؎ اصبح وجہ الزمان آلخ یعنی آج زمانہ بہت خوش ہے کہ مامون نے بنی ہاشم کو فدک دیدیا۔ اور فدک کے باب مین بہت اختلاف پیغمبر صلعم کی وفات کے بعد راویون کی وجہ سے ہوا ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی خواہش کے موافق روایت کرتا ہے۔ معجم البلدان کی عبارت یہان تک تھی۔

اور ایک روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا سے لکھی ہے جسمین عمر بن عبد العزیز کے رد فدک کا مختصر ابیان ہے چنانچہ وہ لکھتے ہین کہ یہ امر خلاف ہے اوس روایت کے بھی جو شیخ جلال الدین سیوطی شافعی نے تاریخ الخلفا مین لکھی ہے کہ ابو بکر و عمر کے زمانہ مین فدک ویسا ہی رہا پھر اوس مین مروان نے قطع و برید کی۔ اور عمر بن عبد العزیز نے فدک بنی ہاشم کو لوٹا دیا۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اولاد فاطمہ کو لوٹا دیا انتہی۔

اور سوا اس روایت کے اگرچہ اور کوئی سند جناب قاضی نور اللہ نے پیش نہین کی مگر اجمالا ایک مقام پر لکھا ہے کہ اور بھی بہت طریقون سے ہبہ کے دعوی کی روایتین بیان کی گئی ہین کما قال واما دعوی النحلة فقد مر نقلا عن کتاب المعجم وقد روی من عدة طرق من طریق غیرہ ایضا۔ احقاق الحق صفحہ ۱۱۲

فال واقعا بما نقل ذلک رواہ الشیخ جلال الدین السیوطی الشافعی فی تاریخ الخلفاء من ان فدکا کان بعد ذلک ... ثم ... اقتطعها ... مروان ... عمر بن عبد العزیز ... ردھا ... ایضا ... اولاد فاطمة ... انتہی ... احقاق ... صفحہ

اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ فاطمہ کا دعویٰ فدک کا ایسا مشہور ہے کہ کتب صحاح مین اوسکی صحت کے طلب کی ضرورت نہین کیونکہ اسکی خبر تمام علما اور جہلا اور عوام وخواص سب کو معلوم ہے اور اب سے پانچسو برس پہلے بعض حکما شعرا نے بھی اسکو مثل مین بیان کیا ہے ؎ ملک بخشاینده در حرمان میمون خدمتت چون خلافت بی علی بودست بی زہرا فدک مجیب نے یہ جو ذکر کیا ہے کہ صرف ارباب تواریخ کا نقل کر دینا قدح خلفا کے لیے کافی نہین تو اسمین یہ بات ہے کہ اگر کتب تواریخ مین وہ امور نقلی ہین جو اور کتابون سے بھی ثابت ہوتے ہین تو وہ ضرور ثابت وصحیح ہونگے اور اصول مین یہ مقرر ہو چکا ہے کہ نقلیات مین ایک شخص عادل کی خبر کافی ہوتی ہے اور اگر شہرت اور تواتر معنوی کی حد کو پہونچ جاسے تو تعدیل کی بھی ضرورت نہین رہتی مصنف حلی نے یہان صرف واقدی ہی کی روایت سے تمسک نہین کیا بلکہ اورونکی بھی تصریح کی ہے اور اون اخبار کا اشارہ کیا ہے جو خصم کے نزدیک صحیح مانے گئے ہین اور اوسکی تائید اوس مناظرے سے کی ہے جو ایام مامون مین اس بارہ مین ہزار فقہا کے سامنے ہوا تھا۔ اور اون دو حدیثون سے جو سید الحفاظ اور صدر الائمہ اہل سنت سے مروی ہین اوسکی تکمیل کی ہے۔ مصنف حلی کے ذمہ اسی قدر ہے کہ نقل کی تصحیح کر دین اگر خصم انکار کرے ورنہ خصم کو چاہیے کہ اپنے انکار سے باز آئے۔ انتہی۔ اگرچہ اسمین قاضی نور اللہ صاحب فرماتے ہین کہ مصنف نے اور روایتون کا بھی حوالہ دیا ہے۔ مگر ہمین تو کوئی روایت کتاب کشف الحق مین نہین ملی سوا ے انکے جنکو ہمنے نقل کیا ہے۔ اور نہ قاضی صاحب نے اپنی احقاق الحق مین سوا ے مجرد دعوی شہرت کے کوئی روایت یا کوئی سند پیش فرمائی ہے۔ دونون کتابین ایران کے چھاپے کی موجود ہین جو کوئی چاہے دیکھ لے۔

طرائف مین بھی اگرچہ جناب ثقۃ الاسلام نے بہت کچھ قلم کا زور دکھایا اور بہت کچھ زبان درازی فرمائی ہے مگر کوئی صحیح روایت اور کوئی معتبر سند آپ نے بھی متعلق دعوی

ہبہ فدک کے پیش نہین فرمائی - اونکی طرائف مطبوعہ مبنی مین صفحہ ۶ سے تا صفحہ ۸ فدک کا بیان ہے - مگر اوسمین متعلق اس دعوی کے سوائے مامون کے قصے اور عمر بن عبدالعزیز کی حکایت کے ایک روایت بھی درج نہین ہے - جس مین یہ لکھا ہو کہ حضرت سیدہ رض نے فدک کا دعوی ابوبکر صدیق رض کے سامنے کیا اور اونھون نے شہادت طلب کی اور اوسے رد کیا - صرف معمولی سب وشتم پر کفایت کی ہے - اور عوام کے دلونمین شبہ پیدا کرنے کے لیے قوت بیانیہ کا زور دکھایا ہے کہ باوجودیکہ فاطمہ رض معصوم تھین اور باوجودیکہ حضرت علی رض نے شہادت دی اور حضرت ام ایمن نے بھی تصدیق کی مگر ابوبکر نے ان سب کو جھوٹا قرار دیا اور اونکے دعوی کی نسبت یہ خیال کیا کہ وہ اپنے جلب منفعت کے لیے حقوق مسلمین کا غصب کرنا چاہتی ہین تاکہ ان باتون کو سنکر لوگ پریشان ہون اور اونکے دلونمین حضرت ابوبکر رض کی طرف سے شبہ پیدا ہو - مگر جبکہ نہ دعوی ہبہ کا پیش ہوا نہ شہادت مانگی گئی نہ اوسکی تردید ہوئی بلکہ یہ سب جھوٹی باتین اور بنائی ہوئی کہانیان ہین اور جن علمائے اہل سنت نے اس کا جواب دیا ہے وہ محض علی سبیل التسلیم والفرض ہے تو یہ ساری خروش تقریرین لغو اور فضول ہین - اونکا کام تھا کہ اول بنیاد ثابت کرتے اور کوئی ایک بھی صحیح روایت متعلق اس دعوی کے ہمارے یہان سے پیش فرماتے پھر جو دل چاہتا وہ لکھتے - اور جو کچھ قلم کا زور دکھانا تھا وہ دکھاتے - بے بنیاد بات اور جھوٹے قصے پر ساری لن ترانیان ہنسنے کے قابل ہین -

اونکی کتاب طرائف مین جو روایت متعلق قصۂ مامون کے ہے اوسے وہ یون لکھتے ہین کہ عجیب وغریب ماجرا یہ ہے کہ باوجودیکہ فاطمہ رض بنت رسول کی بزرگی اور جلالت وطہارت کا اقرار کرتے بھی تھے مگر اون پر طرح طرح کے ظلم وستم کیے اور اونکی اور اونکے باپ کی حرمت کو پامال کیا - اور باوجودیکہ حضرت فاطمہ رض کا زنان اہل جنت کی سیدہ ہونے کی تصدیق کرتے تھے مگر اونکو ایذا دی اور طرح طرح سے ستایا چنانچہ اہل تواریخ نے ایک طویل رسالے مین جو مامون خلیفہ عباسی کے حکم سے موسم حج مین لکھا اور پڑھا گیا اس کا بیان کیا ہے -

صاحب تاریخ عباسی نے اوسے لکھا ہے - اور رومی فقیہ صاحب تاریخ نے بھی اون حوادث
مین جو ۲۱۰ھ مین ہوے اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ اولاد حسنینؑ نے اپنے
قضیے کا مرافعہ خلیفہ مامون کے سامنے اس دعوی سے پیش کیا کہ فدک اور عوالی اونکی والدہ فاطمہؑ
بنت محمدؐ نبی کا تھا - ابو بکر نے اونکے قبضے سے اوسکو ناحق لے لیا اب ہم اپنا انصاف اور ظلم
کا انکشاف چاہتے ہین پس مامون نے علما رحجاز و عراق کے دو سو علما کو جمع کیا اور نہایت تاکید
کی کہ ادائے امانت اور اتباع صدق کرین - اور ورثۂ فاطمہؑ نے جو قضیہ پیش کیا تھا اونسے
بیان کیا اور پوچھا تمھارے نزدیک اس باب مین کوئی حدیث صحیح ہے - اور اسی باب مین
بہت لوگون نے بشر بن الولید اور واقدی اور بشر بن غیاث سے حدیثین روایت کی ہین کہ
یہ سب اون احادیث کو اپنے نبی محمدؐ تک پہونچاتے ہین کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو آپ نے یہود کے
گانو مین سے ایک گانو اپنے لیے خاص کر لیا - پھر جبریل نازل ہوے اور یہ آیت لاے
وآت ذاالقربی حقہ آپ نے پوچھا کہ ذی القربی کون لوگ ہین اور اونکا حق کیا ہے -
جبریل نے کہا فاطمہؑ ہین پھر آپ نے فدک اونکو دیدیا - اسکے بعد پھر اونکو عوالی دیا - اور مستقل طور
پر فاطمہؑ کے پاس رہے - یہان تک کہ اونکے والد بزرگوار محمدؐ نے وفات پائی - جب ابو بکر سے
بیعت ہوئی تو اونھون نے کہا کہ مین اوس شی کو جسکو تمھارے باپ نے تمکو دی ہے روک
نہین سکتا اور یہ چاہا کہ اونکو ایک وثیقہ لکھدین کہ ابو بکر کو عمر بن خطاب نے ہوشیار کیا اور کہا کہ یہ
ایک عورت ہین انسے گواہ طلب کرو - ابو بکر نے حکم دیا کہ گواہ لاؤ - تو فاطمہؑ ام ایمن اور اسما بنت
عمیس کو مع علی بن ابی طالبؑ کے گواہ لائین - پھر یہ خبر عمر کو پہونچی تو وہ ابو بکر کے پاس آئے - اور
ابو بکر نے اس ماجرے کو اون سے کہا کہ ان سب نے گواہی اونکے دعوی کی دی اور فاطمہؑ کے
لیے ایک وثیقہ لکھدیا عمر نے وہ وثیقہ لے لیا اور کہا کہ فاطمہؑ ایک عورت ہین اور علیؑ اوس کے
شوہر ہین اپنا نفع چاہتے ہین اور شہادت دو عورتون کی بے مرد کے درست نہین ہوتی -
ابو بکر نے اس خبر کو فاطمہؑ سے کہلا بھیجا آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا وہ ہے جسکے سوا کوئی

کوئی معبود نہیں کہ ان لوگون نے شہادت حق ادا کی تھی۔ پھر ابوبکر نے کہا کہ شاید آپ سچی ہون لیکن اور گواہ لاؤ
جو اپنا نفع بچا ہتا ہو۔ اونھون نے کہا کہ تمنے میرے باپ رسول اللہ سے یہ نہیں سنا کہ
فرماتے تھے کہ اسمار بنت عمیس اور ام ایمن اہل جنت سے ہین دونو نے کہا ہان آپ نے
کہا کہ وہ عورتین کہ اہل جنت سے ہون وہ باطل گواہی دے سکتی ہین۔ پھر آپ خفا ہوتی ہوئی
گھر کو لوٹ آئین۔ اور اپنے باپ سے پکار کرکہتی تھین کہ میرے باپ نے مجکو یہ خبر دی ہے کہ
سب سے اول مین اونسے ملون گی۔ قسم ہے خدا کی کہ مین اسکی شکایت اونسے کرونگی۔ پھر وہ
مریض ہوگئین اور علیؑ کو وصیت کی کہ ابوبکر وعمر اونکی نماز نہ پڑھین اور آپ نے اون دونون کو
چھوڑ دیا اور اون سے بات نکرتی تھین حتی کہ آپ کا انتقال ہوا۔ اور علی اور عباسؓ نے آپکو
رات مین دفن کیا پس مامون نے اوسی مجلس مین اوسی دن اولاد فاطمہؑ کو فدک دیدیا پھر
دوسرے روز ایک ہزار علما و فقہا کو بلایا اور اون سے صورت حال بیان کی اور اونکو اللہ
کا خوف دلایا اور اون سب نے آپسمین مناظرہ کیا پھر اونکے دو فریق ہوے۔ ایک فریق
اونمین یہ کہتا تھا کہ ہمارے نزدیک شوہر اپنا نفع چاہتا ہے تو اوسکی شہادت قبول نہین
ہوسکتی لیکن ہم خیال کرتے ہین کہ حلف فاطمہؑ نے اونکے دعوی کو ثابت کردیا تھا مع دو عورتون
کی شہادت کے اور ایک فریق یہ کہتا تھا کہ ہم یمین وشہادت پر حکم لازم نہین سمجھتے لیکن زوج کی
شہادت جائز ہے اور ہم اوسکو اپنا نفع چاہنے والا نہین خیال کرتے اور اونکی شہادت
دو عورتون کی شہادت پر فاطمہؑ کے دعوی کو ثابت کرتی ہے۔ غرض ان دونو فریق کا باوجود
اختلاف کے اس امر پر اتفاق تھا کہ فدک وعوالی کا استحقاق فاطمہؑ کو تھا۔ اسکے بعد مامون نے
اونسے فضائل علیؑ کو دریافت کیا۔ تو اونھون نے یہان طرفہ جلیل بیان کیا ہے جو رسالہ مامون
مین مذکور ہے۔ اور پھر اونسے فاطمہؑ کا حال دریافت کیا تو اونھون نے اون کے باپ سے
اون کے بہت سے فضائل بیان کیے پھر ام ایمن اور اسمار بنت عمیس کا حال دریافت کیا تو
اونھون نے اپنے نبی محمدؐ سے روایت کی کہ یہ دونو اہل جنت سے ہین۔ مامون نے کہا

کیا یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کہا جاے یا اعتقاد کیا جاے کہ علیؑ بن ابی طالبؑ با وجود ورع و زہد
کے فاطمہؑ کے لیے جھوٹی گواہی دین حالانکہ خدا و رسول اونکے فضائل بیان کرتے ہین
یا یہ ہوسکتا ہے کہ اونکے علم و فضل کا اعتقاد رکھکر یہ کہا جاے کہ وہ ایسی شہادت دینے کو
تیار ہوجائین جسکا خود حکم نہ جانتے ہون - اور کیا یہ جائز ہوسکتا ہے کہ فاطمہؑ با وجود عبادت
وعصمت اور نساء عالمین و نساء اہل جنت کے سیدہ ہونے کے جسکی تم روایت کرتے ہو ایسی
شی طلب کرین جو اونکی نہو اور تمام مسلمانون پر ظلم پسند کرین اور اوسپر اسد لا الہ الا ہو کی
قسم کھاوین - یا یہ جائز ہے کہ ام ایمن اور اسما بنت عمیس جھوٹی گواہی دین حالانکہ
وہ اہل جنت سے ہون - بیشک فاطمہؑ پر طعن کرنا کتاب اللہ پر طعن کرنا ہے اور دین مین
الحاد ہے - کبھی ہو نہین سکتا کہ یہ بات اسطرح ہوئی ہو - پھر مامون نے اونسے معارضہ
اوس حدیث سے کیا جسکو اونھون نے روایت کیا ہے کہ علیؑ بن ابی طالب نے بعد وفات
آنحضرت صلعم کے منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرضہ ہو یا کوئی وعدہ تو وہ میرے
پاس آئے - تو بہت سے لوگ آپ کے پاس آئے اور اونھون نے جو بیان کیا آپ نے
بے گواہ طلب کیے اونکو دیدیا - اور ابو بکر نے بھی اس قسم کی منادی کرائی تو جریر بن عبداللہ
نے آکر پیغمبرؐ پر ایک وعدہ کا دعوی کیا اور ابو بکر نے بے گواہی کے اوسکو دیدیا اور پھر جابر
بن عبداللہ نے آکر دعوی کیا کہ اونسے پیغمبرؐ نے وعدہ کیا تھا کہ اونکو مال بحرین مین سے ایک
تہائی دین گے - جب مال بحرین کا آپ کی وفات کے بعد آیا تو اونکو ابو بکر نے ایک تہائی مال
دیدیا - ان دونو نے دعوی بے گواہ کے کیا تھا - عبدالمحمود کہتے ہین کہ اس حدیث کو حمیدی
نے الجمع بین الصحیحین افراد مسلم کی نوین حدیث مسند جابر مین ذکر کیا ہے - اور یہ کہ جابر نے کہا
کہ مین نے جو اونکا شمار کیا تو پانچ سو تھے تو ابو بکر نے جابر سے کہا کہ اتنے ہی اور لے لو -
عبدالمحمود کہتے ہین کہ رسالۂ مامون مین لکھا ہے کہ اس حدیث سے مامون نے نہایت
تعجب کیا اور کہا کیا فاطمہؑ اور اون کے گواہ جریر اور جابر پسران عبداللہ کے برابر بھی نہ تھے -

پھر مامون نے اس رسالے کے لکھے جانے کی نہایت تاکید کی اور یہ کہ موسم حج مین علی رؤس الاشہاد پڑھا جاے - اور فدک اور عوالی کو محمد بن یحیی بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی بن الحسن بن علی بن الحسن بن علی بن ابی طالب کے قبضے مین کر دیا کہ اوسمین وہ کاروبار کرتے اور ورثۂ فاطمہؑ پر تقسیم کر دیتے -

عمر بن عبد العزیز کا قصۂ رد فدک کا ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل سے اوسی طرح پر لکھا ہے جیسا کہ کشف الحق مین لکھا ہے -

بحار الانوار مین بھی کوئی روایت معتبر متعلق دعوی ہبۂ فدک ہمارے یہان کی کتابون سے پیش نہین کی گئی -

عماد الاسلام مین جناب مولانا دلدار علی صاحب نے بھی کوئی روایت باسناد صحیح ثبوت مین اس دعوی کے پیش نہین فرمائی - آپ نے جو کچھ عماد الاسلام مین ارشاد فرمایا ہے اوسمین ایک روایت تو وہ ہے جس مین مامون کے مباحثہ اور فدک کے رد کا قصہ ہے - اور اسے آپ نے طرائف سے بعینہٖ نقل فرمایا ہے جیسا کہ خود چوتھے فائدے کے پہلے مسئلے مین لکھتے ہین وقال السید علی بن طاؤس فی الطرائف ومن الطرائف العجیبۃ الخ

اور پھر آگے چلکر صواعق محرقہ اور جواہر العقیدین سے ایک روایت حافظ ابن شبہ کی نقل کرتے اور فرماتے ہین کہ تیسرا مسئلہ اس بیان مین ہے کہ آیا فاطمہؑ نے ہبہ کا دعوی کیا یا نہین اور اس دعوی کی صحت اس سے ہوتی ہے کہ صواعق محرقہ کے دوسرے باب اور اوسی کتاب کے دوسرے حصے کے ساتوین ادب اور پندرھوین ذکر مین اور نیز سید سمہودی کی جواہر العقیدین مین یہ روایت لکھی ہے کہ حافظ ابن شبہ نمیر بن حسان سے روایت کرتے ہین کہ مین نے زید بن علی سے جو امام باقرؑ کے بھائی تھے بارادہ تہجین و تذلیل ابوبکر کے پوچھا کہ ابوبکر نے فاطمہؑ سے فدک چھین لیا تھا تو حضرت زید نے جواب دیا کہ ابوبکر ایک نرم دل آدمی تھے وہ نہین چاہتے تھے کہ کسی چیز مین رسول خدا صلعم کے کچھ تغییر و تبدیل کرین -

[illegible]

اونکے پاس حضرت فاطمہؑ آئین اور فرمایا کہ رسول اللہ نے فدک مجھے دیدیا ہے۔ ابوبکر نے کہا کیا اسپر تمھارے پاس کوئی گواہ ہے۔ وہ علی کو لائین اونھون نے شہادت دی پھر ام ایمن کو اونھون نے پیش کیا اونھون نے اول تو یہ کہا کہ کیا تم اس بات کی گواہی نہین دیتے کہ مین اہل جنت سے ہون۔ ابوبکر نے کہا بیشک۔ تب اونھون نے کہا کہ مین گواہی دیتی ہون کہ فدک پیغمبر خدا نے فاطمہؑ کو عطا کیا تھا۔ اسپر ابوبکر نے کہا کیا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے دعوی ثابت ہوسکتا ہے الی آخر القصہ۔ اسکے آگے کا پورا قصہ بیان نہین کیا اور وہ یہ ہے کہ زید بن علی نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ اگر یہ معاملہ میرے سامنے پیش ہوتا تو مین بھی وسمین وہی حکم دیتا جو ابوبکر نے دیا تھا۔ اور صواعق محرقہ کے باب اول کی پانچوین فصل مین یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا دعوی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک اونکو بخشدیا تھا ثابت نہین ہوا اسلیے کہ سوائے علی اور ام ایمن کے وہ اوسپر اور کوئی گواہ نہین لائین۔ اور نصاب شہادت پورا نہین ہوا۔ سوا اسکے علما مین اختلاف ہے کہ زوج کی شہادت زوجہ کے لیے قبول ہوسکتی ہے یا نہین اور یہ گمان اونکا کہ حسنین اور ام کلثوم نے بھی شہادت دی باطل ہے۔ سوا اسکے فرع کی شہادت اور نابالغ کی گواہی غیر مقبول ہے۔ اور شرح مواقف کے چوتھے مقصد مین یہ لکھا ہے کہ اگر یہ بات کہی جائے کہ فاطمہ نے ہبۂ فدک کا دعوی کیا اور علی وحسنین اور ام کلثوم نے اور صحیح یہ ہے ام ایمن نے شہادت دی اور ابوبکر نے اوسے رد کیا تو اوس کا جواب ہم یہ دین گے کہ شہادت کا نصاب پورا نہین ہوا۔ انتہی۔

جناب مولانا دلدار علی صاحب نے اسکے سوا اور کچھ نہین لکھا۔ اور چونکہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے یہ دلیل بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے پیش کی تھی کہ فدک میرے قبضے مین تھا۔ امید ہوتی تھی کہ اسکے متعلق جناب ممدوح عماد الاسلام سے بسوط اور مشہور کتاب مین کوئی سند ہمارے یہان سے پیش کرین گے مگر جو کچھ اونھون نے بیان فرمایا اوس سے ثابت ہوگیا کہ اس باب مین کوئی ضعیف اور غیر معتبر روایت نام کے واسطے بھی اونھون نے نہین پائی۔

عماد الاسلام کے بعد طعن الرماح جناب سید محمد صاحب قبلہ کی ایک ایسی کتاب ہے جسکی نسبت
خیال گذر سکتا ہے کہ اوسمین ضرور دعوی ہبۂ فدک کے ثبوت مین کوئی صحیح روایت درج ہوگی
مگر افسوس ہے کہ یہ توقع بھی متوقعین کی اوسکے دیکھنے سے مبدل بہ یاس ہوتی ہے جناب
ممدوح نے سوائے اعادہ اون تاریخی اخبار کے جو اونکے متقدمین اور والد ماجد نے
لکھے ہین یا حوالہ دینے بعض اوسی قسم کی روایتون اور اقوال کے کوئی ایک خبر یا ایک روایت
بھی باسناد صحیح ایسی پیش نہین فرمائی جس سے اس دعوی کا ثبوت ہوتا۔ اور جسکی وجہ سے
یہ کتاب بقول اونکے ہم مشربون کے لاجواب سمجھی جاتی۔ بہرحال جناب ممدوح نے طعن الرماح
مین جن اقوال اور روایات کو اپنے متقدمین کی کتابون سے نقل کیا ہے اور جو تازہ اقوال خود
پیش کیے ہین اونمین سے ایک روایت تو نمیر بن حسان کی ہے جس مین حضرت زید سے
فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہین۔ کہ ابن حجر در باب ثانی صواعق محرقہ
وسید سمہودی در جواہر العقدین از حافظ ابن شبہ روایت کردہ واللفظ للاخیر عن النمیر بن حسان
قال قلت لزید بن علی وانا ارید ان اہجن ابا بکر الخ۔ اور بعد لکھنے اون الفاظ کے جو عماد الاسلام
مین مذکور ہین آپ فرماتے ہین کہ این روایت صریح ست درین کہ جناب سیدہ نزد ابی بکر آمدہ
دعوی ہبہ فرمودہ واو گواہ و شاہد طلب نمود و جناب باب مدینۃ العلم و نفس رسول و ام ایمن کہ
بنا بر حدیث متفق علیہ نبوی مبشر بہ بہشت بود و ابوبکر نیز بآن اقرار نمود ادای شہادت کردند پس او
قبول نکرد و گفت از گواہی یک مرد و یک زن ثبوت حق نمی شود۔ انتہی۔

دوسری روایت ابوبکر جوہری کی جناب مجتہد صاحب نے شرح نہج البلاغت
ابن ابی الحدید سے نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ و ایضا ابوبکر جوہری کہ کینت شریفش شاہد
عدل نصب و تسنن اوست روایت کردہ قالت فاطمۃ ان ام ایمن تشہد ان رسول اللہ
اعطانی فدک فقال لہا یا ابنت رسول اللہ واللہ ما خلق اللہ خلقا احب الی من
رسول اللہ ابیک ولوددت ان السماء تقع علی الارض یوم مات ابوک الی ان قال زہد المال

لم يكن للنبي انما كان مال من اموال المسلمين يحمل به الرجال وينفقه في سبيل الله فلما توفي رسول الله وليته كما كان يليه قالت والله لا كلمتك ابدا قال لا اهجرتك ابدا قالت والله لادعون الله عليك قال والله لادعون الله لك فلما حضرتها الوفاة اوصت ان لا يصلي عليها فدفنت ليلا انتهى على ما نقله ابن ابي الحديد يعني ابوبكر جوہری نے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہین کہ رسول اللہ نے مجھے فدک دیا تھا۔ تو ابوبکر نے اونسے کہا کہ ای بنت رسول اللہ مین قسم کھا کر کہتا ہون کہ اللہ کی کوئی مخلوق میرے نزدیک تمھارے باپ رسول اللہ سے زیادہ محبوب نہین۔ اور مین بہت چاہتا رہا کہ جس روز تمھارے باپ نے انتقال فرمایا کہ آسمان زمین پر گر پڑے یہان تک کہ ابوبکر نے کہا کہ یہ مال خاص پیغمبر کا نہ تھا بلکہ مسلمانون کا ہے۔ آپ اس مال سے لوگون کو جہاد کا سامان دیتے اور راہ خدا مین صرف فرماتے۔ اب رسول اللہ نے وفات فرمائی تو مین بھی اسمین اوسی طرح کرونگا جسطرح آپ کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی مین تمسے کبھی بات نکرونگی۔ ابوبکر نے کہا کہ مین کبھی تمکو نہ چھوڑونگا۔ فاطمہؑ نے کہا کہ مین اللہ سے تمھارے لیے بد دعا کرونگی ابوبکر نے کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ مین تمھارے لیے دعا کرونگا۔ جب حضرت فاطمہؑ کی وفات قریب پہونچی تو اونھون نے وصیت فرمائی کہ ابوبکر اونکی نماز نہ پڑھین اسلیے وہ شب مین دفن کردی گئین انتہی۔

تیسرے مجتہد صاحب نے عمر بن عبدالعزیز کے رد فدک کا ذکر ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی کتاب معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے کیا ہے اور اسمین اونھین باتون کو نقل فرمایا ہے جنکو اونکے والد ماجد نے عماد الاسلام مین اور قاضی نور اللہ شستری نے بیان فرمایا ہے

چوتھے خلیفہ مامون کی مجلس قائم کرنے اور فدک واپس دینے کی روایت جو طرائف مین منقول ہے اور طرائف سے عماد الاسلام مین نقل کی گئی پھر نقل در نقل کی ہے صرف یہ

تصرف کیا ہے کہ بجاے عربی عبارت کے اوسکا ترجمہ فارسی مین کر دیا ہے۔

پانچوین وہ روایت معارج النبوت کی جناب مجتہد صاحب نے نقل کی ہے جو عماد الاسلام مین بیان کی گئی ہے جسمین ذکر ہے کہ پیغمبر خدا نے فدک کی سند حضرت فاطمہؑ کو لکھدی تھی اور یہ وہی وثیقہ تھا کہ بعد وفات آنحضرتؐ کے حضرت فاطمہؑ نے ابو بکرؓ کے سامنے پیش کیا اور اوسے یون لکھا ہے کہ وایضا در روضۃ الصفا وہم در کتاب معارج النبوت کہ مشہور بسیر ملا معین ہروی است از مقصد ثانی نقل کردہ کہ بعضی می گویند الخ (باقی عبارت وہی ہے جو عماد الاسلام سے آیہ وآت ذالقربی حقہ کی بحث مین ہم پہلے نقل کر چکے)۔

چھٹے ملل ونحل شہرستانی کا بھی حوالہ ہے کہ شہرستانی در ملل ونحل گفتہ الخلاف الثالث فی امر فدك والتوارث عن النبی ودعوی فاطمۃ علی نبینا وعلیہا السلام وراثۃ تارۃ وتملیکا اخری حتی دفعت عن ذلك بالروایۃ المشهورۃ عن النبی نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کہ تیسرا اختلاف امر فدک مین ہے اور پیغمبر خدا کی وراثت مین اور فاطمہؑ کے دعوی کی نسبت کہ کبھی وراثتا کیا اور کبھی ملکیت کا اور اوس سے وہ محروم کی گئین اس حدیث کی بنا پر کہ پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ پیغمبرون کے ہین ہمارا کوئی وارث نہین ہوتا جو ہم چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہے۔

ساتوین مواقف اور شرح مواقف کا اس دعوی کی تائید مین حوالہ دیا ہے اور جو کچھ عماد الاسلام مین لکھا تھا اوسے نقل کر دیا ہے۔

آٹھوین امام رازی کی نہایۃ العقول کی سند پیش کی ہے اور عماد الاسلام سے جو کہ نہایۃ العقول کے جواب مین لکھی گئی ہے عبارت نقل کی ہے۔ وہو ہذہ۔ الفائدۃ الرابعۃ فیما یتعلق بنحلۃ النبی قال الرازی مجیبا عما ذکرہ من قبل الامامیۃ ثانیا منعہا فدکا بانہ لو وجب علیہ تصدیقہا فی ہذہ الدعوی لکان ذلك اما لما یذکرونہ من وجوب عصمتہا وقد سبق الکلام علیہ او للبینۃ لکن البینۃ الشرعیۃ ما کانت حاصلۃ

لا یقال فیلزم ان تکون طالبۃ عن ذلک من غیر بینۃ وذلک لا یلیق بھا لانا نقول لعلھا کانت تذھب الی ان الحکم بالشاھد الواحد والیمین جائز کما ذھب الیہ بعضھم وان ابا بکر ما کان یذھب الی ذلک اس کا مطلب یہ ہے کہ چوتھا فائدہ آنحضرت صلعم کے ہبہ کرنے کے بیان مین ہے - امام رازی جواب مین اوس سوال کے جو امامیہ کی طرف سے بیان کیا تھا کہتے ہین کہ دوسری یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو فدک سے روکا گیا اور یہ اسطرح ہے کہ اگر حضرت فاطمہؓ کی اس دعوی مین تصدیق ابو بکرؓ پر واجب ہوتی تو یا اس خیال سے جیساکہ شیعہ کہتے ہین کہ آپ معصومہ تھین اور عصمت کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے یا اس خیال سے کہ شہادت گذری لیکن شرعی شہادت حاصل نہین ہوئی - اور یہ نہین کہا جاسکتا کہ آپ بغیر شاہد کے طلب کرتی تھین کیونکہ یہ آپ کی شان کے مناسب نہین ہے اسلیے کہ شاید آپ کی رائے یہ ہو کہ ایک گواہ اور قسم پر حکم دینا کافی ہے جیساکہ بعضون کی رائے ہے اور ابو بکرؓ کی یہ رائے نہ تھی -

تشئید المطاعن مین جناب مولانا سید محمد قلی صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ کے جواب مین پچیس کتابون سے اس سند کے پیش کرنے کا دعوی کیا ہے - چنانچہ وہ فرماتے ہین کہ اما انچہ گفتہ جواب ازین طعن آنکہ دعوی ہبہ از حضرت زہرا و شہادت دادن حضرت علی و ام ایمن یا حسنین علی اختلاف الروایات در کتب اہل سنت اصلا موجود نیست محض از مفتریات شیعہ است در مقام الزام اہل سنت آوردن وجواب آن طلبیدن کمال سفاہت ست - پس مردود است باینکہ انکار وجود این دعوی و شہادت در کتب اہل سنت ناشی از کمال عناد و عصبیت ست زیرا کہ این دعوی در کتب کثیرہ از کتب معتمدہ واسفار معتبرۂ ایشان مذکور ست مثل التصانیف عمر بن شبہ - و مجد مورخ - و ابو بکر جوہری - و مغنی قاضی القضاۃ - و ملل و نحل شہرستانی - و کتاب الموافقۃ ابن سمان - و معجم البلدان یاقوت حموی - و محلی ابن حزم و نہایۃ العقول - و تفسیر مسمی بمفاتیح الغیب - و ریاض النضرہ - و کتاب الاکتفا - و فصل الخطاب - و مواقف - و شرح مواقف

وجواہر العقدین - ووفاء الوفا - وخلاصۃ الوفا - ہر سہ از سید سمہودی - وحاشیہ صلاح الدین رومی بر شرح عقائد نسفی از تفتازانی - وصواعق محرقہ - وبراہین قاطعہ - ومقصد اقصی - ومعارج النبوت وحبیب السیر - وروضۃ الصفا - ودر بسیاری ازین کتب وقوع این شہادت ہم برین دعوی مذکورست - یہ لکھکر پھر اپنے دعوی کے ثبوت مین ہر ایک کتاب کی عبارت لکھی ہے -

اگرچہ صاحب تشئید المطاعن نے پچیس کتابون کے نام لکھدیے مگر حقیقت مین انمین سے کسی ایک کتاب مین بھی ایک روایت ایسی نہین ہے جو صحیح ہو اور سلسلۂ اسناد بیان کی گئی ہو - اس مین اکثر کتابین تو وہی ہین جنکا ذکر عماد الاسلام اور طعن الرماح مین ہے - اور وہی عبارتین ہین جو انمین نقل کی گئی ہین اور بعض کتابین جنکا ذکر انمین نہین ہے انمین نہ کسی روایت کا بیان ہے نہ سوائے نام گنانے کے اوس سے کچھ حاصل ہے - چنانچہ عمر بن شبہ مین سے خود اونکی کسی تصنیف کا نام نہین لکھا نہ اوسمین سے کوئی عبارت نقل کی ہے بلکہ جواہر العقدین مین جو روایت حافظ عمر بن شبہ سے منقول ہے اوسی کو آپ نے لکھا ہے - اور سید نور الدین سمہودی کی کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفی سے اوسے نقل کیا ہے - جیسا کہ تشئید المطاعن صفحہ ۲۳۰ اور ۲۳۱ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے - اور یہ وہ روایت ہے جسمین حضرت زید شہید سے فدک کے متعلق سوال کرنے کا ذکر ہے - شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید مین ابو بکر جوہری سے بھی وہی روایت زید بن علی کی منقول ہے - اور مجد مورخ کی تصانیف کا جو ذکر ہے اوسکی کیفیت یہ ہے کہ اونکی کسی خاص کتاب کا نہ آپ نے نام لکھا ہے نہ اوس سے عبارت نقل کی ہے بلکہ کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفی مین جو سید نور الدین سمہودی کی تصنیف ہے اوس سے یہ نقل کیا ہے ذکر المجد فی ترجمۃ فدك ما يقتضی ان الذی دفعه عمر الی علی وعباس ووقعت الخصومة فيه هو فدك فانه قال فيها وهی التی كانت فاطمة ادعت ان رسول الله اعطاها فقال ابو بكر اريد بذلك شهود افشهد لها علی فطلب لها شاهد الاخر فشهدت لها ام ايمن فقال علمت يا بضعة

رسول اللہ انہ لا یجوز الا بشہادۃ رجل وامرأتین فانصرفت ثم ادی اجتہاد عمر الی ردہا الماولی وفتحت الفتوح وکان علی یقول ان النبی جعلہا فی حیاتہ لفاطمۃ وکان العباس یابی ذالک فکانا یختصمان الی عمر فیابی ان یحکم بینہما ویقول انتما اعرف بشانکما یعنی مجد نے ترجمۂ فدک مین بیان کیا ہے کہ مراد فدک سے وہی ہے جسکو حضرت عمرؓ نے حضرات علیؓ و عباسؓ کو دیا تھا اور جسمین ان دونو کا جھگڑا ہوا تھا اسلیے کہ مجد نے فدک کا حال یہ بیان کیا ہے کہ فدک وہ ہے جسکا دعوی فاطمہؓ نے کیا تھا کہ رسول اللہ نے انکو دیا تھا اور ابو بکر نے کہا تھا کہ میرے سامنے اسکے گواہ پیش کرو۔ اول حضرت علیؓ نے گواہی دی۔ پھر ابو بکر صدیقؓ نے دوسرا گواہ طلب کیا تو ام ایمن نے گواہی دی۔ ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ ای جگر پارۂ رسول تم جانتی ہو کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے حق ثابت نہین ہوتا اوسکے لیے ایک مرد اور دو عورتین ہونا چاہیین حضرت فاطمہؓ یہ سنکر چلی گئین۔ جب حضرت عمر کا زمانہ آیا اور فتوحات بہت ہونے لگے تو انکی راے اسکے لوٹا دینے کے لیے قرار پائی۔ حضرت علی تو یہ کہتے تھے کہ پیغمبر خدا صلعم نے اسکو اپنی حیات مین فاطمہؓ کو دیدیا تھا اور حضرت عباس اس سے انکار کرتے تھے۔ پھر ان دونو حضرات نے اس جھگڑے کو حضرت عمر کے سامنے پیش کیا تو اونھون نے اونمین کچھ حکم کرنے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ تم دونو اپنے معاملات آپ ہی خوب جانتے ہو۔ اور کتاب الموافقہ ابن السمان کا اگرچہ نام لکھا ہے مگر اوسکی عبارت خواجہ محمد پارسا کی فصل الخطاب سے نقل کی ہے اور وہ یہ ہے وقال ای ابن السمان فی کتاب الموافقۃ فی ذکر فاطمۃ وابی بکر جاءت فاطمۃ الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ وہبہا لی فقال صدقت یا بنت رسول اللہ ولکنی رایت رسول اللہ یقسمہا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منہا قوتکم فما تصنعین بہا قالت افعل فیہا کما کان یفعل فیہا ابی رسول اللہ یعنی ابن سمان کتاب الموافقہ مین جہان ذکر فاطمہ

اور ابوبکر کا کیا ہے یہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکر صدیقؓ کے پاس آکر یہ کہا کہ مجھکو فدک دیدو کہ وہ مجھے رسول اللہ نے ہبہ کر دیا تھا۔ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ ای دختر رسول تم سچ کہتی ہو لیکن مین نے رسول اللہ کو اس مین سے تقسیم کرتے ہوے اور فقرا اور مساکین اور مسافر کو دیتے ہوے دیکھا ہے اور پہلے اس مین سے تمھاری قوت تمکو دیدیا کرتے تھے تو تم اسکو کیا کروگی فاطمہؓ نے کہا کہ مین بھی اسمین وہی کرونگی جو میرے باپ رسول اللہ کیا کرتے تھے۔

اور حاشیہ صلاح الدین رومی سے جو شرح عقائد پر ہے یہ عبارت نقل کی ہے ومن منع الارث وفدك بالنحلة وقع بين فاطمة وابي بكر بغض وتشاجر ولم تتكلم مع مدة حياتها اور تفسیر کبیر سے یہ پیش کیا ہے کہ امام فخر الدین رازی لکھتے ہین فلما مات صلعم ادعت فاطمة انه صلعم كان نحلها فدك فقال ابوبكر انت اعز الناس على فقرا واحبهم الى غنى لكني لا اعرف صحة قولك ولا يجوز ان احكم بذلك فشهد لها ام ايمن ومولى رسول الله فطلب منها ابوبكر الشاهد الذي يجوز قبول شهادته في الشرع فلم يكن فاجرى ابوبكر ذلك على ما كان يجريه رسول الله صلعم وينفق منه على من كان ينفق عليه رسول الله ويجعل ما يبقى في السلاح والكراع یعنی جب آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو فاطمہؓ نے یہ دعوی کیا کہ آپ نے فدک مجھے دیدیا تھا ابوبکرؓ نے کہا کہ فقر و مسکنت کو تمھارے لیے سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہون اور غنی و تونگری کو تمھارے لیے سب سے زیادہ چاہتا ہون لیکن آپ کے قول کی صحت کو مین نہین جانتا اور نہ مجھے یہ جائز ہے کہ مین اس طرح پر کوئی حکم دے سکون پھر ام ایمن اور ایک غلام رسول اللہؐ نے فاطمہؓ کے دعوی کی گواہی دی تو ابوبکر صدیقؓ نے اونسے اور گواہ طلب کیا جسکی شہادت شرع مین قبول ہو سکے تو اور گواہ نملا۔ تو اونھون نے فدک کے باب مین وہی حکم جاری رکھا جو رسول اللہؐ اوس مین رکھا کرتے تھے اور اونھین لوگون پر خرچ کرتے جنپر رسول اللہ

خرچ کیا کرتے تھے اور جو کچھ بچتا اوسکو سلاح وہتیار وغیرہ مین خرچ کرتے۔

اور ابراہیم بن عبد اللہ یمنی شافعی کی کتاب الاکتفا سے وہی روایت زید بن علی کی نقل کی ہے جو ابن شبہ سے دوسری کتابون مین نقل کی گئی ہے۔

اور ابن حزم اندلسی کی کتاب محلی سے یہ روایت نقل کی ہے روے ان علی بن ابی طالب شھد لفاطمۃ عند ابی بکر الصدیق ومعہ ام ایمن فقال ابوبکر لو شھد معک رجل او امرأۃ اخری لقضیت بھا بذلک اور ریاض النضرہ سے محب طبری کی یہ روایت نقل کی ہے وعن عبد اللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم عن ابیہ قال جاءت فاطمۃ الی ابی بکر فقالت اعطنی فدک فان رسول اللہ وھبھا لی قال صدقت یا بنت رسول اللہ ولکنی رایت رسول اللہ یقسمھا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یعطیکم منھا قوتکم فما تصنعین بھا الخ اور اسکے بعد اسی کتاب سے زید بن علی کا وہ قول نقل کیا ہے جسکا اوپر ذکر ہوچکا - اور طبقات کبری سے بھی ایک روایت نقل کی ہے اور وہ یہ ہے اخبرنا محمد بن عمر ثنا ھشام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابیہ قالت (فاطمۃ) جاءتنی ام ایمن فاخبرتنی انہ اعطانی فدک کا کہ حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ ام ایمن میرے پاس آئین اور انھون نے کہا کہ آنحضرت نے مجھے فدک عطا کیا ہے۔

ان کتابون کے سوا لمعۃ البیضا اور بحر الجواہر اور ناسخ التواریخ اور کفایۃ الموحدین مین کوئی اور روایت منقول نہین ہے جسکو ہم بیان کرین حالانکہ ان کتابون مین فدک کی بحث نہایت تفصیل سے لکھی ہے۔

الحاصل جو روایتین اور اقوال ہمنے اوپر بیان کئے اور جن کے سوا ہمنے کوئی اور قول اس دعوی کے ثبوت مین نہین پایا اگر تجزیہ کی جائین تو وہ تین قسم کی معلوم ہوتی ہین

ایک وہ جن مین راویون کے نام جیسا کہ روایت اور خبر کا قاعدہ ہے منقول ہین دوسرے وہ کہ جن مین تاریخی واقعات کے طور پر جیسا کہ مورخین کا قاعدہ ہے بلاسند اس دعوی کا ذکر ہے تیسرے وہ کہ ضمناً کسی اعتراض کے جواب مین یا کسی بیان کے ذیل مین اس دعوی کا ذکر کیا گیا ہے - مگر جیسا کہ ہم چوتھے مقدمہ مین اس کتاب کے بیان کر چکے ہین ایسے معاملات کی شہادت مین وہی روایت پیش کیجا سکتی ہے جو بقاعدہ احادیث اور اخبار کے بیان کی گئی ہو اور جسکی صحت بعد تنقیح اور رعایت اون اصول کے جو اخبار کی صحت کے لیے فریقین مین قرار دیے گئے ہین پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہو - مگر وہ اقوال اور قصے جو بغیر سند کسی روایت کے تاریخ کی کتابون یا دوسری تصنیفات مین لکھے گئے ہون جنکا نہ ماخذ معلوم ہو نہ جسکی سند بیان کی گئی ہو اس قابل نہین ہوتے کہ ایسے مباحث مین اون پر کچھ بھی توجہ کیجاے گو وہ کتابین کیسے ہی مشہور اور نامور شخص کی تصنیفات سے ہون - اسلیے کہ جو واقعہ تیرہ سو برس پہلے گذرا ہو اوسکی صحت قیاس سے تو ہو نہین سکتی نہ کسی کا مجرد قول اوسپر یقین کرنیکے لیے کافی ہے - وہ تو از قسم اخبار ہے اور خبر مین جھوٹ اور سچ دونو کا احتمال ہوتا ہے - اسلیے اوسکے سچ ثابت کرنیکے لیے ضرور ہے کہ اوسکے بیان کرنیوالونکا سلسلہ موجود ہو یعنی اوس روایت کو اسطرح پر ایک راوی نے دوسرے شخص سے سنا ہے سلسلہ وار بیان کرے اور وہ سلسلہ اوس حد تک پہونچ جاے جسپر وہ سلسلہ ختم ہوتا ہے اور جس سے رویت یا سماعت اپنی بیان کی ہو اور پھر یہ بھی شرط ہے کہ اور راوی بھی ایسے ہون جنپر بھروسہ ہو اور جنکی سچائی اور دیانت داری پر اطمینان - اگر ایسا سلسلہ موجود بھی ہو مگر راوی ایسے ہون کہ جنکے حالات سے کچھ اچھی طرح آگاہی نہو یا ایسے ہون کہ جو مسائل مذہبی مین مختلف تھے اور جنپر یہ شبہہ ہو کہ اپنے مذہب کی حمایت مین اونھون نے کوئی روایت پیش کردی ہوگی یا ایسے راوی ہون جنکی طبیعت تنگی اور وہمی تھی یا حافظہ کے ضعیف یا مجہول تو اونکی روایتین پایۂ اعتبار سے ساقط ہین - اور اگر اونین کوئی راوی ایسا ہو جو جھوٹا یا حدیثون کا بنانے والا بیان کیا گیا ہو تو اوسکی روایت تو جھوٹی ہی سمجھی جائیگی -

اور جس خبر مین رواۃ کا سلسلہ متصل نہو بلکہ منقطع ہو تو وہ روایت شہادت سے خارج کرنے کے لائق ہے۔ اور ہم دیکھتے ہین کہ مشہور اور نامور علماے امامیہ نے جو روایتین اور اقوال دعوی ہبہ کے ثبوت مین پیش کئے ہین اور جن سے اپنی تصنیفات کا حجم بڑھایا ہے اونمین ایک روایت بھی قسم اول کی نہین ہے۔ اور اسلیے ایک بھی اونمین سے ایسے نئے دعوی کی شہادت مین نہ پیش کرنے کے لائق ہے اور نہ سماعت اور قبول کے قابل

اب ہم اون روایتون اور اقوال سے جو اوپر بیان کیے گئے بحث کرتے ہین

اون روایات اور اقوال مین سے وہ روایتین جن مین کچھ بھی راویون کے نام بیان کیے گئے ہین اور جنکو ہمنے قسم اول مین داخل کیا ہے چھ ہین۔

ایک[۱] وہ روایت ہے جو شافی مین بیان کی گئی ہے اور جسکو ابراہیم بن محمد ثقفی نے ابراہیم بن میمون سے اور اونھون نے عیسی بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے اور اونھون نے اپنے باپ سے اور اونھون نے اپنے دادا سے اور اونھون نے اپنے پردادا سے نقل کی ہے جس مین یہ بیان ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے ہبہ کا دعوی کیا اور ابوبکر صدیقؓ نے اونھین سند بھی لکھدی مگر عمر فاروقؓ نے اوسے چاک کر دیا۔

دوسری[۲]۔ جو شافی مین عمر بن عبدالعزیز کے رد فدک کے متعلق بیان کی ہے جسکو محمد بن زکریا غلابی نے اپنے شیوخ سے اور اونھون نے ابو المقدام ہشام بن زیاد سے روایت کیا ہے۔

تیسری[۳]۔ وہ روایت ہے جو طرائف مین واقدی اور بشر بن غیاث اور بشر بن ولید سے بیان کی گئی ہے جس مین خلیفہ مامون کے مجلس قائم کرنے اور فدک آل فاطمہ پر رد کرنیکا بیان ہے۔

چوتھی[۴]۔ وہ روایت جو جواہر العقدین سید سمہودی اور صواعق محرقہ کے باب دوم اور

۴ دیکھو صفحہ ۱۱۵۔ ۱۱۶ ۵ دیکھو صفحہ ۱۱۶۔ ۱۱۷ سطر ۱۲ ۶ دیکھو صفحہ ۱۱۸ سطر ۱۲

کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفٰے اور کتاب خلاصۃ الوفا اور کتاب ریاض النضرہ محب طبری اور شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید سے بیان کی گئی ہے اور جسکو حافظ ابن شبہ نے روایت کیا ہے اور جسمین زید بن علی سے فدک کے متعلق سوال کرنے اور اونکے جواب دینے کا ذکر ہے۔

پانچوین۔ روایت ریاض النضرہ کی ہے جو عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اور جسکو صاحب تشئید المطاعن نے نقل کیا ہے جسمین یہ بیان ہے کہ حضرت سیدہؑ نے ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ پیغمبر خدا نے اون کو فدک عطا کیا تھا۔

چھٹی۔ وہ روایت ہے جو تشئید المطاعن مین طبقات کبریٰ سے نقل کی ہے اور جسکو محمد بن عمر نے ہشام بن سعد سے اور اونھون نے زید بن اسلم سے اور اونھون نے اپنے باپ سے بیان کی ہے۔ اور جس مین یہ بیان ہے کہ جناب سیدہؑ مع امیر المومنینؑ کے ابوبکرؓ کے پاس آئین اور اول اپنے میراث کا اور آخر مین ہبہ کا دعوی کیا اور فرمایا کہ ام ایمن نے مجھسے کہا تھا کہ رسولؐ خدا نے فدک مجھے عطا فرمایا ہے۔

یہ چھ روایتین ہین جو بعد حذف تکرار اور نقل در نقل کے شیعون کی کتابونمین بیان کی گئی ہین اور جنمین مسلسل یا منقطع سلسلہ راویون کا بیان کیا گیا ہے۔ اب ہم ہر ایک روایت کی حقیقت کہ وہ کہان تک اعتبار کے لائق ہے بیان کرتے اور اس بات کو دکھاتے ہین کہ انمین سے ایک روایت بھی ایسی نہین ہے جو ذرا بھی توجہ کے لائق ہو یا جسکے جھوٹ ہونے مین کچھ بھی شبہ ہو۔

پہلی روایت کی نسبت اول تو یہی معلوم نہین کہ شافی مین کس کتاب سے نقل کیا ہے اور یہ روایت سنیون کی ہے یا شیعون کی۔ لیکن اگر فرض کیا جاے کہ یہ سنیون کی کسی کتاب سے لی گئی ہے تب بھی بلحاظ راویون کے اعتبار کے لائق نہین ہے بلکہ شیعون کی روایت ہے۔ اسلیے کہ **ابراہیم بن محمد ثقفی** مجہولین سے ہین اور اونکی کوئی حدیث صحیح نہین ہے میزان الاعتدال مین اونکی نسبت لکھا ہے ابراھیم بن محمد الثقفی قال ابن ابی حاتم ھو مجھول وقال البخاری لم یصح حدیثہ

لہ دیکھو صفحہ ۱۲۱ سطر ۱۰ - کتاب ہذا سطر ۱۰ ؎ دیکھو صفحہ ۱۴۱ سطر ۱۰

اور انھون نے ابراہیم بن میمون سے روایت کی ہے۔ اور ابراہیم بن میمون کا حال ہم ذکر ہبۂ فدک اور شان نزول آیہ وآت ذا القربی حقہ مین جہان کنز العمال کی روایت سے جو عماد الاسلام مین ہے بحث کی ہے لکھ چکے ہین کہ وہ اجلاے شیعہ سے ہین اور منتہی المقال فی اسماء الرجال مین جو معتبر کتاب شیعون کی ہے اونکی نسبت لکھا ہے کہ وہ امام جعفر صادق ؑ کے معتمد علیہ تھے اور سب متفق ہین کہ وہ قابل اعتماد ہین۔

اور ابراہیم بن میمون نے عیسی بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے روایت کی ہے عیسی بن عبداللہ کی نسبت میزان الاعتدال مین ہے قال الدار قطنی متروك الحديث وقال ابن حبان يروي عن اٰبائه اشياء موضوعة کہ دار قطنی کہتے ہین کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اور ابن حبان کہتے ہین کہ وہ اپنے باپ دادا سے احادیث موضوع روایت کرتا ہے۔ پس کیا اسمین شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ روایت شیعون کی نہین ہے یا کوئی بھی اسے روایت سنیون کی کہہ سکتا ہے۔ جسکے راوی باقرار علماے امامیہ اجلاے شیعہ سے ہون اور جنکی نسبت اونکی اسماء الرجال کی کتاب مین لکھا ہو وهو معتمد عليه وفاق الجمع دوسری روایت جوشافی مین منقول ہے اوسکے اول راوی محمد بن زکریا غلابی ہین اور یہ ضعیف اور حدیث کے وضع کرنے والون مین سے ہین جیسا کہ میزان الاعتدال مین اونکی نسبت لکھا ہے وهو ضعيف وقال الدار قطني يضع الحديث۔

اور انھون نے ابو المقدام ہشام بن زیاد سے روایت کی ہے۔ جنکی نسبت میزان الاعتدال مین لکھا ہے هشام بن زياد ابو المقدام البصري ضعفه احمد وغيره قال النسائي متروك وقال ابن حبان يروي الموضوعات عن الثقات وقال ابو داود كان غير ثقة وقال البخاري يتكلمون فيه کہ امام احمد وغیرہ نے انکو ضعیفون مین لکھا ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہین۔ اور ابن حبان کہتے ہین کہ یہ موضوع حدیثین ثقات کے نام سے روایت کرتے ہین اور ابو داود کہتے ہین کہ یہ ثقہ

نہین ہین۔ اور بخاری نے کہا کہ لوگ انکی نسبت کلام کرتے ہین۔ انتہی۔ جب ایسے ضعیف اور
متروک الحدیث بلکہ حدیث بنا کے ثقات کی طرف منسوب کرنے والے راوی ہون
تو اوس حدیث کے جھوٹ اور غیر صحیح ہونے کی بالفرض اگر کوئی تصریح نکرے تاہم اوسکی صحت
کیونکر مانی جاسکتی ہے اور اونکی خبر کسطرح شہادت مین پیش ہوسکتی ہے۔ اور اگر یہ روایت ثابت
بھی ہوتی اور صحیح بھی تب بھی اس مین کوئی ایسی بات نہین ہے جس سے یہ معلوم ہوتا کہ حضرت
فاطمہؑ نے ہبۂ فدک کا دعوی کیا تھا البتہ یہ ضمناً نکلتا ہے کہ جو کچھ شیخین رضؓ نے کیا وہ ٹھیک نہ تھا۔
اور اسی وجہ سے صاحب شافی نے اس روایت کو کچھ بہت قوی دلیلون مین سے ثبوت
مین دعوی ہبۂ فدک کے خیال نہین کیا۔ اسلیئے کہ قاضی عبد الجبار نے مغنی مین لکھا تھا کہ عمر
بن عبد العزیز کا فعل یعنی فدک آل فاطمہؑ پر رد کرنا ہبۂ فدک کے دعوی کو ثابت نہین کرتا اسلیے
کہ اوسکے فعل سے یہ بات نہین ثابت ہوتی کہ عمر بن عبد العزیز نے اوسے علی سبیل النحل یعنی ہبہ کے
طور پر رد کیا ہو بلکہ اونھون نے وہی عمل کیا جو عمر بن خطاب رضؓ نے کیا تھا کہ حضرت امیر المومنینؑ کے
ہاتھ مین دیدیا تھا تاکہ وہ اوسکے غلے کو اوسی موقع پر صرف کرین جہان پیغمبر خدا صلعم صرف فرمایا کرتے
تھے چنانچہ ایسا ہی ایک مدت تک جناب امیر المومنینؑ نے کیا پھر حضرت عمر رضؓ نے اپنی خلافت کے
اخیر سال مین واپس لے لیا۔ اسی طرح سے عمر بن عبد العزیز نے بھی کیا اور اگر ثابت بھی ہو
کہ عمر بن عبد العزیز نے خلاف سلف کے کیا تو اونکا فعل قابل سند نہوگا۔ اسکے جواب مین جناب
علم الہدی شافی مین لکھتے ہین کہ اول تو ہم عمر بن عبد العزیز کے فعل پر کسی طرح سے بھی حجت
نہین کرتے کیونکہ اونکا فعل کچھ حجت نہین ہے۔ اور اگر ہم اس قسم کی باتون سے احتجاج کرین
اور اسی طرح کی حجتین اور دلیلین لاوین تو ہم مامون کے فعل کو بھی پیش کرسکتے ہین کیونکہ
خلیفہ مامون نے بھی ایک مجلس قائم کرکے اور مباحثہ کراکے فدک کو واپس کیا تھا۔ سوا
اسکے صاحب مغنی عمر بن عبد العزیز کے اوس فعل کا انکار کرتے ہین جو کہ اہل نقل مین بلا اختلاف
معروف و مشہور ہے فقط۔ اور اسپر اونھون نے روایت محمد بن زکریا غلابی کی پیش کی ہے۔

جس سے ہم بحث کر رہے ہین۔
اسی قصے کو عمر بن عبد العزیز کے ابو ہلال عسکری کی کتاب اخبار الاوائل اور یاقوت حموی کی معجم البلدان اور ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغت سے طعن الرماح اور تشئید المطاعن مین بھی نقل کیا ہے اور اون تمام روایتون کا ماحصل بھی صرف یہ ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے فدک آل فاطمہ کو رد کر دیا اوس سے کہین یہ نہین ثابت ہوتا کہ فدک کے ہبہ کا دعوی حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے کیا تھا اسیلیے یہ جتنی روایتین پیش کی گئی ہین وہ کچھ بھی مفید مطلب کے نہین ہین بلکہ برخلاف اسکے جیسا کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب نے مشکوۃ سے بروایت ابو داؤد لکھا ہے عمر بن عبد العزیز کا آل مروان کو جمع کر کے یہ کہنا ثابت ہوتا ہے کہ جس امر سے رسول اللہ نے فاطمہؑ کو منع کیا تھا مین کب اوسکا مستحق ہو سکتا ہون اسیلیے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین اوسکو اوسی حال پر لوٹاتا ہون جس حال پر کہ وہ رسول اللہ اور ابو بکر و عمرؓ کے زمانے مین تھا چنانچہ اصل روایت متعلق اسکے تحفہ مین منقول ہے من شاء فلیرجع الیہ۔
تیسری روایت جو طرائف مین واقدی اور بشر بن غیاث اور بشر بن الولید سے نقل کی گئی ہے اور جس مین خلیفہ مامون کے مجلس قائم کرنے اور فدک کے مقدمہ مین بحث کرنے اور آخر کار ایک رسالہ لکھکر موسم حج مین شائع کرنیکا ذکر ہے وہ بھی سراپا جھوٹ اور شیعونکی بنائی ہوئی ہے۔ اسیلیے کہ اسکے راوی واقدی اور بشر بن غیاث ہین جنمین سے ہر ایک کا حال ہم اوپر آیہ وآت ذا القربی حقہ کی بحث مین لکھ چکے ہین کہ واقدی کذابین اور وضاعین حدیث مین سے ہین۔ اور بشر بن غیاث زنادقہ مین سے۔ اور اسی روایت کو عماد الاسلام مین مولانا دلدار علی صاحب نے طرائف سے نقل کیا ہے اور مجتہد سید محمد صاحب نے طعن الرماح مین اوسکا ترجمہ لکھا ہے اور ان دونو مجتہدون سے افسوس ہے کہ ایسے کاذبین اور وضاعین حدیث اور زندیقین کی روایتین پیش کر کے اپنے دعوی کو ثابت کرنا چاہتے ہین اور اونکی روایتون کو اہل سنت کے اخبار صحاح مین سے بیان کرتے ہین۔ اور اسکا سبب صرف یہ ہے کہ کوئی روایت صحیح تو دعوی ہبہ کے

متعلق ہے نہین اسلیے اس قسم کی جھوٹی اور بنائی ہوئی باتون کو جو جھوٹون اور حدیث کے بنانیوالون
اور زندیقون نے اسلام مین رخنہ ڈالنے کے لیے مشہور کر رکھی تھین طرح طرح سے پیش کرتے ہین
کبھی کچھ سند کا حوالہ دیکر کبھی کسی کتاب کا نام لیکر کبھی کسی تاریخ سے نقل فرما کر۔ مگر اونکا جھوٹ
کسی طرح چھپ نہین سکتا اور جس رنگ مین وہ اوسے دکھائین اصلی جلوہ نظر آجاتا ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش کہ من آن جلوۂ قدمی شناسم

چوتھی روایت وہ ہے جو جواہر العقدین سید سمہودی وغیرہ سے نقل کی گئی ہے اور جس کو
حافظ عمر بن شبہ نے نمیر بن حسان سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت پوری عماد الاسلام سے ہم
اوپر نقل کر چکے ہین۔ اسمین دو راویون کے نام لکھے ہین ایک عمر بن شبہ دوسرے نمیر بن حسان
باقی راویون کے نام مذکور نہین ہین۔ دیگر راویون کے نام یا سید سمہودی نے چھوڑ دیے ہون یا
حضرات مجتہدین نے نقل کرنے مین تخفیف فرمائی ہو۔ مگر پتا چلانے سے معلوم ہوا کہ اس روایت
کا اصل ماخذ شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید کی ہے۔ اور ابن ابی الحدید نے اوسے ابوبکر احمد
بن عبد العزیز جوہری کی کتاب سقیفہ و فدک سے نقل کیا ہے اور وہ اصلی روایت یہ ہے کہ ابن
ابی الحدید فرماتے ہین قال ابوبکر اخبرنا ابوزید قال ثنا محمد بن عبد اللہ بن الزبیر
قال ثنا فضیل بن مرزوق قال ثنا البختری (غالباً نمیر ہوگا) بن حسان قال
قلت لزید بن علی وانا ارید ان اھجن امر ابی بکر ان ابا بکر انتزع
فدك من فاطمة فقال ان ابا بکر الخ باقی عبارت وہ ہے جو عماد الاسلام مین نقل
کی گئی ہے اور جسکے آخر الفاظ جو اونھون نے چھوڑ دیے تھے اوسے ہمنے اوسکے بعد نقل
کر دیے ہین۔ اس روایت مین اتنی باتین غور طلب ہین اول تو ابن ابی الحدید اسکے ناقل ہین
اور وہ خود معتزلی اور شیعی ہین گو شیعون نے اونکو علماے اہل سنت سے بیان کیا ہے۔ اور غرض
اوس سے یہ ہے کہ لوگون کو دھوکا ہو اور اونھین علماے اہل سنت سے سمجھکر اونکی بیان کی ہوئی
روایتون سے لوگ شبہ مین پڑین مگر معتزلی ہونا اونکا تو ایسا کھلا ہوا ہے کہ اوس سے کوئی انکار ہی

نہین کرسکتا اور اونکے شیعہ ہونے یا کم سے کم شیعون کے سے عقائد رکھنے پر اونکی کتاب شرح نہج البلاغت شاہد ہے۔ دوسرے اس روایت کو ابن ابی الحدید نے ابو بکر احمد بن عبد العزیز جوہری کی کتاب سقیفہ وفدک سے نقل کیا ہے۔ اور یہ کتاب کہ آیا ابو بکر جوہری کی ہے یا نہین یا کوئی کتاب اس نام کی ہے بھی یا نہین خود معرض بحث مین ہے اور سوائے ابن ابی الحدید کے کسی اور مشہور عالم نے نہ اوسکا ذکر کیا ہے نہ کسی مشہور کتاب مین اوس سے کچھ لیا گیا ہے اسلیے ایسی گمنام کتاب کی روایت کب قابل اعتنا اور لائق توجہ ہے۔ ہمکو اس روایت کے پیش کرنے پر نہایت تعجب آتا ہے کیونکہ مولانا دلدار علی صاحب نے معراج السالکین کی روایت پیش کرنے سے مولانا شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم پر نہایت غصہ ظاہر فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ تا حال نام این کتاب بگوش کسی از شیعیان نرسیدہ وکتاب مجہول کہ مصنف آن نیز مجہول ست احتجاج واستدلال نتوان نمود چہ مستبعدست کہ نام کتاب راخودش بدروغ ساختہ باشد پس در مقابلۂ آن اگر کسی بگوید کہ در اعوجاج الہالکین شخصے از مردم بخارا نوشتہ کہ ابو بکر اعتراف بکفر خود کردمی تواند گفت وبالفرض اگر کتابی مسمی باین اسم از کتب شیعہ بودہ باشد واین روایت دران مندرج پس از کجا معلوم شد کہ نقل از کتب اہل سنت نکردہ باشد واین ناصب وخواجۂ او نہ دیدہ یا دیدہ ودانستہ غدر وفریب تاسیا بامیہ الغادرین ننمودہ باشند انتہی صفحہ ۲۵ صوارم۔ اور سید محمد صاحب نے طعن الرماح مین خطبہ بنت ابی جہل کی روایت کی نسبت سید مرتضی علم الہدی کے کلام کو نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہین ھذا الخبر باطل موضوع غیر معروف ولا ثابت عند اھل النقل وانما ذکرہ الکرابیسی طاعنا بہ علی امیر المومنین ومعارضا بذکرہ لبعض شیعتہ من الاخبار فی اعدائہ وھیہات ان یشتبہ الحق بالباطل بعد ازان کلامی کہ فرمودہ است محصل آن این ست کہ اگر امری دیگر درین روایت نبودہ باشد پس ہمین کہ راوی آن کرابیسی است واو معلن بعداوت اہل بیت وناصبی شقی بودہ کافی ست در توہین وتکذیب آن۔ صفحہ ۳۹ طعن الرماح۔ ہم امید کرتے ہین کہ حضرات شیعہ جو کچھ ان دو مجتہدون نے فرمایا اوسی کو ہماری طرف سے سمجھین گے

اور یہ تبدیل الفاظ ہمارے اس کہنے کو گوش دل سے سنکر اوسے تسلیم کرینگے۔ اور ایسی روایتون کے جھوٹے ہونے مین شبہ نفرمائینگے۔ تیسرے ابوبکر جوہری نے بیان کیا ہے کہ اونھون نے یہ روایت ابوزید سے لی ہے۔ اور ابوزید کنیت ہے عمر بن شبہ کی جیسا کہ تقریب مین بیان کیا گیا ہے "عمر بن شبہ بن عبیدہ بن زید النمیری ابوزید" اور گو عمر بن شبہ معتبرین سے ہین مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ حقیقت مین ابوبکر جوہری نے جو روایت اونسے بیان کی ہے اور ابوبکر جوہری کے نام سے جو کچھ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے وہ جعل سے خالی ہے تذکرۃ الحفاظ ذہبی مین جہان عمر بن شبہ بن عبیدہ سے روایت سننے والونکا نام ہے وہان ابوبکر جوہری کا نام ہم اون مشاہیر مین سے نہین پاتے جنھون نے عمر بن شبہ سے سنا تھا جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ مین ذہبی لکھتے ہین عمر بن شبۃ بن عبیدۃ الحافظ العلامۃ الاخباری ابوزید النمیری البصری صاحب التصانیف عن یوسف بن عطیۃ الی قولہ وعنہ ابن ماجۃ وابن صاعد والمحاملی ومحمد بن احمد الاثرم ومحمد بن مخلد وخلق فقط اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر جوہری نے گو حافظ عمر بن شبہ سے سنا ہو مگر وہ مشاہیر مین سے نہین ہین اور اسی لیے ابوبکر جوہری کا مستقل ترجمہ اور اونکا حال ہمنے کسی کتاب مین نہین دیکھا البتہ ابوالفرج اصفہانی مصنف کتاب الاغانی نے جوہری سے روایتین کین ہین اور اوس مین جوہری کی روایتین عمر بن شبہ بلکہ صرف اونھین سے پائی جاتی ہین مگر اونکو مشاہیر محدثین اور ائمہ مین سے کہنا سراسر غلط ہے۔ اور ابوالفرج اصفہانی شیعہ تھا اور علمائے شیعہ نے باوجود زیدیہ ہونے کے اُسے علمائے شیعہ مین شمار کیا ہے جیسا کہ مرزا محمد باقر بن حاجی زین العابدین موسوی نے جنکو زبدۃ المجتہدین اور حجۃ الاسلام والمسلمین کہا گیا ہے اپنی کتاب روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات کے صفحہ ۴۸۶ مطبوع ایران ۱۳۰۶ ہجری مین اس طور پر لکھا ہے۔ علی بن الحسین ابوالفرج اصفہانی صاحب کتاب الاغانی۔ ذکرہ مولٰنا العلامۃ الحلی فی خلاصتہ فی القسم الثانی فقال انہ شیعی زیدی واوردہ صاحب الآمل ایضا فی عداد علماء الشیعۃ

وكان عالما روى عن كثير من العلماء وكان شيعيا خبيرا بالاغانى والآثار والاحاديث المشهورة والمغازى

انتهى وكان اشتهار تشيعه بين جماعة من صحابنا من جهته مدانا ة مذهب الشيعة مع الزيدية ومشاركتها

فى القول بان الامامة غير خارجة عن الفاطمية - چوتھے ابوزید نے اسکو **محمد بن عبداللہ بن**

الزبیر سے روایت کیا ہے اور یہ حضرت شیعہ تھے جیساکہ میزان الاعتدال مین لکھا ہے محمد

بن عبد الله بن الزبير قال العجلى كوفى ثقة يتشيع وقال ابوحاتم له اوهام اور

اونھون نے فضیل بن مرزوق سے روایت کی ہے - اور فضیل بن مرزوق کا حال ہم بحث آیہ

وآت ذالقربی حقه مین مفصل لکھ چکے ہین کہ وہ پکے شیعہ تھے - اور انھون نے نمیر بن حسان

سے روایت کی ہے - مگر اسمین غلطی معلوم ہوتی ہے خواہ وہ چھاپے کی ہو یا نقل کی - اسلیے کہ

عماد الاسلام اور طعن الرماح مین انکا نام نمیر بن حسان لکھا ہے اور شرح نہج البلاغت ابن ابی الحدید

مین البختری بن حسان - مگر ہمکو ان دونو نامو ن مین سے کوئی نام تقریب اور تہذیب اور تذہیب

اور میزان الاعتدال مین نہین ملا - بہرحال اگر اور تمام راوی ثقہ اور صدوق بھی ہوتے مگر جبکہ اس

روایت مین فضیل بن مرزوق داخل ہین تو یہ روایت بجز اسکے کہ یہ روایت شیعونکی سمجھی جاے

اور کچھ نہین خیال کیجا سکتی - اگر سارے سلسلہ مین ایک راوی بھی جھوٹا اور متہم اور مخالف العقیدہ

ہو تو ساری روایت باطل اور جھوٹی سمجھی جاتی ہے - اور علاوہ اسکے اخیر راوی اسکے خواہ نمیر

بن حسان ہون یا بختری بن حسان خود اونکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب بڑے کٹے

شیعہ اور دشمن صحابہ تھے اسلیے کہ وہ خود فرماتے ہین کہ مین نے زید بن علی سے پوچھا کہ میری

خواہش یہ تھی کہ اس سے ابوبکرؓ کے فعل پر عیب لگاؤن - اور اونکی برائی کرون - اسلیے کہ اسنے

اہجن کا لفظ استعمال کیا ہے اور تہجین کے معنی منتہی الارب مین ہین زشت وعیب ناک گردانیدن

اور قاموس مین ہے الهجنة من الكلام مايعيبه والهجين اللئيم والتهجين التقبيح

پانچوین روایت جو تشئید المطاعن مین ریاض النضرہ سے نقل کی ہے اوسکے راوی عبداللہ

بن ابوبکر بن عمرو بن حزم ہین اور اونھون نے اپنے باپ سے روایت کی ہے - اسمین ماسن مایت کا

نہ سرہے نہ دم اسلیے کہ یہ نہین معلوم ہوتا کہ عبد اللہ بن ابی بکر سے کس نے یہ روایت کی ہے
اور نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن ابی بکر کے باپ نے کس سے اس روایت کو سنا ہے جبتک
کہ پوری روایت اور تمام راوی بیان نکیے جائین اس قسم کی روایتون پر اعتبار نہین ہوسکتا۔
چھٹی وہ روایت ہے جو تشئید المطاعن مین طبقات کبریٰ سے نقل کی ہے اوسکے راوی محمد بن
عمر ہین اور اونھون نے ہشام بن سعد سے اور ہشام بن سعد نے زید بن اسلم سے اور اونھون
نے اپنے باپ سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ اسمین راوی اول محمد بن عمر ہین اور یہ وہ ہین
جو واقدی کے نام سے مشہور ہین اسلیے کہ یہی ہشام بن سعد مین اور ہشام بن سعد زید بن اسلم سے
روایت کرتے ہین جیسا کہ میزان الاعتدال مین لکھا ہے۔ اور واقدی کا حال اور اونکے تمام صفات
ہم اوپر آیہ وآت ذا القربیٰ حقہ کی بحث مین مفصل لکھ چکے ہین کہ وہ حدیثون کے بنانے والون مین سے
ہین۔ اور کسی بات مین اونکی کوئی روایت حدیث یا انساب یا کسی چیز مین بھی قابل اعتبار نہین
ہے۔ اور ایسے متروک الحدیث ہین کہ تذکرۃ الحفاظ مین ذہبی نے اونکی نسبت لم اسق
ترجمتہ ھنا لاتفاقھم علی ترک حدیثہ لکھکر اونکا ترجمہ نہین لکھا۔ دوسرے راوی ہشام
بن سعد ہین انکی نسبت میزان الاعتدال مین لکھا ہے کان یحیی بن القطان لایحدث
عنہ وقال النسائی ضعیف اور تقریب مین لکھا ہے لہ اوھام وری بالتشیع
اور تہذیب مین ہے قال ابو حاتم یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ

قسم اول کی روایتون کا حال اب ہم بیان کر چکے اور اونکے راویون کا غیر معتبر اور جھوٹا
ہونا ثابت کر دیا۔ اور اسلیے ان روایتون پر وہ مقولہ صادق آتا ہے جو مولانا شاہ عبد العزیز صاحب
نے فرمایا ہے کہ خبر غیر صحیح چون گوز شتر است۔ اب باقی رہین اور اقسام کی روایتین اونکی نسبت
اگرچہ ہمکو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ ہم یہ تفصیل چوتھے مقدمہ مین اس کتاب کے
بیان کر چکے ہین کہ ایسے واقعات کے متعلق کسی کی رائے یا کسی کا قیاس یا کسی کا بیان وس واقعہ
کی صحت اور تصدیق کے لیے کافی نہین ہے گو اوسکا بیان کرنے والا کسی فن کا امام ہوا ور

گو وہ بڑا مشہور عالم اور کسی خاص علم مین بڑا ماہر اور نامی ہو - ان واقعات کی تصدیق کے لیے روایت متصل السند اور صحیح السند ہونی چاہیے - اگر ہزار عالم غلطی یا بی خبری یا ناواقفیت یا بے خیالی سے کسی واقعہ کا اس طور پر ذکر کرین کہ اوس سے اوس واقعہ کی تصدیق بظاہر پائی جاتی ہو تو واقعہ کی تصدیق کے لیے کچھ مفید نہین ہے - بیش ازین نیست کہ یہ خیال کیا جاسے کہ اوس عالم نے اس خبر کی تحقیق اور تنقیح نہین کی اور بغیر غور اور تحقیق کے اوسے لکھدیا - خصوصاً متکلمین کہ جو اعتراضون کے جواب دینے مین بہت کچھ رائے اور قیاس کو دخل دیتے ہین اور جواب دینگے خیال مین پڑجاتے ہین اور علی سبیل التسلیم والفرض جواب دینے لگتے ہین جس سے مخالفین کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ روایت صحیح ہے اور ایسے شبہ کو دھوکا دینے کے لیے پرزور تقریرون مین ظاہر کرتے ہین یہی حال اون اقوال کا ہے جو علماے امامیہ نے اس باب مین نقل کیے ہین - اور نہونا مسلسل روایت کا اوسکے عدم صحت کے ثبوت مین کافی ہے - مگر ہم اپنی کتاب کے ناظرین کے اطمینان کے لیے اون اقوال سے بھی بحث کرتے ہین تاکہ ناقلین کی بے اعتباری یا اونکی عدم واقفیت یا اونکا فن حدیث سے ماہر نہونا معلوم ہوجاسے کہ یہی وجوہ ہین جن سے اس قسم کی روایتین کتابون مین درج ہوگئین اور علماے امامیہ کو عوام کے مغالطے مین ڈالنے کا موقع ملا -

اس قسم کی روایتین شافی سے لیکر طعن الرماح کے زمانے تک جو کچھ بیان کی گئی ہین وہ اوپر ہم نقل کرچکے - اب ہم اونکا مختصر حال لکھتے مین وہ روایتین یہ ہین -

(۱) واقدی کی روایت جو علامہ حلی نے کتاب کشف الحق مین نقل کی ہے اور جسکا یہ خلاصہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت فاطمہ رضؓ کے دعوی پر اونھین سند لکھدینے کا ارادہ کیا مگر حضرت عمر رضؓ مانع ہوے -

(۲) معجم البلدان کی روایت جسکو احقاق الحق مین بیان کیا ہے - اور جسمین خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور مامون کے رد فدک کا حال ہے -

(۳) روایت شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا کی ہے جو احقاق الحق مین نقل کی گئی ہے اور جسمین عمر بن عبد العزیز کے رد فدک کا ذکر ہے۔

(۴) ابو بکر جوہری کی روایت شرح نہج البلاغت سے جسمین یہ لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رض نے ابو بکر صدیق رض سے کہا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہین کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے فدک عطا کر دیا تھا۔

(۵) صواعق محرقہ کی روایت متعلق دعوی ہبہ کے ہے جسکو عماد الاسلام اور طعن الرماح اور تشئید المطاعن مین نقل کیا ہے۔

(۶) ملل ونحل شہرستانی اور مواقف اور شرح مواقف اور نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر کی روایت ہے جسمین دعوی ہبہ کا بیان ہے۔

(۷) معارج النبوت اور مقصد اقصی اور حبیب السیر اور روضۃ الصفا کی روایت ہے۔

اب ان روایتونکا حال سنیے کہ واقدی کی روایت محتاج بیان نہین۔ واقدی کا حال اس تفصیل سے ہم لکھ چکے ہین کہ ہر شخص اوسکی روایت کو جھوٹی سمجھیگا اور اوس روایت کے پیش کرنے والے پر تعجب کریگا۔

معجم البلدان کی روایت جس مین عمر بن عبد العزیز اور مامون کے رد فدک کا ذکر ہے اوسکی پوری بحث ہم طرائف کی روایت مین کر چکے ہین اور مامون کے رد فدک کی حقیقت ہمنے تفصیل سے اس طرح پر بیان کر دی کہ اوسکے غلط ہونے مین یقینا کسیکو شبہ نرہے گا۔

شیخ جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا مین متعلق فدک صرف ایک روایت ہے احوال عمر بن عبد العزیز مین حاصل اوسکا یہ ہے کہ مغیرہ کا بیان ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے بنی مروان سے کہا کہ فدک آنحضرت صلعم کا تھا اوس سے بنی ہاشم کے بچون کی اور بیواؤن کی اعانت کرتے تھے فاطمہ رض نے فدک مانگا تھا آنحضرت صلعم نے نہین دیا۔ اوسیطرح ابو بکر و عمر کے زمانے مین ہا مروان نے اوسکو جاگیر بنالیا پس تم لوگ گواہ رہو کہ مین فدک کو اوسطرح کرتا ہون جیسا کہ زمانۂ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین تھا انتہی ملخصاً۔

چونکہ تاریخ الخلفا مین سوا اس ایک روایت کے اور کوئی روایت متعلق فدک نہین ہے۔ اور یہ روایت صریح بتا رہی ہے کہ فاطمہ نے فدک مانگا تھا آنحضرت صلعم نے نہین دیا۔ اور فدک کی مدنی آنحضرت صلعم جس مصرف مین صرف فرماتے تھے شیخین رض بھی اوسی مصرف مین اوسے خرچ کرتے تھے جس سے ہبۂ فدک و دعوی ہبۂ فدک بیخ و بن سے منہدم ہوگیا۔ لہذا ہبۂ فدک یا دعوی ہبۂ فدک پر تاریخ الخلفا سے سند پیش کرنیکی نسبت سوا اسکے کیا کہا جاے کہ یہ ارباب علم بلکہ اصحاب حیا کی شان سے بعید ہے۔ علاوہ اسکے تاریخ الخلفا مین بیان حال یا غیر صحیح روایت نہ لکھنے کا التزام نہین ہے لہذا بجز ناقد بصیر اہل حق کے دوسرا کوئی اوس سے استدلال نہین کرسکتا ہے۔

ابوبکر جوہری کی روایت جو شرح نہج البلاغت سے طعن الرماح مین نقل کی ہے اوسمین جناب مجتہد صاحب نے راوی کا نام چھوڑ دیا ہے تاکہ دیکھنے والے کو کوئی موقع روایت کی اصلیت دریافت کرنے کا نملے مگر اصل کتاب یعنی شرح نہج البلاغت پر رجوع کرنے سے معلوم ہوا کہ اوسکے راوی ہشام بن محمد کلبی ہین اور اونھون نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جیسا کہ شرح نہج البلاغت جلد دوم مطبوعہ ایران کے صفحہ ۲۹ مین اصل روایت یون لکھی ہے قال ابوبکر وروی ھشام بن محمد عن ابیہ قال قالت فاطمۃ لابی بکر ان ام ایمن تشھد لی الخ (باقی عبارت وہ ہے جو طعن الرماح سے اوپر ہم نقل کر چکے) اور ہشام بن محمد کلبی کے خطاب سے مشہور ہین اور اونکے باپ بھی اسی لقب سے معروف۔ اور یہ باپ بیٹے نہایت کٹے شیعہ اور جھوٹے اور غیر مستند تھے چنانچہ انکے باپ کا حال جو ابو ہشام کلبی سے بھی مشہور ہین بحث آیہ وآت ذا القربی حقہ مین اوپر ہم لکھ چکے ہین انکی روایت کا پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ حضرت زرارہ اور احول اور مومن الطاق کی روایتونکا پیش کرنا۔ اگر زرارہ اور احول کی روایتین سنیون پر حجت ہوسکتی ہین تو ہشام بن محمد کلبی اور ابو ہشام محمد بن السائب کلبی یعنی ان باپ بیٹون کی روایتین بھی ثبوت مین پیش کیجا سکتی ہین۔

صواعق محرقہ کی ایک روایت تو وہ بیان کی گئی ہے جسمین زید بن علی سے سوال کرنے اور اونکے جواب دینے کا ذکر ہے اوسکی حقیقت ہم اوپر بیان کر چکے - دوسرے ایک مقام پر اونھون نے ہبہ کے دعوی کا یہ جواب دیا ہے کہ نصاب شہادت نہین تھا - اسمین صاحب صواعق محرقہ نے ہبہ کے دعوی کی روایت سے بحث نہین کی صرف علی سبیل التسلیم والفرض اوسکا جواب دیا ہے - اور یہ عادۃ متکلمین کی ہے - اسمین اونھون نے یہ نہین بیان کیا کہ یہ روایت صحیح ہے جسطرح کہ اونھون نے اوسکی تکذیب بھی نہین کی غایت ما فی الباب یہ ہے کہ اونھون نے اس روایت کی اصلیت نہین تحقیق کی اور اسطور پر جواب دیا ہے جب سے ضمنا اس دعوی کے پیش کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے - اور یہ امر اس بات کو ثابت نہین کرتا کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح ہو - روایت کی تصحیح تو روایت کے بیان اور راویون کی تنقیح پر منحصر ہے - اور ہم اوپر نہایت مدلل طور پر اصل روایت کی تکذیب ثابت کر چکے -

ملل ونحل شہرستانی اور مواقف اور شرح مواقف کے قولون کو نقل کرنے سے سوائے کتاب کے حجم بڑھانے کے اور کچھ فائدہ نہین - اسلیے کہ ملل ونحل مین شہرستانی نے کسی روایت کا بیان نہین کیا صرف یہ دو لفظ لکھے ہین کہ تیسرا اختلاف امر فدک مین ہے اور پیغمبر خدا صلعم کے ارث مین اور فاطمہؑ کے دعوی کی نسبت کہ کبھی وراثتا کیا اور کبھی ملکیت کا پس یہ دو لفظ کہ تارۃ وراثتا وتملیکا اخری کچھ اصل روایت کو ثابت نہین کرتے - بلکہ غور کرنے سے تملیکا اخری کے الفاظ بھی مشتبہ معلوم ہوتے ہین اسلیے کہ اگر خلاف تھا تو توریث مین یعنی اس مسئلہ مین کہ آیا پیغمبر خدا صلعم کے متروکہ مین میراث جاری ہوسکتی ہے یا نہین - یہ مسئلہ مختلف فیہ نہین تھا کہ کوئی شخص اپنی ملکیت پر قابض ہوسکتا ہے یا نہین اسلیے اس موقع پر الفاظ دعوی فاطمۃ وراثۃ وتملیکا اخری مہمل اور بے معنی ہین - سوا اسکے جو دلیل بیان کی ہے حتی دفعت عن ذلک بالروایۃ المشہورۃ اوس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وجہ دعوی کے نہ سنے جانیکی حدیث نحن معاشر الانبیا ہے - اور یہ متعلق بمیراث ہے نہ متعلق بہبہ وتملیک - تملیکا اخری کے دعوی کے ثابت کرنے کے لیے یہ بھی لکھنا ضرور تھا کہ اسوجہ سے یہ دعوی نہ سنا گیا کہ شہادت پوری نہین ہوئی - بہرحال ہر ایک غور کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ

الفاظ ہی مہمل اور بے معنی ہین۔ علاوہ برین ملل ونحل کے لکھنے والے شہرستانی اون بزرگونمین
سے ہین جو خود عقائد مین متہم ہین جیسا کہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ مین لکھا ہے بل يميل
الشهرستاني كثيرا الى اشياء من امورهم بل يذكر احيانا اشياء من كلام
الاسماعيلية الباطنية منهم ويوجهه ولهذا اتهمه بعض الناس بانه من
الاسماعيلية.... وقد يقال هو مع الشيعة بوجه ومع اصحاب الاشعري بوجه...
وبالجملة فالشهرستاني يظهر الميل الى الشيعة.... ولا يحتج به الا من هو
جاهل وان هذا الرجل يعني الشهرستاني كان له بالشيعة المام و
اتصال وانه دخل في اهواءهم بما ذكره في هذا الكتاب يعني الملل والنحل یعنی شہرستانی
اکثر شیعونکی باتون کیطرف میل کیا کرتا ہے بلکہ کبھی شیعون کے فرقہ اسماعیلیہ باطنیہ کا کلام ذکر
کرتا ہے پھر اوسکی توجیہ بیان کرتا ہے اس سے بعض لوگون نے اوسکو اسماعیلیون مین متہم
کیا ہے۔ اور کبھی لوگ یون بھی کہتے ہین کہ وہ ایک طرح سے شیعون کے ساتھ ہے اور ایک طرح
سے اہل سنت کے ہم خیال ہے۔ غرضکہ شہرستانی کا میل شیعون کیطرف ظاہر ہوتا ہے۔ اور
اس سے جاہل شخص ہی احتجاج کرسکتا ہے۔ اس شہرستانی کو شیعون کے ساتھ ایک خاص
تعلق ہے اور اونکے خیالات فاسدہ مین سرشار۔

مواقف اور شرح مواقف کے قول جو نقل کیے گئے ہین وہ خود اوس قول کی تضعیف
کرتے ہین اسلیے کہ اوسنے فان قیل کے لفظون سے شروع کیا ہے۔ اور طالب علم تک
اس بات کو جانتے ہین کہ یہ لفظ قول ضعیف کے ذکر مین استعمال کیا جاتا ہے اور بالفرض والتقدیر
اور علی سبیل التسلیم جواب دینے کے مقام مین۔ علاوہ برین صاحب مواقف اور اوسکے شارح
بلاشبہ علمائے متکلمین اہل سنت سے ہین۔ مگر حدیث وخبر مین مجرد اونکا قول قابل سند نہین ہے
غایۃ ما فی الباب ان عالمون کا درجہ سنیون مین ایسا سمجھ لینا چاہیے جیسا کہ خواجہ نصیر الدین طوسی
کا شیعون مین ہے صرف خواجہ نصیر الدین طوسی کی روایتون اور حدیثون کو کوئی عالم علمائے

شیعہ سے مستند اور قابل استدلال نہین ہانیگا۔ جبتک کہ وہ حدیث نقل نکرے یا کسی حدیث صحیح پر
اونکا قول مبنی نہو۔ گو وہ کیسے ہی فلسفی اور معقولی و متکلم تھے۔ اور شارح مواقف کا یہ کہنا کہ والصحیح
ام ایمن اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ وہ اس روایت کی تصدیق کرتے ہین بلکہ اس بات پر دال ہے
کہ صحیح یہ ہے کہ اس جھوٹی روایت کے بنانیوالیکا لفظ ام کلثوم نہین ہے بلکہ اوس ذات الاصفات
کا لفظ بجاے ام کلثوم کے ام ایمن ہے نہ ام کلثوم اسلیے اونھون نے ام کلثوم کے بعد یہ کہا کہ
والصحیح ام ایمن۔ اور اس سے ایک اور بات معلوم ہوتی ہے جس سے ہمارے قول کی تائید
ہوتی ہے کہ صاحب مواقف کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ علماے شیعہ نے ام ایمن کا نام لکھا ہے
یا ام کلثوم کا اور غلطی سے وہ ام کلثوم لکھ گئے اور چونکہ شارح مواقف اول شیعہ تھے اور بعد اوسکے
سنی ہوے اسلیے اونکو ان روایات پر خوب اطلاع تھی اونکو یہ غلطی بادی النظر مین معلوم ہو گئی
اور اوسکی اصلاح کردی۔ اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ اونھون نے کل روایت کی صحت ثابت
کی اور اگر وہ اپنے نزدیک اس روایت کو صحیح سمجھکر بھی بیان کرتے اور تسلیم کیا جاے کہ اونھون
نے اسی لیے بیان کیا ہے تو وہ اونکا خیال ہے اور اوس کا جواب صاف ہے کہ وہ خیال اونکا
غلط تھا اسلیے کہ یہ چیزین قیاسی نہین ہین بلکہ خبر سے متعلق ہین اور خبر کے لیے اوسکی تصدیق
ضرور ہے۔ واذ لیس فلیس۔

امام رازی کی نہایۃ العقول اور تفسیر کبیر سے بھی روایت کی صحت ثابت نہین ہوتی اسلیے
کہ اسمین بھی امام رازی نے جواب اعتراض کا دیا ہے اور تنقیح اصل دعوی کی نہین کی اور نہ تصحیح
اس بات کی کہ روایت جس مین ذکر ہبہ کا ہے شیعونکی ہے یا سنیون کی اور اسطرح کے جواب
دینے سے کسی عالم کے یہ لازم نہین آتا۔ کہ وہ روایت فی نفسہ صحیح اور ثابت ہو اور یہی سبب ہے
کہ اونھون نے اپنی تفسیر مین بھی جس کا حوالہ طعن الرماح اور تشئید المطاعن مین دیا ہے بحث روایت
سے نہین کی اور اوسکی تصحیح و تنقیح کی طرف متوجہ نہین ہوے۔ اور اوسکا سبب یہ ہے کہ وہ معقولی
اور فلسفی تھی اور ایسے مباحث مین معقولی متکلمین کسی طرح نفس مطلب پر رجوع کرتے اور اعتراض

کو مانا ہوا تسلیم کرکے اوس کا جواب دیتے ہین وہ اون محدثین اور محققین مین سے نہین ہین
جن کا قول اخبار اور احادیث مین سند ہو اور خصوصاً ایسی حالت مین جبکہ ضمناً اون کے
جواب دینے سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہو کہ وہ اوس روایت کی تکذیب پر متوجہ نہین ہوے
اور ہم از روے اصول مقررہ فریقین کے یہ بات اوپر بیان کر چکے ہین کہ اخبار واحادیث مین
کسی کا قول معتبر نہین ہے گو وہ کیسا ہی مشہور عالم اور مصنف اور محدث ہی کیون نہو بلکہ اصل
خبر اور نفس روایت دیکھنے کے لائق ہے اور جن راویون سے وہ بیان کی گئی ہے اونکے
حالات کی تنقیح لازم ہے اگر راوی ثقہ معتبر ہون اور اون پر کوئی الزام لگایا گیا ہو وہ البتہ لائق
لحاظ کے ہے۔ اور پھر اوسمین یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ خبر احاد مین سے ہے یا مشہور
اور دوسرے صحیح اخبار اور مستند روایتون کے متناقض ہے کہ نہین اور یہ کام محققین
اور اہل فن کا ہے۔ اسیلیے چند عالمون کی کتابون مین سے چند عبارتین نقل کر دینے
سے مدعا ثابت نہین ہوتا۔

اگر کوئی حضرات امامیہ مین سے یہ کہے کہ ایسے مشہور عالمون کی روایتون کے
نماننے سے جو کہ ائمہ اہل سنت سمجھے جاتے ہین باب مناظرہ ہی بند ہوا جاتا ہے اور
صرف یہ جواب کہ وہ حدیث مین ماہر اور نقاد نہ تھے یا باوجود محدث ہونے کے اونسے
خطا ہو گئی یا اونھون نے غلط اور ضعیف روایت کو تسلیم کر لیا اوسے چاہیے کہ اس
کتاب کا چوتھا مقدمہ غور سے پڑھے کہ اوس سے اوسکو اس قسم کے خیالات کا کافی
اور تسلی بخش جواب ملیگا۔

جو شہادت ہمارے یہان کی کتابون سے حضرات امامیہ نے اس بات کے ثابت
کرنے کے لیے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے فدک کے ہبہ کا دعوی کیا تھا پیش کی تھی اوسکی
حقیقت کہ وہ کہان تک قابل ماننے کے ہے یہ تفصیل ہمنے بیان کر دی۔ اب ہم اس بات
کو دکھاتے ہین کہ خود شیعون کی روایتین متعلق اس دعوی کے ایسی متناقض اور مختلف ہین

کہ اونکا باہمی تناقض اور اختلاف اون کے دعوی کو باطل کرتا ہے۔

تناقض اور اختلاف جو شیعونکی اون روایتون مین ہے جسمین ہبۂ فدک کے دعوی کا ذکر کیا گیا ہے

تناقض ثابت کرنے کے لیے ضرور ہے کہ اول ہم شیعون کی روایتین جو متعلق دعوی ہبۂ فدک کے ہین بیان کرین پھر اونکا تناقض دکھائین مفصلہ ذیل روایتین شیعون نے اسکے متعلق بیان کی ہین۔

(۱) احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران صفحہ ۵۲ ذیل عنوان احتجاج امیرالمومنین علی ابی بکر وعمر لما منع فاطمة الزہرا فدک بالکتاب والسنة مین بسند حماد بن عثمان امام جعفر صادق ؑ سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ ہوسے اور تمام مہاجرین وانصار پر پوری طور سے اونکی حکومت قائم ہوگئی تو اونھون نے فدک پر اپنا آدمی بھیجا اور اوسنے حضرت فاطمہؑ کے وکیل کو نکالدیا تب حضرت فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئین اور فرمایا کیون تم مجھے میرے باپ کی میراث سے محروم کرتے ہو اور کیون میرے وکیل کو فدک سے نکالدیا اسپر اونھون نے اون سے گواہ مانگے۔ اور اسی روایت مین بعد بیان شہادت کے لکھا ہے کہ ابوبکر نے فاطمہ کو سند لکھدی اور عمر نے اوسے چاک کردیا اور فاطمہؑ روتی ہوئی چلی گئین فلما کان بعد ذلک جاء علیؑ الی ابی بکر وهو فی المسجد وحوله المهاجرون والانصار اسکے بعد حضرت علی ابوبکرؓ کے پاس آئے اور اونکے پاس مسجد مین مہاجر وانصار جمع تھے۔ اور علیؓ نے آکر کہا کہ کیون تم فاطمہؑ کو پیغمبر خدا کی میراث سے منع کرتے ہو حالانکہ وہ آنحضرت کی زندگی مین اوسکی مالک تھین۔ ابوبکر نے کہا یہ مال مسلمانون کا ہے اگر وہ گواہ پیش کرین تو اونکو ملیگا ورنہ اونکا کچھ حق نہین اوسپر امیرالمومنینؓ نے فرمایا کہ ای ابوبکر کیا تم ہمارے حق مین خدا کے حکم کے خلاف فیصلہ کروگے اونھون نے کہا نہین تو آپنے کہا کہ اگر کوئی چیز مسلمانون کے قبضے مین ہو اور وہ اوسکے مالک ہون اور مین اوسپر دعوی

کرون تو تم کس سے گواہ مانگوگے اونھون نے کہا تم سے۔ کہا یہ کیا سبب ہے کہ تم فاطمہؑ سے گواہ مانگتے ہو اوس چیز کے متعلق جو اونکے قبضے مین ہے۔ اور جسکی وہ پیغمبر خدا کی زندگی مین اور اوسکے بعد مالک تھین اور مسلمانون سے تم گواہ نہین مانگتے کہ وہ اوسکا دعوی کرتے ہین یہ سنکر ابو بکر چپ ہو رہے تب عمر نے کہا کہ ای علی یہ باتین جانے دو کہ ہم تمھاری حجتون پر غالب نہین آسکتے اگر تم گواہ عادل پیش کروگے تو خیر ورنہ یہ مال مسلمانون کا ہے نہ تمھارا حق ہے نہ فاطمہؑ کا۔ پھر آخر اسی قسم کی اور چند باتونکا ذکر کرکے لکھا ہے کہ یہ حالت دیکھکر لوگ غصے مین آئے اور بعض نے اس بات کو بہت برا جانا اور کہا کہ واللہ علیؑ سچ کہتے ہین اور علی اپنے گھر چلے آئے اور فاطمہ مسجد نبوی مین تشریف لیگئین اور اپنے آپ کو باپ کی قبر پر گرا دیا اور یہ شعر پڑھنے لگین ؎ قد کان بعدک انباء وھنبثۃ الخ بعد اسکے اس روایت مین یہ بیان ہے کہ ابو بکر و عمر نے یہ حالت دیکھکر اور آیندہ کا خوف کرکے ارادہ کیا کہ علی کو قتل کرادین اور اسکے لیے خالد کو تجویز کیا۔ اس کا بیان ہم اپنے موقع پر کرینگے۔

(۲) علل الشرائع والاحکام تالیف شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی بن بابویہ قمی کی باب صد و پنجاہ و یکم مطبوعہ ایران صفحہ ۶۳ مین ایک حدیث علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اونھون نے ابن عمیر سے اور اونھون نے ایک اور راوی سے امام جعفر صادقؑ کی بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ابو بکر نے فاطمہؑ کو فدک سے روکا اور اونکے وکیل کو نکالدیا حضرت علی مسجد مین آئے اور ابو بکر وہان بیٹھے ہوے تھے اور اونکے گرد مہاجرین و انصار جمع تھے تو آپنے فرمایا کہ ای ابو بکر تمنے کیون فاطمہؑ کو روکا اوس چیز سے جو رسول اللہ نے اونکو دیدی تھی اور اونکا وکیل اوس پر برسون سے قابض تھا۔ ابو بکر نے کہا کہ یہ مال مسلمانونکے لیے فئے ہے اگر وہ شاہد عادل لا دین تو خیر ورنہ فاطمہؑ کا اسمین کچھ حق نہین ہے۔ علی نے فرمایا کہ کیا ہمارے لیے برخلاف اوسکے جو اور مسلمانون کے لیے تم حکم دیتے حکم دوگے تو اونھون نے کہا کہ نہین تب آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز مسلمانون کے ہاتھ مین ہو اور مین دعوی کرون تو تم کس سے

گواہ مانگوگے - ابوبکر نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ علی نے کہا کہ جو چیز میرے ہاتھ میں ہو اور مسلمان اوس پر دعویٰ کریں تو تم مجھ سے گواہ مانگوگے - ابوبکر یہ سنکر چپ ہو رہے عمر نے کہا کہ یہ مال مسلمانوں کا ہے اور ہم تمہارے جھگڑے کی باتیں نہیں سنتے - پھر اسپر اور باتیں اونکے آپس میں ہوئیں جسے سنکر لوگ رونے لگے اور بصلاح عمر کے ابوبکر نے علی کے قتل کا ارادہ کیا جسکی تفصیل اس روایت میں ہے اور اوسکو ہم اپنے موقع پر بیان کریں گے۔

(۳) روایت یہ کہ حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور اون سے فدک کا مطالبہ کیا اور بعد بہت سی حجتوں کے ابوبکر قائل ہوے اور فدک کی سند فاطمہؑ کے لیے لکھدی اور حضرت علی اور ام ایمن کی اوسپر گواہی ہوئی حضرت فاطمہؑ اوس سند کو لیکر باہر نکلیں عمر اونکو ملے اور پوچھا کہ آپ کہاں سے آتی ہیں حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا کہ ابوبکر کے پاس سے اور سند لکھدینے کا بھی ذکر کیا۔ عمر نے کہا ذرا مجھے دکھا دیجیے آپ نے وہ کاغذ عمر کو دیدیا عمر نے اوسپر تھوک دیا اور اوسکو مٹا دیا پھر علیؑ فاطمہؑ کو ملے اور پوچھا کہ ای بنت رسول اللہ کیوں تم غصے میں ہو فاطمہؑ نے بیان کیا جو کچھ عمر نے کیا تھا - تب حضرت علی نے فرمایا ما رکبوا منی و من ابیك اعظم من هذا کہ ان لوگوں نے میرے حق میں اور تمہارے باپ کے حق میں اس سے بڑھکر دوسری بات نہیں کی - الی آخر القصہ - بحار الانوار صفحہ ۹۶ از مصباح الانوار -

(۴) بحار الانوار کتاب الفتن مطبوعہ ایران صفحہ ۱۰۱ میں کتاب الاختصاص سے بسند عبد اللہ بن سنان کے امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جب پیغمبر خدا نے وفات پائی اور ابوبکر خلیفہ ہوے تو اونھوں نے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکالدیا تب حضرت فاطمہؑ آئیں اور کہا کہ تم دعوی کرتے ہو کہ میرے باپ کے خلیفہ ہوا اور اونکے مقام پر بیٹھے ہو تمنے باوجود اس بات کے جاننے کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے فدک دیگئے ہیں میرے وکیل کو نکالدیا حالانکہ اوسکے میرے پاس گواہ موجود ہیں - ابوبکر نے کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہیں ہوتا یہ سنکر حضرت فاطمہؑ علیؑ کے پاس گئیں اور اون سے یہ سب حال کہا حضرت علی نے اونکو صلاح دی

کہ تم پھر ابوبکر کے پاس جاوٴ اور اون سے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہین ہوتا حالانکہ
سلیمان داوٴد کے اور یحیی زکریا کے وارث ہوئے پھر مین کیون اپنے باپ کی وارث نہون - عمر نے
فاطمہؑ سے کہا کہ یہ سکھلائی ہوئی بات ہے - فاطمہؑ نے کہا گو مین سکھلائی گئی ہون مگر کسنے مجھے
سکھایا ہے میرے ابن عم علی نے - ابوبکر نے کہا کہ عائشہ اور عمر دونو گواہی دیتے ہین کہ اونھون
نے پیغمبر خدا سے سنا ہے کہ النبی لا یورث فاطمہؑ نے کہا کہ یہ پہلی جھوٹی شہادت ہے
جو اسلام مین دی گئی - تب حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ فدک پیغمبر خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے اور
مین اسپر گواہ بھی رکھتی ہون تو ابوبکر نے کہا کہ اچھا گواہی پیش کرو تو وہ ام ایمن اور علی کو
لائین - ابوبکر نے کہا کہ اے ام ایمن کیا تمنے پیغمبر خداؐ سے سنا ہے جو فاطمہؑ کہتی ہین اونھون نے
کہا ہان مین نے سنا ہے اور کیا تمنے نہین سنا کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ سیدہ زنان جنت
ہین تو کیا جو سیدہ زنان جنت ہو وہ اوس چیز کا دعوی کریگی جو اوسکی نہو اور مین ایک عورت
اہل جنت سے ہون کیا مین وہ گواہی دونگی جو مین نے پیغمبرؐ سے نہ سنا ہو - عمر نے کہا کہ یہ
باتین چھوڑو اور کہو کہ کیا تم گواہی دیتی ہو تو ام ایمن نے کہا کہ مین حضرت فاطمہؑ کے گھر مین بیٹھی
ہوئی تھی اور آنحضرت بھی وہان تشریف فرما تھے کہ اتنے مین جبرئیل آئے اور کہا اے محمدؐ اوٹھو
تاکہ بموجب حکم خدا کے مین فدک کی حدبندی اپنے پرون سے کردون - آپ اوٹھے اور جبرئیل
آپ کے ہمراہ ہوئے کچھ دیر نہوئی تھی کہ آپ واپس تشریف لائے فاطمہؑ نے پوچھا کہ آپ
کہان تشریف لے گئے تھے آپ نے فرمایا جبرئیل نے فدک کے حدود بتائے اور اوسپر خط
کھینچا - تب حضرت فاطمہؑ نے فرمایا یا ابت انی اخاف العیلة والحاجة من بعدک
فصدق بہا علی فقال هی صدقة علیک فقبضتہا کہ اے میرے باپ مین افلاس
اور محتاجی سے آپ کے بعد ڈرتی ہون یہ فدک مجھے دیدیجئے آپ نے فرمایا یہ تمہارے لئے
عطیہ ہے اور فاطمہؑ نے اوسپر قبضہ کرلیا - پھر آنحضرتؐ نے ام ایمن اور علی سے کہا کہ تم اسپر گواہ رہو
اسی روایت مین پھر یہ ذکر ہے کہ حضرت علی فاطمہؑ کو سوار کرا کے چالیس دن رات مہاجرین و

انصار کے گھر پھرے اور کسی نے ہمدردی نکی اور پھر معاذ بن جبل کے پاس آئین اور اون سے
مدد چاہی اونھون نے بھی انکار کیا اور کہا کہ مین تنہا ہون تب فاطمہؑ اون سے خفا ہو کر
چلی آئین ۔ الی آخر القصہ ۔

(۵) ملا باقر مجلسی نے کتاب بحار الانوار مین ایک روایت بحوالہ کشکول علامہ کے مفضل بن
عمر سے نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہین کہ میرے آقا امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جب ابو بکرؓ خلیفہ ہوے
تو عمرؓ نے کہا کہ آدمی دنیا کے دل دادہ ہین اسلیے علیؑ اور اہل بیت سے خمس اور فئے اور فدک
کو روک دو کیونکہ جب اونکے یار یہ امر جان جائین گے تو علیؑ کو چھوڑ دین گے اور دنیا لینے کی
غرض سے ہماری طرف رجوع کرین گے ۔ ابو بکرؓ نے ایسا ہی کیا ۔ پھر جب ابو بکرؓ نے یہ منادی کرائی
کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرض ہو یا کوئی وعدہ ہو تو وہ میرے پاس آے کہ مین اوسکو ادا کرونگا ۔ اور
جابر اور جریر بجلی کا وعدہ پورا بھی کیا ۔ تو علیؑ نے فاطمہؑ سے کہا کہ ابو بکر کے پاس جا کر فدک کا ذکر
کرو ۔ فاطمہؑ نے اونسے فدک اور فئے اور خمس کا ذکر کیا ۔ ابو بکرؓ نے کہا کہ گواہ لاؤ ۔ فاطمہؑ نے کہا
کہ فدک کو تو خداوند تعالی قرآن مین فرماتا ہے کہ اوسکو مجھے اور میری اولاد کو دیدو یعنی یہ آیت
وات ذا القربی حقہ مین اور میری اولاد رسول اللہ کی سب سے زیادہ اقرب تھے تو آپ نے
مجھے اور میری اولاد کو فدک عطا کر دیا تھا ۔ جبریل نے پھر اسکے بعد مسکین اور ابن سبیل کو بھی پڑھا
تو آپ نے پوچھا کہ مسکین اور ابن سبیل کا کیا حق ہے تو اللہ تعالی نے آیہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا
غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ نازل کی پھر خمس کے پانچ حصہ کیے اور یہ فرمایا مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ
عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى الخ جو اللہ کے لیے ہے وہ اوسکے رسول کا ہے اور جو
رسول کے لیے ہے وہ ہم قرابت والون کے لیے ہے ۔ اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ
عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ابو بکرؓ نے عمرؓ کیطرف دیکھا اور کہا کہ تم کیا کہتے ہو ۔ عمرؓ نے
پوچھا کہ یتیم اور مسکین اور ابن سبیل کون لوگ ہین ۔ فاطمہؑ نے کہا کہ یتیم وہ ہین جو اللہ اور رسول

اور ذوی القربی سے یتیم ہون - اور مساکین وہ ہین جو اونکے ساتھ دنیا اور آخرت مین سے ہون
اور ابن سبیل وہ ہے جو انکا طریق چلتا ہو - عمرؓ نے کہا تو خمس اور فئے سب تمہارا اور تمہارے
احباب اور شیعو نکا ہوا - فاطمہؑ نے کہا کہ فدک تو اللہ نے میرے اور میرے بچون کے لیے کر دیا ہے
اوسمین احباب اور شیعو نکا کچھ حق نہین - اور خمس کو ہم مین اور ہمارے احباب مین تقسیم کیا ہے
عمرؓ نے کہا کہ اور تمام مہاجرین وانصار و تابعین باحسان کے لیے کیا ہو گا - فاطمہؑ نے کہا کہ اگر وہ
ہمارے احباب مین سے ہین تو اونکے لیے وہ صدقات ہین جنکی خدا نے تقسیم کی ہے یعنی اس
آیت مین إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَ
الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ عمر نے کہا کہ فدک تو تمہارا خاص ہوا اور فئے تمہارا
اور تمہارے احباب کا ہوا مین نہین سمجھتا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے راضی ہو جاینگے
فاطمہؑ نے کہا کہ اللہ و رسول تو اسپر راضی ہو چکے اور محبت اور متابعت ہی پر اسکی تقسیم کی ہے نہ عداوت
اور مخالفت پر - جو ہمسے عداوت کرتا ہے وہ خدا سے عداوت کرتا ہے اور جو ہمارا مخالف ہے وہ
خدا کا مخالف ہے اور جو خدا کا مخالف ہے تو وہ خدا کی طرف سے عذاب الیم کا دنیا اور آخرت
مین مستحق ہے - عمرؓ نے کہا کہ تم جس کا دعوی کرتی ہو اوسکے گواہ لاؤ - فاطمہؑ نے کہا کہ تمنے جابر اور
جریر کی تصدیق کی اور اونسے گواہ نہ طلب کیے - اور میرا گواہ کتاب اللہ ہے - عمرؓ نے کہا کہ جابر اور جریر نے
تو تھوڑی سی شی کا ذکر کیا تھا اور تم تو بہت بڑا دعوی پیش کرتی ہو جس سے مہاجرین و انصار مرتد
ہو جائین گے - فاطمہؑ نے کہا کہ جو مہاجرین رسول اللہ اور آپ کے اہل بیت کے ساتھ ہین تو
اونھون نے تو اونکے دین کی طرف ہجرت کی ہے - اور انصار وہ ہین جو اللہ اور رسول پر ایمان
رکھتے ہین اور ذوالقربی کے ساتھ احسان کرین - تو ہجرت بھی ہمارے لیے ہوئی اور نصرت بھی
اور اتباع باحسان بھی بے ہمارے نہین ہو سکتا - اور جو ہمسے مرتد ہو جاے تو وہ جاہلیت مین جاے
عمرؓ نے کہا کہ یہ فضول باتین چھوڑ دو اور گواہ لاؤ - فاطمہؑ نے علیؑ و حسنینؑ و ام ایمنؓ و اسما کو بلوا بھیجا
ان سب نے آپ کے دعوی کی پوری پوری گواہی دی - عمرؓ نے کہا کہ علیؑ تو فاطمہؑ کے زوج ہین اور

حسنین بیٹے ہین اور ام ایمن اونکی محب ہین اور اسما پہلے جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھی تو وہ تو بنی ہاشم ہی کی گواہی دیگی اور اب فاطمہؓ کی خدمت کرتی ہے اور یہ سب اپنا نفع چاہتے ہین۔ علیؓ نے کہا کہ فاطمہؓ تو ایک جزو رسول اللہ ہین جو اونکو ایذا دیگا وہ رسول اللہ کو ایذا دیتا ہے اور جو اونکی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہؐ کی تکذیب کرتا ہے۔ اور حسنینؑ رسول اللہ کے نواسے ہین او رجوانان جنت کے سردار ہین جو انکی تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہؐ کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ اہل جنت صادق ہوتے ہین۔ اور میری شان مین رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ تو مجھسے ہے اور مین تجھسے۔ اور تو میرا دنیا اور آخرت مین بھائی ہے۔ جو تجھپر رد کرتا ہے وہ مجھپر رد کرتا ہے اور جو تیری اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو تیری نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔ اور ام ایمن کے بارہ مین رسول اللہ صلعم نے جنت کی گواہی دی ہے اور اسماؓ اور اوسکی اولاد کے لیے آپ نے دعا دی ہے۔ عمر نے کہا کہ جو تعریف تم کرتے ہو تم ویسے ہی ہو لیکن جار کی شہادت مقبول نہین ہوتی۔ علی نے کہا کہ جب ہم ایسے ہین جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہین کرتے اور پھر ہماری شہادت ہمارے لیے مقبول نہین اور نہ رسول اللہ صلعم کی شہادت مقبول ہے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہمنے اپنے لیے دعوی کیا تو تم ہمسے گواہ مانگتے ہو۔ اور ہمارا کوئی معین نہین کہ وہ گواہی دے۔ اور تم لوگون نے اللہ کے سلطان پر جست کی اور اوسکو اوسکے گھر سے غیر کے گھر کی طرف بے گواہ و حجت کے نکالا۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ پھر فاطمہؓ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کریگا وَھُوَ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ۔ بحار الانوار صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲۔

(۶) احتجاج طبرسی اور دوسری کتابون مین شیعونکی ایک خطبہ لکھا ہے جو خطبہ فاطمہ زہراؓ کے نام سے مشہور ہے اور جسمین بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو جب خبر ہوئی کہ ابو بکر نے فدک سے محروم کرنے کا ارادہ کرلیا ہے تو وہ مسجد نبوی مین ابو بکر کے پاس آئین اور بہت بڑا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد کیا جسمین اونکے ظلمون کی شکایت کی اور آیات قرآنی اور دیگر حجتون سے ابو بکر کو ملامت کی اور اپنے حق ثابت کرنے مین کوئی دقیقہ سعی کا اوٹھا نرکھا۔ اس خطبہ کو چونکہ بہت بڑا ہے

ہم آیندہ موقع پر بیان کرین گے۔ مگر اسمین کچھ ذکر ہبۂ فدک کا یا اپنے قبضہ کا اوسپر نہین فرمایا۔ جو کچھ فرمایا وہ میراث کے متعلق ہے جیساکہ بیان کیا گیا ہے کہ اوس تقریر مین آپ نے فرمایا انتم الان تزعمون ان لا ارث لنا افحکم الجاھلیۃ تبغون ... یا ابن ابی قحافۃ فی کتاب اللہ ترث اباک ولا ارث ابی لقد جئت شیئا فریا - افعلی عمد ترکتم کتاب اللہ ونبذتموہ وراء ظھورکم اذ یقول وورث سلیمان داؤد الخ کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہمکو میراث نہین مل سکتی کیا جاہلیت کا حکم چلاتے ہو۔ اے ابوبکر کیا خدا کی کتاب مین یہ ہے کہ تم اپنے باپ کے وارث ہوا اور مجھے میرے باپ کی میراث نہ ملے۔ کیا جان بوجھکر تمنے خدا کی کتاب کو چھوڑ دیا اور اوسے پس پشت پھینکدیا۔ خدا تو صاف فرماتا ہے کہ سلیمانؑ وارث ہوے اپنے باپ داؤدؑ کے۔ اور زکریا نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی مجھے اولاد دے جو میری اور اولاد یعقوب کی وارث ہو۔ باوجود اسکے تم سمجھتے ہو کہ نہ میرا کچھ حق ہے نہ مجھے باپ کی میراث مل سکتی ہے.... خیر خدا تم سے سمجھے اور قیامت کے دن تمکو معلوم ہو جاے گا۔

(۷) بحار الانوار کے صفحہ ۱۰۴ مین یہ لکھا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئین اور پوچھا کہ تمھارا کون وارث ہوگا۔ اونھون نے کہا میری اہل اور اولاد۔ آپنے فرمایا کہ پھر مین کیون اپنے باپ کی وارث نہون۔ تب اونھون نے جواب دیا کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہین ہوتا لیکن مین اوسے اوسی کام مین صرف کرونگا جسمین پیغمبر خداؐ خرچ کرتے تھے اور اونھین کو دونگا جنکو پیغمبر خداؐ دیا کرتے تھے۔ تب آپ نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی مین جب تک زندہ رہونگی ایک بات بھی تم سے نکرونگی اور پھر جب تک زندہ رہین اونھون نے ابوبکر سے بات چیت نکی۔

(۸) بحار الانوار مین لکھا ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئین اور میراث کا مطالبہ کیا۔ ابوبکر نے کہا کہ پیغمبرون کا کوئی وارث نہین ہوتا۔ تو آپ علی کے پاس واپس تشریف لائین۔ علی نے کہا کہ پھر لوٹ کر جاؤ اور کہو کہ پھر سلیمانؑ داؤدؑ کے کیون وارث ہوے زکریا نے کیون کہا کہ خدایا مجھے ایک ولی دے کہ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔

مگر اونھون نے نہ سنا۔

(۹) بحار الانوار مین جابر بن عبداللہ انصاری نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ علیؑ نے فاطمہؑ سے کہا کہ جاؤ اور اپنے باپ کی میراث کا مطالبہ کرو اسپر حضرت فاطمہؑ ابوبکر کے پاس آئین اور کہا کہ میرے باپ کی میراث مجھے دو۔ اونھون نے جواب دیا کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہین ہوتا۔ تب آپ نے فرمایا کہ کیا سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث نہین ہوے۔ اسپر ابوبکر خفا ہوے اور کہا کہ پیغمبر کا کوئی وارث نہین ہوتا تب فاطمہؑ نے کہا کیا ذکریا نے یہ نہین کہا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ اسپر بھی اونھون نے یہی جواب دیا کہ النبی لا یورث پھر فاطمہؑ نے کہا کہ کیا خدا نے نہین کہا ہے کہ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ اسپر بھی اونھون نے یہی کہا کہ النبی لا یورث۔

(۱۰) بحار الانوار مین لکھا ہے کہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ بعد پیغمبرؐ کی وفات کے فاطمہؑ فدک مانگنے کے لیے آئین ابوبکر نے کہا کہ مین جانتا ہون کہ تم سواے سچ کے کچھ نکہو گی لیکن گواہ لاؤ اسپر وہ علیؑ کو لیگئین اور اونھون نے گواہی دی پھر ام ایمن کو لیگئین اونھون نے بھی شہادت دی اسپر ابوبکر نے کہا کہ ایک مرد یا عورت اور لاؤ تو مین فدک کی سند لکھدون۔

(۱۱) احتجاج طبرسی مین لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکر نے فاطمہؑ کو فدک سے محروم کردیا تب آپ نے اونکو یہ خط لکھا۔ شُقُّوا متلاطمات أمواج الفتن بحيازيم سفن النجاة وحطوا تيجان أهل الفخر بجمع أهل الغدر واستضاءوا بنور الأنوار واقتسموا مواريث الطاهرات الأبرار واحتقبوا ثقل الأوزار بغصبهم نحلة النبي المختار فكأني بكم تترددون في العمى كما يتردد البعير في الطاحونة أما والله لو أذن لي بما ليس لكم به علم لحصدت رؤسكم عن أجسادكم كحب الحصيد بقواضب من حديد ولقلعت من جماجم شجعانكم ما أقرح به آماقكم وأوحش به محالكم فإني منذ عرفتموني

فاطمہ الفقفی ... (حاشیہ: دستی عربی حواشی، ناخوانا)

مُرْدِی الْعَسَاكِرِ وَمُفْنِی الْجَحَافِلِ وَمُبِيدُ خَضْرَاءِ لَمْ وَمُحْمِدُ ضَوْضَاءِ كُمْ
وَجَزَّارُ الدَّوَائِرِ إِذْ أَنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ مُعْتَكِفُونَ وَإِنِّي لَصَاحِبُكُمْ بِالْأَمْسِ
لَعَمْرُ أَبِي لَنْ تُحِبُّوا أَنْ تَكُونَ فِينَا الْخِلَافَةُ وَالنُّبُوَّةُ وَأَنْتُمْ تَذْكُرُونَ أَحْقَادَ بَدْرٍ
وَثَارَاتِ أُحُدٍ أَمَا وَاللهِ لَوْ قُلْتُ مَا سَبَقَ مِنَ اللهِ فِيكُمْ لَتَدَاخَلَتْ أَضْلَاعُكُمْ
فِي أَجْوَافِكُمْ كَتَدَاخُلِ أَسْنَانِ دَوَّارَةِ الرَّحَى فَإِنْ نَطَقْتُ تَقُولُونَ حَسَدَ وَإِنْ
سَكَتُّ فَيُقَالُ جَزَعَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ مِنَ الْمَوْتِ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ أَنَا السَّاعَةَ
يُقَالُ لِي هٰذَا وَأَنَا الْمَوْتُ الْمُمِيتُ خَوَّاضُ الْمَنِيَّاتِ جَوْفَ لَيْلٍ
خَامِلٍ حَامِلُ السَّيْفَيْنِ الثَّقِيلَيْنِ وَالرُّمْحَيْنِ الطَّوِيلَيْنِ وَمُكَسِّرُ الرَّايَاتِ
فِي غُطَامِطِ الْغَمَرَاتِ وَمُفَرِّجُ الْكُرُبَاتِ عَنْ وَجْهِ خَيْرِ الْبَرِيَّاتِ أَيْهِنُوا
فَوَاللهِ لَابْنُ أَبِي طَالِبٍ آنَسُ بِالْمَوْتِ مِنَ الطِّفْلِ إِلَى مَحَالِبِ أُمِّهِ هَبِلَتْكُمُ
الْهَوَابِلُ لَوْ بُحْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فِيكُمْ فِي كِتَابِهِ لَاضْطَرَبْتُمُ اضْطِرَابَ
الْأَرْشِيَةِ فِي الطَّوِيِّ الْبَعِيدَةِ وَلَخَرَجْتُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ هَارِبِينَ وَعَلَى وُجُوهِكُمْ
هَائِمِينَ وَلٰكِنِّي أَهْوَنُ وَجْدِي حَتَّى أَلْقَى رَبِّي بِيَدٍ جَذَّاءَ صِفْرَاءَ
مِنْ لَذَّاتِكُمْ خِلْوًا مِنْ طَحْنَاتِكُمْ فَمَا مَثَلُ دُنْيَاكُمْ عِنْدِي إِلَّا كَمَثَلِ
غَيْمٍ عَلَا فَاسْتَعْلَى ثُمَّ اسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى ثُمَّ تَمَزَّقَ فَانْجَلَى رُوَيْدًا فَعَنْ
قَلِيلٍ يَنْجَلِي بِكُمُ الْقَسْطَلُ فَتَجِدُونَ ثَمَرَ فِعْلِكُمْ مُرًّا أَمْ تَحْصُدُونَ غَرْسَ
أَيْدِيكُمْ ذُعَافًا مُمَزِّقًا وَسَمًّا قَاتِلًا وَكَفَى بِاللهِ حَكِيمًا وَبِرَسُولِ اللهِ خَصِيمًا
وَبِالْقِيَامَةِ مَوْقِفًا وَلَا أَبْعَدَ اللهُ فِيهَا سِوَاكُمْ وَلَا أَتْعَسَ فِيهَا غَيْرَكُمْ وَالسَّلَامُ
عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى یعنی پہلے تو تم فتنوں سے بچے اور فخر و غرور کو چھوڑ دیا اور نور نبوت
کی روشنی میں آئے لیکن بالآخر تم نے اہل بیت پاک کی میراث لوٹ لی اور رسول اللہ کا عطیہ چھین کر
بار گناہ سر پر لیا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم گمراہی میں اسطرح ٹکراتے پھرتے ہو جسطرح اونٹ چکی میں

بھرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر مجکو اجازت ہوتی تو مین تلوار سے تمھارے سر اسطرح اوڑا دیتا جسطرح کھیتی
کا ٹکر ڈھیر کر دیتے ہین۔ اور تمھارے بہادرون کو اسقدر قتل کرتا کہ تمھاری آنکھین پھوٹ جاتین۔
اور تمھارے گھر وحشتناک ہو جاتے۔ تم ابتدا سے مجکو جانتے ہو کہ مین نے فوجین غارت کر دی
ہین لشکرون کو تباہ کر دیا ہے تمھاری سرسبز زمینین تباہ کر دی ہین تمھارے ہنگامون کو دبا دیا ہے۔
تمھارے بہادرون کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہین۔ اوسوقت تم اپنے گھرون مین دبکے بیٹھے تھے۔
کل تمنے مجکو اپنا سردار مان لیا تھا۔ لیکن قسم ہے کہ تمنے دل سے کبھی نہین چاہا کہ ہمارے گھر مین
خلافت اور نبوت دونو رہنے پائین۔ کیونکہ تمکو بدر کے کینے اور احد کے خون بہا کبھی نہین بھولے۔
بخدا اگر مین خدا کے فیصلے کو جو تمھارے متعلق وہ کر چکا ہے ظاہر کر دون تو تمھاری ہڈیان پسلیان
اس طرح آپس مین ٹکرا جائین جسطرح چکی کے دونو پاٹون کے دندانے مل جاتے ہین۔ مین کچھ کہتا ہون تو تم
کہتے ہو کہ حسد سے کہتا ہون اور چپ رہتا ہون تو لوگ کہتے ہین کہ ابو طالب کا بیٹا موت سے ڈر گیا
افسوس مین خود موت ہون اور میری نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ مین مرگ کشندہ ہون۔ مین
اندھیری راتون مین معرکون مین گھس جانے والا ہون مین تیغ و سنان کا حامل ہون۔ مین لڑائی کے
ہنگامے مین نیزون کو ٹکرا کر توڑ دیتا ہون۔ مین نے رسول اللہ کے سامنے سے مشکلین ہٹا دی
ہین۔ ذرا ٹھہرو۔ خدا کی قسم ابو طالب کا بیٹا موت سے اس قدر مانوس ہے جتنا بچہ مان کی چھاتی
سے۔ تمپر موت آئے خدا نے جو کچھ تمھاری شان مین کہا ہے اگر مین ظاہر کر دون تو تم رسی کیطرح
بل کھاؤ اور گھر چھوڑ کر بھاگو ادھر اودھر ٹکرائے پھرو۔ لیکن مین اپنے جوش کو دباتا ہون اوسوقت
تک کہ اپنے خدا سے اس حال مین ملون کہ میرے ہاتھ دنیا کی لذتون سے (جسکو تم محبوب رکھتے
ہو) خالی ہون۔ کیونکہ تمھاری دنیا میرے نزدیک گویا ایک ابر ہے جو بلند ہوا پھر دلدار ہو کر
ہر طرف چھا گیا پھر پھٹ کر نکل گیا۔ ذرا ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر مین غبار صاف ہو جائے گا
اور تم اپنے کیے کا پھل پاؤ گے جو تلخ ہوگا۔ یا اپنے ہاتون کی بوئی ہوئی کھیتی کاٹو گے
جو سم قاتل ہو گی۔ اور کافی ہے اللہ کا حاکم ہونا اور رسول اللہ کا مدعی ہونا اور میدان قیامت کا

عدالت کا ہونا - خدا اوس دن کسی کو تمھارے سوا اپنی رحمت سے دور رکھے - اور تمھارے سوا کسی کو ہلاک کرے - اور جو ہدایت کے پیچھے چلے اوسپر سلام ہو - انتہی -

(۱۲) بحر الجواہر مصنفہ سید محمد باقر بن سید محمد مطبوعہ ایران صفحہ ۳۳۳ مین جابر جعفی سے یہ روایت ہے کہ ابو بکر نے اشجع بن مزاحم کو جو کہ ایک شجاع آدمی تھا اور اوس کا بھائی علیؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا فدک اور مدینہ کی دیگر املاک پر اپنی طرف سے متولی کیا - اوسنے اہل بیت کی املاک کو ضبط کر لیا - اور اونکی رعایا پر ظلم شروع کیا - اون لوگون نے حضرت علیؑ کو خبر دی اور اوسکے ظلم و ستم کا استغاثہ کیا - یہ سنتے ہی حضرت علیؑ بعجلت سوار ہوے اور عمامہ سیاہ سر پر رکھا اور دو تلوارین باندھین اور امام حسین اور عمار اور فضل اور عبد اللہ پسران حضرت عباس اور عبد اللہ جعفر کو ہمراہ لیا اور اوس گاؤن کے پاس جو مسجد تھی وہان ٹھہرے - اور امام حسینؑ کو بھیجا کہ ابو بکر کے متولی کو بلا لاؤ - آپ گئے اور اوس سے کہا کہ امیر المومنینؑ تجھے بلاتے ہین اوسنے کہا کہ کون امیر المومنین آپ نے فرمایا علی بن ابی طالبؑ - اوسنے جواب دیا کہ امیر المومنین تو ابو بکر ہین جو خلیفہ ہین - اسپر امام حسینؑ نے فرمایا اچھا علی بن ابی طالبؑ بلاتے ہین اونکے پاس چلو - اسپر اشجع نے کہا کہ مین سلطان ہون اور علی عوام مین سے ہین اور اونکو مجھسے کام ہے تو خود اونکو میرے پاس آنا چاہیے - اسپر امام حسینؑ نے جواب دیا کہ افسوس ہو تجھپر کیا میرے والد جیسا عوام مین سے ہو اور تو سلطان اوسنے کہا ہان بیشک - تمھارے باپ نے ابو بکر کی بیعت نہین کی مگر بجبر و اکراہ - اور ہمنے اوسکی بیعت خوشی سے کی ہے - یہ سنکر امام حسین واپس آئے اور حضرت علیؑ کو اسکی خبر دی تب آپ عمار کی طرف متوجہ ہوے اور کہا کہ تم اوسکے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم مثل خانہ کعبہ کے ہین کہ اوسکے پاس لوگ آتے ہین نہ یہ کہ وہ لوگون کے پاس جاے - عمار اشجع کے پاس گئے اور اوس سے سخت گفتگو کی - یہان تک کہ نوبت اسکی پہونچی کہ عمار نے اپنا ہاتھ تلوار کی طرف بڑھایا - اسکی خبر حضرت علیؑ کو پہونچی آپ نے اپنے ہمراہیون سے کہا کہ اشجع کو جاکر پکڑ لاؤ - اسپر آپ کے اہل بیت جو آپ کے ہمراہ تھے گئے اور اشجع سے کہا کہ آج تو علیؑ کے ہاتھ سے

مارا جاتا ہے اور اوسکے گھر لوٹ لیا۔ اوسے دیکھکر آپ نے فرمایا کہ کیا سبب ہے کہ تونے اہل بیت
کا مال لے لیا اور اوسپر اپنا قبضہ کیا۔ اوسنے جواب دیا کہ کیا سبب ہے کہ تمنے آدمیون کا خون
بہایا۔ اور مین ابوبکر صدیقؓ کے فرمان و مرضی کو تمھاری موافقت اور اتباع سے بہتر جانتا ہون
آپ نے فرمایا کہ مین کوئی اپنا گناہ نہین سمجھتا سوا اسکے کہ مین نے تیرے بھائی کو مارا ہے
اور وہ باعث انتقام نہین ہو سکتا خدا تجھے ذلیل کرے۔ اوسنے بھی ایسا ہی سخت جواب
علیؓ کو دیا اور کہا کہ خلفا کے حسد مین تم ہلاک ہوگے۔ اسپر فضل کو غصہ آیا اور اوسکا سر اوڑا دیا اسپر
اشجع کے ہمراہیون نے فضل پر حملہ کیا۔ یہ دیکھکر حضرت علیؓ نے ذوالفقار میان سے نکالی
جبکہ اشجع کے ہمراہیون نے علی کی چمکتی ہوئی آنکھین اور ذوالفقار کی چمک دیکھی تو اپنے ہتیار
پھینکدیے اور کہا کہ ہم اطاعت کرتے ہین۔ علیؓ نے اون سے کہا کہ اس اپنے چھوٹے صاحب
کا سر اپنے بڑے صاحب کے پاس لیجاؤ چنانچہ اوسکے ہمراہی اشجع کا سر لیگئے اور اوسکو
ابوبکرؓ کے سامنے ڈالدیا۔ یہ حالت دیکھکر تمام مہاجرین و انصار جمع ہوے اوسوقت ابوبکرؓ نے
کہا کہ تمھارے بھائی ثقفی نے خدا اور اوسکے رسول کے خلیفہ کی اطاعت کی اور مین نے اوسے
صدقات مدینہ پر متولی کیا۔ اور اب علیؓ نے اوسے اس بری طرح سے مارا اور مُثلہ کیا اب چاہیے
کہ تم مین سے جو شجاع ہین وہ جائین اور اس کا تدارک کرین۔ سب اسے سنکر سکتہ مین رہگئے
اور نقش بدیوار ہوگئے۔ ابوبکر نے کہا کہ کیا تم لوگ زبان نہین رکھتے اور کچھ بولتے نہین۔ اسپر
ایک اعرابی نے کہا کہ اگر تم چلتے ہو تو ہم بھی چلتے ہین۔ اور دوسرے نے کہا کہ ملک الموت
کا دیکھنا بہتر ہے علی کے دیکھنے سے۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ تم علیؓ سے ڈرتے ہو اور مجھے ایسا جواب
دیتے ہو۔ اسپر عمرؓ متوجہ ہوے اور کہا کہ یہ کام سواے خالد کے کسی سے نہین ہو سکتا۔ تب ابوبکرؓ نے
خالد سے کہا کہ یا ابا سلیمان تم سیف اللہ ہو اور خدا کی تلوار۔ تم ایک فوج لیکر جاؤ کہ علی نے ہمارے
رفقا مین سے ایک ایسے شخص کو جو شجاعت مین بے نظیر ہے قتل کیا ہے۔ علی کو لے آؤ
اور کہو کہ اگر تم چلتے ہو تو تمھاری خطا معاف ہوگی اور اگر وہ لڑائی پر آمادہ ہون تو اونکو زندہ پکڑ کر لے آؤ

شکر خالد پانچسو مردان کارزار لیکر روانہ ہوے ۔ مفضل نے اونکو آتا دیکھکر علیؑ کو خبر کی ۔ آپنے فرمایا کہ
تمام صنادید قریش او رسواران ہوازن جمع ہون تب بھی مین اونسے نہین ڈرتا ۔ خالد وہان
پہونچے اور علی سے پوچھا کہ یہ کیا سخت حرکت تھی جو تمنے کی اور کیون بجھی ہوئی آگ کو مشتعل کیا
آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھے اپنی شجاعت اور ابوبکرؓ سے ڈراتے ہو اور مجھے مالک نویرہ جانتے ہو
کہ جسکو تمنے مارا اور اوسکی بی بی کو اپنے نکاح مین لاے ۔ مین اپنے قاتل کو خود جانتا ہون اور
شہادت کی امید رکھتا ہون اور اگر مین چاہون تو تمھین ابھی اس مسجد کے صحن مین مار گرادون ۔
اسپر خالد غصہ مین آئے ۔ اور آپ نے ذوالفقار نکالی ۔ جب خالد نے آپ کی آنکھ اور ذوالفقار
کی چمک دیکھی تو گڑگڑانے لگے ۔ حضرت نے تلوار کا قبضہ خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے
یہ حالت دیکھکر ابن صباح نے کہ ایک مرد عاقل تھا کہا کہ بخدا اے علیؑ ہم کچھ براہ عداوت نہین
آئے ۔ تم شیر خدا اور شمشیر غضب الٰہی ہو ہم سب آپ کے خادم ہین اسپر حضرت امیر المومنینؑ نرم
ہوے اور خالد سے مزاح کرنے لگے خالد درد کمر سے بے خود تھے ۔ آپ نے فرمایا اے خالد
تعجب ہے کہ غدیر خم کا معاملہ تمھاری یاد سے جاتا رہا اور بہت جلد تمنے ناکثین اور خائنین کی
بیعت کرلی اور اب چاہتے ہو کہ مجھے قید کر کے لیجاؤ ۔ کیا تم حالت عمر بن عبدودّ اور مرحب
اور جنگ خیبر کی بھول گئے ۔ اسپر خالد نے کہا کہ جو آپ فرماتے ہین وہ مین جانتا ہون لیکن
عرب نے آپ کو آپ کی تلوار کے خوف سے چھوڑ دیا ہے ۔ اور ہمنے ابوبکر کی بیعت صرف اونکی
نرمی اور زائد از استحقاق مال ملنے کی امید پر کی ہے ۔

ان روایتون مین جو تناقض اور اختلاف ہے وہ ایسا صریح اور صاف ہے کہ اسمین
تاویل کی کچھ گنجائش نہین ہے اور یہ ناممکن ہے کہ کل روایات متناقضہ کی صحت تسلیم کیجائے
اور تسلیم صحت کے بعد دعوی ہبہ کا زبان پر لایا جاے ہم اون اختلافات مین سے بعض
ضروری اور ظاہری اختلاف اب بیان کرتے ہین ۔

پہلی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہمنے نقل کی ہے اوسمین یہ لکھا ہے کہ جب

حضرت فاطمہؑ کا وکیل فدک سے نکال دیا گیا تو وہ خود ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئین اور اون سے سوال کیا کہ کیون میرے باپ کی میراث سے مجھے محروم کرتے ہو۔ اور دوسری روایت مین جو علل الشرائع سے ہمنے لکھی ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابوبکرؓ نے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا تو حضرت علیؑ مسجد مین آئے اور ابوبکر صدیقؓ سے پوچھا کہ کیون تمنے فاطمہؑ کے وکیل کو فدک سے نکال دیا علل الشرائع کی روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد نکالے جانے وکیل فدک کے حضرت علیؑ ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ اور احتجاج طبرسی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ اونکے پاس آئین۔ شاید حضرات امامیہ اس کا یہ جواب دین کہ ایک دفعہ حضرت علیؑ آئے اور دوسری مرتبہ خود حضرت فاطمہؑ آئین۔ مگر چھٹی روایت سے جو احتجاج طبرسی سے ہمنے نقل کی ہے جسمین حضرت فاطمہؑ کے مشہور خطبہ کا ذکر ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس سے لوٹین اور گھر پہنچین تو وہان حضرت علیؑ بیٹھے ہوے اونکا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت فاطمہؑ نے پہونچتے ہی اون پر غصہ کرنا شروع کیا اور نہایت دردانگیز اور غضب آمیز الفاظ مین فرمایا کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہٗ ومثل خائبان یا خائفان در خانہ گریختہٗ وبعد از آنکہ شجاعان دہر را برخاک ہلاک افگندی ومغلوب این نامردان گردیدہٗ۔ پسر ابوقحافہ معیشت فرزندانم را می گیرد وتو از جای خود حرکت نمی کنی وغیرہ وغیرہ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ نے گھر مین سے قدم بھی باہر نہ نکالا تھا اور اس معاملہ مین ابوبکرؓ کے پاس جانا اور اون سے مطالبہ کرنا اور اونکو ملامت کرنا ایک طرف فاطمہؑ کی کچھ بھی مدد نکی تھی۔ اگر حضرت علیؑ تشریف لیگئے ہوتے اور مہاجرین وانصار کے سامنے ابوبکر صدیقؓ سے مطالبہ کیا ہوتا اور فدک سے وکیل نکال دینے پر اونھین قائل معقول کیا ہوتا تو حضرت فاطمہؑ باوجود عصمت وطہارت کے اپنے خاوند سے اور خاوند بھی کیسے جو سید الاولیا سند الاصفیا قاتل الکفرہ دافع الفجرہ تھے کیون ایسے درشت اور سخت کلمے فرماتین اور اونکے گھر مین چھپ رہنے اور باہر نہ نکلنے پر ملامت کرتین۔

چوتھی روایت جو بحوالۂ کتاب الاختصاص بحار الانوار سے ہمنے نقل کی ہے اوس مین ایک ایسی بات لکھی ہے جو دونو روایات مذکورۂ بالا کی تردید کرتی ہے وہ یہ ہے کہ جب ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے دعوی کی نسبت یہ کہا کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہین ہوتا تو اسے سنکر حضرت فاطمہؓ علیؓ کے پاس گئین اور اون سے یہ سب حال کہا۔ حضرت علیؓ نے اونکو صلاح دی کہ تم پھر ابو بکرؓ کے پاس جاؤ اور اونسے کہو کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہین ہوتا حالانکہ سلیمانؑ داودؑ کے اور یحییؑ زکریاؑ کے وارث ہوے پھر مین کیون اپنے باپ کی وارث نہون۔ عمرؓ نے کہا کہ یہ سکھلائی ہوئی بات ہے اسپر آپ نے جواب دیا کہ گو مین سکھلائی گئی ہون مگر کس نے مجھے سکھلایا ہے میرے ابن عم علیؓ نے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی مرتضیٰؓ خود اس معاملے مین ابو بکرؓ سے مطالبہ اور مقابلہ کرنے کے لیے تشریف نہین لے گئے۔ اور نہ حضرت فاطمہؓ کے خیال مین یہ حجت آئی تھی کہ سلیمانؑ داودؑ کے اور یحییؑ زکریاؑ کے وارث ہوے۔ اور نہ اپنی طرف سے یہ دلیل اونھون نے پیش کی بلکہ حضرت علی کے فرمانے اور بتانے اور سکھلانے سے حضرت فاطمہؓ دوبارہ دعوی کرنے کے لیے ابو بکر صدیق کے پاس تشریف لیگئی تھین۔ اگر حضرت علیؓ خود تشریف لیگئے ہوتے یا حضرت فاطمہؓ نے اپنی طرف سے یہ حجت پیش کی ہوتی جیسا کہ آپ کے اوس مشہور خطبہ سے پایا جاتا ہے جسکو ہمنے چوتھی روایت مین احتجاج طبرسی سے نقل کیا ہے تو حضرت فاطمہؓ کے بھیجنے اور اس حجت کے سکھانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا اس اختلاف کے بعد بھی حضرت علیؓ کا جانا ابو بکر صدیقؓ کے پاس اور اون کا اس باب مین بحث کرنا کوئی مان سکتا ہے۔

گیارھوین روایت جو ہمنے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے اوسمین یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابو بکرؓ نے فاطمہؓ کو فدک سے محروم کر دیا تو آپ بہت غصہ مین آئے اور ایک بہت سخت خط ابو بکرؓ کو لکھا جسکے آغاز ان الفاظ سے ہے۔ شقوا متلاطمات امواج الفتن اور جسمین کوئی دقیقہ اپنی مردانگی اور شجاعت کے اظہار

اور مہاجرین وانصار کی گمراہی وضلال کا باقی نہین رکھا اور اوس عذاب سے جو اونکے لیے
خدا نے مقرر کیا ہے بیان کرنے سے بھی تامل نہین فرمایا۔ اگر درحقیقت حضرت علیؑ بذات خود ابوبکرؓ
کے پاس تشریف لیگئے ہوتے اور جو کہنا تھا وہ اون سے کہہ آئے ہوتے تو پھر اس خط لکھنے کی کیا
ضرورت تھی۔ ہان شاید یہ کہا جاے کہ آپ نے اول بالمشافہ گفتگو کی پھر یہ خط لکھا تاکہ رکارڈ یعنی
دفتر مین ایک تحریری سند صحابہ کے ملامت کی موجود رہے۔ یا اول یہ خط لکھا ہو اور بعد اوسکے
جا کر بالمشافہ گفتگو فرمائی ہو۔ مگر پہلی بات تو اس روایت سے ثابت نہین ہوتی اسلیے کہ اس روایت
مین یہ لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؑ کو فدک سے محروم کردیا
تب آپ نے یہ خط لکھا۔ اور دوسری بات کہ اس خط کے لکھنے کے بعد تشریف لیگئے ہون حضرت
فاطمہؑ کے اوس غصہ سے جو آپ کے گھر مین بیٹھ رہنے اور مدد نکرنے پر فرمایا صحیح نہین معلوم ہوتی
اسلیے کہ جب حضرت علیؑ ایسا سخت خط لکھ چکے تھے اور غاصبین فدک کو ظالم اور مفسد ٹھہرا چکے تھے
اور جو سزا خدا نے اونکے لیے رکھی ہے اوسے بھی ایک طرح سے بیان کردیا تھا اور اگر وصیت
پیغمبر مانع نہوتی تو اونکے سر اوڑا دینے کی بھی دھمکی دیدی تھی تو کیونکر ممکن تھا کہ حضرت فاطمہؓ
آپ کی مدد نکرنے اور مثل جنین کے خانہ نشین ہوجانے پر غصہ فرماتین اور ایسے کلمات سخت
سے آپ کو خطاب کرین۔

پھر چوتھی روایت کے دیکھنے سے ایک اور تناقض اور تخالف پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے
کہ اس روایت مین یہ لکھا ہے کہ علیؑ کے فرمانے سے حضرت فاطمہ آیہ ورث سلیمان داؤد
سے حجت کرنے کے لیے ابوبکرؓ کے پاس آئین اور اسپر بھی جب ابوبکرؓ نے شہادت طلب کی
تو فاطمہؑ ام ایمن اور علیؑ کو لیگئین اور گو علی کی شہادت کا کہ کیا اونھون نے دی کچھ ذکر نہین ہے مگر
ام ایمن کی شہادت رد کی گئی۔ اور عمرؓ نے ام ایمن سے یہ کہا کہ تم ایک عورت ہو اور ایک عورت کی
گواہی کافی نہین اور علیؑ اپنا فائدہ چاہتے ہین اسپر فاطمہؑ کھڑی ہوگئین اور خفا ہوکر ابوبکرؓ و عمرؓ کو

بد دعا دینے لگین اور چلی گئین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ ابو بکرؓ کے سامنے شہادت دینے کے لیے آئے تھے۔ اگر یہ سچ ہے تو اس کا سبب نہین معلوم ہوتا کہ اسی وقت جو نہایت موقع اور وقت بحث و گفتگو کا تھا علیؓ نے ابو بکر سے جو کہنا تھا کیون نہ کہا اور فاطمہؓ کو خفا دیکھکر بھی کچھ ہاشمی جلال نہ دکھایا۔ اور گھر جا کر خط لکھا یا دوسرے وقت آکر ابو بکر سے بحث کی۔ اتنا تو بہرحال اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہادت پیش کرنے کے وقت تک حضرت علی رضؓ نے زبان مبارک سے کچھ نہین فرمایا تھا۔ اور نہایت صبر و تحمل سے واقعات کے دیکھنے اور سکوت کرنے کو اختیار کیا تھا۔ مگر اسی روایت مین پھر یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ چالیس دن تک حضرت فاطمہؓ کو سوار کرا کے مہاجرین و انصار کے گھر گھر لیے پھرے اور فاطمہؓ ایک ایک سے فریاد اور استغاثہ کرتی رہین۔ یہان تک کہ معاذ بن جبلؓ سے دو بدو گفتگو ہوئی اور اون سے خفا ہو کر فاطمہؓ چلی آئین۔ اس واقعہ کے بعد جس مین اس روایت کے موافق کم سے کم چالیس روز گذرے ہون گے پھر حضرت علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم تنہا ابو بکرؓ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ دوسرے کی بہ نسبت نرم دل ہین اور یون کہو کہ اگر فدک تمھارا ہی ہوتا تب بھی اوسکا دینا میرے مانگنے پر تمپر واجب ہے چنانچہ اسکے موافق فاطمہؓ آئین اور یہی بات کہی اوسپر ابو بکرؓ نے کہا کہ آپ سچ فرماتی ہین کاغذ منگا کر فدک کی سند لکھدی اور جسکو راہ مین عمرؓ نے چھین کر چاک کر دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی دفعہ حضرت فاطمہ حضرت علیؓ کی تعلیم سے ابو بکر کے پاس نہین گئی تھین بلکہ دو مرتبہ پہلے وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی حجت پیش کرنے کے لیے دوسرے فدک کو بہ نرمی ابو بکر سے مانگنے کے لیے۔ اور دوسری مرتبہ جہان تک کہ ابو بکرؓ سے تعلق تھا اس روایت کے موافق وہ کامیاب بھی ہوئین۔ پس یہ روایت صاف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی رضؓ نے کبھی خود ابو بکر کے پاس جانے اور اون سے بحث کرنے یا اونکو ملامت فرمانے کا ارادہ نہین کیا۔ بلکہ حضرت فاطمہؓ کو سکھا کر بھیجدینے ہی پر کفایت فرمائی اور اگر شہادت کے لیے وہ فاطمہ رضؓ کے ساتھ تشریف بھی لے گئے تو اوسوقت کچھ ارشاد نہین فرمایا۔ اور سکوت ہی اختیار کیا۔

پھر اسی چوتھی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کے رد ہونے کے بعد چالیس دن تک فاطمہؓ کو مہاجرین وانصار کے یہان لیے لیے پھرے۔ اس زمانہ مین کوئی اور دوسری کارروائی آپ نے نہین فرمائی۔ اور جب معاذ بن جبلؓ سے گفتگو کرکے اور اون سے خفا ہوکر فاطمہؓ چلی آئین تب پھر آپ نے اونھین ابوبکر کے پاس بھیجا اور وہان فاطمہؓ کی یہ حالت ہوئی کہ عمرؓ نے ابوبکرؓ کی لکھی ہوئی سند چاک کردی اور فاطمہؓ کے شکم مبارک پر نعوذ باللہ منہ لات ماری جس سے محسن سقط ہوگئے اور اوسکے بعد پچھتر دن تک فاطمہؓ بیمار رہین اور بعد اوسکے وفات فرماگئین۔ اس سے ظاہر ہے کہ بعد معاذ بن جبلؓ کی گفتگو کے اور فاطمہؓ کے دوبارہ تعلیم پاکر ابوبکرؓ کے پاس جانیکا کوئی موقع باقی نرہا تھا کہ فاطمہؓ کے وکیل کو فدک سے نکالے جانیکی خبر سنکر حضرت علیؓ ابوبکرؓ کے پاس جاتے اور اون سے سوال وجواب کرتے کیونکہ اسوقت تو حالت پہلے سے بدتر ہوگئی تھی اور ایک تازہ مصیبت پیش آگئی تھی جسکے سامنے فدک کا غصب کچھ حقیقت ہی نہین رکھتا۔ یعنی حضرت فاطمہؓ پر عمرؓ کے ہاتھ سے وہ ظلم وستم ہوا کہ جسے دیکھکر کسی آدمی کی غیرت و حمیت گوارا نہین کرسکتی کہ اوسے برداشت کرے اور ایسے دردناک اور نفرت انگیز اور ذلیل کن ظلم کو دیکھتا رہے اور اوسکا بدلہ نہ لے۔ یہ وقت وہ تھا کہ شیر خدا جوش مین آتے اور ذوالفقار علی نیام سے نکالتے اور بنت رسول پر جو ظلم وستم ہوا تھا اوسکا بدلہ عمر سے لیتے۔ تعجب ہے کہ ایسے سخت واقعہ پر شیر خدا صبر فرماوین اور بنت رسول کی یہ ذلت اپنی آنکھ سے دیکھین اور کوئی بات تک زبان سے نہ نکالین۔ تو اونکے صبر واستقلال سے جس کا ثبوت شیعون کے خیال کے موافق اس سے زیادہ نہوگا کون امید اور خیال کرسکتا ہے کہ وہ ایک وکیل کے نکال دینے پر غصہ مین آتے اور سوال وجواب کرنے کے لیے مہاجرین وانصار کے مجمع مین جاتے اور ابوبکر سے مقابلہ کرتے یا اونکو ایسا سخت خط لکھتے اور اون کو ظالم اور غاصب بتاتے۔

اس روایت کو بارھوین روایت سے ملاکر دیکھنے سے غالباً ہر شخص کو ایک حیرت ہوگی اور سوا اسکے کہ اماموں کے اسرار اور اونکے بھید ہم لوگون کی سمجھ سے باہر ہین کوئی بات

زبان سے نہ نکل سکیگی نہ کوئی وجہ سمجھ مین آئیگی کہ کبھی تو شیر خدا ذراسی بات پر ایسے غضب ناک ہو جائین کہ سر اوڑوا دینے مین بھی دریغ نکرین اور کبھی ایسا سکوت اختیار کرین کہ بڑے سے بڑے صدمے پر بھی جس کا بدلہ لینا شرعاً وعقلاً جائز بلکہ واجب ہو زبان تک نہ ہلائین۔ شاید مظہر العجائب والغرائب کی شان یہی ہے کہ ایسی عجیب باتین سرزد ہون جو انسانی فہم سے باہر اور طاقت بشری سے خارج ہون۔ اس چوتھی روایت مین یہ ذکر ہے کہ حضرت فاطمہؓ سے سند لیکر عمر نے چاک کردی اور طمانچے لگائے اور لاتین ماری یہان تک کہ حمل ساقط ہو گیا مگر حضرت علیؓ نے اف تک نہ کی۔ اور بارھوین روایت مین یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو اطلاع ہوئی کہ اشجع بن مزاحم نے جسے ابو بکر نے فدک کے انتظام کے لیے مقرر کیا تھا رعایا پر ظلم شروع کیا ہے تو آپ کو تاب نہ رہی اس خبر کے سنتے ہی عزیز و اقارب و خدام و ملازمین کو لیکر موقع پر پہونچے اور اشجع کو پکڑ بلوایا اور گھرکیان سنائین اور اسی پر کفایت نکی بلکہ اوسکا سر اوڑا دیا اور اوسوقت آپ ایسے جوش مین تھے اور آپ کی آنکھین ایسی چمکتی اور آپ کی ذوالفقار ایسی دمکتی تھی کہ سب تھرتھرانے لگے اور اشجع کے ہمراہی سب ہتیار پھینک کر بھاگ گئے۔ اور پھر جب اشجع کے قتل کے بعد خالد اونکے پاس آئے تو آپ نے اون سے غصہ مین فرمایا کہ کیا تم مجھے بھی مالک بن نویرہ جانتے ہو اور اسپر جب خالد غصہ مین آئے تو آپ نے ذوالفقار نکالی جسکی چمک دیکھکر وہ گرگر ملنے لگے اور آپ نے تلوار کے قبضہ کو خالد کی پشت پر مارا کہ وہ زمین پر گر گئے۔ اس روایت سے شان حیدری ثابت ہوتی ہے اور اسد اللہی کا جلوہ نظر آتا ہے اور زمین و آسمان سے آپ کی شجاعت وحمیت پر مرحبا اور تحسین کی آوازین آتی ہین اور لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار کا غلغلہ ہر شجر و حجر کی زبان سے سنائی پڑتا ہے۔ مگر یہ تمام حالت حیرت اور تعجب سے بدل جاتی ہے جبکہ ہم یہ دیکھتے ہین کہ یہ اسد اللہی شان اوسوقت کیون نہ دکھائی گئی جبکہ عمر نے جو بقول شیعون کے ایک نامرد اور ذلیل اور کم رتبہ آدمی تھے بنت رسول کو صدمہ پہونچایا۔ اونکو طمانچہ لگائے اونکو لاتین مارین اونکا حمل گرادیا۔ اس موقع پر کیون ذوالفقار علی نیام مین رکھ لیگئی اور کیون

حیدری کی صولت اور غضنفری ہیبت پر صبر و شکیبائی غالب آگئی - حالانکہ شرعاً و عقلاً یہ موقع
نہ صبر کا تھا نہ تحمل کا - بلکہ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ کے موافق کم سے کم
اسکا بدلا عمر کو دینا تھا تاکہ بنت رسول کی ذلت کا مزہ وہ چکھتے اور اس ظلم و ستم کی سزا خدا کے
شیر کے ہاتھ سے پاتے - افسوس ہے کہ ان روایتون سے حضرات شیعہ کا یہ مطلب تو حاصل نہوا
کہ جو الزام اپنے غلط خیال اور فساد عقیدت کے موافق صحابہ پر اور حضرات شیخین پر لگانا چاہتے
تھے وہ ثابت ہو بلکہ ان جھوٹی اور وضعی روایتون سے اہل بیت کرام اور خاندان نبوت پر ایسے
جھوٹے داغ لگا دیے گئے اور وہ باتین جس سے اونکی شان ارفع و اعلی تھی بلکہ جنکے خدام اور
نام لیوا بھی اوس سے مبرا اور منزہ تھے اونکی طرف منسوب کر دی گئین - اور مخالفین اسلام کے
لیے ایک ایسا مجموعہ تیار کر دیا گیا کہ جسکے دیکھنے سے نہ صرف اونکو تعجب اور حیرت ہو بلکہ نفس اسلام
پر وہ تنک و ربانی اسلام اور اوسکے خاندان کے چلن پر شبہ کرنے لگین - افسوس ایسی محبت پر
تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا -

چوتھی روایت مین جو کتاب الاختصاص سے بیان کی گئی ہے یہ لکھا ہے کہ بعد اس کے
کہ علی مرتضی فاطمہ رض کو چالیس دن تک مہاجرین و انصار کے گھر گھر لیکر پھرے اور کسی نے مدد نکی
معاذ بن جبل رض سے دو بدو فاطمہ رض سے گفتگو ہوئی وہ اون سے خفا ہو کر چلی آئین تو علی مرتضی رض نے
فاطمہ رض سے کہا کہ ابو بکر نرم دل ہین اون سے جا کر فدک مانگو کہ وہ اپنا ہی سمجھکر دیدین چنانچہ وہ گئین اور
اون کے اسطرح پر مانگنے سے ابو بکر نے فدک کی سند لکھدی - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع
پر کچھ سوال و جواب نہوا تھا بلکہ ہنسی خوشی سے صرف حضرت فاطمہ رض کے مانگنے پر ابو بکر نے اونھین
سند لکھدی تھی لیکن تیسری روایت مین جو بحوالہ مصباح الانوار بحار الانوار سے نقل کی گئی ہے
اوسمین فدک کے سند لکھدینے کا بیان دوسرا ہے اور اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ابو بکر
وَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ کی حجت پیش ہونے پر قائل ہوے اور فاطمہ رض کے دلائل سنکر مجبور تب
فدک کی سند فاطمہ رض کو لکھدی اور اوسپر علی اور ام ایمن کی گواہی بھی ہوئی - اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ سند لکھنے کا سبب ابوبکر کا فاطمہ کی حجتوں سے قائل ہو جانا تھا۔ اور نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے
کہ فاطمہ تنہا تشریف نہ لیگئین تھین بلکہ علی اور ام ایمن بھی اونکے ساتھ تھے ورنہ اونکی گواہی
اوس سند پر جو ابوبکر رض نے لکھی کیونکر ہوتی اور پھر اوس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راہ مین
عمر رض فاطمہ رض کو ملے اور اون سے پوچھا کہ آپ کہان سے آتی ہین اونھون نے کہا ابوبکر کے پاس
سے آتی ہون اور اونھون نے مجھے سند بھی فدک کی لکھدی ہے۔ عمر نے کہا وسے ذرا مجھے تو
دکھا دیجئے آپ نے دیدی۔ عمر نے اوسپر تھوکا اور اوسے مٹا دیا جب آگے بڑھین تو علی ملے
تو اونھون نے فاطمہ سے پوچھا کہ آپ اسوقت اتنی خفا کیون ہین تب اونھون نے بیان کیا کہ
عمر نے اونکے ساتھ کیا کیا اوسپر حضرت علی رض نے فرمایا ماركبوا مني ومن ابيك اعظم من
هذا افمرضت کہ ان لوگون نے اس سے بڑھکر میرے اور تمھارے باپ کے حق مین اور
دوسری بات نہین کی۔ اور پھر آپ بیمار ہوگئین۔ اس مین ایک تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ سند
لکھنے کے وقت تو علی اور ام ایمن موجود تھے پھر وہ فاطمہ کے ساتھ گھر تک کیون نہین آئے کیا
وہ وہان رہگئے یا اور کہین چلے گئے اور فاطمہ کو تنہا روانہ کردیا۔ دوسری اسمین یہ ذکر نہین ہے کہ
عمر نے فاطمہ کو طمانچہ مارے اور لاتین لگائین اور محسن سقط ہوگئے۔ کیونکہ علی نے صرف اون کو
غصہ مین پایا اور ماركبوا مني ومن ابيك اعظم من هذا کہکر چپ ہوگئے۔ اس سے
تکذیب اوس ظلم وستم کی ہوتی ہے جو فاطمہ کی نسبت عمر کی طرف سے بیان کیا گیا ہے۔

چھٹی روایت جو احتجاج طبرسی سے ہمنے نقل کی وہ سب سے زیادہ اہم اور قابل
غور ہے اور اوس سے ہبۂ فدک کے دعوی کی تکذیب ایسی ثابت ہوتی ہے کہ بغیر اسکے کہ
خود اس روایت کو جھوٹا کہا جاسے اور یہ خطبہ وضعی قرار دیا جاسے دوسرا جواب کوئی بن نہین
پڑتا۔ اور اسی واسطے علماے امامیہ کو اسمین بہت دقت پیش آئی ہے اور نہایت حیران
وششدر ہو کر اوسکے متعلق ایسی باتین بنائی ہین کہ جنکو کوئی شخص مان نہین سکتا۔ اس
روایت کی تکذیب تو علماے امامیہ کر نہین سکتے اسلیے کہ اول تو وہ نہایت صحیح روایتون مین

سے ہے۔ دوسرے اوس روایت کی بنیاد پر بہت بڑی عمارت صحابہ کے ظلم و ستم کی کھڑی کی ہے وہ اس روایت کے غیر معتبر کہنے سے سب ڈھی جاتی ہے۔

خطبہ کی صحت اور عظمت جو شیعون کے نزدیک ہے وہ اس سے ثابت ہوتی ہے کہ علماے امامیہ نے اوسکی صحت کی نسبت بہت بڑے دعوی کیے ہین اور نہ صرف اپنی روایتون سے اوسے بیان کیا ہے بلکہ سنیون کی کتابون سے بھی اوسکے ثابت ہونیکی بہت کوشش کی ہے۔ ملا باقر مجلسی اوسکی نسبت فرماتے ہین اعلم ان هذه الخطبة من الخطب المشهورة التی روتها الخاصة والعامة باسانید متظافرة کہ اسے سمجھ لو یہ خطبہ مشہور ترین خطبون مین سے ہے جسکو شیعہ اور سنی دونون نے معتبر اسناد سے بیان کیا ہے۔ اور کتاب لمعة البیضا فی شرح خطبة الزهرا مین جو خاص اسی خطبہ کی شرح کے لیے لکھی گئی ہے اور ایران مین چھپی ہے اوسکے صفحہ ۱۲ مین لکھا ہے ولاحتجاج المشهور کالنور علی الطور المسطور فی کتاب مسطور فی رق منشور المعروف بخطبة تظلم الزهرا التی مقصودنا من هذا الکتاب شرحها وکل ما ذکر الی هنا کان مقدمة بالنسبة الیها ونحن نشرع الان فی ایراد تلک الخطبة الشریفة المشتملة علی الایات البینات والبراهین الساطعات والحجج الواضحات والدلائل القاطعات... الی قوله وبالجملة لا اشکال ولا شبهة فی کون الخطبة من فاطمة الزهراء وان مشائخ ال ابی طالب کانوا یروونها عن ابائهم ویعلمونها ابنائهم ومشائخ الشیعة کانوا یتدارسونها بینهم وبعدا ولونها بایدیهم والسنتهم اور پھر اسکی فصاحت کی نسبت لکھتے ہین تلک الخطبة الغراء الساطعة عن سیدة النساء التی تحیر من العجب منها والاعجاب بها احلام الفصحاء والبلغاء خلاصہ اس کا یہ ہے کہ منجملہ اون حجتون کے جو حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر سے کین ایک وہ مشہور حجت ہے کہ گویا وہ طور کی روشنی ہے اور لوح محفوظ مین لکھا ہے یعنی وہ خطبہ جو تظلم زہرا کے نام سے مشہور ہے اور جسکی

شرح ہم اس کتاب مین لکھنا چاہتے ہین۔ اور وہ خطبہ مشتمل ہے کھلی نشانیون اور روشن دلیلون اور واضح حجتون اور قطعی برہانون پر۔ اور جسکی صحت مین کچھ بھی شبہ نہین ہے اور بزرگان آل ابی طالب ہمیشہ اوسے اپنے آباو اجداد سے روایت کرتے اور اپنی اولاد کو سکھلاتے چلے آئے ہین اور مشائخ شیعہ کے درس مین وہ رہا ہے اور وہ ہمیشہ اوسے اپنے ہاتون اور زبانون مین رکھتے چلے آئے ہین۔

جبکہ یہ خطبہ شیعون کے نزدیک ایسا صحیح ہے اور کالنور علی الطور سمجھا جاتا ہے تو جو کچھ اوس سے ثابت ہو کہ فاطمہؑ نے اوسمین یہ بیان کیا اور فلان چیز کا دعوی فرمایا اوسی کو موافق شیعون کے عقیدے کے صحیح سمجھنا اور جس کا اوسمین ذکر نہو اوسکو غلط جاننا چاہیے۔ اسیلیے ہم اس کتاب کے ناظرین سے خصوصًا علماے امامیہ سے امید کرتے ہین کہ اسپر غور فرمائین کہ سارے خطبہ مین کہین اس بات کا ذکر نہین ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا ہو کہ تمنے فدک مجھسے چھین لیا۔ یا میرے باپ نے مجھے وہ ہبہ کیا تھا۔ یا وہ میرے قبضہ مین تھا نہ صراحۃً نہ اشارۃً ہبہ کا نام اسمین آیا ہے جو کچھ اسمین بیان کیا گیا ہے وہ صرف متعلق میراث کے ہے اور جو کچھ ظلم وستم کا استغاثہ کیا ہے وہ اسی بات پر ہے کہ ترکہ نبوی نہین دیا گیا۔ اور جو حجتین اور دلیلین اسمین حضرت سیدۃ النساء نے بیان کی ہین مثل وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وغیرہ کے وہ سب متعلق میراث کے ہین۔ اگر فدک درحقیقت پیغمبر خدا صلعم نے آپ کو ہبہ کیا ہوتا اور وہ آپ کے قبضہ مین ہوتا اور ابوبکر صدیقؓ نے آپ کا قبضہ اوٹھا کر اوسپر اپنا قبضہ کر لیا ہوتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ اسمین اوسکا کچھ بھی ذکر نہ کیا جاتا اور ایسی بڑی بات جو صراحۃً شرع اور عقل اور قانون اور عام برتاؤ کے خلاف تھی یعنی کسی چیز کو کسی کے قبضہ سے لے لینا خلیفۂ وقت سے واقع ہوتی اوسکا اظہار مہاجرین وانصار اور اصحاب نبوی کے سامنے نکیا جاتا۔

یہ خطبہ جو حضرت فاطمہؑ نے بیان فرمایا طول مین دو جزو سے کم نہین ہے اور فصاحت اور بلاغت مین ہم پلہ قرآن سمجھا گیا ہے اور صحابہ کے ظلم وستم کا گویا وہ پورا نقشہ ہے اور

اوس وقت یہ فرمایا گیا ہے جبکہ تمام مہاجرین و انصار و اصحاب نبوی ابوبکر کے پاس موجود تھے۔ اور ایسے دردانگیز لفظون مین بیان کیا گیا کہ سننے والے رونے اور چیخنے لگے تھے تو کیا یہ بات سمجھ مین آتی ہے کہ ایسے موقع اور محل پر حضرت فاطمہؓ اوسی چیز کو بیان نفرماتین جو سب سے زیادہ ضروری اور سب سے بڑھکر اونکی مظلومیت اور خلیفہ وقت کے ظلم کو ثابت کرنیوالی تھی۔

چونکہ یہ ایک بہت بڑی بات تھی کہ ایسے موقع پر اس خطبہ مین ہبہ کا ذکر کیا گیا اسلیے علماے امامیہ کی توجہ اس طرف مائل ہوئی اور اونھون نے بھی اس امر کو ضروری سمجھکر اسکے جواب کی فکر کی اور بمصداق الغریق یتشبث بکل حشیش جو کچھ اوسکے جواب مین کہا وہ سراسر لغو اور بالکل بیہودہ ہے جسے کوئی بھی نہین مان سکتا۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار مین اسی خطبہ کی شرح مین ایک مقام پر فرماتے ہین اعلم انہ قد وردت الروایات المتظافرۃ کما ستعرف فی انہا ادعت فدکا کانت نحلۃ لہا من رسول اللہ ص فلعل عدم تعرضہا فی ہذہ الخطبۃ لتلک الدعوی لیاسہا عن قبولہم ایاہا اذ کانت الخطبۃ بعد ما رد ابوبکر شہادۃ امیر المومنین ومن شہد معہ وقد کانت المنافقون الحاضرون معتقدین بصدقہ فتمسکت بحدیث المیراث لکونہ من ضروریات الدین یعنی روایات مستندہ جیسا کہ تمکو عنقریب معلوم ہوگا اس باب مین وارد ہوئی ہین کہ حضرت فاطمہؓ نے فدک کے ہبہ ہونے کا رسول اللہ صلعم کی طرف سے دعوی کیا تھا۔ پس آپ کا اس خطبہ مین دعوی ہبہ فدک سے تعرض نکرنا شاید اس خیال سے ہوگا کہ آپ اوس دعوی کے قبول ہونے سے مایوس ہوگئی ہونگی۔ اسلیے کہ یہ خطبہ بعد رد کرنے ابوبکر کی شہادت امیر المومنین کو مع اور شاہدون کے ہوا تھا۔ اور جو منافق اوسوقت موجود تھے وہ ابوبکر کے صدق کے معتقد تھے اسلیے حضرت فاطمہؓ نے حدیث میراث سے تمسک کیا کیونکہ یہ ضروریات دین سے ہے۔

یہ جواب جیسا کہ اسکے لفظون سے ظاہر ہے ایسا ہے کہ خود جواب لکھنے والے اور

اون کے ہم مذہب دل سے اوسے قبول نکرتے ہون گے اور جو روایتین ہم اوپر نقل
کر چکے اکثر اونمین سے اس جواب کی غلطی ظاہر کرتے ہین۔ اس جواب مین جو یہ لکھا ہے کہ یہ خطبہ
حضرت سیدہؑ نے اوسوقت بیان کیا جبکہ امیرالمومنین اور دیگر گواہون کی شہادت ابوبکرؓ نے
رد کر دی تھی یہ صحیح نہین ہے۔ اسلیے کہ اس خطبہ کی روایت سے یہ بات ثابت نہین ہوتی کہ بعد
تردید شہادت کے یہ خطبہ بیان کیا گیا ہو۔ بلکہ جو روایت احتجاج طبرسی سے ہمنے بیان کی اوسکے
ابتدائی الفاظ یہ ہین روی عبد اللہ الحسن باسنادہ عن آبائہ انہ لما اجمع
ابوبکر علی منع فاطمۃ فدک وبلغہا ذلک لاثت خمارھا الخ کہ جب ابوبکرؓ نے ارادہ کر لیا
کہ فدک سے فاطمہؑ کو محروم کرین اور یہ خبر حضرت فاطمہؑ کو پہونچی تو اونھون نے اوڑھنی اوڑھی
اور چادر لپیٹی اور اپنے نوکرون اور قوم کی عورتون کو ساتھ لیکر ابوبکر کے پاس آئین۔ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا ابوبکرؓ کے پاس یہ تشریف لانا اول ہی مرتبہ تھا اور اوس کا
باعث صرف اوس خبر کا پہونچنا تھا جو اونکو ابوبکرؓ کے ارادہ کی پہونچی کہ وہ فدک نہین دینا
چاہتے۔ یا اوسپر تصرف رکھنے سے مانع آتے ہین۔ اور چونکہ اس روایت مین اس بات
کی تصریح نہین ہے کہ یہ خبر کیونکر پہونچی اسلیے ظاہر ہے کہ جواب مین جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ
بعد تردید شہادت کے حضرت فاطمہؑ تشریف لیگئین صرف قیاسی ہے۔ مگر یہ قیاس صحیح نہین
معلوم ہوتا اسلیے کہ الفاظ بلغہا ذلک یعنی جب یہ خبر فاطمہؑ کو پہونچی" اس بات پر دلالت کرتے
ہین کہ اس سے پیشتر حضرت فاطمہؑ کو کچھ خبر نہ تھی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ شہادت علیؑ اور ام ایمن
وغیرہ کی بغیر اونکی اطلاع کے بلکہ بغیر اونکی طلب کے نہین ہوئی۔ جیساکہ دوسری روایت مین جو
ہمنے احتجاج طبرسی سے نقل کی ہے بیان کیا گیا ہے کہ بعد پیغمبر کی وفات کے فاطمہؑ فدک مانگنے
کے لیے ابوبکر کے پاس آئین اونھون نے کہا کہ مین جانتا ہون کہ تم سوائے سچ کے کچھ نہ کہو گی
لیکن گواہ لاؤ۔ اوسپر وہ علیؑ کو لیگئین اور پھر ام ایمن کو۔ اور چوتھی روایت سے جو ہم نے
کتاب الاختصاص سے بحوالہ بحار الانوار نقل کی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اول حضرت فاطمہؑ

ابو بکرؓ کے پاس آئین اور میراث کا مطالبہ کیا اور جب ابو بکر نے یہ جواب دیا کہ پیغمبرون کا کوئی وارث نہین ہوتا تو آپ علی کے پاس واپس تشریف لائین۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ پھر لوٹ کر جاؤ اور کہو سلیمانؑ داود کے کیون وارث ہوے اور اوسی کتاب الاختصاص کی روایت مین یہ بھی بیان ہے کہ جب حضرت فاطمہ کو خبر ہوئی کہ اونکے وکیل کو فدک سے نکال دیا تب وہ ابو بکرؓ کے پاس آئین اور اون سے کہا کہ تمنے میرے وکیل کو نکالدیا حالانکہ اوسپر میرے گواہ موجود ہین۔ پس یہ سب روایتین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ حضرت فاطمہؓ کا جانا ایک مرتبہ بلکہ دو مرتبہ اس کے پہلے ہوا ہوگا اور اس مین تو کچھ شبہ ہی نہین کہ شہادت خود اونھون نے پیش کی اور اونکے سامنے ابو بکرؓ نے اوسے رد کیا اور اسپر وہ خفا ہوئین۔ تو یہی وقت تھا کہ جو کچھ حضرت فاطمہؓ کو فرمانا تھا فرماتین اور جو کچھ ملامت کرنی تھی وہ شیخین اور صحابہ پر کرتین۔ اوس واقعہ کی نسبت جو اونکے سامنے ہوا ہو کون کہہ سکتا ہے کہ اوسکی خبر فاطمہؓ کو پہونچی اور وہ ابو بکر کے پاس گئین اور یہ خطبہ بیان فرمایا۔ یہ تو اوسی صورت مین ہو سکتا ہے کہ شہادت بغیر اونکی اطلاع کے یا اونکے پیچھے ہوئی ہوتی اور اونکی غیبت مین ابو بکرؓ نے اوسے رد کیا ہوتا۔ اور پھر اسکی خبر کسی نے حضرت فاطمہؓ کو دی ہوتی اور اوسے سنکر اونھین جوش آیا ہوتا اور وہ ابو بکرؓ کے پاس تشریف لیگئی ہوتین اور یہ خطبہ بیان کیا ہوتا وا ذلیس فلیس۔

علاوہ اسکے تیسری روایت جو مصباح الانوار سے ہمنے بیان کی اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ ابو بکرؓ کے پاس گئین اور اون سے فدک کا مطالبہ کیا اور بعد مت سی حجتون کے ابو بکر نے قائل ہو کر فدک کی سند لکھدی اور حضرت علی اور ام ایمن کی اوسپر گواہی بھی ہوئی۔ مگر جب حضرت فاطمہؓ باہر تشریف لائین تو عمرؓ نے لیکر اوسے چاک کر دیا۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہان تک معاملہ کا تعلق حضرت ابو بکرؓ سے تھا وہ حسب مرضی جناب سیدہؓ کے طے ہو گیا تھا اور اونھون نے سند بھی لکھکر آپ کے حوالہ کر دی تھی جو کچھ ظلم ہوا وہ عمرؓ کی طرف سے ہوا۔ ایسی حالت مین قیاس مقتضی اس کا ہے کہ اگر حضرت فاطمہؓ کو شکایت ہوتی تو وہ ابو بکرؓ کے پاس نہین

تشریف لاتین اور فرماتین کہ تمنے میری حجتین سنکر میرے دعوی کو تسلیم کیا اور مجھے سند بھی لکھدی مگر تمہارے رفیق نے اوسے چاک کر دیا۔ غرضکہ جو کچھ شکایت کرتین وہ عمرؓ کی کرتین اور اگر ابو بکرؓ نہ سنتے تو صحابہ سے شکایت کرتین اور اون سے فرماتین کہ دیکھو جنکو تمنے خلیفہ کیا ہے اور جو مسلمانون کے سردار بنے ہین اونکی یہ حالت ہے کہ ابھی مجھے سند فدک کی لکھدی اور اون کے رفیق نے اوسے پھاڑ ڈالا اور اب یہ اوسکے ساتھ ہوگئے اور اوسکے کیے کو تسلیم کرلیا۔ کیسا ظلم ہے اور یہ کیسے خلیفہ ہین۔ اگر ایسا فرماتین تو ضرور اصحاب نبی کو جوش آتا اور ابو بکرؓ پر اعتراض کرتے اور عمرؓ کو برا بھلا کہتے۔ اور اگر سب ایسا نکرتے تو کم سے کم وہ لوگ جو رفقائے علیؓ مین سے تھے اور ظاہرا یا باطنا اہل بیت کے طرفدار اونکو موقع ملتا اور فاطمہؓ کی تائید مین بہت کچھ کہتے اور ابو بکرؓ و عمرؓ پر ملامت کرتے۔ یہ باتین جو قرین قیاس ہین وہ تو چھوڑ دی گئین اور رہا تو یہ ہوا کہ حضرت فاطمہؓ پھر ابو بکرؓ کے پاس گئین اور اون سے حجت کی تو صرف میراث کی اور دلیل پیش کی تو صرف ترکہ کے متعلق۔ ان واقعات مین سے کسی واقعہ کا ذکر نکیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا جانا ابو بکرؓ کے پاس بعد تردید شہادت یا بعد تحریر سند یا بعد کسی قسم کی اطلاع کے جو اونکو اوس سے ملی ہو نہ تھا۔ بلکہ پہلی ہی خبر جب اونکو ملی تو وہ غصہ مین آئین اور نہایت غیظ و غضب کی حالت مین مع خدام اور زنان بنی ہاشم کے تشریف لیگئین اور صرف میراث کے ندینے پر فرمایا جو کچھ کہ فرمایا۔

علاوہ اسکے پانچوین روایت جو مفضل ابن عمر نے امام جعفر صادقؑ سے بیان کی ہے اور جسے ہم بحار الانوار سے نقل کر چکے ہین ملا باقر مجلسی کے جواب کو بالکل باطل کرتی ہے اسلیے اوسمین فاطمہؓ کا ابو بکرؓ کے پاس جانا اپنی مرضی سے بیان نہین کیا گیا بلکہ حضرت علیؓ کے فرمانے سے کیونکہ اوس روایت مین لکھا ہے کہ جب ابو بکرؓ نے یہ منادی کرائی کہ جس کسی کا رسول اللہ پر قرض ہو یا کوئی وعدہ تو وہ میرے پاس آئے کہ مین اوسکو ادا کرون تو جابر اور جریر بجلی کا وعدہ پورا بھی کیا تو علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ ابو بکرؓ کے پاس جاکر فدک کا ذکر کرو فاطمہؓ نے اوسنے

فدک اور خمس اور فئے کا ذکر کیا ابوبکرؓ نے کہا کہ گواہ لاؤ۔ اسپر اول تو فاطمہؑ نے بہت کچھ دلیلین پیش
کین اور قرآن کی آیتین اپنے دعوی کی تصدیق مین بیان فرمائین مگر جب عمرؓ نے کہا کہ یہ فضول باتین
چھوڑو اور گواہ لاؤ۔ اوسپر آپ نے علیؑ اور حسنینؑ اور ام ایمن اور اسما کو بلوا بھیجا اور ان سب نے
آپ کے دعوی کی پوری پوری گواہی دی جب وہ شہادتین رد کی گئین تو اوسوقت علیؓ نے فرمایا
کہ فاطمہؑ ایک جزو رسول کی ہین جو اونکو ایذا دیگا وہ رسول اللہ صلعم کو ایذا دیتا ہے اور جو اونکی
تکذیب کرتا ہے وہ رسول اللہ صلعم کی تکذیب کرتا ہے۔ اسپر عمرؓ نے کہا کہ جو تم اپنی تعریف کرتے
ہو تم ویسے ہی ہو لیکن اون لوگون کی شہادت جسمین اونکا فائدہ ہو مقبول نہین تو علی نے کہا
کہ جب ہم ایسے ہین جیسا تم جانتے ہو اور انکار نہین کرتے اور پھر ہماری شہادت ہمارے لیے
مقبول نہین تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اور پھر اسی پر قناعت نہین فرمائی بلکہ جناب امیر نے
اونکو برا بھلا بھی کہا اور یہ فرمایا کہ تم لوگون نے خدا اور اوسکے رسول کی سلطنت پر جست کی اور اوسے
اوسکے گھر سے غیر کے گھر کی طرف بے گواہ و حجت کے نکال دیا۔ قریب ہے کہ ظالمون کو اپنے ظلم کا
بدلہ معلوم ہو جاوے اور یہ آیت پڑھی وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ
پھر فاطمہؑ سے کہا کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کریگا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ اس روایت سے معلوم ہوتا
ہے کہ جو کچھ واقعہ گذرا وہ جناب امیرؑ اور حضرت سیدہؑ کے سامنے گذرا اور دونوسے حجتین ہوئین
اور دونو نے قرآنی دلائل پیش کیے اور دونو نے جو کچھ کہنا تھا کہا اور جبکہ اونکا دعوی نہ سنا گیا اور اونکی
دلیلین رد کردی گئین اور اونکی شہادتین جھٹلائی گئین تو خود جناب امیرؓ نے جناب سیدہؑ سے کہا
کہ چلو خدا ہی ہمارا فیصلہ کریگا۔ وہو خیر الحاکمین۔ تو اسکے بعد کونسا موقع باقی رہا تھا کہ حضرت فاطمہؑ
دوبارہ یا سہ بارہ تشریف لاتین اور میراث کے دعوی پر دلائل پیش کرتین اور صحابہ کو برا بھلا
کہتین۔ اور کیونکر یہ بات سچ ہو سکتی ہے کہ جب اونکو خبر ہوئی کہ ابوبکرؓ نے فدک سے اون کو محروم
کرنے کا ارادہ کرلیا ہے تب وہ تشریف لاتین اور خطبہ مین بیان کیا جو کچھ بیان کرنا تھا وہ روایت
مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہؑ کے مواجہہ مین حضرت علی کرچکے تھے اور ابوبکر و عمرؓ کو

ظالم اور خدا اور رسول کی سلطنت کا غصب کرنیوالا علی رؤس الاشہاد کہہ چکے تھے۔ اوس جلسہ مین کونسی بات تھی جو اوٹھا رکھی گئی تھی جسکے لیے حضرت فاطمہؑ کو پھر تکلیف فرمانے اور ایسے طویل اور فصیح و بلیغ خطبہ کے بیان کرنیکی ضرورت باقی رہگئی تھی۔

پانچوین روایت کتاب الاختصاص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تین مرتبہ حضرت فاطمہؑ ابو بکرؓ کے پاس گئین۔ اول مرتبہ تو یہ خبر پاکر کہ اونکا وکیل فدک سے نکال دیا گیا۔ دوسری مرتبہ حضرت علیؓ کے فرمانے سے آیہ وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی حجت پیش کرنے کے لیے۔ اور تیسری مرتبہ پھر حضرت امیرؓ کے کہنے پر کہ جب ابو بکر تنہا ہون تب جاؤ کہ وہ دوسرے کی نسبت زیادہ نرم دل مین پس جو کچھ حضرت سیدہؑ کو فرمانا تھا وہ انھین تین موقعون مین سے کسی موقع پر فرمانا چاہیے تھا مگر پہلی مرتبہ تو اس خطبہ کا ارشاد فرمانا ثابت ہی نہین ہوسکتا۔ اسلیے کہ ابو بکر کا یہ جواب کہ پیغمبر خدا کا کوئی وارث نہین ہوتا سنکر خود حضرت سیدہؑ کے خیال مین نہین آیا کہ اسکا کیا جواب دین بلکہ وہ سیدھی جناب امیرؓ کے پاس چلی آئین اور اون سے سارا حال کہا اور اونھون نے فرمایا کہ تم جاؤ اور وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کی دلیل پیش کرو۔ تو یہ دلیل جسکا خطبہ مین ذکر ہے ابتدائی تقریر مین بیان کیا جانا اوسکا ثابت نہین ہوسکتا۔ اسلیے کہ یہ دلیل حضرت فاطمہؑ کے خیال مبارک مین نہ آئی تھی بلکہ حضرت علیؓ نے سکھائی تھی اور اونکی تعلیم کے موافق آپ دوبارہ تشریف لیگئین تھین۔ دوسری دفعہ بھی اس خطبہ کا بیان فرمانا بعید از قیاس ہے اسلیے کہ اوسوقت اور اوسی جلسہ مین بعد وَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ کے پیش کرنے کے ابو بکرؓ نے شہادت مانگی۔ اور حضرت سیدہؑ نے علیؓ اور ام ایمن کو بلاکر شہادت دلائی۔ اور جو کچھ اوسکے بعد ہوا وہ سب مقابلہ مین حضرت امیرؓ اور جناب سیدہؑ کے ہوا۔ اور اخیر مین حضرت فاطمہؑ عمرؓ کے اس کہنے پر کہ ایک عورت کی گواہی مقبول نہین ہوسکتی اور علیؓ تو شہادت سے اپنا نفع چاہتے ہین غصہ مین آکر اوٹھ کھڑی ہوئین اور یہ کہکر اللھم انھما ظلما ابنۃ نبیک صلی اللہ علیہ وآلہ حقھا فاشدد وطاتک علیھما ثم خرجت کہ الہی ان دونون نے تیرے نبی کی

بیٹی پر ظلم کیا اور اوس کا حق چھین لیا تو ان پر اپنا سخت عذاب نازل کر۔ اور پھر چلی گئین۔ اگر خطبہ فرمانے کے لیے اسکے بعد تشریف لانا بیان کیا جاے تو وہ ہو نہین سکتا اسلیے کہ اسی روایت مین یہ لکھا ہے کہ اسکے بعد حضرت علیؓ چالیس روز تک مہاجرین و انصار کے گھر گھر فاطمہؓ کو لیے پھرے اور معاذ بن جبلؓ سے گفتگو بھی ہوئی اور جب کسی نے مدد نکی تب علیؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم ابو بکر کے پاس جاؤ جبکہ وہ تنہا ہون۔ اور یہ گویا تیسرا موقع تھا جبکہ فاطمہؓ ابو بکرؓ کے پاس گئین۔ اسمین اوس فصیح و بلیغ خطبہ کے بیان کرنیکا کوئی محل ہی نہ تھا اسلیے کہ اس موقع پر ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کی مرضی کے موافق سند لکھدی تھی۔ اور اسکے بعد چوتھا موقع جانے کا اور اس فصیح خطبہ کے پڑھنے کا باقی ہی نرہا تھا۔ اسلیے کہ جناب سیدہؓ اوس ضرب شدید کیوجہ سے کہ عمرؓ نے ماری اور جس سے حمل ساقط ہوگیا ایسی بیمار ہوگئین کہ اوسی مین انتقال فرمایا۔

غرضکہ جو شخص ذرا بھی غور سے ان روایتون کو دیکھے اور ایک کو دوسری سے ملاوے اوسے اس بات کے تصفیہ کرنے مین کچھ شبہ نہین رہسکتا کہ ہبہ کا دعوی چونکہ اسی خطبہ مین بیان نہین کیا گیا اسلیے وہ دعوی جھوٹا ہے۔ اسلیے کہ حضرات امامیہ اس خطبہ کے جھوٹا ہونیکا اقرار کرین گے اور جب اس خطبہ کو جھوٹا نہ مانین تو ہبہ کے دعوی کے غلط ہونے مین کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

ملا باقر مجلسی اس اشکال کے جواب مین کہ ہبہ کا ذکر اس خطبہ مین کیون نہین ہوا یہ بھی فرماتے مین کہ جو منافق حاضر تھے وہ ابو بکرؓ کے صدق کے معتقد تھے اسلیے فاطمہؓ نے حدیث میراث سے تمسک کیا کیونکہ یہ ضروریات دین سے تھا۔ یہ جواب بھی حیرت انگیز ہے اسلیے کہ اگر حدیث میراث سے تمسک کرنا صرف اسلیے تھا کہ وہ ضروریات دین سے تھا اور سامعین پر اوسکا اثر ہوتا تو ہبہ کا دعوی اوس سے زیادہ اہم اور القبض دلیل الملک کی دلیل حدیث میراث سے کچھ کم ضروریات دین سے نہ تھی۔ بلکہ میراث کے دعوی پر تو ابو بکرؓ کو موقع بھی ملا کہ پیغمبر خدا صلعم کے قول کی سند پر میراث کے عام حکم سے ترکہ نبوی کو مستثنی کردیا اور جو منافق حاضر تھے اور ابو بکرؓ کے صدق کے معتقد اونھون نے اس روایت مین اونھین سچا جانکر اونکی کارروائی کو جائز قرار دیا لیکن اگر حضرت فاطمہؓ

ہبہ کا دعوی فرماتین اور القبض دلیل الملک کے موافق اپنے قبضہ سے فدک کی ملکیت پر دلیل پیش کرتین تو اسکا کوئی جواب ابوبکرؓ کے پاس نہ تھا اور نہو سکتا تھا اور سامعین اونکے ظلم وستم کے قائل ہوجاتے۔ اور حضرت سیدہؑ کے دعوی کی تصدیق کرتے۔ اور سب چلا اوٹھتے اور پکارنے لگتے کہ القبض دلیل الملک ضروریات دین سے ہے۔ اور فاطمہؑ کا قبضہ اوٹھا دینا اور اونکے وکیل کو نکالدینا صریح ظلم ہے۔ اور اگر وہ اپنے نفاق اور ابوبکر کے ساتھ شریک ہونیکی وجہ سے بظاہر ایسا نکرتے تو ابوبکرؓ کے ظلم وستم کی حجت تو پوری ہوجاتی۔

وہ واقعہ جو بعد اس خطبہ کے ارشاد اور گھر مین واپس جانے کے واقع ہوا وہ ایسا عجیب اور حیرت انگیز ہے جسکا اثر نہ صرف فدک کے دعوی پر پڑتا ہے بلکہ اصل اصول شیعون کے مذہب کا درہم وبرہم ہوجاتا ہے۔ یعنی جناب امیر اور حضرت فاطمہؑ کی عصمت کے دعوی پر بہت کچھ موثر ہوتا ہے۔ اور اسی سبب سے حضرات شیعہ اوسمین ایسے حیران ہین کہ نہ کچھ اوس کا جواب بن سکتا ہے نہ کوئی بات اپنے اصول کے قائم رکھنے کے لیے اونکے خیال مین آتی ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ یہ خطبہ ارشاد فرما کر مایوس ہوئین تو اون پر ایسا رنج وغم طاری ہوا کہ وہ سیدھی اپنے باپ کی قبر پر تشریف لیگئین اور وہان جا کر بہت کچھ بین کیا اور دردانگیز اشعار پڑھے اور بہت روئین۔ اور پھر وہان سے گھر کو لوٹین حضرت امیر المومنینؑ اون کے انتظار مین بیٹھے تھے آتے ہی آپ نے جناب امیر سے یہ خطاب کیا کہ جسطرح بچہ مان کے پیٹ مین پوشیدہ ہوتا ہے اوسی طرح تم پردہ نشین ہوگئے ہو اور مثل ڈرے ہوئے تہمت زدون کے گھر مین چھپ رہے ہو۔ اور بعد اسکے کہ زمانہ کے شجاعون کو ہلاک کیا اور اون کے کثرت کی پروا نکی اور اون کی شوکت کو خاک مین ملایا اب ان نامردون اور ذلیلون سے مغلوب ہوگئے ہو۔ ابوقحافہ کا بیٹا ظلم وجبر سے میرے باپ کی بخشی ہوئی چیز اور میرے بیٹون کی معاش مجھسے چھینے لیتا ہے۔ اور باواز بلند مجھسے جھگڑا کرتا ہے۔ انصار میری مدد نہین کرتے اور مہاجرین نے اپنے آپ کو علحدہ کرلیا ہے۔ اور تمام آدمیون نے آنکھین بند کرلی ہین نہ اونکا کوئی دفع کرنیوالا ہے نہ میرا مددگار

خشمناک مین باہر گئی اور غمناک واپس آئی۔ تمنے اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ بھیڑیے پھاڑتے ہین اور تم اپنی جگہ سے ہلتے نہین۔ کاش اس ذلت و خواری سے پہلے مین مرگئی ہوتی۔ افسوس میرے حال پر جسپر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا۔ اور میرا مددگار شست ہوگیا اسکا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہون اور میری فریاد خدا سے ہے فقط۔

اس بیان سے آپ کے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر المومنین نے کچھ بھی آپ کی مدد نہین فرمائی اور اس تمام مصیبت کے وقت مین آپ گھر مین چھپے بیٹھے رہے جو کچھ کیا وہ حضرت سیدہ رضہ نے خود ہی کیا وہی دعوی کرنے کے لیے تشریف لیگئین اونھین نے سوال و جواب کیے اونھین نے جو کچھ سنانا تھا سنایا اور جو کچھ کہنا تھا کہا۔ اور جیسا کہ فرماتی ہین خشمناک باہر گئی اور غمگین واپس آئی۔ اور جناب امیر نے اپنے آپ کو مثل جنین پردہ نشین کرلیا اور اپنے آپ کو ذلیل بنالیا۔ بھیڑیون نے پھاڑا اور شیر خدا اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اور حضرت علیؑ کے اسطرح پر علیحدہ رہنے سے جناب سیدہؑ کو وہ صدمہ پہونچا کہ جسپر فرمانے لگین کہ کاش اس ذلت و خواری سے پہلے مین مرگئی ہوتی اور اس حالت پر اپنے باپ کو یاد کرنے لگین اور اپنا رنج اس طور پر ظاہر کیا کہ جسپر مجھے بھروسہ تھا وہ دنیا سے چل بسا اور جناب امیر کی مدد نکرنے اور اس کاروائی مین کچھ حصہ نہ لینے پر یہ صدمہ ہوا کہ آخر اون سے نہ رہا گیا اور حضرت علیؑ کی نسبت یہ کلمہ زبان سے نکل ہی گیا کہ میرا مددگار شست ہوگیا مین اسکا شکوہ اپنے باپ سے کرتی ہون۔

جناب سیدہؑ کی اس درد انگیز تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ روایتین جن مین بیان کیا گیا ہے کہ جناب امیر فدک کے معاملہ مین ابو بکرؓ کے پاس گئے اور اون سے مباحثہ کیا اور فاطمہؓ کے وکیل بنکے نکال دینے پر ابو بکر صدیق رضہ کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور نہایت قوی دلیلون سے اونکا ظلم و ستم ثابت کیا وہ سب جھوٹی ہین۔ خصوصًا وہ روایتین جنمین یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مواجہہ مین جناب امیر نے شیخین رضہ سے مباحثہ کیا اور ملامت کی۔ اور جب اونھون نے کچھ نہ سنا تو یہ کہکر کہ خدا تمھین اسکا بدلہ دیگا اور آیہ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ سناکر

رنج اور غصہ مین اوٹھ کر چلے آئے جھوٹی اور بے بنیاد ہین۔ اسلیے کہ اگر حضرت علی نے ایسا کیا ہوتا اور ابوبکر
وعمر سے حجتین کی ہوتین توکیون حضرت فاطمہؑ ابوبکر کی مجلس سے واپس آکر حضرت علیؓ پر اپنا رنج وغصہ ظاہر
کرتین اور باوجود عصمت وطہارت کے وہ کلمات ارشاد فرماتین جنکا معمولی آدمیون کی زبان سے نکلنا بھی
متانت اور ادب اور صبر کے خلاف ہے۔ کیا حضرت علیؓ کی اون کوششونکا جو اونھون نے فدک کے
معاملہ مین کین اور اون مدلل تقریرون کا اور اون لاجواب مباحثون کا جو اونھون نے ابوبکر وعمر سے کیے
اگر سچ مانین جائین یہی نتیجہ ہوتا کہ حضرت سیدہ گھر مین آکر ایسے وقت مین جبکہ کوئی سوائے علیؓ کے
سننے والا نہوا اون سے یہ فرمائین کہ "مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ ومثل خائبان درخانہ گریختہ بعد
ازان کہ شجاعان دہر را برخاک ہلاک افگندی مغلوب این نامردان گردیدہ اینک پسر ابوقحافہ بظلم و جبر
بخشیدہ پدرم را وعیشت فرزندانم را ازمن می گیرد وانصار مرا یاری نمی کنند ومہاجران خود را بہ پناہ کشیدہ اند
نہ دفعی دارم ونہ یاوری ونہ شافعی۔ خشمناک بیرون رفتم وغمناک برگشتم خود را ذلیل کردی گرگان میدرند
ومی برند وتو از جای خود حرکت نمیکنی کاش پیش ازین ذلت وخواری مردہ بودم"

اگرچہ درصورت اسکے کہ جناب امیر فدک کے معاملہ مین سوال وجواب کرنے کے لیے تشریف لیگئے
ہوتے یہ خطاب اور یہ ارشاد حضرت سیدہؑ کا تعجب انگیز ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا آپ نے غصہ
اور رنج مین حضرت علی سے وہ فرمایا جو صحیح نہین تھا یا جناب امیر کی کوششین آپکے نزدیک کافی نہین
مگر جناب امیر کا جواب اس سے بڑھکر حیرت انگیز ہے۔ اسلیے کہ درصورت صحیح ہونے اون روایتون کے
جنمین حضرت علیؑ کے جانیکا ذکر ہے آپ کو سطرح سے جناب سیدہ کو تسلی دینی تھی کہ تم اسوقت غصہ
اور رنج مین واقعات کا خیال نہین کرتین اور میری کوششون کی کافی قدر نہین کرتین مین نے کونسا
دقیقہ اوٹھا رکھا ہے اور کونسی کوشش جو مجھے کرنی تھی وہ باقی ہے تمھارے وکیل کے نکال دینے
کی خبر سنتے ہی مین ابوبکر وعمر کے پاس گیا اور بین المہاجرین والانصار اون سے لڑا اور تمام حجتین اونکے
سامنے پیش کین اور ہرطرح سے اونھین قائل کیا۔ اور پھر کیا یہ بات تم بھول گئین کہ آپ کے سامنے
شہادت دینے کے بعد مین نے اون سے کیسی مدلل گفتگو کی اور جب اونھون نے نہ سنا تو مین نے

بر ملا او نھین ظالم و گنہگار ٹھہرایا اور خدا کے عذاب سے بھی انھین ڈرایا اور تھین اپنے ساتھ لیکر اپنے گھر
چلا آیا اس سے زیادہ ہی مین اور کیا کرسکتا تھا مگر بجاے اسکے کہ ان واقعات کو یاد دلاتے فرمایا تو یہ فرمایا
کہ صبر کرو۔ تمھارا اور تمھاری روزی کا خدا ضامن ہے اور خداوند تعالی نے آخرت مین جو تمھارے
لیے مہیا کیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو ان بدبختون نے تمسے چھین لیا۔

اب سنیے کہ اسکا جواب حضرات شیعہ کیا دیتے ہین اور اس مشکل سے نکلنے مین کیسے کیسے ہاتھ پاؤن
مارتے ہین۔ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کتاب الفتن صفحہ ۱۲۳ مین فرماتے ہین کہ اب ہم اس مشکل کو دفع
کرتے ہین جو غالبا لوگون کے دلونمین اس سوال و جواب کے سننے سے پیدا ہوئی ہوگی اور وہ یہ ہے
کہ اعتراض فرمانا حضرت فاطمہؓ کا جناب امیر المومنینؑ پر کہ اونھون نے اونکی مدد نکی اور حضرت سیدہؑ کا
جناب امیر کو خطا وار ٹھہرانا باوجود اس بات کے جاننے کے کہ وہ امام ہین اور واجب الاتباع اور معصوم
اور باوجود اس بات کے سمجھنے کے کہ اونھون نے کوئی کام نہین کیا الا بحکم خدا اور مطابق وصیت رسول
کے جو حضرت سیدہؑ کی عصمت اور بزرگی کے خلاف ہے۔ یہ فرماکر ملا صاحب اسکا یہ جواب دیتے ہین
فاقول یمکن ان یجاب عنہ کہ ممکن ہے کہ اسکا یون جواب دیا جاے۔ جواب کے آغاز سے پہلے ہی
جو الفاظ ملا صاحب نے بیان فرماے وہ خود اس بات کو بتاتے ہین کہ خود ملا صاحب اس جواب کو قابل
تسلی و تشفی نہین سمجھتے تھے۔ پھر اس جواب کی تشریح فرماتے ہین بان ھذہ الکلمات صدرت
منھا لبعض المصالح الخ یعنی یہ باتین جو آپ نے بیان فرمائین وہ صرف بعض مصلحتون کی وجہ سے تھین
ورنہ حقیقت مین کچھ آپ جناب امیر کے کامون سے خفا نہ تھین بلکہ راضی تھین اور اس کہنے سے
غرض آپ کی صرف یہ تھی کہ لوگون کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور اونکے افعال کی شناعت معلوم ہوجاے
اور جناب امیر کا سکوت اسلیے نہ تھا کہ آپ ان لوگون کی باتون کو پسند کرتے ہون یا اس سے راضی ہون
اور اسطرح کی باتین مصلحتا کہنا عادات اور محاورات مین درست ہین جیسا کہ کوئی بادشاہ کسی اپنے بعض خواص
پر کسی معاملہ مین جو رعیت سے سرزد ہوا ہو عتاب کرے گو وہ جانتا ہو کہ وہ خواص اس گناہ سے بری ہے
مگر اس عتاب سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ گنہگار رعیت کے جرم کی عظمت لوگون پر معلوم ہوجاے۔ اور مثال

اسکی حضرت موسیٰ کا فعل ہے کہ جب وہ اپنے قوم کیطرف غصہ مین لوٹے اور تختیان پھینک دین اور اپنے بھائی کی ڈاڑھی پکڑ کے اپنی طرف کھینچی اس سے کچھ غرض اونکی ہارون پر عتاب ظاہر کرنا نہین تھا بلکہ لوگون کو بتانا کہ وہ سمجھ جائین کہ اونکی خطا کیسی عظیم ہے۔ اور اونکا جرم کیسا شدید ہے۔ آپ کا غصہ و رنج کی شدت مین جناب امیرؑ سے اس قسم کی باتین کرنا باوجودیکہ آپ جناب امیر کی کارروائی کی حقیقت سے خوب واقف تھین کچھ آپکی عصمت اور عظمت کے خلاف نہین ہے جسکے ادراک سے بندون کے ذہن عاجز ہین۔

اسی جواب کو حق الیقین مین ان لفظون سے بیان کیا ہے مؤلف گوید کہ درین مقام تحقیق بعضی از امور ضرورست۔ اول دفع شبہ چند کہ ممکن ست در خاطرہا خطور کند۔ اگر کسی گوید کہ اعتراض فاطمہؑ بر حضرت امیرؑ باوجود عصمت ہر دو چہ صورت دارد جواب گوئیم کہ این معارضہ محمول بر مصلحت ست از برای آنکہ مردم بدانند کہ حضرت امیرؑ ترک خلافت برضای خود نکردہ و بغصب فدک راضی نبودہ و در قرآن بسیاری از معاملات با حضرت رسول شدہ غرض تہدید و تادیب دیگران ست و ازین قبیل ست آنچہ از حضرت موسیٰ صادر شد در وقتیکہ بسوی قوم برگشت و ایشان عبادت گوسالہ کردہ بودند از انداختن الواح و سر و ریش ہارونؑ گرفتند بہ پیش کشیدند با آنکہ می دانست کہ ہارون تقصیر ندارد تا آنکہ بر قوم ظاہر شود شناعت عمل ایشان۔ و مانند عتابی کہ حق تعالیٰ بہ حضرت عیسیٰ خواہد کرد کہ آیا تو گفتی بمردم کہ مرا و مادر مرا دو خدا بدانید با آنکہ میداند کہ او نگفتہ است و مثل این بسیارست۔

اور صاحب لمعۃ البیضا بھی قریب قریب اسکی تاویل کرتے ہین کما یقول وما فعلت بالنسبۃ الی علی تلک الجرأۃ والجسارۃ مع علمہا بانہ امام مفترض الطاعۃ ولا یلیق بمثلہ ہذہ المخاطبۃ من مثلہا الا لابداء شناعۃ ما فعلہ ابوبکر من تلک الفعلۃ الفظیعۃ علی الامۃ واثبات کفر العمرین کما فعل موسیٰؑ باخیہ من الاخذ باللحیۃ و الضرب علی راسہ حتی یعلم القوم شناعۃ عبادۃ العجل صفحہ ۳۹۳۔

اور صاحب ناسخ التواریخ اس سوال وجواب کے متعلق یہ فرماتے ہین۔ مکشوف باد کہ اسرار اہل بیت مستور ست از مدرکات امثال ما مردم۔ بلکہ مقدادؓ و ابوذرؓ و سلمانؓ با منزلت السلمان منا اہل البیت بیرون ادب کام نزنند و در سعد ای خاطر تمنای این طلب نہ کنند۔ وقتی نمیدانم کجا دیدہ ام کہ سلمانؓ در خدمت

امیرالمومنینؑ از غصب خلافت و تقاعد آنحضرت اظہار ضجرتی کرد۔ علیؑ فرمودہاند ای سلمانؓ میخواہی از اسرار اہل بیت آگاہی بدست کنی بدیہی است کہ بیرون اہل بیت ہیچ آفریدہ را توانائی حمل این بارگران نیست ہمانا فاطمہ کدورت کنندہ نبود بحکم احادیث صحیحہ بعلم ما کان و ما یکون عالم بود لاجرم از آن پیش کہ رسول خدا وداع جہان گوید حوادث بادیہ از ال کرد از مخالفت امت در امر خلافت و ضبط فدک و عوالی آگاہی داشت و بحکم عصمت کہ تشریف موہوبہ یزدانی ست جز بحکم خدا و نسای بتول مرتضی سخنی نمی فرمود سخن او سخن عمل عمران بود و کلمہ او ودیعہ خداوند در معن و مناعت شان او از ملکوت و ملک رفیع تر بود تا بعوالی و فدک چہ رسد۔ وچہ بسیار وقت حسنین را گرسنہ می خوابانید و اغلب شبہا ایشان را بسائل می سانید مملکت دنیا در چشم او با پر ذبابی بمیزان نمی رفت فدک و عوالی چیست و حاصل عوالی چیست۔ اگر گوئی این خطاب و خطبہ چہ بود و این ہمہ فزع و شکوہ چہ واجب می نمود پس در حضرت امیرالمومنین اظہار جسارت کردن و معذرت جستن با جلباب عصمت بینونت داشت۔ پاسخ این سخن را بدین گونہ ساختگی کنیم کہ اسرار اہل بیت مستور است شرحی کہ مسطور افتاد والا آنکہ گویم بحکم مدرکات عقول ما تمہ خود آنحضرت ہمی خواست کہ ظالم را از عادل و حق را از باطل باز نماید تا آنکہ خمیر مایہ فطرت ایشان از ترشحات زلال ولایت بہرہ یافتہ از طریق ضلالت و غوایت باز شوند و بہ شاہراہ شریعت و ہدایت روند۔ انتہی صفحہ ۹۱

ہم اگرچہ ان جوابات کی نسبت ضرورت کچھ بیان کرنیکی نہیں دیکھتے اسلیے کہ ہر ایک سمجھدار آدمی خود ان جوابات سے اوسکی وقعت کا اندازہ کرسکیگا۔ اور اوسے یقین ہوجائیگا کہ بجز اسکے کہ یہ معاملات اسرار امامت سے سمجھے جائیں انسانی فہم سے خارج ہیں مگر مختصراً کچھ کہنا مناسب سمجھتے ہیں۔

بحار الانوار میں جو جواب ملا باقر مجلسی نے دیا ہے کہ مصلحتاً حضرت سیدہؓ نے حضرت امیرالمومنین سے ایسی باتیں فرمائیں۔ اور غرض آپ کی صرف یہ تھی کہ لوگون کو صحابہ کے اعمال کی قباحت اور اونکے افعال کی شناعت ظاہر ہوجاے۔ غالباً ہر شخص اس جواب کو تعجب و تاسف کی نظر سے دیکھے گا۔ اور سمجھ لیگا کہ جب کچھ جواب نہ بنا تو بمجبوری بفحواے الغریق یتشبث بکل حشیش یہ سمجھکر کہ کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی چاہیے ملا صاحب نے جو دل میں آیا وہ لکھدیا مگر اتنا خیال نفرمایا کہ یہ باتیں جو حضرت سیدہ نے جناب امیر سے فرمائیں وہ گھر میں کہیں تھیں یہاں سواے آپ کے یا گھر کے لوگون کے کوئی غیر نہ تھا جنکو سنانا منظور ہو۔ اور غیرون کے سنانے کے لیے

کوئی موقع بھی باقی نہ تھا۔ اسلیے کہ جناب امیر نے کوئی دقیقہ ملامت اور الزام کا صحابہ پر اوٹھا رکھا تھا۔ اور نہ بین المہاجرین و الانصار ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کے ظلم و ستم کی کوئی بات باقی رکھی تھی۔ اور نہ جناب فاطمہؑ نے اپنے فصیح و بلیغ خطبہ مین اونکی نسبت جو کچھ کہنا تھا اوسمین سے کچھ اوٹھا رکھا تھا کافر اور مرتد اور جہنمی ہونا تک تو اونکا علی رؤس الاشہاد بیان فرما دیا تھا۔ وہ کونسی بات باقی رکھی تھی جسے حضرت علی پر رکھکر سناتین ہان ملا صاحب اگر یہ فرماتے تو ممکن تھا کہ آسمان کے فرشتہ ہمدردی کرنے اور تسلی دینے کے لیے آپ کی دولت سرا مین آئے تھے اونکو صحابہ کا کفر و نفاق اور اونکے جور و تعدی سنانی منظور ہو گی۔ اونکے سنانے کے لیے غالباً حضرت معصومہ نے حضرت امیر کو مخاطب کرکے یہ خطاب فرمایا ہوگا اور حضرت ہارونؑ اور حضرت موسیٰؑ کی مثال جو ملا صاحب نے دی ہے وہ بھی اپنے دل کے خوش کرنے کے لیے بیان فرمائی۔ ورنہ اوسکو اس سے کیا نسبت اول تو یہ بات تسلیم نہین کی گئی کہ حضرت ہارونؑ پر عتاب لوگون کے دکھانے کے لیے کیا گیا تھا۔ سوا اسکے جو کچھ حضرت موسیٰ نے کیا وہ علی رؤس الاشہاد تھا۔ نہ آنکہ گھر مین بیٹھکر اور تنہائی مین جہان کوئی دیکھنے والا سوائے فرشتون کے نہو۔ علاوہ برین جناب امیر نے اس خطاب کو جو حضرت سیدہ نے کیا اپنے ہی نسبت خیال کیا تھا نہ جیسا کہ ملا صاحب سمجھتے ہین اوسی مصلحت پر مبنی خیال فرمایا تھا۔ اسلیے کہ اسکے جواب مین جو آپ نے فرمایا اوسکے الفاظ یہ ہین فقال لها امیر المؤمنین لا ویل لک بل الویل لشانئک ثم نهنهی عن وجدک یا بنت الصفوة وبقیة النبوة فما ونیت عن دینی ولا اخطأت مقدوری فان کنت تریدین البلغة فرزقک مضمون وکفیلک مامون وما اعد لک افضل مما قطع عنک فاحتسبی الله فقالت حسبی الله وامسکت اسکا ترجمہ فارسی مین فاضل مجلسی حق الیقین مین اسطرح پر کرتے ہین۔ کہ جناب امیر در جواب ارشاد فرمود کہ صبر کن و آتش خود را فرونشان ای دختر برگزیدۂ عالمیان و ای باقی ماندۂ ذریت پیغمبر۔ من سستی در امر دین خود نکردم و آنچہ از جانب خدا مامور بودم بعمل آوردم و آنچہ مقدور بود از طلب حق خود دران تقصیر نکردم۔ و روزی ترا و اولاد ترا خدا ضامن ست۔ اس جواب سے کون شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت علی نے اوس خطاب کو حضرت فاطمہؑ کے اپنی ذات پر محمول نہین فرمایا تھا۔ اور اون کے غصہ کو اپنی نسبت نہین خیال کیا تھا۔ ورنہ آپ کیون یہ فرماتے کہ مین نے کچھ کوتاہی نہین کی

اور جہان تک مجھسے ہوسکتا تھا اوسمین دریغ نہین کیا- بلکہ اس جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضمناً حضرت سیدہ کو اونکی غلطی پر آگاہ کرنا منظور تھا - اور یہ کہنا کہ آپ غلطی پر ہین کیون آپ مجھپر خفا ہوتی ہین اور کیون مجھے ایسی سخت سخت باتین کہتی ہین اور کیون مجھے مثل جنین کے پردہ نشین ٹھہراتی ہین مین نے آپ کی مدد مین کوتاہی نہین کی مین نے آپ کے دعوی کی تائید کی آپکے سامنے صحابہ سے جھگڑا کیا- اور جہان تک ممکن تھا اونکو ملامت کی- اونکا ظلم وستم ثابت کیا- اور چونکہ یہ سب باتین مین نے آپکے سامنے کین پھر بھی آپ مجھپر خفا ہوتی ہین اور مجھے بزدل اور خائف ٹھہراتی ہین یہ آپ کی شان سے بعید ہے - اور چونکہ یہ وہ باتین ہین جو شیعون کی روایتون مین بتفصیل منقول ہین اس سے وہ حضرت سیدہ کی عصمت مین خلل پیدا کرتے اور بمقتضائے بشریت آپ کو بیجا غصہ کرنیوالا قرار دیتے ہین- سچ یہ ہے کہ حضرات شیعہ مجبور ہین اور بے بنیاد اور غلط بات کے ثابت کرنے مین قصر اکمل فرماتے ہین- ہر موقع کے لیے انھون نے ایک روایت بنائی- اور ہر اعتراض کے لیے حضرات نے اپنے نزدیک ایک جواب گڑھا اور جھوٹ کو سچ کرنا چاہا- کاش وہ ایک ہی روایت اور ایک بات پر قائم رہتے تو اتنی دقت پیش نہ آتی- اور ایسی فضیحت نہ ہوتی- مگر کثرت روایات اور اختلاف اقوال نے ہمکو جواب دینے کی محنت سے بچالیا- اور اوس تناقض اور اختلاف نے جو اونکی روایتون مین نمایان ہے اونکے دعوی کو ایسا باطل کردیا کہ نہ کسی عدالت مین اونکے دعوی کی ڈگری ہوسکتی ہے- نہ غلط بیانی اور جھوٹی شہادت کے پیش کرنیکے الزام سے وہ بچ سکتے ہین

تمت

تقریظ دلپذیر و تحریر بے نظیر از تازہ افکار طبع نازک خیال نکتہ فہم جادو مقال ناثر عدیم البدل ناظم اکمل مولوی محمد مجیب اللہ صاحب وکیل درجہ اول حیدرآباد دکن المتخلص بہ مجیب

حامداً ومصلیاً خاکپائے انام محمد مجیب اللہ برائے نام ناظرین کی خدمت مین عرض پیرا ہے کہ مین نے آیات بینات کا دوسرا حصہ جسمین فدک کا بیان ہے اول سے آخر تک دیکھا مصنف نے بڑی محنت وذہانت وطباعی کے پیرایہ مین پہلے فدک کی حقیقت مین بعد اوسکی پیداوار اور حدود اربعہ اور یہ امر کہ زمانہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم مین اوسکی آمدنی کس مصرف مین خرچ کیجاتی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اوسکے ساتھ کیا برتاؤ کیا آیا وہی حال اوسکی

یہی جو پیغمبر صاحب کی حیات مین تھی یا اوسمین کچھ تغیر و تبدل ہوا خصوصًا جناب ولایتمآب حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کی خلافت مین وہ کسکے قبضہ مین رہا اور اوسے اہلبیت کو حوالہ کیا یا مثل زمانہ سابق یہی عمل پیرا ہوا اسکے بعد مصنف نے
حضرات شیعہ کے تمام اعتراضات جو فدک کی نسبت وارد کرتے ہین نقل کرکے ہر ایک کا جواب بڑی شرح و بسط سے مہذبانہ
الفاظ مین فریقین کی کتب سے ادا کیا ہی جس سے ہر معترض ساکت ہو جاتا ہی پھر اوسے کوئی موقع طعن و تشنیع کا ہاتھ نہین
آتا ہی اسکے پہلے بھی بعض جنکا بین نے حضرات شیعہ کو جواب دیے ہین وہ بہت ہی مختصر اور تشریح طلب ہین اور بعض کی
تو ایسی عبارت دقیق و مغلق ہے جسکے سمجھنے کے لیے کتب لغات و مصطلحات کے معاینہ کی ضرورت پڑتی ہی بنا بر علیہ ایسی
تحریر کی ضرورت تھی جسکے الفاظ شستہ معانی و مضمون خیز ہون جسکی توضیح معاینہ آیات بینات کے دوسرے حصے
مصنفہ عمدۃ المتکلمین زبدۃ المحدثین جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول مولانا مولوی سید محمد مہدی علی خان
دام اللہ ظلہ القوی سے ہوتی ہی اس کتاب کے حصہ اولی کو ثانیہ کے ساتھ ایسی مناسبت ہی جیسے کھانے کو
نمک سے ۔ عروس کو زیور سے ۔ دعا کو اجابت سے ۔ سچ تو یہ ہی کہ مصنف کی تحریر و تقریر اس زور و شور کی ہی گویا ایک
بحر زخار ہی جو موجین مارتا ہی طبیعت مین وہ اُمنگ ہی کہ دفتر کے دفتر لکھ ڈالین تب بھی مضمون آفرینی کم نہو بلکہ
نئے مضامین اور جدید تقریر ہو ۔ ہر دعوی کی دلیل قطعی ہر حجت پر براہین ساطعہ قائم کیے ہین مخالف کو اوسکی دلیل
سے قائل کیا ہی حق و باطل کا فوٹو کھینچکر سامنے رکھ دیا ہی ناظر دیکھتے ہی بلا تامل و غور حق و باطل کی تمیز کر لیتا ہی
اس کتاب کی جسقدر تعریف کیجائے وہ کم ہی قلم مین اسقدر طاقت نہین کہ اوسکی تعریف لکھ سکے زبان مین اتنی
گویائی کہان جو اوسکا وصف بیان کرسکے

تحقیق وصف کس سے ہو تقریب کے سوا
منطق نہین حساب یہ جذر اصم کا ہے

اسکا حصہ اولی جو زمانہ گذشتہ مین ڈھلکر نہین
طبع ہوا تھا وہ کثرت خریداروں کیوجہ سے ہاتوں ہاتھ فروخت ہوا تھا اب اوسکے دوبارہ چھپنے کی ضرورت
ہی ہر مشتاق کو اوسکے لینے کی حاجت ہی اوسی طرح سے اللہ تعالی اس حصہ کو بھی مقبول خاص و عام فرمائے
اور مصنف کے روز بروز مراتب بڑھائے مصنف ممدوح نے اس حصہ کے طبع کرنے کی اجازت جناب جناب فیضمآب
والاشان رفیع المکان حافظ عبد الواجد خان سلمہ المنان مالک مطبع مصطفائی کو عطا فرمائی ہی جناب ممدوح
نے وقت طبع بڑا اہتمام فرمایا ہی کتاب بھر مین ایک حرف بھی غلط نہین آنے پایا ہی جو اوسکے دیکھنے کے مشتاق

...سبب تمام ہونے کتاب مذکور کے اونکے دل پژمردہ ہوگئے تھے از سر نو اسکی سیر سے اونکے غنچۂ خاطر شگفتہ ہوگئے اس ہیچمدان کج مج زبان نے قطعات طبع موزون کیے ہین وہ ذیل مین درج ہین قطعہ لرقمہ

طبع گردید حصہ دومی ۔ نیز آیات بینات تا اینک
سال طبعش مجیب از سر پا ۔ زد رقم قصہای باغ فدک
۱۳ ـ ۱۳ ھ

ولہ

رہِ تحقیق حصہ دومی ۔ چھپا آیات بینات کا جب
مین نے بھی ای مجیب بے سر چھد ۔ لکھدیا الفی اوداعِ غضب
۱۳ ۱۳ ھ

ولہ

آیات بینات کا جب حصہ دوسرا
بے اختیار اوٹھا کے قلم صاف لکھدیا
چھپتے سُنا مجیب نے بس ہو کے فرحناک
تاریخ طبع پاک ہے تاریخ طبع پاک
۱۳ ھ ۱۵

ولہ

آیات بینات کا حصہ یہ دوسرا
انصاف ہے جو دیکھو تو تمنے بھی ای مجیب
لکھا بھی خوب واقعی چھاپا بھی خوب ہی
تاریخ اوسکی حجت اثبات کیا لکھی
۱۳ ھ ۱۵

ولہ

چھپتی ہے جلد ثانی آیات بینات
کلک مجیب دیتھکے پاے ادب بڑھا
تاریخ اوسکی لکھنی ہے اس بات کی ہے فکر
لکھ مذہبی مباحثہ کس بات کی ہے فکر
ھ ۱۳ ۱۳

خاتمة الطبع

الحمد للہ علی لطفہ العظیم و احسانہ الفخیم کہ کتاب آیات بینات کی دوسری جلد جو بحث فدک مین ہے مؤلفہ جناب نواب محسن الدولہ محسن الملک مولوی سید محمد مہدی علی خان صاحب بہادر زاد اللہ لہ الاجلال و الافتخار حسب اجازت جناب مؤلف ممدوح پہلی جلد کے دونو ٹکڑون کے طور سے حافظ محمد عبد الواجد خان نے اپنے مطبع مصطفائی واقع لکھنؤ محلہ محمود نگر مین بتاریخ (۲۷) شوال المعظم ۱۳۱۵ ہجری مین چھپوایا باقی ٹکڑے اس جلد کے بھی [illegible] چھپواے جائینگے [illegible] واللہ [illegible]